بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب ﷺ
اُس بُرے مذہب پہ لعنت کیجیے

شرک کی حقیقت

مصنف: محمد نعیم اللہ خاں قادری
بی ایس سی۔ بی ایڈ
ایم اے۔ اردو۔ پنجابی۔ تاریخ

باہتمام: خالد محمود عطاری

ناشر: مکتبہ فیضان عطار

جامع مسجد عمر روڈ کاموکے ضلع گوجرانوالہ فون: 0435-2266

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہ

marfat.com

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى آلِ مُحَمَّدٍ
كَمَاصَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى آلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارِكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى آلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِیْ يَارَسُوْلَ اللّٰه
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِیْ يَاحَبِيْبَ اللّٰه
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِیْ يَانَبِیَّ اللّٰه
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاسَيِّدِیْ يَا نُوْرَ اللّٰه

marfat.com

شرک کے موضوع پر لاجواب کتاب

شرک کی حقیقت

مصنف: محمد نعیم اللہ خان قادری

بی ایس سی، بی ایڈ

ایم اے اردو، پنجابی، تاریخ

ناشر

مکتبہ فیضان عطار کاموں کے ضلع گوجرانوالہ

marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب ——— شرک کی حقیقت

مصنف ——— محمد نعیم اللہ خاں

بی ایس سی بی ایڈ

ایم اے اردو' پنجابی' تاریخ

ناشر ——— مکتبہ فیضان عطار

——— جامع مسجد عمر (رضی اللہ عنہ) روڈ کاموکے

——— ضلع گوجرانوالہ فون :0435-2266

کمپوزنگ ——— رضوی کمپوزنگ سنٹر

——— مکتبہ رضائے مصطفیٰ' دارالسلام گوجرانوالہ۔

——— فون:0431-217986

معاونین ——— محمد عمران عطاری

——— ڈاکٹر ناصر علی عطاری

بار اول ——— فروری 2000ء

قیمت ——— 225 روپے

-: کتاب ملنے کے پتے :-

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔ پروگریسو بکس لاہور۔ اسلام بک ڈپو لاہور۔ رضا ورائٹی ہاؤس لاہور۔ شبیر برادرز لاہور۔ مکتبہ نبویہ لاہور۔ مسلم کتابوی لاہور۔ مکتبہ قادریہ لاہور۔

marfat.com

عرضِ ناشر

مکتبہ فیضان عطار نہایت خلوص نیت سے اہل سنت و جماعت کے لٹریچر کی اشاعت کے لیے قائم کیا گیا۔ ابھی ہم اس کے ابتدائی تعمیری مراحل طے کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ آہستہ آہستہ ہم مکتبہ فیضان عطار کی صورت میں اہل سنت و جماعت کو ایک اچھا اشاعتی پلیٹ فارم مہیا کریں گے۔

"شرک کی حقیقت" برادرم رانا محمد نعیم اللہ خاں کی تصنیف ہے۔ یہ اس موضوع پر ضخیم کتاب ہے اور اہل سنت و جماعت کی انتہائی اہم ضرورت کو پورا کرے گی۔ یہ کتاب مخالفین اہلسنت و جماعت کی سینکڑوں کتب کا مدلل جواب ہے۔ برادرم رانا محمد نعیم اللہ خاں کی کئی اور تصانیف سرور کونین ﷺ کی بشریت و نورانیت (پانچ سو سے زائد صفحات پر ضخیم کتاب)' ایصال ثواب قرآن و حدیث کی روشنی میں (سوالاً جواباً)' مختصر شرح سلام رضا' گناہ اور ان کی سزائیں بھی جلد منظر عام پر آئیں گی۔ اس سے پہلے ہم ان کی ایک کتاب "بد عقیدہ اور بے اصول غیر مقلدین کو دعوت انصاف" شائع کر چکے ہیں۔ ان کی کئی اور کتابیں بھی زیر تکمیل ہیں۔

مکتبہ فیضان عطار نے نعتوں کے کئی مقبول مجموعے' صدقہ حضور دا ﷺ' صفتاں سوہنے دیاں' اکھاں دی ٹھنڈ' پروانۂ بخشش' بہانۂ بخشش' عندلیب مدینہ' مدینے کا جلوہ' کرم کے بادل شائع کیے ہیں۔ جو مارکیٹ میں عام دستیاب ہیں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اے اللہ! ہماری کوششوں کو شرف قبولیت عطا فرما اور مسلک حق اہل سنت و جماعت کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق عطا فرما۔

خالد محمود قادری عطاری

marfat.com

انتساب

میں اپنی اس پُرخلوص کاوش کو پاکستان اور دنیائے اسلام کے عظیم ایٹمی سائنسدان

ڈاکٹر عبدالقدیر خان

کے نام نامی سے منسوب کرتا ہوں۔

اور اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اے اللہ! میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما اور ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے ایٹمی دھماکے کی طرح یہ بھی علمی دنیا میں ایک علمی دھماکہ ثابت ہو اور باطل کے ایوانوں میں زلزلہ آجائے۔

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

محمد نعیم اللہ خاں

marfat.com

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ. نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

شرک کا موضوع انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس موضوع پر لکھنے کے لیے قرآن و حدیث اور تفاسیر کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔ اس موضوع پر لکھنا پل صراط پر چلنے کی طرح ہے کہ ادھر جنت ادھر دوزخ۔ آج ہم اس دور میں ہیں کہ مذہبی تحمل مزاجی اور رواداری معدوم ہو گئی ہے۔ اہل سنت و جماعت جو مسلمانوں کا سواد اعظم ہے ان پر منہ بھر بھر کر مشرک و بدعتی ہونے کے فتوے صادر کئے جا رہے ہیں۔ علمی سوچ اور فکر کا فقدان ہے۔ یہ بالکل نہیں سوچا جاتا کہ جس پر مشرک ہونے کا فتویٰ لگایا جا رہا ہے اگر وہ صحیح العقیدہ ہے تو پھر فتویٰ لگانے والے کا انجام کیا ہوگا؟

وہابیوں دیوبندیوں نے شرک و بدعت کے موضوع پر بہت کتب تصنیف کی ہیں جن میں انہوں نے مسلمانوں کے سواد اعظم کو مشرک و بدعتی ثابت کرنے کے لیے سر توڑ کوششیں کی ہیں۔ انہیں اپنے علاوہ ہر کوئی مشرک اور بدعتی ہی نظر آتا ہے اصل میں انہوں نے اپنے آقاؤں کی عطا کی ہوئی ایسی عینک لگا رکھی ہے کہ اس میں انہیں اپنے سوا ہر کوئی مشرک اور بدعتی ہی نظر آتا ہے۔ بیرونی امداد کے سہارے شرک و بدعت کے موضوع پر کتب و رسائل نہ صرف کثیر تعداد میں چھاپے جاتے ہیں بلکہ مفت تقسیم بھی کئے جاتے ہیں۔ بالخصوص پڑھے لکھے اور سرمایہ دار طبقے کو سوچی سمجھی سکیم کے تحت اس جال میں پھنسایا جاتا ہے جو بڑی آسانی سے ان کے اس پر فریب جال میں پھنس جاتے ہیں اور بعد میں ہر طریقہ سے ان کے معاون بھی بنتے ہیں۔ مختلف شعبوں میں اہم عہدوں پر تعینات ہونے کی بنا پر وہ ان کی شیطانی سوچ اور فکر میں مختلف طریقوں سے انتہائی موثر اور کارآمد بھی ثابت ہوتے ہیں۔

marfat.com

میں نے ایک موقع پر ایک ہی دن میں ایک پر فریب اشتہار کا جواب دیا تھا۔ برادرم خالد محمود عطاری نے نے شرک کے موضوع پر اس رسالہ کو چھپوانے کا اظہار کیا تو میں نے اس میں اضافہ کر کے دینے کا وعدہ کیا۔ جب میں نے لکھنا شروع کیا تو یہ ایک ضخیم کتاب کی شکل اختیار کر گیا۔ میں نے اس کتاب کے لکھنے کے دوران نام نہاد اہل توحید کی تقریباً ہر کتاب اور رسالہ کا مطالعہ کیا۔ ان کے بے بنیاد اعتراضات کے جوابات دیئے جو آپ پر صحیح صورت حال واضح کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

شرک کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات اور عبادات میں کوئی اس کا ہمسر نہیں۔ کوئی اس کا ہم پلہ نہیں اور جس کو اس کی ذات' صفات اور عبادات میں ہمسر اور ہم پلہ قرار دیا جارہا ہے اس کے لیے زندہ یا فوت شدہ اور جاندار اور بے جان کی کوئی قید نہیں جو بھی ایسا کرے گا وہ شرک کا مرتکب ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے جو ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی۔ وہ اپنی ذات میں اکیلا ہے۔ کوئی اس کا بیٹا بیٹی یا کوئی اور رشتہ دار نہیں۔ وہ اپنی ہر صفت میں یکتا ہے۔ استقلال ذاتی صرف اور صرف اسی کو حاصل ہے۔ عبادت کا حق دار صرف اور صرف وہی ہے۔

ہمارا پکا ایمان اور عقیدہ ہے کہ تمام اختیار' قدرت' تصرف صرف اور صرف اللہ رب العزت کو حاصل ہے۔ اللہ کی عطا کے بغیر کسی کو ذرہ بھر بھی اختیار' قدرت اور تصرف حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی قادر مطلق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی دافع البلاء اور مشکل کشاء ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی عالم الغیب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی شہنشاہ کل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی واجب تعظیم و عبادت ہے۔ تمام بڑائیاں' عظمتیں' عبادتیں اسی کی ذات کو زیبا ہیں۔ خشوع و خضوع' عجز و نیاز صرف اللہ تعالیٰ کی بلند مرتبت ذات کے لیے ہے۔ وہ ہی اس کائنات کا رب ہے۔ وہ ہی ہر چیز کا خالق حقیقی اور مالک حقیقی ہے وہ ہر نقص و عیب سے پاک ہے۔

شرک کا معنی ہے کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک کرنا یا جاننا۔ اس مختصر سی تعریف سے ہی شرک کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ عام روزمرہ زندگی میں اس کی مثال اس طرح ہے کہ ایک پلاٹ یا

marfat.com

قطعہ زمین ہے اگر اس میں تین بھائی آپس میں شریک ہیں تو اس کا عام فہم اور واضح مطلب یہی ہے کہ اس پلاٹ کے حصوں کی ملکیت ان کی ذاتی ملکیت ہے۔ اسی طرح کسی کاروبار میں اگر کوئی کسی کا ایک تہائی حصہ کا شریک ہو تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اس کل کاروبار میں ایک تہائی حصہ اس کی ملکیت ہے۔

ہر مالک زمین یا مکان کو اپنی ملکیت کا مکمل اختیار حاصل ہوتا ہے۔ وہ چاہے تو اسے کسی کو استعمال کرنے کی اجازت دے یا نہ دے۔ اگر کسی اور کو اس زمین یا مکان میں حصہ دار کہیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اس زمین یا مکان میں اس کا حصہ دار ہے شریک ہے۔

چاہے وہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے شریک وہ ہوں گے جن کے لیے معمولی سے معمولی بھی ذاتی علم غیب' قدرت' اختیار' تصرف وغیرہ تسلیم کریں گے کیونکہ کسی کو معمولی سے معمولی بھی ذاتی طور پر اختیار قدرت' تصرف اور علم حاصل نہیں۔

الوہیت اور عبادت لازم و ملزوم ہیں کسی میں ذرہ بھر بھی الوہیت اور عبادت کا اختیار نہیں۔ اگر کسی میں ذرہ بھر بھی الوہیت مانیں یا کسی کو مستحق عبادت جانیں تو یہ شرک سب سے بڑا شرک ہے۔ اس شرک میں مبتلا کی کسی طرح بھی نجات نہیں۔

شرک دو قسم کا ہوتا ہے۔ شرک جلی اور شرک خفی۔ ان کو شرک اکبر اور شرک اصغر بھی کہتے ہیں۔ آگے ان کی مزید تقسیم بھی کی گئی ہے۔

جیسے شرک اکبر کو شرک فی الذات' شرک فی العبادات' شرک فی الصفات میں تقسیم کیا گیا ہے اور شرک اصغر کو شرک فی المعاملات مثلاً اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا جیسے ماں باپ کی قسم کھانا' کسی معاملہ میں بد شگون پر یقین کرنا یا نجوم اور ہاتھ کی لکیریں کیا کہتی ہیں ان سے متعلق جھوٹی خبروں پر یقین کرنا۔ شرک اصغر کی ایک قسم یہ ہے کہ عبادت کے تقاضوں کو ان کے مطابق پورا نہ کرنا مثلاً ریاکاری جیسے کسی کو دکھانے کے لیے نمازوں کے خشوع و خضوع میں اضافہ کرنا۔

marfat.com

اور شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بالجملہ شرک سہ قسم است در وجود و در خالقیت و در عبادت۔ (اشعۃ اللمعات و تکمیل الایمان)

خلاصہ یہ کہ شرک کی تین قسمیں ہیں ایک تو یہ کہ اللہ کے سوائے کسی دوسرے کو واجب الوجود ٹھہرائے۔

دوسری یہ کہ کسی اور کو اس کے سوا خالق حقیقی جانے

تیسری یہ کہ اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرے یا جائز مانے

قرآن مجید میں شریک کی مذمت میں سینکڑوں آیات موجود ہیں۔ میں یہاں شرک کے موضوع پر احادیث کا ایک مجموعہ پیش کرتا ہوں۔ جس سے شرک کی مذمت اور اس کی مختلف شکلیں اور قسمیں واضح ہوں۔

۱۔ بخاری شریف کتاب الایمان کے باب "سوال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان والاسلام والاحسان وعلم الساعة ......" میں ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی کریم ﷺ لوگوں کے درمیان جلوہ افروز تھے کہ ایک آدمی حاضر بارگاہ ہو کر عرض گزار ہوا: ایمان کیا ہے؟ فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر یقین رکھو اور اس کے فرشتوں پر اور اس کے ملنے پر اور اس کے رسولوں پر اور تمہیں دوبارہ زندہ ہونے پر یقین ہو۔ عرض گزار ہوا کہ اسلام کیا ہے؟ فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ شرک نہ کرو اور نماز قائم کرو اور فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الایمان میں بھی ہے۔

۲۔ بخاری شریف کتاب الشہادات کے باب "ماقیل فی شهادة الزور ......" میں ہے۔ عبیداللہ بن ابوبکر بن انس کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا' والدین کی نافرمانی کرنا' کسی جان کو قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔

marfat.com

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الدیات میں بھی ہے۔

یہ حدیث نسائی شریف ذکر الکبائر میں بھی ہے۔

۳۔ بخاری شریف کے اسی باب میں آگے ایک اور حدیث میں ہے۔

عُبید الرحمٰن بن ابو بکرہ نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں تین سب سے بڑے کبیرہ گناہ نہ بتادوں؟ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ! کیوں نہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ پھر بیٹھ گئے حالانکہ آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے پھر فرمایا کہ خبردار ہو جاؤ کہ جھوٹ بولنا۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ بار بار یہی کہتے رہے یہاں تک کہ ہم نے دل میں کہا: کاش آپ خاموش ہو جائیں۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب استتابۃ المرتدین کے شروع میں بھی ہے۔

یہ حدیث **مسلم شریف کتاب الایمان کے "باب الکبائر و اکبرھا" میں بھی ہے۔**

۴۔ بخاری شریف کتاب الوصایا کے باب **قول اللّٰہ تعالیٰ ان الذین یاکلون اموال الیتمی .....** میں ہے۔ ابو الغیث' وہ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں اور وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سات تباہ کن گناہوں سے بچتے رہو' لوگ عرض گزار ہوئے یارسول اللہ! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ نے فرمایا (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا (۲) جادو کرنا (۳) اس جان کو قتل کرنا جس کا قتل اللہ نے حرام قرار دیا ہے (ماسوائے حق کے) (۴) سود خوری (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) کافروں سے مقابلے کے دن بھاگ جانا (۷) پاک دامن اور بھولی بھالی مسلمان عورت پر (بدکاری کی) تہمت لگا۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان کے باب الکبائر و علامات النفاق میں ہے۔

(متفق علیہ)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب المحاربین کے باب "رمی المحصنات" میں بھی ہے۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الایمان کے "باب الکبائر و اکبرھا" میں بھی ہے۔

marfat.com

۵۔ بخاری شریف کتاب استتابۃ المرتدین کے باب قال اللّٰہ تعالیٰ ان الشرک لظلم عظیم ......" میں ہے۔ شعبی کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے فرمایا کہ ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا۔ یارسول اللہ! کبیرہ گناہ کون سے ہیں؟ فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شریک کرنا' عرض کی پھر کون سا ہے؟ فرمایا کہ والدین کی نافرمانی کرنا۔ عرض کی پھر کون سا ہے؟ فرمایا کہ یمین غموس۔ میں عرض گزار ہوا کہ یمین غموس کیا ہے؟ جو قسم کھا کر مسلمان بھائی کا مال ہضم کرنا چاہے اور ہو اس قسم میں جھوٹا۔

٦۔ بخاری شریف کتاب الدیات کے باب "قول اللّٰہ تعالیٰ ومن یقتل موصناً متعمداً فجزاؤہ جھنم" میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص عرض گزار ہوا یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ عرض کی پھر؟ فرمایا کہ پھر اپنی اولاد کو قتل کرنا کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔ عرض گزار ہوا کہ پھر کون سا ہے؟ فرمایا کہ تو اپنے ہمسائے کی بیوی کے ساتھ زنا کرے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان مذکورہ باتوں کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی۔

ترجمہ: "اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جس کی اللہ نے حرمت رکھی ناحق قتل نہیں کرتے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ ضرور سزا پائے گا۔ (سورہ الفرقان آیت ٦٨)

یہ حدیث اختصار کے ساتھ سنن نسائی شریف کتاب المحاربہ "ذکر اعظم الذنب" میں بھی ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب التفسیر سورہ الفرقان والذین لایدعون مع اللّٰہ کی تفسیر میں بھی ہے۔

marfat.com

۷۔ سنن نسائی شریف کتاب المحاربہ "ذکر الکبائر" میں ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ رب العزت کی عبادت کرتا ہے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، نماز پڑھتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے، کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے اس کے لیے جنت ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ کبائر کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ وحدہ لاشریک کے ساتھ شرک کرنا اور مسلمان مرد یا عورت کو قتل کرنا اور جہاد کے دن (کافروں کے مقابلے میں) بھاگنا۔

۸۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان کے باب الکبائر وعلامات النفاق کی تیسری فصل میں ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے نصیحت فرمائی کہ میں دس باتوں پر عمل کروں (۱) اگر تجھے جان سے مارے جانے یا جلائے جانے کا بھی خوف ہو جب بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میں کسی کو شریک نہ کرو (۲) اگر والدین تجھے یہ حکم دیں کہ اہل و عیال کو چھوڑ دے جب بھی ان کی نافرمانی نہ کروں (۳) جان بوجھ کر فرض نماز کو ترک نہ کروں کیونکہ جو جان بوجھ کر نماز ترک کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں نہیں رہتا (۴) شراب نوشی سے احتراز کروں کیونکہ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے (۵) ارتکاب گناہ سے بچو کیونکہ گناہ غضب الٰہی کا سبب بنتے ہیں (۶) اگر جنگ میں لوگ مر کٹ بھی رہے ہوں تو بھی جنگ سے نہ بھاگو (۷) اگر کہیں (وبا کی وجہ سے) اموات ہونے لگیں تو وہیں ٹھہرو اور وہاں سے نہ بھاگو (۸) اور استطاعت کے مطابق اہل وعیال کی کفالت کرو (۹) اور ان کی تربیت سے غافل نہ رہو (۱۰) اور ان کو خشیت الٰہی کی تعلیم دو۔ (احمد)

۹۔ بخاری شریف کتاب استتابة المرتدين والمعاندين ..... کے باب " قال الله تعالىٰ ان الشرك لظلم عظيم .... " میں ہے۔

علقمہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "وہ جو ایمان لائے اور ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی" (سورہ الانعام آیت ۸۲) تو

marfat.com

نبی کریم ﷺ کے اصحاب کو یہ بات بڑی مشکل نظر آئی اور کہنے لگے کہ ہم میں سے ایسا کون ہے جو اپنے ایمان کے ساتھ ظلم (ناحق) کی ملاوٹ نہیں کرتا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات نہیں (بلکہ مراد شرک ہے) کیا تم حضرت لقمان کا یہ قول نہیں سنتے۔ بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔ (سورہ لقمان آیت ۱۳)

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الایمان کے باب "صدق الایمان واخلاصه" میں بھی ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الایمان کے باب "ظلم دون ظلم" میں بھی اختصار کے ساتھ ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الانبیاء کے باب "قول الله تعالیٰ واتخذالله ابراهيم خليلاً ...." میں بھی ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الانبیاء کے باب قول الله تعالیٰ ولقد اتينا لقمان الحكمة ...." میں بھی ہے۔

۱۰۔ بخاری شریف کتاب العلم کے باب "من خص بالعلم قوما دون قوم كراهية ان لايفهموا ....." میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ سے فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے کہ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ عرض گزار ہوئے کہ کیا میں لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ دوں؟ فرمایا: نہیں کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ وہ اسی پر اکتفانہ کر بیٹھیں۔

۱۱۔ بخاری شریف کتاب الرقاق کے باب "المكثرون هم المقلون ......" میں ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ رات کے وقت میں باہر نکلا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تنہا جا رہے ہیں اور آپ کے ساتھ کوئی آدمی نہیں تھا۔ میں نے سوچا کہ شاید آپ کو

marfat.com

ناپسند ہو کہ کوئی آپ کے ساتھ چلے۔ پس میں چاندنی میں آپ کے پیچھے چلتا رہا کہ آپ نے پیچھے مڑ کر مجھے دیکھ لیا اور فرمایا: کون ہے؟ عرض گزار ہوا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے۔ میں ابوذر ہوں۔ فرمایا کہ اے ابوذر! آجاؤ۔ ان کا بیان ہے کہ میں آپ کے ساتھ ایک ساعت چلتا رہا تو آپ نے فرمایا کہ زیادہ مال والے قیامت کے روز کم نیکیوں والے ہوں گے سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ مال عطا فرمائے اور وہ اسے دائیں بائیں اور آگے پیچھے خرچ کر کے اس کے ذریعے نیکی کمائے۔ حضرت ابوذر کا بیان ہے کہ پھر میں گھڑی بھر آپ کے ساتھ چلتا رہا۔ پھر فرمایا کہ یہاں بیٹھ جاؤ۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسی جگہ پر بٹھادیا کہ جس کے چاروں طرف پتھر تھے اور فرمایا کہ جب تک میں واپس آؤں تم یہیں بیٹھے رہنا۔ پس آپ پتھریلی زمین کی طرف چلے گئے یہاں تک کہ مجھ سے اوجھل ہو گئے چنانچہ آپ نے کافی دیر لگائی اور پھر میں نے سنا کہ آپ تشریف لاتے ہوئے فرما رہے تھے: "اگرچہ اس نے چوری کی یا زنا کیا۔" جب آپ تشریف لے آئے تو میں صبر نہ کر سکا اور عرض گزار ہوا: یا نبی اللہ! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے، پتھریلی زمین میں آپ کس کے ساتھ کلام فرما رہے تھے جب کہ میں نے تو کسی کو آپ سے گفتگو کرتے ہوئے نہیں سنا؟ فرمایا کہ وہ جبرائیل علیہ السلام تھے جو پتھریلی زمین میں میرے پاس آئے اور کہا کہ اپنی امت کو بشارت دینا کہ جو اس حالت میں مرے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو وہ جنت میں داخل ہوا۔ میں نے کہا: اے جبرائیل! خواہ اس نے چوری کی یا زنا کیا؟ کہا ہاں۔ میں نے کہا خواہ اس نے چوری کی یا زنا کیا؟ کہاں ہاں اگرچہ وہ شراب پیتا ہو۔

۱۲۔ بخاری شریف کتاب اللباس کے باب "الثیاب البیض" میں ہے۔

ابوالاسود دیلی کا بیان ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ سفید کپڑے پہن کر آرام فرما تھے۔ پھر میں دوبارہ حاضر ہوا تو آپ بیدار ہو چکے تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ کوئی بندہ ایسا نہیں جو یوں کہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں مگر وہ جنت میں داخل ہوا جب کہ اسی وعدے پر اس کا انتقال ہو۔ میں

marfat.com

عرض گزار ہوا کہ خواہ اس نے زنا یا چوری کی؟ فرمایا کہ خواہ اس نے زنا یا چوری کی۔ میں پھر عرض گزار ہوا کہ خواہ اس نے زنا یا چوری کی؟ ارشاد ہوا کہ خواہ اس نے زنا یا چوری کی۔ حضرت ابوذر جب اس حدیث کو بیان کرتے تو یہ بھی کہتے کہ خواہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہ بات موت کے وقت ہو یا اس سے پہلے' جب بھی کوئی تائب اور نادم ہو اور کہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں تو اسے بخش دیا جاتا ہے۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الایمان میں بھی ہے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان کی پہلی فصل میں بھی ہے۔ (متفق علیہ)

۱۳۔ بخاری شریف کتاب التوحید کے باب کلام الرب مع جبرئیل میں ہے۔

'معرور بن سوید کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوذر سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبرئیل آئے اور مجھے بشارت دی کہ جو اس حال میں مرا کہ اللہ تعالٰی کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوا میں نے کہا کہ خواہ اس نے چوری یا زنا کیا؟ کہا کہ خواہ اس نے چوری یا زنا کیا۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب بدء الخلق کے باب ذکر الملائکۃ میں بھی ہے۔

۱٤۔ بخاری شریف کتاب اللباس کے آخر میں ہے۔

حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سواری پر نبی کریم ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا نیز میرے اور حضور نبی کریم ﷺ کے درمیان پالان کی لکڑی کے سوا اور کوئی چیز حائل نہ تھی۔ ارشاد فرمایا: اے معاذ! میں عرض گزار ہوا کہ رسول خدا کی خدمت کے لیے حاضر اور مستعد ہوں۔ پھر تھوڑی دیر چلنے کے بعد فرمایا: اے معاذ! میں نے عرض کی رسول خدا کی خدمت کے لیے حاضر اور مستعد ہوں۔ پھر تھوڑی دور چلنے کے بعد ارشاد ہوا۔ اے معاذ! میں عرض گزار ہوا کہ رسول خدا کی خدمت میں حاضر و مستعد ہوں۔ فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالٰی کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟ میں عرض گزار ہوا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالٰی کا بندوں پر یہ حق

marfat.com

ہے کہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ پھر تھوڑی دیر چلنے کے بعد کہا: اے معاذ بن جبل! عرض کی کہ میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر و مستعد ہوں۔ فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے کہ میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر و مستعد ہوں۔ فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے جبکہ مذکورہ کام کریں؟ میں نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا کہ بندوں کا اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ انہیں عذاب نہ دے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الرقاق کے باب "من جاهد نفسه فی طاعة الله" میں بھی ہے۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الایمان کے باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة میں بھی ہے۔

۱۵۔ بخاری شریف کتاب التوحید والرد علی الجهمية وغيرهم کے باب "ماجآء فی دعاء النبی صلی الله عليه وسلم امته الی التوحيد الله تبارك وتعالیٰ" میں ہے۔

اسود بن ہلال نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ عرض گزار ہوئے کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں فرمایا کہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ کیا تم جانتے ہو کہ ان کا خدا پر کیا حق ہے؟ عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں فرمایا کہ انہیں عذاب نہ دے۔

اور بخاری شریف کتاب الجهاد والسیر کے باب "اسم الفرس والحمار" میں اوپر مذکورہ حدیث کے الفاظ کے علاوہ آخر میں یہ بھی ہے کہ
میں عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو یہ خوش خبری نہ سنادوں، فرمایا یہ خوشخبری نہ سناؤ ورنہ اسی پر بس کر جائیں گے (اور نیک اعمال چھوڑ دیں گے)۔

marfat.com

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان کی فصل اول میں بھی ہے۔ (متفق علیہ)

۱۶۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان کی تیسری فصل میں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو چیزیں ایسی ہیں جو دو چیزوں کو واجب کرتی ہیں ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ واجب کرنے والی دو چیزیں کون سی ہیں۔ سرکار نے فرمایا جو اللہ کی ذات کے ساتھ شرک کرتے ہوئے مرا وہ دوزخ میں جائے گا اور جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا وہ جنت میں جائے گا۔ (مسلم)

۱۷۔ بخاری شریف کتاب الایمان والنذور کے باب "اذاقال واللہ لااتکلم ...." میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کلمہ ارشاد فرمایا اور دوسرا میں نے کہا۔ حضور نبی کریم نے تو یہ فرمایا کہ جو اس حالت میں مرا کہ اللہ کا کسی کو شریک ٹھہراتا تھا تو جہنم میں داخل کیا گیا اور دوسری بات جو میں نے کہی وہ یہ ہے: جو اس حالت میں مرا کہ خدا کا کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا وہ جنت میں داخل کیا گیا۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الجنائز کے باب فی الجنائز میں بھی ہے۔

۱۸۔ بخاری شریف کتاب المحاربین باب "اثم الزناۃ ...." میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں عرض گزار ہوا: یارسول اللہ (ﷺ)! کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا یہ کہ تو اللہ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ تجھے اس نے پیدا کیا ہے۔ میں عرض گزار ہوا کہ پھر کون سا ہے؟ کہ تو اس اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھائیں گے۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا ہے؟ فرمایا یہ کہ تو اپنے ہمسائے کی بیوی سے زنا کرے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان کے باب الکبائر وعلامات النفاق کی پہلی فصل کی پہلی حدیث ہے۔

marfat.com

یہ حدیث بخاری شریف کتاب التفسیر سورہ البقرہ باب قوله تعالیٰ فلا تجعلوا لله اندادا وانتم تعلمون میں بھی ہے۔

۱۹۔ بخاری شریف کتاب الاحکام کے باب بیعة النسآء میں ہے۔

ابو ادریس خولانی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے اس مجلس میں فرمایا جس میں ہم نے بیعت کی کہ تم اللہ کا کسی کو شریک نہ ٹھہرانا' چوری نہ کرنا' زنا نہ کرنا' اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا' جان بوجھ کر کسی پر بہتان نہ لگانا اور نیک کاموں میں نافرمانی نہ کرنا۔ جو تم میں سے یہ وعدہ پورا کرے گا اس کا اجر اللہ کے پاس ہے اور جو ان میں سے کسی گناہ کا مرتکب ہوا' پھر اسے دنیا میں سزا دی گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہو جائے گی۔ جو ان میں سے کسی فعل کا مرتکب ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈالے رکھا تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اگر وہ چاہے تو اسے سزا دے اور چاہے تو معاف فرمادے۔ پس ہم نے آپ سے اس بات پر بیعت کی۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب التوحید کے باب فی المشیة والارادة میں بھی ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الحدود کے باب "توبة السارق" میں بھی ہے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان کی پہلی فصل میں بھی ہے۔ (متفق علیہ)

۲۰۔ بخاری شریف کتاب الرقاق "باب صفة الجنة والنار ....." میں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت میں اس شخص سے فرمائے گا جس کو دوزخ میں سب سے کم عذاب ہو گا کہ اگر تیرے پاس زمین کی ساری چیزیں ہوں تو کیا تو انہیں اپنے بدلہ میں دے دیتا۔ وہ اثبات میں جواب دے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے اس سے بھی آسان چیز تجھ سے چاہی تھی جب کہ تو آدم کی پیٹھ میں تھا' تو تو نے انکار کیا اور میرے ساتھ شرک کرتا رہا۔

۲۱۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان باب الکبائر وعلامات النفاق کی دوسری فصل میں ہے۔

marfat.com

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے دوسرے سے کہا کہ میرے ساتھ ان نبی (ﷺ) کے پاس چلو اس شخص نے پہلے والے سے کہا کہ انہیں نبی نہ کہو اگر انہوں نے سن لیا تو ان کی چار آنکھیں ہو جائیں گی (الغرض) وہ نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے نو روشن نشانیوں کے بارے میں سوال کیا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہ تو اللہ کا شریک ٹھہراؤ نہ زنا کا ارتکاب کرو نہ چوری کرو اور نہ اس جان کو قتل کرو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ مگر حق کے ساتھ اور کسی کو قتل کرانے کے لیے بادشاہ کے پاس نہ لے جاؤ۔ نہ جادو کرو اور نہ سود کھاؤ۔ نیک اور پارسا عورتوں پر الزام تراشی نہ کرو۔ نہ لڑائی کے دن پیٹھ دکھا کر بھاگو۔ اے یہودیو! تمہارے لیے خصوصی حکم یہ ہے کہ تم ہفتہ کے دن حد سے آگے نہ بڑھو۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ باتیں سن کر ان دونوں نے رسول اللہ ﷺ کی دست بوسی اور قدم بوسی کر کے عرض کیا: ہم شہادت دیتے ہیں بلاشک آپ اللہ کے نبی ہیں۔ تب ان سے رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا اس اقرار اور میری پیروی کے بعد تمہیں اسلام لانے میں کون سی چیز مزاحم ہے تب ان دونوں نے کہا: حضرت داؤد علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے دعا کی تھی خداوندا ہمیشہ میری ذریت میں نبی پیدا فرما۔ اگر ہم آپ کا اتباع کر لیں گے تو ہمیں یہ خوف ہے کہ یہودی ہمیں مار ڈالیں گے۔

(ترمذی، ابو داؤد، نسائی)

۲۲۔ سنن ابو داؤد شریف کتاب القضاء کے باب "فی شهادة الزور" میں ہے۔

حبیب بن نعمان اسدی سے روایت ہے کہ حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر پڑھی جب فارغ ہوئے تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا: جھوٹی گواہی اللہ کے شریک ٹھہرانے کے برابر ہو گئی۔ تین مرتبہ یہی فرمایا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ترجمہ: تو بتوں کی گندگی سے دور رہو اور بچو جھوٹی بات سے ایک اللہ کے ہو کر اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ۔ (۲۲: ۳۰، ۳۱)

۲۳۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان کی پہلی فصل میں ہے۔

marfat.com

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا جو شخص یہ شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں بلاشک جناب عیسیٰ اللہ کے بندے اور رسول اور اللہ کی بندی کے فرزند اور اللہ کی نشانی اور وہ روح جو اللہ کی طرف سے حضرت مریم کی جانب پھونکی گئی نیز جنت اور دوزخ کا وجود ہے۔ یہاں تک کہ داخل کرے گا اس کو جنت میں خواہ کیسے ہی عمل کرتا ہو۔ (متفق علیہ)

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الایمان کے باب الدلیل علیٰ ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ میں ہے۔

۲۴۔ بخاری شریف کتاب الجہاد والسیر کے باب "دعآء النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الاسلام والنبوۃ وان لا یتخذ بعضھم بعضا اربابا من دون اللہ ...." میں ہے۔

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے حکم ملا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ یہ نہ کہہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ پس جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس نے اپنی جان اور اپنے مال کو مجھ سے بچا لیا۔ مگر حق کے ساتھ اور اس کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔

۲۵۔ بخاری شریف کتاب القدر کے باب لا مانع لما اعطی اللہ میں ہے۔

وراد مولیٰ مغیرہ بن شعبہ کا بیان ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے لیے لکھا کہ مجھے وہ چیز لکھ کر بھیج جو آپ نے نبی کریم ﷺ کو نماز کے بعد پڑھتے ہوئے سنا ہو چنانچہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے تحریر لکھوائی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز کے بعد پڑھتے ہوئے سنا: نہیں کوئی معبود مگر اللہ۔ وہ اکیلا ہے' اسکا کوئی شریک نہیں۔ اے اللہ! جو تو عطا فرمائے تو کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روک لے اس کا کوئی دینے والا نہیں اور دولت مند کی دولت تیرے مقابلے پر کام نہیں آسکتی۔"

marfat.com

۲۶۔ بخاری شریف کتاب الطب کے باب "الشرک والسحر من الموبقات" میں ہے۔
حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہلاک کرنے والی دو چیزوں سے بچتے رہو اور وہ شرک اور جادو ہیں۔

۲۷۔ سنن ابن ماجہ شریف ابواب الزھد کے باب "الریاء والسمعة" میں ہے۔
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک دن آپس میں دجال کا تذکرہ کر رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ گھر میں تشریف لے آئے اور فرمایا کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جس کا مجھے تم پر دجال سے زیادہ ڈر ہے ہم نے عرض کیا کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ شرک خفی ہے آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے اور بہت ہی عمدہ طریقہ سے تاکہ لوگ اس کی نماز کو دیکھیں۔

۲۸۔ مسلم شریف کتاب الزھد والرقاق کے باب تحریم الریآء میں ہے۔
حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں شریک سے بے نیاز ہوں، جس شخص نے کسی عمل میں میرے ساتھ میرے غیر کو شریک کیا میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔

۲۹۔ جامع ترمذی شریف ابواب تفسیر القرآن باب سورہ الکھف میں ہے۔
حضرت ابو سعید بن ابو خضالہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب قیامت کے دن جس میں کوئی شک و شبہ نہیں، لوگوں کو جمع فرمائے گا تو ایک پکارنے والا پکارے گا جس نے کسی ایسے عمل میں جس کو اس نے اللہ کے لیے کیا تھا کسی کو شریک ٹھہرایا تو اسے اس کا ثواب اسی غیر خدا سے طلب کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ شرک سے تمام شرکاء سے زیادہ غنی (بے نیاز) ہے۔

(یہ حدیث غریب ہے)

یہ حدیث سنن ابن ماجہ شریف ابواب الزہد کے باب "الریاء والسمعة" میں بھی ہے۔

۳۰۔ سنن ابن ماجہ شریف ابواب اقامة الصلوت والسنة فیھا کے باب "ماجآء

marfat.com

فیمن ترک الصلوۃ" میں ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام اور شرک کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے جس نے نماز ترک کر دی اس نے شرک کیا۔

۳۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا: بد شگونی شرک ہے' بد شگونی شرک ہے' حضرت ابن مسعود نے کہا ہم میں سے ہر شخص کے دل میں کسی چیز کے متعلق کوئی بد شگونی ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کو توکل کے سبب سے دور کر دیتا ہے۔ (سنن ابو داؤد ج ۲' ص ۱۹۰)

۳۲۔ جامع ترمذی شریف باب النذور والایمان کے باب "فی کراھیۃ الحلف بغیر اللّٰہ" میں ہے۔
حضرت سعد بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک آدمی کو کعبۃ اللہ کی قسم کھاتے ہوئے سنا تو فرمایا غیر اللہ کی قسم مت کھاؤ۔ بے شک میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے اور بعض علماء کے نزدیک اس کی تفسیر یہ ہے کہ کفر و شرک سے محض سختی اور دھمکی مراد ہے اور اس کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو باپ کی قسم کھاتے ہوئے سنا تو فرمایا خبردار! اللہ تعالیٰ نے تمہیں باپ کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے اور آنحضرت ﷺ سے حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص لات اور عزیٰ کی قسم کھائے اسے لا الہ الا اللہ کہنا چاہیے اور یہ اس طرح ہے جس طرح آنحضرت ﷺ سے مروی

marfat.com

ہے کہ ریا شرک ہے۔ بعض علماء نے اس آیت "من کان یرجولقآ. ربه فلیعمل عملاً صالحاً" کی تفسیر میں کہا ہے کہ کسی کو دکھانے کے لیے نہ کرے۔

یہ حدیث اختصار کے ساتھ مشکوٰۃ شریف باب الایمان والنذور کی دوسری فصل میں بھی ہے۔

محمد نعیم اللہ خان قادری

واحد تقسیم کار

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

گنج بخش روڈ۔ لاہور

فون نمبر 7221953 فیکس نمبر 042-7238010

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ.

میں توحید اور شرک کے مفہوم کو واضح کرنے کے لیے قرآن مجید کی تین اہم ترین سورتوں سے بالخصوص مدد لوں گا یعنی سورہ اخلاص، سورہ فاتحہ اور آیت الکرسی جو سورہ بقرہ کی آخری آیات ہیں اور ان ہی کی مدد سے توحید اور شرک کی مختلف شکلوں اور صورتوں کی وضاحت کروں گا۔ سورہ اخلاص میں ہے۔

قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ — تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے۔

یعنی اللہ جو کہ اس کا ذاتی اور صفاتی نام ہے اس سے ہی وضاحت کی جا رہی ہے کہ ساری مخلوق یہ اقرار کرے کہ اللہ وہ ایک ہی ہے دوسرا کوئی اللہ نہیں، دوسری ہر چیز مخلوق ہے، اللہ نے ہی پیدا کی ہے وہ خود بخود پیدا نہیں ہوئی ہے۔ اس دنیا کی ہر چیز نے ایک روز ختم ہو جانا ہے۔ اللہ کی ذات ہی ہے جو موجود تھی اس وقت کہ جب کچھ بھی نہ تھا اور موجود ہو گی جب کہ کچھ بھی نہ ہو گا۔

اس کائنات کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے ہی کی اس کو تخلیق کرنے میں کوئی اس کا شریک نہیں، زمینوں آسمانوں کو اسی نے تخلیق کیا، زمین کو پہاڑوں، دریاؤں، سمندروں، درختوں وغیرہ سے اسی نے سجایا اور آسمان کو چاند، سورج، ستاروں، کہکشاؤں وغیرہ سے اسی نے سجایا۔

درختوں کو بڑھانے میں، سمندر میں اتار چڑھاؤ دینے میں، پہاڑوں کے بڑھانے میں، بلند کرنے میں کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں۔

اس کائنات کی ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ اس کا ذرہ ذرہ اس کی نظر میں ہے۔ اس کا علم رکھنے میں، اس کو نظر میں رکھنے میں وہ کسی کا محتاج نہیں اور نہ ہی اس کا علم رکھنے اور نظر میں رکھنے میں کوئی دوسرا اس کا شریک ہے۔

اپنی ساری مخلوق کو وہی پالتا ہے اس کو پالنے میں کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں یعنی اس کائنات کی ہر مخلوق کو وہی رزق دیتا ہے۔ اس رزق کے دینے اور پہنچانے میں وہ کسی دوسرے کا محتاج

marfat.com

نہیں' وہ کیڑے کو پتھر کے اندر بھی رزق دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کائنات کی ہر مخلوق' ہر چیز کی تسبیح وپکار کو سنتا ہے۔ اس تسبیح' پکار کو سننے میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

ہر مخلوق کو موت دینا اسی کے اختیار میں ہے۔ موت دینے میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اگر کوئی کسی کو پالتا ہے' کوئی کسی کو دیکھتا ہے' کوئی کسی کو سنتا ہے' کسی کو اگر کسی چیز کا علم ہے' کوئی کسی کو رزق فراہم کر رہا ہے تو یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے ہی محتاج ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے سے ایسا کر رہے ہیں۔

یہ جو مختصراً کہتے ہیں کہ اس کی ذات میں' اس کی صفات میں اور اس کی صفات کے تقاضوں میں کوئی اس کا شریک نہیں تو اس کا مفہوم وہ نہیں جو شر پسند لوگوں نے لے لیا ہے اور ہر کسی پر شرک شرک کے فتوے لگا لگا کر اپنی آخرت خراب کر رہے ہیں۔ خود بھی گمراہ ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔

اب میں آگے چلتا ہوں تاکہ توحید اور شرک کی واضح حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔

اللہ تعالیٰ کی کوئی جنس نہیں' وہ مرد نہیں' وہ عورت نہیں' وہ کسی کا باپ نہیں' وہ کسی کا بیٹا نہیں' وہ کسی کا رشتہ دار نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ اس کا بیٹا ہے وہ اس کی بیوی ہے تو اس کی ذات میں شرک ہو گا۔ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا کر اس کی جنس میں سے کر دیا اور اس طرح شرک کے مرتکب ہوئے۔ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا کر اس کی جنس میں شامل کر دیا اور اس طرح شرک کا ارتکاب کیا اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ   نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔

اس کی ذات ہر قسم کی شکل' ہیئت سے پاک ہے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے' اللہ اس شکل میں ہے' وہ اوپر ہے' وہ نیچے ہے' وہ اس طرف ہے' وہ اس طرف ہے۔

اللہ کی صفات میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ وہ رحمٰن ہے' وہ رحیم ہے' وہ رقیب ہے' وہ رب ہے۔ الغرض قرآن پاک اس کی صفات سے بھرا ہوا ہے۔ وہ ان

marfat.com

تمام صفات میں لاشریک ہے۔ کوئی اس جیسی صفات نہیں رکھتا۔ کسی نے اسے یہ صفات دی نہیں ہیں۔ اپنی صفات میں سے ذرہ بھر اگر وہ کسی کو عطا کرتا ہے تو ان کو عطا کرنے میں کسی کا محتاج نہیں۔ کوئی اسے روکنے والا نہیں۔ وہ جب چاہے دے سکتا ہے اور جب چاہے لے بھی سکتا ہے۔ الغرض کوئی بھی صفت ہو وہ اس کی ذاتی ہے۔ کوئی اسے دینے والا' عطا کرنے والا' بڑھانے گھٹانے والا نہیں۔

یہی اس کی صفات کے تقاضے ہیں اس میں کوئی اس کا شریک ' حصہ دار اور ساجھی نہ ہے اور نہ ہوگا اور نہ ہو سکتا ہے۔

اب اگر کوئی کہے کہ کسی کے لیے علم غیب عطائی ماننا شرک 'کسی کا دور سے سننا شرک 'کسی کا دور سے دیکھنا شرک 'کسی کا کسی کو کچھ عطا کر دینا شرک 'کسی کی مدد کرنا شرک 'کسی سے مدد مانگنا شرک 'کسی کو مختلف مقامات پر دیکھے جانے کا عقیدہ رکھنا شرک 'کسی کا کسی کو تندرستی' صحت اور شفا دینا شرک 'بیماری سے نجات دینا شرک' کسی اللہ والے کے مزار پر حاضری دینا شرک 'کسی کی سفارش کرنا شرک 'کسی کے وسیلہ سے مانگنا شرک 'کسی کی تعظیم و توقیر کرنا شرک تو ایسا شرک شرک کا لفظ رٹنے اور کہنے والا اس کا معنی نہیں جانتا اور خود شرک میں گرفتار ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کا منکر ہو کر قرآن کی آیات کا انکار کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے' لامحدود ہے' ازلی ہے' ابدی ہے' اس کو کسی نے عطا نہیں کیا' کسی کو عطا کرنے میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس اختیار کے استعمال کرنے میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہ جسے چاہے جتنا چاہے علم عطا کر سکتا ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کے واضح ثبوت موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہی حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زمین و آسمان کے علوم سکھائے۔ اس نے اپنے چنے ہوئے پیغمبروں کو علم غیب عطا فرمایا۔ کتنا عطا فرمایا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا تو کہا لکھ جو کچھ پہلے ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ نے قلم کو ایک ایک بات لکھائی ؟ نہیں ہرگز نہیں' ایک ہی دفعہ سے اسے سب علم عطا

marfat.com

فرمایا دیا تو پھر وہ اگر کسی کو ماکان و مایکون کا علم دے تو شرک کس طرح ہو گیا؟ کیا وہ دینے پر قادر نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں ہر چیز کا بیان فرمادیا لیکن کسی پر یہ حقیقت واضح نہیں کہ قرآن مجید میں ہر چیز کا علم ہے اور یہ علم اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کو عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب کو تمام عالم کا علم دیا اور تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

اللہ تعالیٰ کا سننا ذاتی ہے کائنات کے کسی بھی ذرے کی پکار کو سننے میں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس اختیار میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اگر وہ کسی کو دور سے سننے کی صلاحیت عطا فرمادے تو اس کو عطا فرمانے میں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ کوئی یہ صلاحیت کسی کو عطا فرمانے میں اس کا شریک نہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی گفتگو تین میل کے فاصلہ سے سن لی۔ حضور سرور کونین ﷺ کی قبر انور پر اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کی ڈیوٹی لگائی ہوئی ہے وہ پوری کائنات میں جو کوئی بھی آپ کو درود و سلام بھیجتا ہے تو وہ سن کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں مع کوائف کے پیش کرتا ہے۔

اس سے شرک نہیں ہوا کیونکہ یہ سماع ان کی ذاتی نہیں اس سے وہ اللہ تعالیٰ کے حصہ دار نہیں بن گئے۔ یہ قوت سماع اللہ تعالیٰ ہی کی عطا فرمائی ہوئی ہے۔

اب کوئی یہ کہے کہ کسی کا کسی کے لیے دور سے دیکھنا' ماننا شرک ہے تو وہ جاہل ہے۔ حضور ﷺ نے نجاشی کو ملک حبشہ میں دیکھ لیا جس دن وہ فوت ہوا اور اس کی نماز جنازہ ادا کی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نجاشی کی میت کو سامنے حاضر کر دیا اور آپ نے اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ جنگ موتہ کے حالات حضور ﷺ نے دور سے ہی دیکھ کر بتادیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے لشکر کو دور سے ہی دیکھ کر خطرہ سے آگاہ فرمادیا۔ کیا اب کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ حضور ﷺ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ شرک کے مرتکب ہو رہے ہیں؟

حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو رفرف کے جوڑے میں دیکھا کہ آپ نے

marfat.com

زمین و آسمان کے درمیان کی جگہ بھر رکھی تھی۔ حضور ﷺ نے سفر معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر مبارک میں نماز پڑھتے دیکھا' مردوں کو قبروں میں عذاب ہوتے دیکھا اور یہ بھی آپ نے ہی فرمایا کہ میں دنیا کو اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھتا ہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو اور فرمایا کہ بے شک میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں سنتا ہوں جو کچھ تم نہیں سنتے۔

یہ سننے دیکھنے کی طاقت کیا ان کی ذاتی تھی اگر کوئی ذاتی کہے تو پھر تو شرک اور اگر اللہ کی عطا سے یہ دیکھنا اور سننا ہے اور یقیناً ایسے ہی ہے تو پھر قبول نہ کرنا گمراہی' بے دینی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا' علم کا انکار ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو ایسی قدرت' تصرف دینے پر قادر نہیں؟ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ کسی کو بھی کسی بھی طرح کی قدرت' طاقت اور تصرف عطا فرما سکتا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول پاک ﷺ آخری صف تک کے ہر نمازی کا رکوع و سجود اور خشوع و خضوع دیکھا کرتے تھے۔ یہ دیکھنا اللہ تعالیٰ کی عطا سے تھا نہ کہ ذاتی۔ اگر ذاتی تسلیم کریں تو شرک۔ اگر اللہ تعالیٰ کی عطا سے بھی کوئی تسلیم نہ کرے تو وہ گمراہ اور بے دین ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول پاک ﷺ کو اپنی قبر انور میں اعمال امت پیش ہوتے ہیں اور اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ رسول پاک ﷺ اللہ کی عطا سے مشاہدہ امت فرما رہے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے اور اس کو تسلیم نہ کرنے والا اور اس کو شرک کہنے والا گمراہ ہے۔ اس کا اللہ تعالیٰ کے ہر چیز پر قدرت' طاقت رکھنے کو تسلیم نہ کرنا ہے اور یہ کفر ہے۔

اب یہ اعتراض بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو پھر وسیلہ کو کیوں مانا جائے؟ کیا اللہ تعالیٰ اس کی قدرت نہیں رکھتا کہ وہ بغیر وسیلہ کسی کو کچھ عطا فرما دے؟ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ قادر مطلق ہے لیکن یہ بھی نظام قدرت ہے کہ اس نے کچھ طریقے مقرر کیے ہوئے ہیں وہ اس طرح سے بھی کسی چیز کو عطا فرما دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ وحی کا نزول حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے فرماتا اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ وحی

marfat.com

حضرت جبرائیل علیہ السلام کے بغیر اتر ہی نہیں سکتی تو اس کا بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے وحی کے دوسرے طریقوں سے رد فرمادیا۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام کو موت دینے پر مقرر فرمایا ہوا ہے۔ حضرت میکائیل علیہ السلام کو رزق دینے پر مقرر فرمایا ہوا ہے اور حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے۔

وحی کون اتارتا ہے؟ اللہ۔ موت کون دیتا ہے؟ اللہ۔ رزق کون عطا فرماتا ہے؟ اللہ۔ قیامت کون برپا فرمائے گا؟ اللہ۔ ان چیزوں کو کرنے یا عطا کرنے میں وہ کسی کا محتاج نہیں۔

اہل یہود، رسول پاک ﷺ کی ولادت سے پہلے آپ کے وسیلہ سے دعائیں مانگتے تو قبول ہوتیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک اندھے صحابی نے آپ کے وسیلہ سے دعا کی تو اس کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ کی وفات کے بعد صحابہ کرام نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کی دعا کی تو بارش برسی۔ اللہ تعالیٰ کے مبارک ناموں، اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا قبول ہونے کی صحیح احادیث موجود ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے پاس رسول پاک ﷺ کا موئے مبارک رکھتے تھے اور آپ کا پختہ یقین تھا کہ اس کے وسیلہ سے رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، فتوحات حاصل ہوتی ہیں، دشمن پر رعب و دبدبہ طاری ہوتا ہے۔

لاکھوں مسلمان جو حضور انور ﷺ کی قبر مبارک پر درود و سلام پڑھتے ہیں وہ ایک ہی وقت میں آپ خود سن لیتے ہیں اور صحیح حدیث میں ہے کہ دور دراز کے لوگ (جو لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں ہیں) جو آپ پر درود بھیجتے ہیں وہ آپ کو پہنچادیا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قبر مبارک پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہوا ہے جو کہ تمام لوگوں کا درود و سلام سنتا ہے اور آپ کو پہنچاتا ہے۔ یہاں بھی وسیلہ کی حقیقت واضح کی گئی ہے ورنہ جہاں اللہ کی رحمت کروڑوں اربوں فرشتوں کا درود اور تمام مسلمانوں کا درود جو قبر انور پر حاضر ہو کر درود و سلام پڑھتے ہیں، پہنچ رہا ہے اور بغیر وسیلہ کے بھی تو یہ دور دراز کے مسلمانوں کا درود و سلام پہنچ سکتا ہے۔

جب مشکل پڑے تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہی پکارا جانا ضروری ہے تو اللہ تعالیٰ جو اپنی کتاب میں

marfat.com

فرمارہا ہے کہ مصیبت ' مشکل کے وقت صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو تو دراصل یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہیں۔ یہ صبر اور نماز کا وسیلہ دراصل اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے نہ کہ غیر اللہ کے لیے لیکن وسیلہ کی حقیقت کو ضرور واضح فرمایا ہے۔

معراج کی رات حضور ﷺ کو براق پر سوار کرا کے لے جایا گیا۔ کیا حضرت جبرائیل علیہ السلام نہیں لے جا سکتے تھے ؟ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اوپر اٹھانے کے لیے براق بھیجا گیا ؟ کیا اللہ تعالیٰ کسی وسیلہ کے بغیر لے جانے پر قادر نہیں تھا ؟ بالکل قادر تھا اور ہے۔

لوگوں کی ہدایت کے لیے انبیاء کرام وسیلہ تھے۔ اب اولیاء ' علماء اور صوفیاء کرام بھی وسیلہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے بغیر بھی لوگوں کو ہدایت دے سکتا تھا لیکن وسیلہ کی حقیقت واضح ہو گئی۔ یہاں اگر کوئی یہ سوال اٹھائے کہ جو کوئی رسول پاک ﷺ کو انگریزی ' فارسی ' اردو ' پنجابی ' جرمن وغیرہ میں درود و سلام بھیجتا ہے تو کیا وہ بھی پہنچتا ہے۔ سب سے افضل عربی میں درود شریف بھیجنا ہے لیکن اگر کوئی ان پڑھ ہے یا جس کو عربی میں درود شریف یاد نہیں اور وہ یہ کہے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ پر درود و سلام ہو تو کیا یہ درود و سلام نہیں پہنچے گا ؟ ضرور پہنچے گا۔۔۔

بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زمین و آسمان کے علوم عطا فرمائے تو کیا وہ ان علوم کے دینے میں کسی کا محتاج ہے ؟ ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نبی امی ﷺ کو جانوروں ' پتھروں ' درختوں کی بولیوں سنانے پر بھی قادر ہے۔ قرآن پاک میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جانوروں وغیرہ کی بولیوں پر بھی اللہ تعالیٰ نے قدرت دی۔ جب رسول پاک ﷺ نے وفود مختلف ممالک میں بھیجے تو ان کو وہاں کی بولیاں بھی سکھا دیں۔

بے شک پتھر آپ کو "السلام علیک یا رسول اللہ" کہتے تو آپ سنتے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ احد پہاڑ کو حکم دیتے تو وہ آپ کے حکم کی تعمیل کرتا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ کسی درخت کو حکم دیتے تو وہ آپ کے حکم کی تعمیل کرتا۔ آپ کسی جانور کو بلاتے تو وہ آتا۔ صحیح حدیث میں اور قران پاک میں ہے کہ چاند آپ کی انگلی مبارک کے اشارے سے ٹوٹ گیا۔

marfat.com

اب کوئی بیس بیس بولیوں کا ماہر ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ہر بولی سکھانے پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھائیں۔ خدارا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار نہ کریں ورنہ پکے پکے کافر۔

آپ ﷺ کے امی ہونے کا مطلب علماء کرام نے قطعأیہ بیان نہیں فرمایا کہ آپ پڑھنا لکھنا جانتے ہی نہیں تھے بلکہ امی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے کسی سے پڑھا لکھا نہیں۔ آپ کسی کے شاگرد نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ آپ کو سکھادیا۔ صلح نامہ حدیبیہ جب لکھا گیا تو آپ نے رسول اللہ خود ہی کاٹا۔

اگر غیر اللہ کا وسیلہ شرک ہوتا تو نابینا صحابی کا آپ ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا (جو کہ آپ ﷺ نے خود سکھائی) بھی شرک ٹھہرتا۔ کیا اللہ کا نبی شرک کی تعلیم دیتا ہے؟ ہر گز نہیں۔

صحابہ کرام کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرنا۔ کیا تمام صحابہ کرام جو اس عمل میں شامل تھے (نعوذ باللہ) مشرک ٹھہرے؟ ہر گز نہیں۔

اللہ تعالیٰ اونگھ اور نیند سے پاک ہے۔ (آیۃ الکرسی میں ہے) اسے کسی قسم کی تھکاوٹ نہیں ہوتی۔ اسے نظام قدرت چلانے میں کسی کی محتاجی نہیں۔ وہ ہر ایک کی پکار ہر وقت سنتا ہے۔ کوئی اسے ہر کسی کی پکار سنانے میں اس کا شریک نہیں' اس کا مددگار نہیں' عام انسان جب تھک جاتا ہے تو اس کو نیند آجاتی ہے۔ انسان جسم اور روح دونوں کا مجموعہ ہے کیا روح بھی تھک جاتی ہے؟ کیا روح کو بھی نیند آجاتی ہے؟

روح کو حیات جاوداں حاصل ہے۔ جب روح کو جسم سے نکال لیا جاتا ہے تو جسم کو موت آجاتی ہے۔

جب رسول پاک ﷺ کا امتی آپ کو درود و سلام کے نذرانے پیش کرتا ہے تو درود و سلام آپ کی روح اور جسم دونوں کو پہنچتا ہے۔

عالم برزخ میں ہر کسی پر اونگھ' نیند نہیں آتی۔ اگر کوئی رات کے وقت قبرستان جائے اور کہے السلام علیکم یا اھل القبور تو کیا وہ نہیں سنے گا؟ بالکل سنے گا۔

جب کوئی رات کی تاریکیوں میں آپ ﷺ کی قبر انور پر درود و سلام کے نذرانے پیش کرے

marfat.com

گا تو کیا آپ نہیں سنیں گے؟ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ لاکھوں انسانوں کا درود و سلام ایک وقت میں رسول پاک ﷺ کو سنا سکتا ہے تو پھر شرک کہاں۔

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی ہستی مشکل حل کر سکتی ہے تو وہ مشکل ڈال بھی سکتی ہو گی یا اس کی ڈیوٹی صرف مشکل حل کرنے پر ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نیکی اور بھلائی کے کاموں میں مدد (تعاون) کرنے کا حکم دیا ہے اور برائی کے کاموں میں تعاون نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا حکم موجود ہے تو پھر کسی صحیح العقیدہ مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ برائی کے کاموں میں کسی کی مدد کرے۔

کوئی بھی ہستی کسی بھی مشکل کو حل کرنے پر خود بخود قادر نہیں بلکہ یہ قدرت اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہی ہوتی ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ کسی کو اللہ نے قدرت دی ہی نہیں تو وہ جھوٹا ہے۔

صحیح احادیث میں ہے کہ رسول پاک ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں درست فرمادیں۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی پنڈلی جو ٹوٹ گئی تھی دست مبارک پھیر کر درست فرمادی۔ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کے احادیث کے بھول جانے کا مرض دور فرمادیا۔ حدیبیہ کے مقام پر پانی کی ضرورت پڑی تو انگلیوں سے پانی کے چشمے بہادیئے۔ کھانے کی کمی کی مشکل پیش آئی تو دعا فرمائی جس کی برکت سے سب نے کھالیا لیکن کھانا پھر بھی ختم نہ ہوا۔

ایک عورت اپنا بچہ لے کر حاضر خدمت ہوئی جسے دیوانگی تھی اسے تندرست فرمادیا۔ آپ کا جبہ مبارک دھو کر اس کا پانی بیماروں کو پلانے سے بیمار ٹھیک ہو جاتے۔ قرآن پاک میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "میں اللہ کے حکم سے پیدائشی اندھوں اور کوڑھوں کو اچھا کرتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔"

marfat.com

صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کیا۔

رسول پاک ﷺ نے حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ فرمایا "اے ربیعہ! مانگو۔

اللہ تعالیٰ کے انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق ہی جب اپنی قوم کے لیے عذاب کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل فرماتا۔

رسول پاک ﷺ نے بھی جب کسی کی ہلاکت کی دعا کی تو وہ ہلاک ہوا۔

ہر مسلمان دوسرے مسلمان کی بھلائی اور نیکی کے کاموں میں مدد کر سکتا ہے انسان پتھر نہیں کہ اسے کوئی قدرت ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عطا سے اسے تصرف کی قدرت ہے۔

لامحدود سماعت 'بصارت وغیرہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ محدود سماعت 'بصارت مخلوق کے لیے بھی ثابت ہے' یہ شرک نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات 'زمین و آسان کو تخلیق کیا' اس تخلیق میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عطا سے انسان بھی چھوٹی چھوٹی چیزیں جو عام روزمرہ استعمال ہوتی ہیں' ان کی تخلیق کرتا رہتا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ وہ فلاح چیز کا خالق اور موجد ہے لیکن اس چیز کا بھی خالق حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

ولی کی کرامت اس کے نبی کی صداقت کی دلیل ہوا کرتی ہے۔ مخلوق کی تخلیق اس کے خالق حقیقی کی صداقت کی دلیل ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ میں اندھے کو اچھا کر سکتا ہوں اور یہ میری ذاتی خصوصیت ہے تو وہ مشرک ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عطا سے 'اس کے فضل و کرم سے اندھے کو اچھا کر سکتا ہوں تو بلاشبہ اس کا یہ کہنا ٹھیک ہے۔ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کا ہی ٹھیک کرنا ہے۔ یہ شرک نہ ہوا۔

اگر کوئی کہے کہ فلاں ولی اللہ حاجت روا ہے وہ جو چاہے ہو جاتا ہے۔ اس کی قدرت ذاتی اور

marfat.com

لامحدود ہے تو وہ مشرک ہے۔ ہاں اولیاء اللہ کی دعائیں اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ہر دعا قبول فرمانے پر مجبور نہیں۔ ان کو بعطائے الٰہی کچھ قدرت' اختیار اور تصرف حاصل ہے تو وہ محدود ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس شخص نے میرے ولی سے دشمنی رکھی میرا اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ میرے بندے نے فرائض سے بڑھ کر کسی چیز کے ذریعے میرا قرب حاصل نہیں کیا' (فرائض ادا کرنے کے بعد) میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بری چیز سے بچنا چاہے تو میں اسے ضرور بچاتا ہوں۔

اب میں اس حدیث پاک کی تشریح میں چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

کان: حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی آواز تین میل کے فاصلے سے سن لی

ہاتھ: صحیح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ ہاتھ بڑھا کر جنت کے پھل توڑنے لگے لیکن خود ہی ارادہ بدل دیا۔

آنکھ: جنگ یرموک کا واقعہ حضور ﷺ نے ممبر شریف پر دیکھ کر بیان فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ساریہ رضی اللہ عنہ کو دشمن سے مطلع فرمادیا۔

پاؤں: آصف بن برخیا نے ملکہ صبا کا تخت پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر دیا۔ وہ وہاں دربار میں بھی موجود تھا۔ ملکہ صبا کے محل میں گیا اور واپس تخت لے کر آ بھی گیا۔ یعنی ایک آدمی خود یا اس کی مثالی صورتیں' اجسام بیک وقت کئی جگہ موجود ہو سکتے ہیں۔ معراج کی رات حضور

marfat.com

ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر انور میں نماز پڑھتے دیکھا۔ جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو وہاں وہ پہلے سے موجود تھے اور پھر چھٹے آسمان پر بھی ملاقات ہوئی۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق بھی اسی طرح کئی جگہ موجود ہونے کی روایات موجود ہیں۔

الغرض جب ایک بندہ اطاعت الٰہی سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو اس کی سماعت' بصارت' تصرف میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ مشکلات' تکلیفیں' مصیبتیں دور کرنے کا بیڑا تو انبیاء' اولیاء' علماء اور عام مسلمانوں نے اٹھا لیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تو بے اختیار ہو کر رہ گیا۔ یہ کہنے والا جاہل مطلق ہے۔ انبیاء' اولیاء' عام مسلمان کی ہر مشکل حل کرنے پر قادر نہیں اور اگر ان کے ذریعے سے کوئی مشکل' مصیبت اور تکلیف دور ہو جاتی ہے تو اصل میں اس مشکل' مصیبت اور تکلیف کا دور کرنے والا اللہ ہی ہے کیونکہ اللہ کے بندے کا کسی کی مصیبت کو دور کرنا اللہ کا ہی اس مصیبت کو دور کرنا ہے۔ اگر کوئی اس کو شرک کہے تو وہ جاہل مطلق ہے۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ کو اس چیز' اس قدرت پر قادر نہیں سمجھتا کہ وہ اپنی مخلوق سے اپنی دوسری مخلوق کی مشکل' مصیبت اور تکلیف دور کرا دے۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ جب مشکلات' مصیبتیں انبیاء' اولیاء' علماء کرام اور عام مسلمانوں کے ذریعے سے حل ہو جاتی ہیں تو لوگ اللہ سے رجوع کرنا چھوڑ دیں گے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "جو کوئی مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا ہوں" تو پھر کیا وہ لوگ جو سالہا سال تک اللہ تعالیٰ سے اپنی بہنوں' بیٹیوں کے رشتوں وغیرہ کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں وہ قبول نہیں ہوتیں تو کیا وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اس آیت کے منکر ہو جائیں گے؟ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے منکر ہو جائیں گے؟ جو منکر ہو جائے تو وہ بلاشبہ کافر ہے۔

ایک یہ سوال کیا جاتا ہے کہ جب مصیبتیں حل کرنا تو انبیاء' اولیاء' علماء اور عام انسانوں کے ذمے ہو گیا تو پھر لوگوں کے پاس اس کی فہرست بھی ہونی چاہیے کہ فلاں فلاں کون کون سی

marfat.com

مشکل مصیبت دور کرنے پر قادر ہے۔

ایک ڈاکٹر اپنے مریض کا علاج کرتا ہے۔ ایک دوکان دار بعض چیزیں فروخت کرتا ہے۔ ایک میڈیکل سٹور والا ادویات فراہم کرتا ہے۔

اگر ایک ڈاکٹر سے کسی مریض کو فائدہ نہ ہو تو کیا وہ ڈاکٹر کے مریضوں کے علاج کرنے کی قدرت' صلاحیت سے انکاری ہو جائے گا؟ کیا وہ یہ کہے گا کہ ڈاکٹر مریض کو تندرست نہیں کرتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ہی اختیار میں ہے کہ وہ کسی مریض کو کس سے شفا دیتا ہے۔ ایک دوکاندار سے اگر کوئی چیز نہیں ملتی تو اس سے دوسری چیزوں کے ملنے سے بھی انکاری ہو جائے گا؟ ایک میڈیکل سٹور سے ادویات ملتی ہیں اگر کوئی دوا ایک میڈیکل سٹور سے نہ ملے تو کیا وہ کہہ سکتا ہے کہ میڈیکل سٹور سے ادویات نہیں ملتیں؟

بے شک انبیاء' اولیاء کرام' عام انسان اپنے مراتب کے لحاظ سے عام روز مرہ زندگی میں دوسروں کی مدد کر سکتے ہیں۔ انبیاء' اولیاء ہر مصیبت' تکلیف کے دور ہونے کی دعا کر سکتے ہیں لیکن کس کو قبول کرنا ہے اور کس کو قبول نہیں کرنا یہ تو اللہ تعالیٰ کے مطلق اختیار میں ہے۔

ان فہرستوں کی ضرورت ان منکرین کو ہی ہوگی ہمیں نہیں۔ ہم تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں گے اور مانگتے رہیں گے چاہے وہ قبول فرمائے یا نہ فرمائے اگر وہ قبول نہ فرمائے تو ہم یہ نہیں کہیں گے کہ اسے کوئی اختیار ہی نہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ کے نیک اور برگزیدہ بندوں کے پاس دعا کے لیے جاتے ہیں تو اگر اللہ تعالیٰ ان کی دعا ہمارے بارے میں' ہمارے حق میں قبول نہ کرلے تو ہم ان کے بارے میں یہ عقیدہ نہیں رکھیں گے کہ اولیاء اللہ کی دعا قبول ہی نہیں ہوتی۔

میری دعا ہے کہ

"یا اللہ! ہمیں ان لوگوں کے راستہ پر چلا جن پر تو نے انعام کیا نہ کہ ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔"

اب کوئی یہ کہے کہ انبیاء' اولیاء اور عام انسانوں کی قبروں پر جانا شرک ہے تو وہ جاہل ہے۔

marfat.com

حضور ﷺ ہر سال شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لے جایا کرتے تھے اور جنت البقیع میں بھی جایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق' حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابی بھی آپ کی قبر انور پر حاضری دیا کرتے تھے اور آپ کو سلام بھی پیش کیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کی قبر انور پر حاضری دیا کرتی تھیں۔

جب حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے مزار پر انوار پر حاضری دیتے تو یوں سلام عرض کرتے۔ السلام علیک یارسول اللہ

اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی یوں سلام کرتے۔

السلام علیک یا ابا بکر

السلام علیک یا ابتاہ (السلام علیک اے ابا جان رضی اللہ عنہم)

اب کوئی یہ کہے کہ انبیاء' اولیاء کرام کی قبروں کی طرف سفر کرنا شرک اور ان کی قبروں کو ہاتھ لگانا بھی شرک تو وہ بھی کم عقل اور علم سے بے بہرہ ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد ملک شام ہجرت کر کے چلے گئے۔ وہاں آپ کو ایک رات حضور ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا: "اے بلال (رضی اللہ عنہ)! تم نے ہم سے ملنا کیوں چھوڑ دیا ہے۔ کیا تمہارا دل ہم سے ملنے کو نہیں چاہتا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ یہ خواب دیکھ کر لبیک یا سیدی کہتے ہوئے اٹھے اور اسی وقت رات ہی کو اونٹنی پر سوار ہو کر مدینے کو چل پڑے۔ رات دن برابر چل کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پہلے سیدھے مسجد نبوی شریف پہنچے اور سرکار ﷺ کو نہ دیکھا پھر حجروں میں تلاش کیا جب وہاں بھی نہ ملے تو مزار پر انوار پر حاضر ہوئے اور قبر انور سے لپٹ گئے اور رو رو کر یہ عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ! غلام کو یہ فرما کر بلایا کہ ہم سے مل جاؤ اور جب بلال (رضی اللہ عنہ) زیارت کے لیے حاضر ہوا تو آپ ﷺ پردہ میں چھپ گئے۔" اور آپ کی ہچکی بندھ گئی اور آپ

marfat.com

کافی دیر تک روتے رہے۔

واقعہ طویل ہے اتنا ہی بیان کرتا ہوں باقی اگر پڑھنا چاہیں تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی سیرت کی کتابوں سے پڑھ لیں۔ واقعہ سے ظاہر ہے کہ صحابی رسول نے حضور نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کی نیت سے سفر کیا۔

ایک دن مروان آیا اور اس نے ایک شخص کو روضہ انور پر مونہہ رکھے ہوئے دیکھا۔ اس نے گردن سے پکڑ کر اسے مزار مبارک سے ہٹایا اور کہا "جانتا ہے کہ تو کیا کر رہا ہے ؟ اس نے کہا' ہاں۔ وہ اس کی طرف متوجہ ہوا' کیا دیکھتا ہے کہ وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا "میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں' پتھروں کے پاس نہیں۔"

(صحیح الاسناد)

الغرض اب یہ بالکل واضح ہو گیا کہ مزارات پر جانا شرک نہیں' مزارات کو ہاتھ لگانا شرک نہیں کیونکہ اگر یہ شرک ہوتا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ یوں قبر انور سے نہ چمٹتے اور نہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس پر اپنا منہ رکھتے۔

پ ۵ سورۃ النساء آیت نمبر ۶۴ میں ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۝	اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو پھر اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

آپ ﷺ کی وفات کے بعد ایک اعرابی روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہوا اور روضہ مبارک کی خاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا "یا رسول اللہ ﷺ! جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت بھی ہے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ (الاخر) میں نے بے شک اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور میں آپ کے حضور میں اللہ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے کے لیے حاضر ہوا

marfat.com

ہوں تو میرے رب سے میرے گناہ کی بخشش کروایئے۔ تو حضور ﷺ کے مزار مقدس سے آواز آئی کہ تیری مغفرت ہو گئی اور حضرت علامہ شہاب الدین بن حجر مکی علیہ الرحمتہ الخیرات الحسان صفحہ ۶۳ میں فرماتے ہیں "علماء واہل حاجت حضرات ہمیشہ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی قبرپاک کووسیلہ بناتے اوران کی حاجتیں پوری ہوتی تھیں ان علماء میں سے ایک تو خود حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ ہیں جس وقت آپ بغداد میں قیام فرماتے تھے تو فرماتے ہیں۔ کہ میں امام ابو حنیفہ سے فیوض وبرکات حاصل کرتا ہوں جب مجھے کوئی ضرورت درپیش ہوتی ہے تو دورکعت نماز پڑھ کر آپ کے مزار کی جانب متوجہ ہوتا ہوں اور مزار کے قریب کھڑا ہو کر اللہ سے سوال کرتا ہوں فوراً میری ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ بعض متکلمین فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فجر کی نماز امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے پاس ادا کی لیکن دعاء قنوت نہیں پڑھی ایک دوسری روایت میں ہے کہ بسم اللہ بلند آواز سے نہیں پڑھی۔ لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ نے اپنے مسلک کے خلاف کیوں کیا۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ اس مزارپاک میں آرام فرمانے والے کے ادب واحترام کی وجہ سے۔

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں ہے۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۝ ہم تیری ہی عبادت کریں اور تجھ ہی سے مدد چاہیں۔

تو کیا کسی دوسرے سے مدد مانگنا مطلقاً منع ہے؟

اصل میں اس آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے کہ "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور اس عبادت کے کرنے کی توفیق اور ہمت کے لیے تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں کیونکہ مددگار حقیقی تو ہے جو بھی مدد کرے گا تیرے اذن سے کرے گا۔ اگر اس کا یہ مفہوم ہی لیا جائے تو سارے کے سارے انسان ہی مشرک ٹھہریں کیونکہ ہر انسان روز مرہ زندگی میں بیسیوں کاموں میں دوسروں سے مدد لیتا ہے اور قرآن مجید میں بھی ہے کہ صبر اور نماز سے مدد طلب کرو۔ اسی

marfat.com

طرح ہے۔ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں مبارک سن ہو گیا' کسی نے ان سے کہا" جو آپ کو سب سے پیارا ہے اسے یاد کرو" آپ نے صدا لگائی "یا محمد" تو پاؤں ٹھیک ہو گیا۔ (الادب المفرد امام بخاری) اگر کوئی اس حدیث کے اسماء الرجال پر تنقید کرتا ہے تو اسے یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اس طرح تو امام بخاری کی صحیح بخاری کی بہت سی احادیث پر بحث کی جا سکتی ہے

اور جو بتوں کے لیے نازل شدہ آیات کو انبیاء و اولیاء پر لگاتے ہیں ان کے لیے بخاری شریف کی یہ صحیح روایت کافی ہے۔ "حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما خارجی گروہ کو ساری مخلوق سے برا جانتے تھے اور فرمایا کہ ان لوگوں نے اپنا یہ طریقہ بنایا ہے کہ جو آیات کفار و مشرکین کے حق میں نازل ہوئی ہیں ان کو مومنوں پر چسپاں کر دیتے ہیں۔"

بت من دون اللہ ہیں لیکن انبیاء و اولیاء کرام قطعاً من دون اللہ نہیں۔ ان سے جو امور صادر ہوتے ہیں وہ دراصل اللہ ہی کے ہیں۔

پ ۹ سورہ الانفال آیت نمبر ۱۷ میں ہے۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى	تو تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی

شرک فی العبادات : عبادات کون کون سی ہیں؟ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' قربانی وغیرہ اور ان کے ارکان سے عبادات ہیں۔

کیا کسی مسلمان کو دیکھا ہے کہ وہ نماز کے لیے کھڑا ہو اور وہ یہ نیت کرے کہ میں (اللہ کے علاوہ) فلاں کی عبادت کے لیے نماز پڑھنے لگا ہوں۔ میں یہ قیام' رکوع' سجود کسی اور کے لیے کرنے لگا ہوں۔ ہرگز نہیں' ہر مسلمان صرف اور صرف اللہ ہی کی نماز پڑھتا ہے اور جو کوئی کسی اور کی نماز پڑھتا ہے وہ کافر اور مشرک ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ کسی کے لیے احتراماً کھڑے

marfat.com

ہونا بھی شرک، تو کیا وہ اس آدمی کی قلبی حالت کو جان کر اس پر شرک کا فتویٰ لگا رہا ہے؟ کیا واقعی اس کا یہ عقیدہ ہے کہ میں اللہ کے مقابلے میں، اللہ ہی کی طرح، اس کے لیے بھی کھڑا ہوا ہوں اور میرے قیام کی یہ حالت بھی اسی لیے ہے؟

ہرگز ہرگز نہیں۔ کوئی مسلمان کسی دوسرے کے لیے احتراماً کھڑا ہوتا ہے تو وہ اسے اللہ کا شریک نہیں ٹھہرا رہا ہوتا۔ ہاں وہ جاہل لوگ جو مزارات پر حاضری دیتے وقت صاحب مزار کو بالذات صاحب تصرف سمجھ کر رکوع و سجود کی حالت بنا رہے ہوتے ہیں وہ بلاشبہ شرک میں مبتلا ہیں۔ امام اہلسنت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''حرمت سجدہ تعظیمی'' میں بڑی سختی کے ساتھ اس کی بیخ کنی کی ہے اور کسی دوسرے مسلمان کے لیے معمولی سا سر جھکانے سے بھی منع فرمایا ہے اگرچہ اس کی نیت میں شرک نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔

ایک مسلمان روزہ رکھتا ہے دن بھر بھوکا رہتا ہے تو وہ فقط اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے نہ کہ کسی ولی یا عام انسان کی رضا حاصل کرنے کے لیے۔

حج کرتا ہے اس کے ارکان بجالاتا ہے تو فقط رضائے الٰہی کے لیے، زکوٰۃ دیتا ہے تو رضائے الٰہی کے لیے اگر نمود و نمائش کے لیے ایسا کرتا ہے تو قبول ہی نہیں۔

قربانی کی بھی یہی صورت ہے۔

مسلمانوں کو مشرک بنانے والے نذر عرفی پر بھی نذر حقیقی کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں حالانکہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ نذر (شرعی) صرف اور صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ کے لیے ہے کسی اور کے لیے نذر جائز نہیں اور نذر عرفی صرف اور صرف ایصال ثواب ہے اور اسے نذر از راہ ادب کہا جاتا ہے۔

مسلمانوں کو مشرک بنانے والے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی حلیۃ الاولیاء[1] کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ ایک شخص مکھی بت کو نذر کرنے سے جہنم میں چلا گیا اور ایک شخص مکھی بت کو نذر نہ کرنے کی وجہ سے جنت میں گیا۔ لیکن وہ یہ

[1] یہ روایت سنداً ثابت نہیں ہے۔

marfat.com

نہیں سوچتے کہ یہ تو نذر حقیقی ہے نہ کہ نذر عرفی۔
مسلمانوں نے کبھی کسی بت کے لیے ایصال ثواب نہیں کیا۔ اگر بت اور اولیاء کرام میں کوئی فرق نہیں تو انہیں اپنی عقل و علم پر ماتم کرنا چاہیے۔
پھر سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۳۶ پیش کرتے ہیں جس میں بیان ہوا ہے کہ مشرکین اپنی کھیتی اور مویشیوں میں سے اللہ کے لیے اور بتوں کے لیے علیحدہ علیحدہ حصہ مقرر کرتے تھے یعنی ان کے نذرانے کے لیے لیکن نام نہاد اہل توحید یہ نہیں سوچتے کہ مشرکین بتوں کو خدا کے اختیارات میں شریک جانتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ اللہ ان کی ماننے پر مجبور ہے لیکن کسی بھی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں کہ انبیاء و اولیاء اللہ کے اختیارات میں شریک و حصہ دار ہیں۔ ہم واضح عقیدہ رکھتے ہیں کہ عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔
سجدہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے چاہے وہ سجدہ تعظیم ہو یا سجدہ عبادت۔
زندگی اور موت کا اختیار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔
ہر انسان کو رزق دینا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔
رازق حقیقی صرف وہی ہے رازق عرفی کو رازق حقیقی مانیں تو شرک ہو گا۔
ہر چیز کا مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔
کارساز حقیقی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔
ہماری تسبیح و تہلیل اور ذکر واذکار بھی فقط حصول رضائے الٰہی کے لیے ہیں۔
ہماری نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' رکوع و سجود' قیام و طواف صرف اور صرف اللہ کے لیے ہیں۔ ان عبادات میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اگر کوئی یہ عبادتیں اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے کرتا ہے تو وہ مشرک ہے۔
قدرت' تصرف' عذاب' ثواب' غلبہ' فریاد رسی اللہ ہی کے اختیار میں ہے کسی کو کسی معاملہ میں ذاتی قدرت حاصل نہیں ہے اگر کوئی دعویٰ کرتا ہے تو مشرک ہے۔ کسی کو کسی کی فریاد رسی کرنے کا ذاتی اختیار نہیں' کوئی کسی کی مشکل حل کرتا ہے' مصیبت دور کرتا ہے تو یہ اللہ

marfat.com

کی عطا' مرضی اور منشا کے مطابق ہے اگر کوئی یہ دعوی کرے کہ مجھے یہ ذاتی اختیارات حاصل ہیں' میں جب چاہوں جس کی چاہوں مشکل آسان کر دوں تو وہ مشرک ہے۔

کسی کے وسیلہ سے مشکل حل ہونا بھی ثابت ہے۔بارش نہ ہونا' مشکل اور مصیبت ہی ہے۔ صحیح حدیث سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش ہونا ثابت ہے۔

مشکل کے حل کے لیے صدقہ و خیرات اور نماز پڑھنا وغیرہ وسیلہ اور ذریعہ ہی تو ہیں۔ان کے بغیر کیا اللہ تعالیٰ مشکل حل نہیں کر سکتا ہے ؟اسی طرح اولیاء اللہ بھی صدقہ و خیرات کی طرح اللہ کو پسند ہیں ان کے وسیلہ سے بھی اللہ تعالیٰ مشکل حل کر سکتا ہے۔

کافر اگر نیک اعمال سر انجام دیتا ہے تو اللہ اس کو جنت نہیں دیتا لیکن اگر مسلمان نیک کام کرتا ہے تو اس کو جنت کی نعمتوں سے نوازتا ہے اسی طرح بتوں کے وسیلہ سے مانگنے والوں کو دوزخ میں ڈالتا ہے اور انبیاء 'اولیاء 'علماء 'نیک اعمال کے وسیلہ سے مانگنے والوں کو جنت سے نوازے گا بشر طیکہ وہ صحیح العقیدہ مسلمان ہوں۔

نیک اعمال کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتا ہے بشر طیکہ مسلمان کے ہوں اگر کافر وہی نیک اعمال کرتا ہے تو ان کے وسیلہ سے اس کی دعا قبول نہیں فرماتا۔

تمام مسلمان اللہ رب العزت سے دعائیں مانگتے ہیں۔اگر کوئی کسی بزرگ' عالم دین یا ولی اللہ کی قبر پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال کر رہا ہے' دعا مانگ رہا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے ہی مانگ رہا ہوتا ہے اور اس عالم دین یا ولی اللہ کے وسیلہ جلیلہ سے اللہ ہی سے مانگ رہا ہوتا ہے نہ کہ اس عالم دین یا ولی اللہ سے۔اس سے شرک نہیں ہو جاتا۔

سجدہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔نہ کہ آج کے بعض نام نہاد پیروں اور گدی نشینوں کے لیے۔ اہل سنت سجدہ عبادت اور سجدۂ تعظیمی کو قطعاً حرام قرار دیتے ہیں۔ اعلحضرت کی کتاب "حرمت سجدہ تعظیم" (سجدہ تعظیمی حرام ہے) کا مطالعہ کر کے دیکھیں سرور آجائے گا۔

دست بستہ کھڑا ہونا تعظیمی حالت ہے اور تعظیم صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور یہ عبادت کی

marfat.com

ایک حالت بھی ہے۔ نماز کی بعض حالتیں ایسی ہیں کہ اگر انہیں عبادت کی نیت سے کیا جائے تو عبادت شمار ہوتی ہیں اور اگر عبادت کی نیت سے نہ ہو تو عبادت نہیں مثلاً قیام' اور دوزانو بیٹھنا وغیرہ۔ کیا وہ شخص جو اپنے والدین کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوتا ہے یا اپنے استاد کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوتا ہے تو کیا وہ شرک کا مرتکب ہو رہا ہوتا ہے؟ نہیں کیونکہ ایسا اس کے ذہن میں خیال بھی نہیں کہ وہ ایسی ہی تعظیمی حالت میں دست بستہ کھڑا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نماز کی حالت میں کھڑا ہوتا ہے۔ کسی کو صرف لڑکے دینا' کسی کو صرف لڑکیاں دینا' کسی کو لڑکے اور لڑکیاں دینا اور کسی کو کچھ بھی نہ دینا' یہ صرف اور صرف اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہے۔ کسی میں اس جیسا اختیار تسلیم کرنا شرک ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی دعاؤں کو شرف قبولیت بھی بخشتا ہے اگر کسی کی دعا سے کسی کے ہاں لڑکا پیدا ہو جائے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے لڑکا پیدا کر دیا ہے یا اولاد دی ہے بلکہ دیا تو اللہ نے ہی ہوتا ہے کیونکہ اس نیک بندہ نے اللہ سے ہی ان کے لیے لڑکے یا اولاد کی دعا کی ہوتی ہے اور اسی نے ان کو یہ لڑکا یا اولاد عطا کی ہوتی ہے۔ وہ بندہ سبب بن جاتا ہے اور اس کی طرف نسبت کرنا شرک نہیں جیسے حضرت جبرائیل نے حضرت مریم کو بیٹا دینے کی نسبت اپنی طرف کی۔ لڑکا یا لڑکی نہ ہونے والوں کے لیے ایک نسخہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ بلاناغہ اپنی نمازوں کے بعد یا ویسے ہی اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہا کریں جس دن اللہ تعالیٰ ان کی معافی قبول فرمالے گا تو ان کو اولاد سے بھی نواز دے گا۔

علماء' صوفیاء کرام اور برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے کسی بھی عقیدہ کو تبدیل نہیں کیا ہے اور نہ وہ ہر چیز پر کفر و شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں اور نہ ہی آباء پرستی میں مبتلا ہیں۔ مسلمان کفر و شرک کے معاملہ میں کبھی آباء کی تقلید نہیں کرتے۔ مشرکین کے آباء مشرک تھے وہ خود بتوں کو پوجتے تھے اور ان کے آباء بھی بتوں کو پوجتے تھے۔ مسلمان جب اسلام قبول کر کے مسلمان ہو جاتا ہے تو وہ پورا پورا اسلام میں داخل ہو جاتا ہے تو نہ وہ خود بتوں کو پوجتا ہے اور نہ ہی اس کی اولاد بتوں کو پوجتی ہے۔ مسلمانوں کو مشرک بنانے والے مشرکین کی آباء پرستی کی

marfat.com

جتنی آیات ہیں ان کو مسلمانوں پر لگاتے ہیں یہ ان کے عقلی طور پر دیوالیہ ہونے کی نشانی ہے۔
کوئی کہتا ہے کہ جو بکرا،بکری گائے، مرغا وغیرہ اللہ کے سوا کسی اور کے نام سے منسوب ہو گیا وہ حرام ہے اور ایسا کرنے والا شرک کا مرتکب ہو رہا ہے لیکن یہ کہنے والا غور نہیں کرتا کہ یہ بکرا،بکری وغیرہ جب ذبح کیا جاتا ہے تو اللہ کے نام سے ہی ذبح کیا جاتا ہے نہ کہ مشرکین کی طرح کہ وہ اس کا نام لے کر ذبح کرتے جس کے لیے وہ بکری منسوب کرتے اور یہی حرام ہے اور کرنے والا مشرک ہے۔
کسی کے نام سے منسوب کرنے کا مقصد اس نام والے کے لیے صدقہ و خیرات کرنا ہے یا ایصال ثواب کرنا ہے نہ یہ کہ یہ بکرا بکری وغیرہ اس منسوب کئے جانے والے کا نام لے کر ذبح کیا جا رہا ہے۔ یہ جو منسوب کیا جاتا ہے تو حقیقی طور پر نہیں بلکہ عرفی طور پر ہوتا ہے جیسے فلاں کے عقیقہ کا بکرا، فلاں کی شادی کا بکرا، فلاں کے ولیمہ کا بکرا وغیرہ۔ اصل میں یہ ہوتا اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کے لیے ہی ہے کسی کے نام سے منسوب کرنے سے وہ بکرا بکری وغیرہ حرام نہیں ہو جاتا اور نہ ہی وہ منسوب کرنے والا مشرک ہو جاتا ہے۔
حاکم اعلیٰ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس کے ہر حکم کی تعمیل فرض ہے۔ دنیا کے حاکم کو حاکم کہنے سے بندہ مشرک نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح حقیقی داتا اور غوث اعظم صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات ہے اور حضرت سید علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کو داتا کہنے والا مشرک نہیں ہو جاتا اور نہ ہی حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو غوث کہنے والا مشرک ہو جاتا ہے۔
کوئی کہتا ہے کہ بزرگان دین و اولیاء کرام کے مزارات کے ساتھ یا قریب مسجد بنانا بھی شرک ہے کیونکہ اس میں اس بزرگ یا ولی اللہ کی تعظیم کی جا رہی ہے حالانکہ اس صاحب قبر کے قریب مسجد بنانے سے شرک نہیں ہو جاتا۔ اگر یہ شرک ہوتا تو حضور ﷺ کا روضۂ مبارک بھی مسجد نبوی کے ساتھ نہ بنایا جاتا۔
اگر کوئی یہ کہے کہ وہ تو نبی تھے اور نبی کو وہیں دفن کیا جاتا ہے جہاں وہ وفات پائے تو میں

marfat.com

پوچھوں گا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پیغمبر تو نہیں تھے۔ ان کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے وہاں کیوں دفن ہونے دیا؟ بیت المقدس کے ارد گرد انبیاء کرام کے مزارات ہیں۔ مسلمانوں کو مشرک بنانے والو کچھ تو سوچ لیا کرو۔

قرآن پاک میں اصحاب کہف کے پاس مسجد کا ذکر ہے۔

اب کوئی یہ کہتا ہے کہ عبدالنبی' عبدالرسول' عبدالمصطفیٰ یا غلام علی' غلام مرتضیٰ نام رکھے تو وہ شرک کا ارتکاب کرے گا۔ عبد کی اضافت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاسکتی ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ عبد اور غلام کی اضافت غیر خدا کی طرف بھی کی جاسکتی ہے۔ اس سے شرک نہیں ہوتا اور یہ نسبت قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ٥	بہشتیوں کے غلام ان کے گرد گشت کرتے ہوں گے گویا وہ محفوظ موتی ہیں۔

حدیث شریف میں ہے

لَاتُسَمِّيَنَّ غُلَامَكَ يَسَارًا وَلَا رَبَاحًا	اپنے غلام کا نام یسار اور رباح نہ رکھو۔

بلکہ صحیح مسلم شریف میں ہے۔

لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ عَبْدِيْ وَ اُمَتِيْ كُلُّكُمْ عَبِيْدُاللّٰهِ وَكُلُّ نِسَائِكُمْ اِمَاءُ اللّٰهِ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ غُلَامِيْ وَ جَارِيَتِيْ	اپنے غلاموں کو تم سے کوئی ترفعاو تعلیا اپنا عبد نہ کہے' اور نہ اپنی لونڈی کو اپنی لونڈی کہے' تم میں سے ہر ایک اللہ کا بندہ اور بندی ہے لیکن میرا غلام اور میری کنیز کہے۔

بلکہ علماء کرام نے تو کسی کو خدا کا غلام کہنے سے منع فرمایا ہے اس لیے کہ اصل میں غلام بمعنی لڑکا ہے' مملوک پر اس کا اطلاق بہ نظر شفقت و رحمت ہے۔ یہ عجب شرک ہے کہ خود خدا کے لیے ناجائز ہے' شرک ہے کہ قرآن مجید میں وارد ہے ـــــ اور حدیث شریف میں

marfat.com

وارد عجیب شرک ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کہنے کی تعلیم دی۔

اسی طرح لفظ "عبد" (بمعنی غلام) کی اضافت قرآن وحدیث و فقہ و کتب دینیہ میں غیر خدا کی طرف ثابت ہے۔رب العزت جل جلالہ فرماتا ہے۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ

تم میں جو بے شعور عورتیں ہوں اور تمہارے بندوں اور کنیزوں جو لائق ہوں ان کا نکاح کر دو۔

حدیث شریف میں ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِيْ عَبْدِهٖ وَلَا فِيْ فَرَسِهٖ صَدَقَةٌ

مسلمان پر اس کے عبد (غلام) اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں۔

لوگوں کے غلاموں کو ان کا عبد کہنا زمانہ صحابہ و تابعین و آئمہ مجتہدین سے اب تک برابر شائع ہے۔

اَعْتَقَ عَبْدَهٗ، بَدَّرَ عَبْدَهٗ، بَاعَ عَبْدَهٗ، اَجَّرَ عَبْدَهٗ

اس نے اپنے غلام کو آزاد کیا' اس نے اپنے غلام کو بدر کیا' اس نے اپنے غلام کو بیع کیا' اس نے اپنے غلام کو اجارہ میں دیا۔

اس قسم کے الفاظ سے کتب فقہ و حدیث بھری ہوئی ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر اور صاف تر امیر المؤمنین مولیٰ المسلمین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا۔

اَنَا عَبْدُ مَنْ عَلَّمَنِيْ حَرْفًا اِنْ شَاءَ بَاعَ وَاِنْ شَاءَ اَعْتَقَ

جس نے مجھے ایک حرف سکھایا' میں اس کا غلام ہوں' اسے اختیار ہے کہ چاہے تو مجھے بیچ دے اور چاہے آزاد کر دے۔

مشہور و معرف حدیث ہے جسے ابن عساکر وغیرہ محدثین مؤرخین نے بیان کیا کہ جب امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے' لوگوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شدت فی الامر سے خوف پیدا ہوا' امیر المؤمنین منبر اطہر حضور اقدس ﷺ پر تشریف فرما ہوئے اور صحابہ کرام کو جمع کر کے خطبہ دیا اور حمد و نعت کے بعد ارشاد فرمایا:

marfat.com

اَیُّهَاالنَّاسُ اِنِّیْ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّکُمْ تُؤْنَسُوْنَ مِنِّیْ شِدَّۃً وَغِلْظَۃً وَذٰلِکَ اِنِّیْ کُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَکُنْتُ عَبْدَہٗ وَخَادِمَہٗ وَکَالسَّیْفِ الْمَسْلُوْلِ بَیْنَ یَدَیْہِ۔"

"اے لوگو' مجھے معلوم ہے کہ تم مجھ میں سختی محسوس کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں رسول اللہ علیہ کے ساتھ تھا' تو میں ان کا بندہ تھا' اور خادم تھا' اور ننگی تلوار ان کے سامنے تھا' جانتا تھا کہ اگر بے موقع چلوں گا تو مجھ کو نیام میں رکھنے والا موجود ہے یہاں تک کہ وہ دنیا سے تشریف لے گئے اور وہ مجھ سے راضی تھے۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْد

پھر بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر پہنچا "فَکُنْتُ عَبْدَہٗ وَخَادِمَہٗ وَ کَالسَّیْفِ الْمَسْلُوْلِ بَیْنَ یَدَیْہِ" تو میں ان کا سپاہی تھا اور خادم تھا اور ننگی تلوار ان کے سامنے تھا' جانتا تھا کہ اگر بے موقع چلوں گا تو مجھ کو نیام میں رکھنے والے موجود ہیں' یہاں تک کہ وہ بھی دنیا سے تشریف لے گئے اور مجھ سے راضی تھے۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ' اور اب کہ بار خلافت مجھ پر آیا' وَاللّٰہُ! تم میں کا ہر شخص مجھ کو اپنے باپ سے زیادہ شفیق پائے گا اور میں ہر ایک کی جان و مال کی پوری نگرانی کروں گا۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منبر اطہر پر جلوہ فرما ہو کر تمام اصحاب کرام کے مجمع میں برملا اپنے کو عبدالنبی' عبدالرسول' عبدالمصطفیٰ کہہ رہے ہیں اور صحابہ کرام لَایَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ کے خطاب والے' اس کو برقرار رکھتے اور اس پر نکیر وانکار نہیں فرماتے ہیں تو آج کل کے یہ نام نہاد علامہ کون ہوتے ہیں اس پر شرک وکفر کے فتوے صادر کرنے والے خدارا عقل کے ناخن لیں اور اس تکفیری مہم کو ترک کر دیں اور اللہ رب العزت جل جلالہ کے اس ارشاد مبارک کو بھی پڑھ لو۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا۔

"یعنی اے میرے محبوب! تم اپنی امت کو خطاب کر کے کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا' خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو' بے شک اللہ سب گناہوں کو بخش

marfat.com

دے گا' بے شک وہی بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔"

شاید کسی صاحب کو سابق حدیث لَا يَقُولَنَّ اَحَدُكُمْ عَبْدِيْ وَاُمَتِيْ "(الحدیث)
یعنی "ہم میں سے کوئی اپنے غلام کو میرا بندہ' میری لونڈی نہ کہے" سے شبہ ہو کہ اس حدیث سے تو ممانعت نکلتی ہے تو یہ بات نہیں۔

حدیث میں تو آقاؤں کو ہدایت کی گئی ہے کہ تم اپنے بندوں کو اپنا عبد اور اپنی لونڈیوں کو اپنی باندی نہ کہو' انہیں یا عبدی یا امتی کہہ کر نہ پکارو۔ تو اس سے یہ کب لازم آیا کہ غلام کو بھی جائز نہیں کہ اپنے آپ کو عبد فلاں نہ کہے اصل میں اس حدیث میں ترفع و تعلّی ایسا کہنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں ایک باب بھی باندھا باب كَرَاهَةُ التَّطَاوُلِ عَلَى الرَّقِيْقِ یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ اپنے غلاموں پر تعلی کے الفاظ کہنا مکروہ ہے اور ساتھ ہی "وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ" اور "عَبْدًا مَّمْلُوْكًا" ذکر کر کے ظاہر کر دیا کہ مقصود وہی ترفع و تعلی ہے ورنہ غیر خدا کی طرف عبد کی اضافت تو خود قرآن مجید میں موجود ہے۔

مسلمانوں کو مشرک بنانے والے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے کے مشرکین اور موجودہ (ان کے بقول) مشرکین (یہ مسلمانوں کو مشرک کہا جا رہا ہے) میں کوئی فرق نہیں اور موجودہ مشرکین (ان کے بقول) یہ جو کہتے ہیں کہ ہم صرف خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں اور کسی کی عبادت نہیں کرتے' یہی بات حضور ﷺ کے زمانے کے مشرکین مانتے تھے اور وہ اپنے بتوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور سفارشی سمجھتے تھے اور موجودہ مشرکین انبیاء' اولیاء اور علماء کرام کو اللہ کے حضور سفارشی بناتے ہیں۔ انہوں نے شریعت کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ انہوں نے طریقت و بدعت کی تاریکی پھیلائی ہوئی ہے۔ انہوں نے اسلام کا نام لے کر اسلام کو مسلمانوں کے دلوں سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ انہوں نے حق کو باطل اور باطل کو حق ٹھہرایا ہوا ہے۔ شرک و بدعت کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے اور معاشرے کو اس سے گدلا کر دیا ہے۔

مشرکین مکہ حج کیا کرتے تھے' روزے رکھا کرتے تھے' ان کے ہاں ختنہ کرنا' نماز ادا کرنا' زکوۃ

marfat.com

دینا' صلہ رحمی کرنا' اعتکاف بیٹھنا' نکاح و طلاق' بہن اور بیٹی سے نکاح کی حرمت' قصاص و دیت اور چوری و زنا کی سزائیں بھی موجود تھیں۔ انہوں نے مسجد نہیں بلکہ مسجد حرام کی تعمیر کی' وہ حاجیوں کو پانی پلاتے اور مسجد حرام کی مجاوری بھی کرتے تھے' مشرکین مکہ اللہ کو مانتے ہوئے اپنے بتوں کی نذریں مانتے تھے اور موجودہ مشرک (ان کے بقول) اللہ کو مانتے ہوئے داتا صاحب' غوث اعظم اور معین الدین چشتی اجمیری کی نذریں مانتے ہیں۔ وہ بتوں کے مجاور تھے یہ آستانوں اور مزاروں کے مجاور ہیں۔ وہ بتوں کے آگے سجدہ ریز ہوتے تھے یہ آستانوں اور مزاروں پر جا کر سجدہ ریز ہوتے ہیں ان کو چومتے اور چاٹتے ہیں۔ مشرکین اپنے معبودوں میں مافوق الاسباب اختیارات تسلیم کر کے انہیں پکارتے تھے اور مشکلات و مصائب میں نجات دینے والا سمجھتے تھے اور موجودہ انبیاء' اولیاء کو یارسول اللہ' یا علی' یا غوث اعظم وغیرہ جیسے الفاظ سے ندا کرتے ہیں۔ اس طرح یہ انبیاء و رسل علیہم السلام ملائکہ' جن و انس' شجر و حجر وغیرہ کی عبادت کر کے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔

مشرکین مکہ کا عقیدہ تھا کہ اللہ موجود ہے۔ وہی خالق و مالک ہے وہی سورج و چاند کو مسخر کرنے والا ہے' روزی رساں اور موت و حیات کا مالک ہے۔ مشرکین مکہ عام حالات میں تو اپنے معبودان باطلہ کو پکارتے تھے مگر شدید ترین مشکلات و مصائب و آلام میں ایک اللہ ہی کو پکارتے تھے۔

مشرکین مکہ کا عقیدہ تھا کہ زمین و آسمان' سات آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک اللہ ہی ہے ہر چیز کی حکومت اسی کے اختیار میں ہے بارش برسانے والا اور مردہ زمین کو زندہ کرنے والا وہی ہے' انہیں اللہ کی عظمت اور شان و شوکت کا اس قدر خیال تھا کہ بیت المقدس کی تعمیر میں انہوں نے صرف پاک کمائی لگائی اور زنا' سود' ظلم کا پیسہ نہ لگا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے اور اس سے دعائیں بھی مانگتے تھے۔ ان کے ہاں عبداللہ نام رکھنے کا بھی رواج تھا اور قسمیں بھی اللہ کی کھاتے تھے۔

جب مشرکین مکہ اور موجودہ مشرکوں میں (ان کے بقول) اتنی قدریں مشترک ہیں تو پھر

marfat.com

کیوں نہ موجودہ مشرکوں کو مشرک کہا جائے ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ مشرکین مکہ میں یہ سب چیزیں تھیں لیکن وہ توحید کے قائل نہ تھے۔ ہم مسلمان الحمدللہ 'اللہ تعالیٰ کو ایک اور لاشریک مانتے ہیں جبکہ مشرکین مکہ اللہ کے ساتھ ساتھ بتوں 'جنوں 'درختوں وغیرہ کی پوجا کرتے تھے 'ان کے آگے سجدہ ریز ہوتے تھے 'ان کو خدائی اختیارات میں شریک مانتے تھے۔ جب ذکر الٰہی ان کے سامنے کیا جاتا تو ان کے دل تنگ ہوتے اور ان کے باطل معبودوں کے ذکر پر وہ خوش ہوتے۔ وہ اللہ کی نذر میں اپنے بتوں کو شامل کرتے اور ان کا حصہ علیحدہ مقرر کرتے۔ وہ یہ عقیدہ رکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بتوں کو مستقل اختیارات عطا فرمادیئے ہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کو کسی کام کی سفارش کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی سفارش ماننے پر مجبور ہے۔ ان کا اللہ کی الوہیت کے ساتھ ساتھ اپنے معبودوں کی الوہیت کا بھی عقیدہ تھا اور یہ خیال کرتے تھے کہ اللہ نے خود ہی یہ شریک بنائے ہوئے ہیں کیونکہ اگر وہ خود نہ چاہتا تو یہ کس طرح شریک ہو گئے اور ہم کیونکر ان کی عبادت کرتے ؟ مسلمان اور مشرک کا عمل بظاہر اگرچہ ایک جیسا ہو مگر دونوں کا عقیدہ مختلف ہونے کے باعث ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ کعبہ کی تعظیم مسلمان بھی کرتا ہے اور مشرکین مکہ بھی کرتے تھے۔ حجر اسود کو مشرکین بھی معظم جانتے تھے اور مسلمان بھی کیا اس بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ مسلمان اور مشرک ایک ہیں ؟ مشرکین بتوں کو معبود جان کر باقی افعال ان کے ساتھ کرتے تھے جبکہ مسلمان ایک اللہ کو عبادت کے لائق جانتا ہے اور محبوبان خدا کو اللہ کا پیارا ہی جانتا ہے معبود نہیں جانتا نہ مانتا ہے۔

اب میں قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت بھی پیش کرتا ہوں تا کہ معترض کی تسلی ہو جائے۔

مشرکین مکہ ایک سے زیادہ معبودوں کو مانتے تھے۔

پ ۲۳ سورہ الصٰفٰت آیت نمبر ۳۵ '۳۶ میں ہے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا	بے شک جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو اونچی کھینچتے ہیں اور کہتے

marfat.com

اٰلِھَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ۝ تھے کیا ہم اپنے خداوں کو چھوڑ دیں ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے۔

پ ۲۴ سورہ الزمر آیت نمبر ۴۵ میں ہے۔

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ۔ اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے دل سمٹ جاتے ہیں ان کے جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر ہوتا ہے جبھی وہ خوشیاں مناتے ہیں۔

مشرکین مکہ نا صرف اللہ کے ایک ہونے کے منکر تھے بلکہ انہوں نے اللہ کی بیٹیاں بھی بنائی ہوئی تھیں۔ لات‘ عزیٰ اور منات تینوں نام مونث ہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں تھیں۔

پ ۱۴ سورہ النحل آیت نمبر ۵۷ میں ہے۔

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ۝ اور اللہ کے لئے بیٹیاں ٹھہراتے ہیں۔ پاکی ہے اس کو اور اپنے لئے جو اپنا جی چاہتا ہے۔

حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی تفسیر خزائن العرفان میں فرماتے ہیں۔

”کفر کے ساتھ یہ کمال بد تمیزی بھی ہے کہ اپنے لئے بیٹے پسند کرتے ہیں اور بیٹیاں ناپسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے جو مطلقاً اولاد سے منزہ اور پاک ہے اور اس کے لیے اولاد ہی کا ثابت کرنا عیب لگانا ہے‘ اس کے لیے اولاد میں بھی وہ ثابت کرتے ہیں جس کو اپنے لئے حقیر اور سبب عار جانتے ہیں۔“

پ ۲۷ سورہ النجم آیت نمبر ۱۹۔ ۲۰ اور ۲۱ میں ہے۔

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى۔ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى۝ تو کیا تم نے دیکھا لات اور عزیٰ اور اس تیسری منات کو کیا تم کو بیٹا اور اس کو بیٹی؟

مشرکین نہ صرف اس طرح شرک بالذات کے مرتکب ہو رہے تھے بلکہ انہوں نے جنات

marfat.com

کو بھی اللہ کی نسل میں شامل کر دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں میں شادی کی اور اس سے فرشتے پیدا ہوئے۔

پ ۲۳ سورہ الصٰفٰت آیت نمبر ۱۵۸ میں ہے۔

وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا۔ اور اس میں اور جنوں میں رشتہ ٹھہرایا۔

مشرکین مکہ اپنی کھیتی اور مویشیوں میں سے کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور کچھ حصہ اپنے باطل معبودوں کے لیے علیحدہ مقرر کرتے۔

پ ۸ سورہ الانعام آیت نمبر ۱۳۶ میں ہے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا۔

اور اللہ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کیے ان میں اسے ایک حصہ دار ٹھہرایا تو بولے یہ اللہ کا ہے ان کے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کا (یعنی بتوں کا)۔

حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

"زمانہ جاہلیت میں مشرکین کا طریقہ تھا کہ وہ اپنی کھیتیوں اور درختوں کے پھلوں اور چوپایوں اور تمام مالوں میں سے ایک حصہ تو اللہ کا مقرر کرتے تھے اور ایک بتوں کا تو جو حصہ اللہ کے لیے مقرر کرتے تھے اس کو تو مہمانوں اور مسکینوں پر صرف کر دیتے تھے اور جو بتوں کے لیے مقرر کرتے تھے وہ خاص ان پر اور ان کے خادموں پر صرف کرتے اور جو حصہ اللہ کے لیے مقرر کرتے اگر اس میں سے کچھ بتوں والے حصہ میں مل جاتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر بتوں والے حصہ میں سے کچھ اس میں ملتا تو اس کو نکال کر پھر بتوں ہی کے حصہ میں شامل کر دیتے۔"

مشرکین مکہ نے ہر کام کے لیے علیحدہ علیحدہ بت مقرر کیا ہوا تھا۔ خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت پڑے ہوئے تھے اور ان کو اس بات پر اصرار تھا کہ ہم جو اللہ کے علاوہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں تو یہ اللہ کی مرضی کے عین مطابق ہے کیونکہ اگر وہ نہ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ

marfat.com

کرتے۔

پ ۱۴ سورہ النحل آیت نمبر ۳۵ میں ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ

اور مشرک بولے اللہ چاہتا تو اس کے سوا کچھ نہ پوجتے نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ اس سے جدا ہو کر ہم کوئی چیز حرام ٹھہراتے۔

اور پ ۲۵ سورہ الزخرف آیت نمبر ۲۰ میں ہے۔

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ

اور بولے اگر رحمٰن چاہتا ہم انہیں (ملائکہ کو) نہ پوجتے۔

حضرت سید نعیم الدین مرآد آباد اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

مطلب یہ تھا کہ اگر ملائکہ کی پرستش کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی نہ ہوتا تو ہم پر عذاب نازل کرتا اور جب نہ آیا تو ہم سمجھتے ہیں کہ وہ یہی چاہتا ہے۔ انہوں نے ایسی باطل بات کہی جس سے لازم آئے کہ تمام جرم جو دنیا میں ہوتے ہیں ان سے خدا راضی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تکذیب فرمائی۔"

مشرکین مکہ نے جو بیت اللہ کی تعمیر کی تو اس لیے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتے تھے بلکہ انہوں نے بیت اللہ کی تعمیر کی تاکہ وہاں اپنے تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا اور عبادت کر سکیں اور بیت اللہ کی تعمیر میں جو انہوں نے صرف پاک کمائی لگائی اور زنا' سود' ظلم کا پیسہ نہ لگایا تو یہ اپنے معبودوں کے احترام میں تھا نہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے۔

پ ۸ سورہ الانعام آیت نمبر ۱۳۸ میں ہے۔

وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ

اور بولے (مشرکین اپنے بعض مویشیوں اور کھیتوں کو اپنے باطل معبودوں کے ساتھ نامزد کر کے کہ) یہ مویشی اور کھیتی روکی ہوئی (ممنوع الانتفاع) ہے اسے وہی کھائے جسے ہم

marfat.com

چاہیں اپنے جھوٹے خیال سے (یعنی بتوں کے
خدمت کرنے والا وغیرہ) اور کچھ مویشی ہیں
جن پر چڑھنا حرام ٹھہرایا (جن کو بحیرہ سائبہ
حامی کہتے ہیں) اور کچھ مویشی کے ذبح پر اللہ کا
نام نہیں لیتے (بلکہ ان بتوں کے نام لے کر ذبح
کرتے) یہ سب اللہ پر جھوٹ باندھا ہے۔

اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوا کہ وہ اپنے بتوں کی لیے قربانی کرتے ہیں اور قربانی کرتے وقت اپنے بتوں کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں اور ان کو صرف اس کو کھلاتے تھے جس کو وہ کھلانا چاہتے جس طرح انہوں نے بتوں کی قربانی کے جانوروں کے گوشت اور اس سے فائدہ اٹھانا یعنی اس پر سواری کرنا حرام ٹھہرایا ہوا تھا۔ اسی طرح انہوں نے اپنے بتوں کے لیے جب بیت اللہ کی تعمیر کی تو صرف پاک اور نیک کمائی صرف کی۔

مشرکین مکہ اپنے بتوں کے لیے تو کسی ردوبدل کے قائل نہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو وہ جب چاہے پامال کر دیتے تھے۔ اسلامی مہینوں کے حرمت میں ردوبدل کر لیتے جس چیز کو چاہتے حلال ٹھہرا لیتے اور جس چیز کو چاہتے حرام قرار دے دیتے۔

پ ۸ سورہ الانعام آیت نمبر ۱۳۹، ۱۴۰ میں ہے۔

وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا وَاِنْ یَّكُنْ مَّیْتَةً فَهُمْ فِیْهِ شُرَكَآءُ سَیَجْزِیْهِمْ وَصْفَهُمْ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ۝ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا	اور بولے جو ان مویشی کے پیٹ میں ہے وہ نرا ہمارے مردوں کا ہے (صرف انہیں کے لیے حلال ہے اگر زندہ پیدا ہو) اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور مرا ہوا نکلے تو وہ سب (مرد و عورت) اس میں شریک ہیں۔ قریب ہے کہ اللہ انہیں ان کی ان باتوں کا بدلہ دیگا بے شک وہ حکمت و علم والا ہے۔ بے شک وہ تباہ ہوئے جو

marfat.com

مُّهْتَدِيْنَ٥ اپنی اولاد کو قتل کرتے ہیں احمقانہ جہالت سے
اور حرام ٹھہراتے ہیں وہ جو اللہ نے انہیں
روزی دی اللہ پر جھوٹ باندھنے کو (کیونکہ وہ
یہ گمان کرتے ہیں کہ ایسے مذموم افعال کا اللہ
نے حکم دیا ہے ان کا یہ خیال اللہ پر افتراء ہے)
بے شک وہ بہکے اور راہ نہ پائی۔

اور یہ جو کہتے ہیں کہ مافوق الاسباب طریقہ سے پکارنا شرک ہے کیونکہ مشرکین مکہ اپنے بتوں کو مافوق الاسباب طریقہ سے پکارتے تھے تو میں ان سے پوچھوں گا کہ کیا انکو ماتحت الاسباب طریقہ سے پکارنا شرک نہیں بلکہ مشرکین مکہ تو اپنے بتوں کو ہمیشہ اپنے پاس رکھتے تھے۔ ان کے گھروں میں جو بت ہوتے تھے وہ ان کے علاوہ تھے جو وہ سفر میں اپنے پاس رکھتے تھے۔ اگر کسی کے پاس بت نہ بھی ہوتا تو وہ خود ریت مٹی وغیرہ کے بت بنا لیتے اور بت کو سامنے رکھ کر اس کی عبادت کرتے تھے۔

اور اسلامی تعلیمات کے مطابق جو وسیلہ جائز ہے اس کے لیے ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

اور یہ جو کہتے ہیں کہ مشرکین بتوں، جنوں کو جن کی وہ عبادت کرتے تھے محض وسیلہ سمجھتے تھے تو یہ ان کی خام خیالی ہے۔

پ۱۹ سورہ الشعراء آیت نمبر ۹۷، ۹۸ میں ہے کہ مشرکین روز قیامت کہیں گے۔

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ٥ خدا کی قسم بے شک ہم کھلی گمراہی میں تھے
اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ٥ جبکہ تمہیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔

ان آیات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ بتوں، جنوں وغیرہ کو رب العالمین کا برابر کا شریک ٹھہراتے ہوئے خدا تعالیٰ کی قسمیں کھاتے تھے۔

marfat.com

سورہ الشعراء کی ان آیات سے آگے کی آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ روز قیامت انبیاء کرام' اولیاء کرام' صالحین' شہداء' حفاظ' شیر خوار بچے وغیرہ سفارشی ہوں گے اور ان کی سفارش سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچے گا۔

وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ٥	اور ہمیں نہ بھکایا مگر مجرموں نے (شیطان اور اسکی ذریت)
فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ٥	تو اب ہمارا کوئی سفارشی نہیں۔
وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ٥ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً	اور نہ کوئی غمخوار دوست۔ تو کسی طرح ہمیں
فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ٥	پھر جانا ہوتا (دنیا میں) کہ ہم مسلمان ہو جاتے۔

اور یہ جو کفار نماز پڑھتے تھے تو کیا وہ مسلمانوں کی سی نماز پڑھتے تھے؟ کیا وہ نماز اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے پڑھتے تھے؟ کیا ان کی نماز کے اوقات وہی تھے جو مسلمانوں کی نماز کے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔

سنن نسائی شریف جلد اول کے باب "اَلنَّهْیُ عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْعَصْرِ" کی آخری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سورج طلوع ہونے اور سورج غروب ہونے کا وقت کفار کی نماز کا وقت ہے۔

اسی لیے حضور ﷺ نے تین اوقات میں نماز پڑھنے یا مردوں کو دفنانے سے منع فرمایا۔ یعنی پہلا وہ وقت جب سورج نکلنے لگے یہاں تک کہ بلند ہو جائے۔ دوسرے جب عین دوپہر کو کھڑا ہو حتی کہ سورج جھک جائے۔ تیسرا جب غروب ہونے کو ہو حتی کہ غروب ہو جائے۔

(سُنَن نِسَائی شریف بَابُ النَّهْیُ عَنِ الصَّلٰوةِ نِصْفَ النَّهَارِ)

سنن نسائی شریف بَاب اَلسَّاعَاتُ الَّتِیْ نُهِیَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِیْهَا میں حضرت سیدنا عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورج جب طلوع ہوتا ہے تو اس کے اوپر شیطان کے سر کی چوٹیاں ہوتی ہیں (اس کی غرض یہ ہوتی

marfat.com

ہے کہ جو لوگ سورج کی عبادت کریں ان کا پوجنا اور سجدہ کرنا شیطان کے لیے ہو) جب سورج بلند ہو جائے تو شیطان الگ ہو جاتا ہے۔ جب دوپہر کو سیدھا ہو جائے تو شیطان اس کے نزدیک ہو جاتا ہے جب سورج ڈھل جائے تو شیطان الگ ہو جاتا ہے۔ جب سورج غروب ہونے لگے تو اس کے نزدیک ہو جاتا ہے پھر جب ڈوب جاتا ہے تو الگ ہو جاتا ہے۔

حضور ﷺ نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

نماز میں قرآنی آیات بھی تلاوت کی جاتی ہیں تو کیا مشرکین تلاوت کرتے تھے؟ ہرگز نہیں۔

پ ۱۸ سورہ المؤمنون آیت نمبر ۶۶، ۶۷ میں ہے

قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِىْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ. مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ.

بے شک میری آیتیں (قرآن مجید) تم پر پڑھی جاتی تھیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل الٹے پلٹتے تھے (دور بھاگتے تھے) خدمت حرم پر بڑائی مارتے ہو رات کو وہاں بے ہودہ کہانیاں بکتے۔

یعنی کفار رات کو کعبہ معظمہ کے گرد جمع ہو کر کہانیاں سنتے اور ان کہانیوں میں اکثر قران پاک پر طعن اور اس کو سحر اور شعر کہنا اور سید عالم ﷺ کی شان میں بے جا باتیں کہنا ہوتا تھا۔

اور یہ جو مشرکین حج کرتے، روزہ رکھتے تھے تو یہ مسلمانوں کی طرح نہیں بلکہ مشرکین کے اپنے طریقہ کے مطابق تھے۔

مشرکین ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے لیکن حضور ﷺ نے اس کو بند کروادیا۔

اسی طرح صفا و مروہ کے درمیان سعی کا معاملہ ہے کہ دور جاہلیت میں لوگ سعی کرتے تھے اسی بنا پر صحابہ کرام اسے جاہلیت کی رسم تصور کرتے ہوئے اجتناب کرنے لگے تھے لیکن اسلام نے اس کو اسلامی طریقہ سے برقرار رکھا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے۔

"عاصم بن سلیمان نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے صفا و مروہ کے (درمیان دوڑنے کے) بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم اس کو جاہلیت کی رسم تصور کرتے تھے۔ پھر جب اسلام آیا تو ہم اسی بنا پر اس سے رکنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

marfat.com

"بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کے درمیان چکر لگائے" (بخاری شریف ج ۲ ص ۶۴۶)

نیز اسی مقام پر حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت اس طرح ہے کہ یہ لوگ اپنے بت "مناۃ" کے لیے تلبیہ بھی کہتے تھے لیکن اسلام نے اس مشرکانہ رسم کو ختم کر کے صفا و مروہ کی سعی کو برقرار رکھا

اور مشرکین کا اعتکاف یہ تھا کہ وہ کسی سے بولتے نہ تھے۔

الغرض کسی فعل کو اس لیے ناجائز اور حرام قرار نہیں دیا جا سکتا کہ مشرکین یہ کرتے تھے۔

مشکوٰۃ شریف باب الا ستعاذۃ کی دوسری فصل میں ہے۔

"حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے والد سے دریافت کیا تم دن میں کتنے معبودوں کی عبادت کرتے ہو تو میرے والد نے کہا سات کی، جن میں سے چھ زمین پر ہیں اور ایک آسمان پر۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا تم امید اور خوف میں کس سے رجوع ہوتے ہو۔ میرے والد نے کہا آسمان والے سے" (ترمذی شریف)

مسلمانوں کو مشرکین مکہ سے ملانے والو کچھ تو شرم کرو۔ کیوں اپنی آخرت برباد کر رہے ہو۔ ہمارا کوئی عقیدہ اسلام کی حدود سے باہر نہیں۔

تم کہتے ہو مشرکین میں بھی نکاح و طلاق کا قانون موجود تھا تو میں پوچھوں گا کیا وہ اسلامی قانون کی طرح تھا؟ ہرگز نہیں۔ عہد جاہلیت میں مشرکین میں تقریباً آٹھ قسم کا نکاح رائج تھا۔ مثلاً ایک طریقہ یہ تھا کہ چند آدمی ایک عورت سے باری باری ہم بستر ہوتے اور جب اس طریقہ سے عورت حاملہ ہو کر مدت مقررہ کے بعد بچہ جنتی تو وہ ان کو جمع کرتی اور کہتی کہ اے فلاں! یہ تیرا بچہ ہے اور جس آدمی کا نام وہ لیتی وہ ہی اس بچے کا والد ٹھہرتا اور وہ شخص اس سے انکار بھی نہ کر سکتا تھا۔

مشرکین میں نکاح متعہ کا رواج تھا۔ اسی طرح ان میں بیویاں بدلنے کا بھی رواج تھا اور ان کے نزدیک یہ نکاح تھا اور یہاں تک کہ عرب اپنی بیویوں کو خود بھی اعلیٰ حسب و نسب اور جنگجو

marfat.com

آدمیوں سے ہم بستر ہونے کی اجازت دیتے تاکہ ان کی اولاد میں بھی یہ اوصاف پیدا ہوں اور اس کو معیوب تصور نہیں کرتے تھے۔

تم کہتے ہو کہ مشرکین قیامت کے بھی قائل تھے لیکن میں کہوں گا کہ قیامت کے بارے میں ان کا عقیدہ تضاد پر مبنی تھا۔ مشرکین کبھی کہتے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور حشر کا برپا ہونا محال ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہتے کہ ہمارے یہ بت قیامت کے دن اللہ سے ہماری شفاعت کریں گے۔

پ ۲۶ سورہ الذّٰریٰت آیت ۱۲ میں ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ؕ

(نبی کریم ﷺ سے تمسخر اور تکذیب کے طور پر) پوچھتے ہیں انصاف کا دن کب ہو گا؟

پ ۱۴ سورہ النحل آیت نمبر ۳۸، ۳۹ میں ہے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ۝

اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں حد کی کوشش سے کہ اللہ مردے نہ اٹھائے گا ہاں کیوں نہیں سچا وعدہ اس کے ذمہ پر لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اس لیے کہ انہیں صاف بتادے جس بات میں جھگڑتے تھے اور اس لیے کہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔

یعنی جب اللہ نے مردوں کو اٹھانا ہی نہیں تو پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ قیامت آئے گی۔ حساب کتاب ہو گا۔

حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے تفسیر خزائن العرفان میں اس کا شان نزول اس طرح بیان کیا ہے کہ مشرک ایک مسلمان کا مقروض تھا۔ مسلمان نے مشرک پر تقاضا کیا۔ دوران گفتگو میں اس نے اس طرح اللہ کی قسم کھائی کہ اس کی قسم جس سے میں مرنے کے بعد ملنے کی تمنا رکھتا ہوں اس پر مشرک نے کہا کہ کیا تیرا یہ خیال ہے کہ تو مرنے

marfat.com

کے بعد اٹھے گا اور مشرک نے قسم کھا کر کہا کہ اللہ مردے نہ اٹھائے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ مشرکین جو اللہ کی قسم کھاتے تھے تو وہ اکثر اللہ کی آیات اور احکامات کے انکار کے لیے کھاتے تھے۔

پ ۱۶ سورہ الکہف آیت نمبر ۱۰۵ میں ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۝

یہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کی آیتیں اور اس کا ملنا نہ مانا تو ان کا کیا دھرا سب اکارت ہے تو ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی تول نہ قائم کریں گے۔

تم کہتے ہو کہ مشرکین یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ زمین و آسمان، عرش عظیم کا مالک اور پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے لیکن تم یہ نہیں پڑھتے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ نے زمین آسمان اور ان کے درمیان کی چیزیں کو فضول پیدا کیا ہے۔

پ ۲۳ سورہ ص آیت نمبر ۲۷ میں ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔

اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بیکار نہ بنائے یہ کافروں کا گمان ہے۔

یعنی ایسا فاسد خیال کافروں کا ہے کہ ہم نے یہ بیکار بنائے۔

تم کہتے ہو کہ مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ زندہ کرنے والا اور مارنے والا اللہ ہی ہے لیکن میں کہوں گا کہ وہ تو اس کے بھی انکاری تھے۔

پ ۲۵ سورہ الجاثیہ آیت نمبر ۲۴ میں ہے۔

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ

اور بولے وہ تو نہیں مگر یہی ہماری دنیا کی زندگی مرتے ہیں اور جیتے تھے اور ہمیں ہلاک نہیں

marfat.com

کرتا مگر زمانہ۔

بخاری شریف کی ایک روایت سے یہ ثابت ہے کہ مشرکین مکہ خوبصورت اور اچھے پتھروں کی بھی عبادت کیا کرتے تھے اور دوران سفر ان کا طواف بھی کیا کرتے تھے اور جب انہیں اس پتھر سے بہتر اور خوبصورت پتھر مل جاتا تو پہلے کو پھینک کر دوسرے کی عبادت شروع کر دیتے۔

(بخاری شریف کتاب المغازی باب وفد بنی حنفیۃ)

معترضین یہ کہتے ہیں کہ ہم نے قبروں کو بت بنالیا ہے اور ان کی مشرکین کی طرح عبادت کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی عبادت کی جائے جب کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی دعا قبول فرماتا ہے حتی کہ گنہگار امت کی شفاعت کی بھی تو پھر کس طرح حضور ﷺ کی قبر انور بت بن جاتی اور مسلمان آپ کی قبر انور کی عبادت شروع کر دیتے؟ جب مسلمان حضور ﷺ کی قبر انور کی عبادت نہیں کرتے اور اسے بت نہیں بنایا تو پھر وہ اور کسی کی قبر کو کس طرح بتوں کی طرح پوجنا شروع کر سکتے ہیں۔؟؟

معترضین یہ کہتے ہیں کہ مشرکین مکہ اور برصغیر کے ہندو جن کو پوجتے تھے وہ بھی ان کے نیک اور صالح لوگوں میں سے تھے۔ میں ان سے پوچھوں گا۔ مشرکین مکہ کے عزیٰ، ہبل وغیرہ اور ہندوؤں کے بدھ، کرشن، رام چندر، کالی دیوی، شکتی دیوی، سیتا دیوی وغیرہ میں کوئی بھی توحید کا ماننے والا تھا؟ یہ سب خود بھی مشرک تھے اور ان کے ماننے والے بھی مشرک ہیں۔ ان کا موازنہ انبیاء، اولیاء کرام سے کرتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی۔ وہ سب تو من دون اللہ تھے کیا انبیاء اور اولیاء کرام بھی من دون اللہ ہیں؟

پھر معترضین یہ احادیث بھی بیان کرتے ہیں جن میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہود اور نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

یہ تو ثابت ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنے پیغمبروں کی قبر کے اوپر عبادت کی نیت سے سجدہ کرتے تھے اور انہوں نے حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا کر ان کی

marfat.com

عبادت شروع کر دی تھی۔ آپ خود بھی ان کے گرجوں اور عبادت گاہوں میں جا کر دیکھ سکتے ہیں کہ وہ ان کی عبادت کرتے ہیں۔

کیا مسلمان نے بھی کبھی حضور ﷺ کی قبر کے اوپر سجدہ کیا ہے؟ کیا کسی اہل سنت و جماعت کے عالم نے کبھی یہ فتویٰ دیا ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کے لیے سجدہ کرنا جائز ہے۔ ہم نے تو سجدہ تعظیمی تک کو حرام کہا ہے پھر عبادت کی نیت سے کسی کو سجدہ کرنے کا ہم سوچ بھی کیسے سکتے ہیں۔ کیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب شام سے سفر کر کے روضہ انور سے آکر لپٹ گئے تو کیا ان کے متعلق کسی کو یہ شائبہ تک بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ایسا آپ کی عبادت کے خیال سے کیا' ہرگز نہیں۔

منکرین سماع موتی قائلین سماع موتی کو مشرک قرار دیتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا واقعی قائلین سماع موتی مشرک ہیں؟ اگر واقعی قائلین سماع موتی مشرک ہیں تو امت کی اکثریت مشرک ہو گئی۔ کیونکہ اگرچہ تمام اہل اسلام کا اس مسئلہ پر اجماع و اتفاق تو نہیں یعنی یہ اختلافی مسئلہ ہے لیکن صحابہ کرام' علماء کرام اور اہل سنت و جماعت کی کثیر تعداد کا یہی مسلک ہے کہ وہ سماع موتی کے قائل ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں مسلمانوں میں اختلاف رائے ہو اور دونوں طرف صحیح دلائل بھی موجود ہوں اور اس میں ناسخ و منسوخ والا معاملہ بھی نہ ہو تو جس طرف علماء کرام کی اکثریت ہو اس کے مطابق عمل ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت و جماعت قائلین سماع موتی کے ساتھ ہیں کیونکہ یہ مسئلہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اور نفی سماع موتی کے متعلق ایک بھی واضح آیت یا صحیح حدیث موجود نہیں۔ نفی سماع موتی کی ہر دلیل بالآخر قائلین سماع موتی کے حق میں جاتی ہے۔

کیونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور اعتقادات ضروریہ میں سے بھی نہیں اس لیے اہل سنت و جماعت اس کے منکرین پر کفر و شرک کا فتویٰ بھی نہیں لگاتے ہیں۔

اور جو یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کے دور میں اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں تھا اور سب نفی سماعِ موتی پر یقین رکھتے تھے تو یہ صرف ان کی خالی خولی بڑ ہے کیونکہ یہ بات واضح دلائل سے

marfat.com

ثابت ہے کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سماع موتی کے قائل تھے وہ آخر دم تک اس کے قائل تھے اور ان میں سے ایک صحابی کا بھی رجوع ثابت نہیں جبکہ نفیٔ سماع موتی پر یقین رکھنے والوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نام آتے ہیں اور حضرت عائشہ کے اپنے مؤقف سے رجوع کرنے کی صحیح احادیث موجود ہیں اور بالآخر وہ قائلین سماع موتی میں شامل ہو گئیں اور اثبات سماع موتی پر ہی اجماع امت ہے۔ موجودہ دور کے غیر مقلدین اور دیوبندیوں کا مماتی گروپ سماع قائلین موتی کو مشرک قرار دیتے ہیں جبکہ ان کے بڑے مثلاً حافظ ابن تیمیہ' حافظ ابن القیم' حافظ ابن کثیر وغیرہ سماع موتی کو حق قرار دیتے اور حافظ ابن القیم کی ''کتاب الروح'' اس کا واضح ثبوت ہے اور حافظ ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس مسئلہ کے حق میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور واضح دلائل سے اس کو حق ثابت کیا ہے۔

میرے خیال میں ''سماعِ موتی'' میں تین طرح کی آراء پائی جاتی ہیں۔

۱۔ روح کو ادراک اور شعور حاصل ہے' روح سنتی ہے' دیکھتی ہے۔ روح ایک جگہ سے دوسری جگہ آجاسکتی ہے۔ روح طویل فاصلے پلک جھپکنے میں طے کر سکتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کا جسم جب مٹی سے بنایا گیا تو وہ بے جان تھا وہ سنتا نہیں تھا' دیکھتا نہیں تھا۔ اسے شعور اور ادراک حاصل نہیں تھا اور جب اس بے جان جسم میں روح پھونکی گئی تو اس جسم کو شعور ادراک حاصل ہوا۔ وہ جسم سننے دیکھنے وغیرہ کے قابل ہوا۔ موت آتی ہے تو روح نکل جاتی ہے اور جسم پھر اسی طرح ہو جاتا ہے کہ اسے شعور اور ادراک حاصل نہیں رہتا وہ سن نہیں سکتا' وہ دیکھ نہیں سکتا' وہ چل پھر نہیں سکتا وغیرہ۔

پ ۲۶ سورہ الاحقاف آیت نمبر ۵ میں ہے۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کے سوا
مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ	ایسوں کو پوجے (یعنی بتوں کو) جو قیامت تک
وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ۔	اس کی نہ سنیں اور انہیں ان کی (پجاریوں کی

marfat.com

پوجا کی) خبر تک نہیں۔

تفاسیر میں واضح طور پر ہے کہ یہ بتوں کے متعلق ہیں اور بت جمادات ہیں بلاشبہ وہ نہیں سنتے اور عقل و فہم سے دور ہیں ملاحظہ فرمائیں تفسیر جلالین' تفسیر خازن' تفسیر کبیر و تفسیر ابو سعود۔

پ ۲۲ سورہ فاطر آیت نمبر ۱۳ اور ۱۴ میں ہے۔

وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ۔ اِنْ تَدْعُوْھُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَکُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَکُمْ وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکْفُرُوْنَ بِشِرْکِکُمْ۔

اور اس کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو (یعنی بتوں کو) دانا خرما کے چھلکے تک کے مالک نہیں۔ تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں (کیونکہ جماد بے جان ہیں) اور بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری حاجت روانہ کر سکیں اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے منکر ہوں گے۔

تفسیر کبیر' تفسیر خازن' تفسیر ابن کثیر' تفسیر مدارک وغیرہ میں ہے کہ والذین تدعون من دونہ سے مراد اصنام اور بت ہیں اور وہ صورتیں جو انہوں نے انبیاء و اولیاء کے ناموں پر یا ملائکہ مقربین کی فرضی شکلوں پر تراشیں اور ان کی عبادت شروع کر دی۔ نیز مفسرین کرام نے ان کے عدم سماع کی وجہ بھی بتائی کہ یہ جماد ہیں بے روح ہیں ان کو کچھ شعور' ادراک نہیں۔

پ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۲۸' ۲۹ میں ہے۔

وَیَوْمَ نَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا مَکَانَکُمْ اَنْتُمْ وَشُرَکَآؤُکُمْ فَزَیَّلْنَا بَیْنَھُمْ وَقَالَ شُرَکَآؤُھُمْ مَّا کُنْتُمْ اِیَّانَا تَعْبُدُوْنَ ہ فَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًاۢ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اِنْ کُنَّا عَنْ

"اور جس دن ہم ان سب کو اٹھائیں گے پھر مشرکوں سے فرمائیں گے اپنی جگہ رہو تم اور تمہارے شریک (یعنی وہ بت جن کو تم پوجتے تھے) تو ہم انہیں مسلمانوں سے جدا کر دیں گے اور ان کے شریک (بت) ان سے

marfat.com

عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ کہیں گے تم ہمیں کب پوجتے تھے تو اللہ گواہ کافی ہے ہم میں اور تم میں کہ ہمیں (یعنی بتوں کو) تمہارے پوجنے کی خبر بھی نہ تھی۔"

یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ بت جب جمادات میں سے ہیں تو پھر وہ روز قیامت کس طرح جواب دے سکتے ہیں۔ تو اس کا جواب امام رازی نے تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۷۷۴ میں اس طرح بیان فرمایا کہ

ترجمہ: معبوداتِ باطلہ کے جواب نہ دینے کی حد یوم القیامۃ مقرر فرمائی کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو زندگی بخشے گا اور ان کے درمیان اور مشرکین کے درمیان گفتگو ہو گی، لہذا جواب نہ دینے کی حد قیامت کا دن بنا دیا اور جب قیامت قائم ہو گی۔ تمام لوگ میدان حشر میں جمع ہوں گے، تو یہ بت اپنے عابدوں کے دشمن بن جائیں گے ان سے اور ان کی عبادت سے بیزاری ظاہر کریں گے۔

اس مفہوم کی اور بھی آیات پیش کی جا سکتی ہیں جو سب کی سب بتوں کے متعلق ہیں موجودہ منکرین سماعِ موتی یہ دلیل بھی پیش کر سکتے ہیں کہ بت اولیاء کرام کے نام پر بھی بنائے جاتے تھے لیکن یہ تو بالکل واضح ہے کہ وہ بتوں (اصنام و اوثان) کی عبادت کرتے تھے اگرچہ ان پر فرشتوں، نبیوں، ولیوں کے نام کا اطلاق کرتے نیز وہ ان اصنام و اوثان کی عبادت اس زعم میں بھی کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان میں موجود ہے۔ مثلاً بنی اسرائیل نے بچھڑے کی عبادت اس زعم پر کی کہ دراصل موسیٰ علیہ السلام کا خدا یہ ہے نیز پرانے مشرک اور مشرکین مکہ ان اولیاء کے بتوں کی عبادت اس لیے بھی کرتے تھے کہ وہ انہیں اللہ کے اختیارات میں شریک جانتے تھے۔

لات منات، یغوث، یعوق و نسر وغیرہ کے بتوں میں وہ خدائی اختیارات مانتے تھے ان کی عبادات کرتے تھے ان سے مرادیں مانگتے تھے ان کے نام کی دہائی دیتے تھے ان کے نام لے کر جانور ذبح کرتے تھے۔

marfat.com

منکرین سماع موتیٰ کا اعتراض : منکرین سماع موتیٰ اپنے مؤقف کی تائید میں مندرجہ ذیل آیات پیش کرتے ہیں۔

پ ۲۲ سورہ فاطر آیت ۲۲ میں ہے۔

وَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ ٥

اور برابر نہیں زندے اور مردے بے شک اللہ سناتا ہے جسے چاہے اور تم نہیں سنانے والے انہیں جو قبروں میں پڑے ہیں۔

پ ۲۱ سورہ الروم آیت ۵۲، ۵۳ میں ہے۔

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ٥ وَمَا اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ٥

اس لیے کہ تم مردوں کو نہیں سناتے اور نہ بہروں کو پکارنا سناؤ جب وہ پیٹھ دے کر پھیریں اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لاؤ تو تم اسی کو سناتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے تو وہ گردن رکھے ہوئے ہیں۔

پ ۲۰ سورہ النمل آیت نمبر ۸۰، ۸۱ میں ہے۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ٥ وَمَا اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ٥

بے شک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے اور نہ تمہارے سنائے بہرے پکار سنیں۔ جب پھیریں پیٹھ دے کر اور اندھوں کو گمراہی سے تم ہدایت کرنے والے نہیں تمہارے سنائے تو وہی سنتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ مسلمان ہیں۔

ان کے مطابق ان آیتوں سے مردوں کی عدم سماعت پر استدلال کرنا کوئی بعید نہیں اس لیے کہ لوگوں میں حضور ﷺ کے زمانے میں یہ بات معروف تھی کہ مردے حقیقت میں سنتے

marfat.com

نہیں اس لیے ان کے ساتھ زندہ کفار کو تشبیہ دی گئی اس سے معلوم ہوا کہ جن کے ساتھ کفار کو تشبیہ دی گئی ہے ان کے اندر عدم سماع کی قوت بدرجۂ اولیٰ پائی جاتی ہے مثال کے طور پر یہ کہا جائے کہ زید شیر کی طرح بہادر ہے تو اس کا معنی یہ ہوا کہ شیر بھی بہادر ہے بلکہ شیر کے اندر زید سے زیادہ شجاعت پائی جاتی ہے۔ اسی طرح ان آیتوں کے اندر اگرچہ گفتگو کفار کے بارے میں ہے اور انہیں مردوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مردے سنتے ہیں بلکہ عربی زبان سے واقف ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ اس تشبیہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مردوں کے اندر نہ سننے کا مادہ کفار سے زیادہ پایا جاتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ مردے سنتے نہیں ہیں۔

جواب: سورہ فاطر کی آیت نمبر ۲۲ عدم سماع موتی کے دلیل میں پیش کی گئی ہے۔ اس سے آگے کی آیت اس طرح ہے کہ

اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ ۝ تم تو یہی ڈر سانے والے ہو۔

یہ تو انہوں نے بھی تسلیم کیا یہ آیات زندہ کفار کے متعلق ہیں اور ان کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہاں جو ان کے سماع کی نفی ہے تو یہ ان کے حقیقی سماع کی نفی نہیں ہے بلکہ یہ اس سماع کی نفی ہے جو ان کے لیے مفید اور نافع ہے یعنی یہ کفار مُردوں کی طرح ہیں کہ سنی ہوئی مفید اور نفع بخش بات سے کوئی فائدہ نہیں حاصل کر سکتے کیونکہ ان کا عمل کا سلسلہ منقطع کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا جس طرح مردہ کافر کلام الٰہی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے اس سے زیادہ یہ زندہ کفار و مشرکین فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ لہٰذا کفار اور مُردوں میں وجہ تشبیہ سن کر فائدہ نہ اٹھانا ہے نہ کہ عدم سماع۔ سورہ فاطر کی آیت نمبر ۲۳ میں حضور ﷺ کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ''آپ تو ڈرانے والے ہیں'' اس کا تعلق مُردوں سے نہیں ہوگا کیونکہ ڈرانے کا تعلق انہی لوگوں سے ہے جو اس دنیا میں موجود ہیں اور جو اس دنیا سے چلے گئے ہیں انہیں جہنم سے ڈرانا بے فائدہ اور بے معنی ہے۔

او پر مذکورہ آیات میں جن لوگوں کو ڈرانے کا ذکر ہوا ہے یہ وہی لوگ ہیں جن سے سنانے کی

marfat.com

نفی ہوئی اور ڈرایا زندہ کو جاتا ہے نہ کہ مردہ کو۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ سنانے کی نفی بھی زندہ ہی سے ہوئی نہ کہ مردہ سے

نیز آیت مذکورہ میں اسماع (سنانے کی نفی ہے) نہ کہ سماع (سننے کی) مفسرین کرام نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ کافروں کو مردوں کے ساتھ صرف اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ ان آیات سے نفع حاصل نہیں کرتے تھے جو ان پر تلاوت کی جاتی تھیں اور یہاں کفار سے وہ کفار مراد ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہر لگی ہوئی ہے نہ کہ تمام کفار۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے فرمایا کہ آپ پر تبلیغ اور عذاب خدا سے ڈرانا لازم ہے باقی رہا کسی کو دولتِ ایمان سے نوازنا تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جو جس کو چاہتی ہے نعمت ایمان سے نواز دیتی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ یعنی اللہ جسے چاہو سنواتا اور فہم آیات کی توفیق بخشتا ہے اور پند و نصائح سے استفادہ کی توفیق مرحمت فرماتا ہے۔

آپ ﷺ کا کام تبلیغ فرمانا تھا وہ آپ فرما چکے اب ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے جو حق سے منہ موڑے گا اس کو عذاب دے گا۔

نیز آگے سورہ روم اور سورہ نمل کی آیات میں وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ سے حقیقی بہرے مراد نہیں بلکہ وہ کفار ہیں جو کانوں کے ہوتے ہوئے استماع حق میں انہیں استعمال کر کے نفع حاصل نہیں کرتے۔ اسی طرح وَمَا اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ میں حقیقی اندھے مراد نہیں بلکہ وہ کافر مراد ہیں جو آنکھیں ہونے کے باوجود انہیں حق دیکھنے پہنچانے میں استعمال نہیں کرتے۔

اب چند آیات اپنے مؤقف کی حمایت میں پیش کرتا ہوں کہ کفار زندہ ہیں، سنتے ہیں، دیکھتے ہیں لیکن پھر بھی مردہ ہیں۔ بہرے ہیں اندھے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ ان آیات میں ان سے کس سماع کی نفی کی گئی ہے۔

سورہ الاعراف آیت نمبر ۱۷۹ میں ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ اور بے شک ہم نے جہنم کے لیے پیدا کئے

marfat.com

وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۝

بہت جن اور آدمی، وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں۔ وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر گمراہ، وہی غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

اس آیت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نہ سمجھنا، نہ دیکھنا، نہ سننا اور چوپایوں کی طرح ہو جانا بلکہ ان سے بھی زیادہ گیا گذرا ہونا یہ تمام امور ان کافروں کے لیے اللہ نے ثابت فرمائے جو چلتے پھرتے کھاتے پیتے بولتے اور سنتے تھے چونکہ وہ اللہ کی نافرمانی میں بہت آگے بڑھ چکے تھے کہ انہوں نے خود اپنے اوپر غفلت اور گمراہی کے اتنے پردے چڑھا لئے تھے کہ ان کا واپس آنا ممکن نہ رہا تھا اس لیے یہ تمام ان کے لیے ثابت ہو گئے۔

پ ۲۴ سورہ حم السجدۃ کی آیت نمبر ۳، ۴ میں ہے۔

كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۝ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ.

ایک کتاب ہے جس کی آیتیں مفصل فرمائی گئیں۔ عربی قرآن عقل والوں کے لیے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا تو ان میں اکثر نے منہ پھیرا تو وہ سنتے ہی نہیں۔

اس آیت میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین قرآن سنتے ہی نہیں تھے حالانکہ مشرکین قرآن سنتے تھے لیکن دل سے نہیں سنتے تھے اور اس کو سن کر ایمان نہ لانے پر فرمایا گیا ہے کہ وہ سنتے ہی نہیں تھے کہ اگر وہ سنتے ہوتے تو اس پر ایمان لے آتے۔

اور منافقین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ.

وہ لوگ بہرے گونگے اور اندھے ہیں تو وہ راہ ہدایت کی طرف بھی نہیں لوٹیں گے۔

یعنی جب وہ حق کو نہ دیکھتے ہیں اور نہ سنتے ہیں نہ حق کو زبان پر لاتے ہیں تو پھر وہ کس طرح راہ

marfat.com

ہدایت پاسکتے ہیں؟

نیز ارشاد فرمایا۔

ان شر الدواب عندالله الصم البکم الذین لایعقلون ولو علم الله فیهم خیرالاسمعهم ولواسمعهم لتولوا وهم معرضون۔

سب جانوروں سے برے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے گونگے ہیں اور عقل و فہم نہیں رکھتے اگر اللہ تعالیٰ ان میں خیر و بھلائی معلوم کرتا تو ان کو سننے کے قابل کر دیتا اور اگر انہیں سننے کے قابل بنا تا تو وہ حق سے پیٹھ پھیرنے والے ہوتے کیونکہ ان کی عادت ہی حق سے روگردانی ہے۔

نیز منکرین سماعِ موتی درج ذیل باتوں پر بھی یقین رکھتے ہیں جو کہ بالآخر سماعِ موتی کے حق میں ہی جاتی ہیں اور ان کے چند دلائل کی اگلے صفحات میں وضاحت کر دی گئی ہے۔

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جب روح جسم سے نکل جاتی ہے تو اگر وہ نیک روح ہے تو علیین میں قید کر دی جاتی ہے اور قیامت برپا ہونے تک جب روحیں دوبارہ جسموں میں داخل کی جائیں گی اور جسموں کو زندگی عطا کی جائے گی اس وقت تک وہیں قید رہتی ہیں اور علیین کے متعلق مختلف روایات ہیں کہ یہ آسمانوں میں ہے' یہ جنت کا ایک مقام ہے اور شہداء کی روحیں جو علیین میں پہنچتی ہیں ان کو شہادت کے صلہ میں عالم برزخ میں یہ مقام دیا جاتا ہے کہ ان کی ارواح سبز پرندوں کی شکل کے جنتی طیاروں میں جنت میں سیر و تفریح کر سکتی ہیں۔ اسی طرح اگر وہ روح خبیث روح ہے جو گناہوں سے آلودہ ہے تو اسے انسان کی موت کے بعد سجین میں قید کر دیا جاتا ہے اور وہ بھی دوبارہ پھونکے جانے تک وہیں رہتی ہے۔

باقی رہا یہ کہ مردہ جسم اپنے نہلانے والے کو دیکھتا ہے' لوگوں کی باتیں سنتا ہے' دفنا کے جانے والوں کے قدموں کی چاپ سنتا ہے' قبر میں ہونے والے سوالات کے منکر نکیر فرشتوں کو جوابات دیتا ہے تو یہ جسم کے ساتھ عارضی معاملہ ہے جو سوالات کے جوابات تک محدود ہے

marfat.com

اس کے بعد جسم بالکل بے حس اور مردہ ہو جاتا ہے اور اگر کسی نبی، شہید یا ولی کا جسم ہوتا ہے تو مٹی میں محفوظ ضرور رہتا ہے لیکن سن یا دیکھ نہیں سکتا۔

مردے کو تلقین کا معاملہ بھی سوال جواب کے مرحلے سے پہلے کا ہے۔

باقی رہا مردے کو سلام کرنے کا معاملہ تو یہ اس کے لیے ایک طرح کی دعا ہے نہ کہ وہ سلام کو سنتا اور جواب دیتا ہے۔

سماعِ موتی کے متعلق دوسری رائے یہ ہے کہ ہر مردہ چاہے وہ مسلمان کا ہے یا کافر کا۔ اس کی روح وفات کے بعد اپنے مقام علیین یا سجین میں ہوتی ہے لیکن روح کا اپنے جسم کے ساتھ ایک تعلق قائم رہتا ہے۔ روح کے جسم کے ساتھ اس تعلق کی بنا پر وہ جسم چاہے مسلمان کا ہے یا کافر کا، وہ سنتا ہے وہ دیکھ سکتا ہے، اسے شعور اور ادراک حاصل ہے لیکن وہ کسی کو جواب نہیں دے سکتا ہے۔ اگر جواب دیتا ہے تو اس کے جواب کو کوئی زندہ انسان نہیں سن سکتا دوسری مخلوق سن سکتی ہے۔

یہ روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہی ہوتا ہے کہ جسم اپنے نہلانے والے کو دیکھتا ہے، لوگوں کی باتیں سنتا ہے، دفنانے والوں کے قدموں کی چاپ سنتا ہے، تلقین سنتا ہے، منکر نکیر کے سوالات کے جوابات دیتا ہے۔ زیارت کے لیے آنے والوں کو دیکھتا ہے اور اگر دنیا میں تعلق واسطے والا ہے تو اس کو پہچان بھی لیتا ہے اور یہ سب صلاحیتیں اس کی روح کے اس کے جسم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے ہیں۔ روح کا اگر جسم سے کوئی تعلق نہ ہو تو وہ جسم واقعی مردہ ہے اسے ان سارے معاملات کا کچھ بھی علم نہ ہو اور یہ روح کا جسم سے تعلق ہی ہے کہ وفات کے بعد نیک ارواح اللہ تعالیٰ کی طرح سے برزخی انعامات سے فیض یاب ہوتی ہیں اور ان برزخی انعامات سے جسم بھی فیض یاب ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ریاضت اور نیک کاموں کی سرانجام دہی میں جہاں روح کا تعلق ہے وہاں جسم کا بھی تو ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ روح تو انعاماتِ الٰہی سے لطف اندوز ہو اور جسم بے جان و بے حس جماد کی طرح ہو جائے اور انعاماتِ الٰہی سے لطف اندوز نہ ہو۔

marfat.com

اسی طرح خبیث ارواح کو جو سجین میں عذاب ہوتا ہے وہ صرف وہاں روح کو ہی نہیں ہوتا بلکہ روح کا جسم سے جو تعلق ہوتا ہے اس کی وجہ سے جسم بھی پوری طرح عذاب میں برابر کا حصہ دار ہوتا ہے کیونکہ دنیا میں جسم اس خبیث روح کے ساتھ برابر کا شریک کار رہا تھا۔

روح ایک وقت میں مختلف مقامات میں ہو سکتی ہے اور اسے دنیاوی جسم کی طرح کا مثالی جسم عطا کیا جاتا ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اصل جسم تو قبر کے اندر ہے جسے حضور ﷺ نے معراج کی رات قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور دوسرے مقامات پر روح کو اس کے مثالی جسم کے ساتھ دیکھا یعنی مسجد اقصیٰ میں اور چھٹے آسمان پر بھی۔

آصف بن برخیا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ملکہ سبا کا تخت لے کر آیا تو اس کا اصل جسم تو وہاں دربار میں موجود رہا لیکن روح مثالی جسم کے ساتھ تخت کو پلک جھپکنے سے پہلے دربار میں لے کر آگئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غزوہ خیبر میں جو خیبر کے قلعہ کا وزنی گیٹ اکھاڑ پھینکا تھا تو یہ ان کی روحانی قوت تھی نہ کہ جسمانی قوت۔

ہر نیک اور بد عمل کی بھی ایک مثالی شکل ہوتی ہے۔

مثالی جسم کا اصلی جسم کی حقیقی روح کے ساتھ تعلق قائم رہنا ضروری ہے ورنہ اس مثالی جسم میں کچھ بھی شعور اور ادراک نہ ہو۔

اگر سماع کا تعلق صرف جسم سے ثابت کریں تو مردہ جسم کچھ نہیں سنتا سوائے اس کے کہ اللہ اس کو سنا دے اور یہ جسم مع الروح کا نظام اللہ کا قائم کردہ نظام ہے کہ اس سے وہ مردہ جسم سنتا ہے۔

یہ بات ضرور ذہن نشین رکھی جائے کہ مرنے کے بعد روح کا جسم سے جو تعلق ہے یہ اس تعلق کے علاوہ ہے جو دنیا میں روح کا جسم کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس تعلق کا صحیح ادراک ہم نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو بہتر طور پر جانتا ہے یعنی دنیا میں روح کے تعلق کی وجہ سے ہی جسم حرکت کرتا ہے اور مختلف امور سرانجام دیتا ہے لیکن قبر میں روح کا جسم سے تعلق ایسا ہے جسم کا شعور و ادراک تو قائم رہتا ہے لیکن جسم حرکت کر

marfat.com

کے کہیں جا نہیں سکتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ روح کو مثالی جسم عطا کر سکتا ہے اور اس مثالی جسم کے ساتھ روح کہیں بھی جا سکتی ہے اور ایک وقت میں مختلف مقامات پر موجود ہو سکتی ہے۔ دنیا میں روح جسم میں مقید تھی اور اس کے تابع بھی تھی لیکن اب یہ مثالی جسم روح کا تابع ہوتا ہے۔

اور مُردے کے لیے جو سلام مسنون ہے تو یہ حقیقی سلام ہے نا کہ صرف اس کے لیے دعا مغفرت اور سلامتی کے لیے دعا کیونکہ جسم کا روح سے تعلق ہوتا ہے اسی لیے وہ سلام سنتا ہے اور یہ سلام جسم مع الروح ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو جماد یعنی پتھر کو سلام کرنے کا کیا فائدہ اور جو چیز سلام کا جواب ہی نہ دے سکے اس کو سلام کرنے کی تعلیم دینے کا فائدہ؟

یہ جو میں نے روح کے لیے مثالی جسم کا بیان کیا ہے اس کی وضاحت میں مزید کر دیتا ہوں تاکہ عالم مثال کی حقیقت واضح ہو جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مشہور و معروف کتاب "حجة الله البالغه" میں عالم مثال کے متعلق تفصیلی گفتگو کی ہے۔ میں ان کے باب ۲ "عالم مثال کے ذکر میں" میں سے چند مثالیں مزید پیش کر دیتا ہوں۔

"آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خدا نے جب رحم کو پیدا کیا اور وہ درست ہو گیا تو خدا نے فرمایا کہ یہ اس شخص کا مقام ہے جو قطع تعلق سے تیری پناہ میں آئے اور فرمایا کہ سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران قیامت کے روز دو ابروں (بدلیوں) کی صورت میں یا صف بستہ پرندوں کی جماعتوں میں آویں گے اور اپنے پڑھنے والوں کے لیے حجتیں کریں گی۔

اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز تمام اعمال حاضر ہوں گے پہلے نماز حاضر ہو گی پھر صدقہ اس کے بعد روزہ اور فرمایا کہ بھلا کام اور برا کام دونوں مخلوق ہو کر قیامت کے روز لوگوں کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے۔ نیکی تو نیک لوگوں کو مژدہ (خوشخبری) دے گی اور برائی کہے گی ہٹو ہٹو لیکن وہ اس کو چمٹ ہی جائیں گے اور فرمایا کہ خدا قیامت کے روز دنوں کو اپنی اپنی صورت میں پیدا کرے گا۔ جمعہ کی صورت شگفتہ تابناک ہو گی اور فرمایا کہ دنیا

marfat.com

قیامت کے روز ایک بڑھیا کی صورت میں ظاہر کی جائے گی جس کے بال کربڑے ہوں گے اس کی آنکھیں نیلگوں ہوں گی منہ اس کا پھیلا ہوا ہوگا اور فرمایا کہ کیا تم وہ چیزیں دیکھتے ہو جن کو میں دیکھتا ہوں میں تمہارے مکانوں کے پشتوں پر فتنوں کی بوچھاڑ دیکھتا ہوں۔ شب معراج کی حدیث میں آپ نے فرمایا کہ مجھ کو چار نہریں نظر آئیں دو اندر کی جانب کو دو ظاہر۔ میں نے کہا اے جبرئیل یہ دونوں کیا ہیں جبرئیل نے کہا دو اندر کی تو جنت میں ہیں اور یہ دونوں ظاہر نیل اور فرات ہیں۔"

"اور فرمایا کہ بلا نازل ہوتی ہے تو دعا اس کو دفع کرتی ہے اور فرمایا کہ خدا نے عقل کو پیدا کر کے فرمایا کہ سامنے ہو وہ سامنے ہوئی اور فرمایا کہ پیٹھ پھیر اس نے پیٹھ پھیر لی اور فرمایا کہ پروردگار عالم کی طرف سے یہ دو کتابیں ہیں اور فرمایا کہ موت ایک مینڈھے کی صورت میں لائی جائے گی اور جنت اور دوزخ کے درمیان اس کو ذبح کر دیں گے۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اس کے پاس اپنی روح (حضرت جبرئیل علیہ السلام) کو بھیجا اور وہ مریم کے سامنے ایک درست آدمی کی صورت میں ظاہر ہوا اور حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت جبرئیل آنحضرت ﷺ کے سامنے ظاہر ہوا کرتے تھے آپ ان کو دیکھتے اور ان سے گفتگو کرتے اور لوگوں کو وہ نظر نہیں آتے تھے۔"

روح جتنی نیک اور پاک طینت ہوتی ہے اتنا ہی اس کا اپنے جسم کے ساتھ تعلق زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ اس کے جسم کو اتنا ہی شعور اور ادراک زیادہ ہوتا ہے۔ اتنی ہی اس میں سننے اور دیکھنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔ انبیاء کرام کی ارواح اعلیٰ علیین میں ہیں لیکن ان کی ارواح کا تعلق جسم سے عام انسانوں کی نسبت بہت زیادہ ہوتا ہے اسی بنا پر ان میں شعور، ادراک، سماع، بصر بہت زیادہ ہے۔

شہداء اور اولیاء کی ارواح کا تعلق اپنے جسم سے انبیاء کرام کی نسبت کم ہوتا ہے لیکن عام انسانوں کی نسبت بہت زیادہ ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں شہداء کے متعلق اسی لیے آیا ہے کہ وہ زندہ ہیں انہیں روحانی رزق دیا جاتا ہے۔

marfat.com

ان کی زندگیوں کا ہم صحیح طرح سے ادراک نہیں کر سکتے۔

اب میں مُردوں میں شعور' ادراک' سماع' بصر کے ثبوت میں چند احادیث پیش کرتا ہوں۔

بخاری شریف کتاب لمغازی کے باب قتل ابی جھل میں ہے۔

حضرت انس بن مالک نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے بدر کے روز کفار قریش کے چوبیس سرداروں کی لاشوں کو ایک اندھے کنوئیں میں پھینکنے کا حکم فرمایا تھا۔ چنانچہ ان گندے لوگوں کو ایک گندے کنوئیں میں پھینک دیا گیا۔ آپ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب کسی قوم پر غلبہ حاصل ہوتا تو تین راتیں وہاں قیام فرمایا کرتے تھے۔ جب میدان بدر میں تیسرا روز آیا تو اپنی سواری کا حکم فرمایا چنانچہ آپ کی اونٹنی پر کجاوہ کس دیا گیا۔ جب آپ چل پڑے تو صحابہ کرام بھی آپ کے پیچھے چل دیئے اور ان حضرات کا بیان ہے کہ ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ آپ کسی حاجت کے تحت جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ اسی کنوئیں کی منڈیر پر جا پہنچے اور ان لوگوں کے نام مع ولدیت لے کر مخاطب فرمایا کہ اے فلاں بن فلاں' اے فلاں بن فلاں! کیا یہ بات تمہیں اچھی لگتی ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے۔ بے شک ہمارے رب نے ہم سے جس چیز کا وعدہ فرمایا تھا وہ ہمیں حاصل ہو گئی۔ بتاؤ جس چیز کا اس نے تمہارے لیے وعدہ کیا تھا وہ تمہیں مل گئی ہے یا نہیں؟ راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے' یارسول اللہ! آپ ایسے جسموں سے کلام فرما رہے ہیں جن کے اندر روحیں نہیں ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔

اور صحیح مسلم شریف میں ہے کہ قسم اس کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں جو فرما رہا ہوں اس کے سننے میں تم اور وہ برابر ہو مگر وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

یہ حدیث بخاری و مسلم میں حضرت ابو طلحہ انصاری کے علاوہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ' صحیح مسلم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی میں بسند صحیح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

marfat.com

مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز کے "باب دفن المیت" کی تیسری فصل میں ہے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لِابْنِهٖ وَهُوَ فِیْ سِيَاقِ الْمَوْتِ اِذَا اَنَا مِتُّ فَلَا تَصْحَبْنِیْ نَآئِحَةٌ وَّلَا نَارٌ فَاِذَا دَفَنْتُمُوْنِیْ فَشُنُّوْا عَلَیَّ التُّرَابَ شَنًّا ثُمَّ اَقِيْمُوْا حَوْلَ قَبْرِیْ قَدْرَمَا يُنْحَرُ جَزُوْرٌ وَّيُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتّٰی اَسْتَاْنِسَ بِكُمْ وَاَعْلَمَ مَاذَا اُرَاجِعُ بِهٖ رُسُلَ رَبِّیْ۔ (رواہ مسلم)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے سے سکرات موت کے وقت فرمایا کہ جب میں مر جاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ نہ تو کوئی نوحہ کرنے والی ہو اور نہ آگ ساتھ ہو جب مجھے دفن کر دیا جائے تو میری قبر پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا اس کے بعد اتنی دیر میری قبر کے پاس ٹھہرنا جتنی دیر اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں قبر کے ماحول سے موانست حاصل کروں اور جان لوں کہ میں اپنے رب کے قاصدوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔ (مسلم)

اگر میت کو شعور 'ادراک' سمع اور بصر حاصل نہ ہو تو وہ کس طرح کسی سے موانست حاصل کر سکتی ہے ؟اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جسم کو حیات حاصل ہو جاتی ہے تبھی تو وہ اپنے رب کے قاصدوں کو ان کے سوالات کے جوابات دیتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز "باب المشی بالجنازۃ والصلوۃ علیھا" کی پہلی فصل میں ہے

عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰی اَعْنَاقِهِمْ فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِیْ وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِاَهْلِهَا يَاوَيْلَهَا اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَیْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَ الْاِنْسَانُ لَصَعِقَ۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابو سعید رضی اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میت کو چارپائی پر رکھ کا اٹھایا جاتا ہے اگر وہ مرنے والا نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے جلد لے چلو اور اگر نیک نہیں ہوتا تو اپنے رشتہ داروں سے کہتا ہے مجھے کہاں لے جا رہے ہیں۔اس کی آواز انسانوں

marfat.com

کے علاوہ سب مخلوق سنتی ہے اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔(بخاری)

اس صحیح حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ مردے کو شعور، ادراک، سمع اور بصر حاصل ہوتا ہے۔ اگر اس کی روح کا اس سے تعلق قائم نہ ہو تو پھر وہ کیسے **یہ کہہ سکتا ہے** کہ مجھے جلد لے چلو یا مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ ہاں اس کی روح کا تعلق اپنے جسم سے پہلے جیسا نہیں اسی لیے تو اس کی آواز انسان نہیں سن سکتے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز کے باب "زیارۃ القبور" کی تیسری فصل کی آخری حدیث میں ہے۔

عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَدْخُلُ بَيْتِيَ الَّذِيْ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاِنِّيْ وَاضِعٌ ثَوْبِيْ وَاَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ زَوْجِيْ وَاَبِيْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللّٰهِ مَادَخَلْتُهٗ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حَيَآءً مِّنْ عُمَرَ۔(رواہ احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب میں اپنے حجرہ میں جہاں رسول اللہ ﷺ آرام فرما ہیں آتی تو اپنی اوڑھنی اتار کر رکھ دیتی تھی اور یہ کہتی کہ یہاں میرے شوہر اور میرے والد آرام فرما ہیں لیکن جب وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن کئے گئے تو خدا کی قسم میں اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر چادر سے خوب ڈھک کر حضرت عمر سے حیاء کرتے ہوئے حجرہ میں آتی ہوں۔(احمد)

اس صحیح حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ میت کو شعور اور ادراک حاصل ہوتا ہے۔ وہ اپنی زیارت کرنے کے لیے آنے والے کو دیکھتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز کے "باب زیارۃ القبور" کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يُعَلِّمُهُمْ اِذَا خَرَجُوْا اِلَى الْمَقَابِرِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ.(رواہ مسلم)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کو قبرستان کی حاضری کے آداب تعلیم دیتے اور یہ فرماتے جب تم قبرستان جاؤ تو یہ کلمات کہو "اس بستی کے

marfat.com

مسلمان اور مومن رہنے والو! تم پر سلامتی ہو۔ بے شک اللہ نے چاہا تو ہم بھی عنقریب تم سے ملاقات کرنے والے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لیے عافیت کے طالب ہیں۔ (مسلم)

اس صحیح حدیث سے واضح ہے کہ اس طرح مُردوں کو سلام کرنے کا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ وہ سلام کو سنتا ہے اور اگر مُردہ سنتا نہ ہو تو اس طرح سلام کرنے کا طریقہ حضور ﷺ صحابہ کو تعلیم نہ فرماتے اور سلف صالحین کا بھی اس پر اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ ان سے یہ **اقوال** منقول ہیں کہ جب کوئی زندہ مُردہ کی زیارت کے لیے آتا ہے اور اسے سلام کرتا ہے تو وہ اس کی آواز کو سنتا بھی ہے اور مُردہ کو اس کی آمد سے خوشی بھی ہوتی ہے۔

امام ابو عمر ابن عبد البر کتاب الاستذکار و التمہید میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی حضور پر نور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

مَامِنْ اَحَدٍ يَمُرُّ بِقَبْرِ اَخِيْهِ الْمُؤْمِنِ كَانَ يَعْرِفُهٗ فِى الدُّنْيَا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ اِلَّا عَرَفَهٗ وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا اور سلام کرتا ہے اگر وہ اسے دنیا میں پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا اور جواب سلام دیتا ہے۔

امام ابو محمد عبد الحق کہ اجلۂ علمائے حدیث سے ہیں اس حدیث کی تصحیح کرتے ہیں۔

"ذکره الامام السیوطی فی شرح الصدور و الفاضل الزرقانی فی شرح المواهب"

اسی طرح امام ابو عمر و سید علامہ سمہودی نے اس کی تصحیح فرمائی

"ذکرهٔ الشیخ المحقق فی جامع البرکات وجذب القلوب"

امام سبکی شفاء السقام میں یہ حدیث لکھ کر فرماتے ہیں۔

"ذکره جماعة و قال القرطبی فی التذکرة ان عبدالحق صححه ورویناه فی الخلعیات من حدیث ابی هریره ایضا انتهی قلت وستسمع ذالك"

لیکن منکرین سماع موتی بے جا اس پر اعتراض کرتے ہیں تاکہ ان کے غلط عقیدہ پر حرف نہ

marfat.com

آ ئے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان کے باب "اثبات عذاب القبر" کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰی عَنْهُ اَصْحَابُهٗ اِنَّهٗ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ۔ (متفق علیه ولفظه للبخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک بندہ کو جب قبر میں رکھ کر اس کے ساتھی واپس ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔

اس صحیح حدیث سے بھی سماع موتی ثابت ہوا اور یہ جوتوں کی آواز سننا حقیقت میں ہے۔ اس میں کوئی مجاز یا کنایہ نہیں ہے۔ اگر مردے کا اپنی روح سے کوئی تعلق نہیں تو پھر مردہ جسم کس طرح سنتا ہے؟

اس لیے تسلیم کرنا پڑے گا کہ جسم کا اپنی روح سے تعلق قائم رہتا ہے اور اسے سماع، بصر اور شعور و ادراک بھی حاصل ہے۔

طبرانی معجم اوسط میں عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے راوی حضور سید عالم ﷺ مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کے قبور پر ٹھہرے اور فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ اَحَدٌ اِلَّا رَدُّوْا عَلَيْهِ اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت تک جو ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔

بعینہ اسی طرح حاکم نے صحیح مستدرک میں ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے تصحیح کی۔

حاکم مستدرک میں بافادۂ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں بطریق عطاف بن خالدمخذومی عبدالاعلی بن عبداللّٰہ سے وہ اپنے والد ماجد عبداللہ بن ابی فروہ سے راوی حضور سید عالم ﷺ زیارت شہدائے احد کو تشریف لے گئے اور عرض کی:

اللھم ان عبدك ونبيك يشهدان هؤلاء شهدآء وانه من زارهم اوسلم عليهم الی يوم القيمة ردوا عليه۔

marfat.com

الٰہی تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہید ہیں اور قیامت تک جو ان کی زیارت کو آئے گا اور ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔

جنگ یمامہ جو خلیفۂ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی اس میں حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ جب شہید ہو گئے تو کسی مسلمان نے ان کی زرہ اتار لی چنانچہ دوسرے دن ایک مجاہد نے خواب میں حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ فرماتے ہیں کہ میں تجھے ایک وصیت کرتا ہوں۔ تم اس کو خواب وخیال سمجھ کر ٹال مت دینا۔ واقعہ یہ ہے کہ کل جب میں شہید ہوا تو ایک مسلمان نے میری زرہ اتار لی اس کا خیمہ سب سے پیچھے ہے اور اس کے خیمہ کے پاس ایک گھوڑا لمبی رسی سے بندھا ہوا ہے اس شخص نے زرہ کو خیمہ کے اندر دیگ کے نیچے چھپا کر اوپر سے کجاوہ رکھ دیا ہے لہذا تم سپہ سالار اسلام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ وہ کسی کو بھیج کر اس زرہ کو منگوا لیں پھر جب تم مدینہ منورہ جاؤ تو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کر دینا کہ مجھ پر فلاں حضرات کا اس قدر قرضہ ہے اور میرے فلاں فلاں غلام آزاد ہیں۔ جب وہ صحابی خواب سے بیدار ہوئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سپہ سالار اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب بیان کیا۔ انہوں نے اسی پتہ پر زرہ لانے کے لیے آدمی بھیجا تو ان کے بیان کے مطابق اسی مقام پر زرہ پائی گئی۔ اس کے بعد جب وہ خواب دیکھنے والے مجاہد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دربار میں حاضر ہوئے تو اپنا پورا خواب آپ سے بیان کیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی وصیت پوری کی۔

اس واقعہ کو ابو الشیخ ابن حبان نے "کتاب الوصایا" میں اور حاکم نے "مستدرک" میں اور بیہقی نے "دلائل" میں عطاء خراسانی سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے علم میں ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ ہی کی ایک ایسی ہستی ہے جس نے مرنے کے بعد وصیت کی اور ان کی وصیت پوری کی گئی۔

مزید حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں اسد الغابہ اول صفحہ ۲۳۰ و خازن جلد چہارم صفحہ ۱۶۵ اور

marfat.com

شرح الصدور مترجم صفحہ ۲۰۷۔

نوٹ: شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور علامہ حافظ جلال الدین سیوطی کی تالیف ہے اس کے بازار میں کئی ایک تراجم دستیاب ہیں شبیر برادرز لاہور نے دو تراجم شائع کئے ہیں لیکن اس کا بازار میں بہترین ترجمہ جسٹس پروفیسر حضرت علامہ مفتی محمد شجاعت علی قادری رحمتہ اللہ علیہ کا ہے جو سبزواری پبلشرز کھارادر کراچی نے شائع کیا ہے۔ ضرور مطالعہ فرمائیں۔

اس مشہور و معروف اور مستند تاریخی واقعہ سے بھی ثابت ہوا کہ مردے کو شعور، ادراک، سماع اور بصر کی صلاحیت حاصل ہوتی ہے۔

شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور مترجم صفحہ ۲۶۰ میں ہے۔

"بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں وصال ہو گیا چنانچہ ان کو کفن پہنا دیا گیا۔ پھر ان کے سینے میں کچھ آواز سنی گئی، وہ کہہ رہے تھے کہ احمد ﷺ، احمد ﷺ پہلی کتابوں میں لکھا ہے۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے سچ کہا، وہ اپنے نفس کے لحاظ سے کمزور ہیں، لیکن اللہ کے معاملے میں قوی ہیں، یہ بھی پہلی کتابوں میں ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سچ کہا، وہ پہلی کتابوں میں قوت و امانت کے ساتھ متصف ہیں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سچ کہا، یہ پہلے لوگوں کے نقش قدم پر چلے، چار سال گذر گئے، اور دو باقی ہیں۔ فتنے برپا ہو گئے، طاقتور نے کمزور کو کھالیا اور قیامت آگئی، تمہارے لشکر سے اریس کے کنوئیں کی خبر آئے گی، اور بیر اریس کیا ہے؟ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر خطمہ کا ایک شخص مر گیا اور اس سے بھی ایسی ہی آواز سننے میں آئی اور اس نے کہا کہ بو الحارث بن خزرج کے بھائی نے سچ کہا۔

بیہقی نے کہا کہ یہ اسناد صحیح ہے اور اس کے دیگر شواہد بھی ہیں۔

بیہقی نے دوسری سند سے روایت کیا کہ یہ واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال مکمل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے اور باقی چار سال میں بہت فتنے ہوئے مثلاً اہل عراق کا

marfat.com

فتنہ اور بیر اریس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جو انگوٹھی حضور اکرم ﷺ کی تھی گم ہو گئی اور پھر نہ ملی اور اسی دن سے خلافت عثمان رضی اللہ عنہ پر زوال شروع ہو گیا۔

شرح الصدور مترجم صفحہ ۲۴۳ میں ہے۔

''ترمذی اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کسی قبر پر اپنا خیمہ لگایا اور ان کو پتہ نہ تھا کہ یہ قبر ہے تو انہوں نے سنا کہ اندر کوئی شخص سورہ ملک پڑھ رہا ہے۔ جب وہ پوری سورہ ملک پڑھ چکا تو وہ صحابی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ عذاب سے نجات دلانے والی اور عذاب کو روکنے والی ہے۔

ابو قاسم سعدی علیہ الرحمتہ کہتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے اس امر پر مہر تصدیق ثبت فرمادی کہ میت قبر میں قرآن پڑھتی ہے۔ کیوں کہ آپ ﷺ نے اس صحابی کی تردید نہ فرمائی۔

تیسری رائے یہ ہو سکتی ہے کہ نیک روح تو علیین میں جاتی ہے لیکن وہ وہاں ہمیشہ کے لیے قید نہیں ہوتی۔ علیین میں اس کی نیک نامی کا اندراج کر لیا جاتا ہے اور اسے مثالی جسم عطا کر دیا جاتا ہے اور وہ کہیں بھی جانے کے لیے آزاد ہوتی ہے۔ اس کا اپنے جسم سے تعلق قائم رہتا ہے جس کی وجہ سے اوپر مذکورہ احادیث کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔

لیکن خبیث روح کے لیے ایسا معاملہ نہیں ہوتا وہ خبیث روح کافر کی ہو یا مرتد کی یا کسی گنہگار مسلمان کی ہی ہو۔ وہ ہمیشہ سجین میں' جو جہنم کا ایک مقام ہے' میں قید رہتی ہے اور عذاب میں مبتلا رہتی ہے اور دنیا میں کیونکہ جسم اس کا ہر گناہ یا کفر میں شریک کار رہا اس لیے اس کو بھی اسی قبر میں جس میں اس کو دفنا دیا جاتا ہے وہاں برزخی عذاب بھی دیا جاتا ہے۔

یہ برزخی عذاب اس طرح کا ہوتا ہے کہ عام انسانی نگاہوں سے بالکل اوجھل ہوتا ہے۔ اس کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اور نہ ہی کوئی قطعی رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ اس روح کو سماع کی قطعاً کوئی صلاحیت حاصل نہیں ہوتی جبکہ اس کے برعکس مسلمان کے جسم کا روح سے تعلق ہوتا

marfat.com

ہے اس لیے اسے سماع کی صلاحیت حاصل ہوتی ہے اسے شعور اور ادراک ہوتا ہے۔
اور قلیب بدر کی حدیث حضور ﷺ کا معجزہ ہے۔ ان میں عارضی طور پر روح پھونک دی گئی اور حضور ﷺ نے ان سے گفتگو کی اور ان کو سرزنش فرمائی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو سماع موتی کا انکار کیا تو وہ کفار اور مشرکین کے لیے تھا جبکہ مسلمانوں کے لیے وہ سماع موتی کی قائل تھیں کیونکہ خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا عذاب القبر حق۔ (بخاری عذاب القبر) اسی طرح آپ نے روایت فرمایا کہ میت کی ہڈی توڑنا ایسے ہے جیسا کہ زندہ شخص کی ہڈی توڑنا کسر عظیم المیت ککسرہ حیا۔ نیز آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دفن کے بعد ان سے شرم و حیاء کی وجہ سے اچھی طرح کپڑے لپیٹ کر اور ستر کے ساتھ حجرۂ مبارکہ اور روضہ مقدسہ میں حاضری دیتیں۔ فلما دفن عمر رضی اللّٰہ عنه فواللّٰہ مادخلته الا وانا مشدودة علی ثیابی حیاء من عمر رضی اللّٰہ عنه۔ لیکن ان کے دفن سے پہلے اس کی ضرورت نہیں سمجھتی تھیں اور خیال فرماتیں انماھوزوجی وابی۔ ایک میرے خاوند ہیں اور دوسرے میرے باپ۔
لہٰذا ان سے پردہ کی کیا ضرورت۔ اسی طرح آپ کا اپنے بھائی کی قبر پر تشریف لے جانا انہیں خطاب کرنا بھی اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کے نزدیک میت کو علم و ادراک ہوتا ہے۔ نیز اگر کوئی شخص روضہ اقدس کے پڑوسیوں میں سے اپنی دیوار میں میخ وغیرہ ٹھونکتا تو آپ اس کو منع کر بھیجتیں اور فرماتیں لاتوذوا رسول اللّٰہ ﷺ فی قبرہ۔ آنحضرت ﷺ کو ان کے مزار میں تکلیف نہ پہنچاؤ۔
الغرض آپ مسلمانوں کے لیے سماع کی قائل تھیں اور کفار کے لیے جو سماع سے انکار کیا اور اس کے لیے جو دلائل دیئے یعنی انك لاتسمع الموتیٰ اور وما انت بمسمع من فی القبور یہ کفار کے لیے ہیں نہ کہ اہل ایمان کے لیے۔
اور برزخ میں کفار کی روح کو علیحدہ اور جسم کو علیحدہ عذاب دیا جا رہا ہوتا ہے مثلاً بنی نجار کے باغ میں حضور ﷺ نے مشرکین کی قبروں میں انکو عذاب ہوتے دیکھا اور فرمایا اگر یہ ڈر نہ

marfat.com

ہو تا کہ تم دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ میری طرح تمہیں بھی عذاب قبر سنادے اور بخاری شریف میں ہے کہ حضور ﷺ سورج ڈوبنے کے بعد باہر نکلے۔ آپ نے آواز سن کر فرمایا کہ یہودیوں کو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے اور بخاری و مسلم شریف میں حضرت انس سے مروی حدیث میں ہے کہ منکر نکیر لوہے کے ہتھوڑے کافر کی پیشانی پر مارتے ہیں اور وہ چیختا ہے تو اس کی چیخ جن وانسان کے علاوہ سب سنتے ہیں۔

ابن ماجہ، طبرانی اور بیہقی نے "بعث" میں بہ سند حسن روایت کی کہ جب کعب رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو بشر کی ماں ان کے پاس آئیں اور کہا کہ اے ابو عبدالرحمن اگر تمہاری ملاقات فلاں سے ہو تو اس کو سلام کہہ دینا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اے ام بشر! خدا تم پر رحم کرے، ہمیں اس کام کی فرصت نہیں تو انہوں نے کہا کہ کیا تم نے یہ حدیث نہیں سنی کہ مومن کی روح جنت میں جہاں چاہتی ہے پھرتی ہے اور کافر کی روح سجین میں ہوتی ہے۔

(شرح الصدور مترجم صفحہ ۲۷۱)

اور ایک رائے یہ بھی ہے کہ مرنے کے بعد روح اس وقت تک علیین یا سجین میں رہتی ہے جب تک مردہ کو دفن نہیں کر دیا جاتا۔ جب مردہ دفن کر دیا جاتا ہے تو روح کو مکمل طور پر جسم کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے اور قرآن پاک میں جو دو زندگیوں اور دو موتوں کا بیان ہے تو وہ اس طرح ہے کہ انسان پیدا ہونے سے پہلے مردہ تھا، پھر اس کو روح پھونک کر ماں کے پیٹ میں زندگی عطا کی گئی، پھر انسان مرتا ہے۔ اس طرح دو دفعہ کی موت پوری ہو گئی اور ایک دفعہ کی زندگی اور جب انسان کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو پوری طرح زندگی عطا کر دی جاتی ہے اور جب برزخ میں زندگی عطا کر دی جاتی ہے تو اس کے بعد موت ہے ہی نہیں۔ اس طرح دو زندگیاں بھی مکمل ہو گئیں۔

اور جب صور پھونکا جائے گا تو سب بے ہوش ہو جائیں گے نہ کہ انہیں موت آئے گی اور جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو پھر سب کو ہوش آئے گا اور اس کے بعد یہ زندگی اپنی بھرپور مسرتوں اور عذابوں کے ساتھ شروع ہو جائے گی۔

marfat.com

کافر مشرک تو ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار ہو جائیں گے اور گنہگار مسلمان اپنے اپنے گناہوں کا عذاب بھگتنے کے بعد اس سے رہائی حاصل کریں گے اور جنت کے انتہائی نچلے مقامات ان کو عطا ہوں گے۔

مردہ کو مکمل حیات حاصل ہوتی ہے اسی لیے اس میں سماع، شعور، ادراک پایا جاتا ہے۔ اسی سے وہ دفنانے کے بعد جانے والوں کے قدموں کی آواز سنتا ہے۔ جو کوئی اسے سلام کرتا ہے اس کو سنتا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے۔ اگر کوئی جان پہچان والا شخص آتا ہے تو اس کو پہچان بھی لیتا ہے۔ اسی لیے یہ فقہی مسئلہ بھی ہے کہ مزار پر حاضر ہونے والا سامنے سے سیدھی جانب سے آئے تاکہ مردے کو دیکھنے کے لیے تکلیف نہ کرنی پڑے۔

یہی وجہ ہے کہ مردہ کے قبر کے اندر نماز پڑھنے اور تلاوت کرنے کی احادیث موجود ہیں۔

اب میں علامہ ابن قیم کی کتاب الروح مترجم کے صفحہ ۹۵ سے ایک حدیث پیش کرتا ہوں تاکہ یہ رائے کھل کر سامنے آجائے۔

"براء بن عازب کا بیان ہے کہ ہم بقیع الغرقد میں ایک جنازے کے ہمراہ تھے۔ رحمت عالم ﷺ بھی تشریف لا کر بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ کے آس پاس خاموش بیٹھ گئے۔ میت کی لحد کھودی جارہی تھی۔ آپ ﷺ نے تین بار قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگی پھر فرمایا کہ جب انسان آخرت میں داخل ہونے والا ہوتا ہے اور دنیا میں اس کی آخری سانسیں ہوتی ہیں تو اس کے پاس خورشید جیسے چمکیلے چہروں والے فرشتے اتر کر آتے ہیں جو اس کی حد نگاہ تک ہوتے ہیں۔ پھر ملک الموت آکر اس کے سرہانے بیٹھ کر فرماتے ہیں، اے پاکیزہ روح اللہ کی بخشش و رضا کی طرف نکل۔ چنانچہ وہ اس طرح آسانی سے نکل آتی ہے جیسے مشک کے منہ سے قطرہ نکل آتا ہے۔ ملک الموت اسے لے لیتے ہیں۔ ان کے لیتے ہی فرشتے ایک سیکنڈ کے لیے بھی ان کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے اور ان سے لے کر جنتی کفن و خوشبو میں اسے لپیٹ لیتے ہیں۔ اس روح سے مشک سے بھی زیادہ پیاری خوشبو پھوٹ پڑتی ہے، پھر فرشتے اس کو لے کر چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہی پوچھتے ہیں کہ یہ پاکیزہ

marfat.com

روح کس کی ہے؟ لانے والے فرشتے اس کا دنیوی سب سے اچھا نام لے کر بتاتے ہیں کہ یہ روح فلاں بن فلاں کی ہے۔ یہاں تک کہ اسے دنیوی آسمان تک لے کر پہنچ جاتے ہیں اور اس کے لیے دروازہ کھلواتے ہیں۔ آخر دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس آسمان کے تمام مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک اسے رخصت کرتے ہیں۔ اسی طرح اس آسمان تک لے کر پہنچ جاتے ہیں جس پر حق تعالیٰ ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

میرے بندے کی کتاب علیین میں رکھ لو (اعمال نامہ علیین میں رکھ دو) اور اسے زمین کی طرف ہی لوٹا دو کیونکہ میں نے مٹی ہی سے انہیں پیدا کیا ہے اسی میں لوٹا دوں گا اور دوسری بار اسی سے پیدا کروں گا' پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آکر اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تمہارا رب کون ہے؟ یہ جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ تمہارا دین کیا ہے؟ یہ جواب دیتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ وہ جو تم میں مبعوث کیے گئے تھے کون ہیں؟ یہ جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ پوچھتے ہیں کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں؟ یہ جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی' مجھے اس سے آپ کی ر سالت کا علم ہوا۔ پھر آسمان سے آواز آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ اس کے نیچے جنتی فرش بچھا دو اور جنت کی کھڑکی کھول دو۔ پھر اس کی قبر میں جنت کی مہک اور خوشبو آنے لگتی ہے اور اس کی قبر حد نگاہ تک فراخ کر دی جاتی ہے۔ پھر اس کے پاس ایک نہایت حسین و جمیل مہکتے ہوئے خوبصورت لباس والا ایک شخص آکر کہتا ہے کہ ایک مسرت انگیز خبر سنیے۔ آج کا دن وہ دن ہے جس کا آپ سے دنیا میں وعدہ کر لیا گیا تھا۔ یہ پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں؟ آپ کے تو چہرے ہی سے بشارت ٹپک رہی ہے۔ یہ شخص جواب دیتا ہے کہ میں آپ کا نیک عمل ہوں۔ یہ سن کر وہ دعا مانگتا ہے کہ اے رب! قیامت قائم فرما تاکہ میں اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹوں۔

اسی طرح کافر جب دنیا سے کٹنے والا اور آخرت میں داخل ہونے والا ہوتا ہے تو کالے بھٹ

marfat.com

چہروں والے فرشتے آسمان سے اتر کر اس کے پاس آتے ہیں ان کے ہاتھوں میں ٹاٹ ہوتی ہے۔ یہ اس کی حد نگاہ تک ہوتے ہیں پھر ملک الموت آکر اس کے سرہانے بیٹھ کر فرماتے ہیں کہ اے گندی روح اللہ کے قہر و غضب کی طرف نکل۔ مگر روح اس کے جسم کے گوشے گوشے میں پھیل جاتی ہے۔ پھر ملک الموت اسے کھینچتے ہیں جیسے تر روئی سے سلاخ کھینچی جاتی ہے اور اسے پکڑ لیتے ہیں مگر فرشتے ایک سیکنڈ کے لیے بھی ان کے ہاتھ میں نہیں رہتے دیتے اور ان سے لے کر ٹاٹ میں لپیٹ دیتے ہیں اس سے انتہائی سڑی ہوئی لاش کی بدبو کی طرح کی بدبو نکلتی ہے۔ پھر اسے لے کر چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت سے گزرتے ہیں وہی پوچھتی ہے کہ یہ گندی روح کس کی ہے؟ یہ اس کا سب سے برا دنیوی نام لے کر بتاتے ہیں کہ روح فلاں بن فلاں کی ہے۔ یہاں تک کہ اسے لے کر پہلے آسمان تک جا پہنچتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں مگر دروازہ نہیں کھولا جاتا' پھر آپ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ (الخ) ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے اور وہ جنت میں نہیں جائیں گے۔

جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل نہ ہو (یہ ناممکن ہے لہذا ان کا جنت میں جانا بھی ناممکن ہے) حق تعالیٰ فرماتا ہے ان کا اعمال نامہ سجین میں سب سے نیچے کی زمین میں لکھ لو' پھر اس کی روح اوپر ہی سے پٹخ دی جاتی ہے' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ (الخ) اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے گویا وہ آسمان سے گر پڑا۔ اسے اب خواہ پرندے اچک لیں یا ہوا کہیں دور لے جا کر پٹخ دے' پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے پھر دو فرشتے اس کے پاس آکر پوچھتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے؟ یہ جواب دیتا ہے ہائے ہائے مجھے معلوم نہیں۔ پوچھتے ہیں وہ کون ہیں جو تم میں مبعوث کیے گئے تھے؟ یہ جواب دیتا ہے ہائے ہائے مجھے معلوم نہیں۔ پھر آسمان سے آواز آتی ہے کہ میرا بندہ جھوٹا ہے اس کے نیچے آگ کا فرش بچھادو اور جہنم کی کھڑکی کھول دو۔ پھر اس کی قبر میں جہنم کی لپٹیں اور سخت گرم بو آنے لگتی ہے اور اسے قبر اتنا دبوچتی ہے کہ ادھر کی پسلیاں ادھر اور ادھر کی ادھر آجاتی ہیں اور اس

marfat.com

کے پاس بد صورت بدبو دار اور برے کپڑوں میں ایک شخص آکر کہتا ہے۔ ایک بری خبر سن! آج کا وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تیرے چہرے ہی سے برائی ٹپک رہی ہے۔ یہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا گندہ عمل ہوں پھر یہ دعا مانگتا ہے کہ رب! قیامت قائم نہ کر۔ (احمد' ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ میں ابتدائی حصہ ہے۔ ابو عوانۃ)

یہ حدیث اور اس مفہوم کی دوسری احادیث شرح الصدور مترجم صفحہ ۱۰۹ سے آگے کے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

ابن حزم ظاہری نے اس پر اعتراض کیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ اس کو روایت کرنے میں منہال بن عمرو منفرد ہیں اور یہ قوی نہیں ہیں شعبہ وغیرہ کے نزدیک متروک ہیں۔

اس حدیث کا ضعف ابن حزم کی محض اٹکل اور بے تکی بات ہے بلا شبہ یہ حدیث صحیح ہے اور اسے براء بن عازب سے زاذان کے علاوہ بھی ایک جماعت (جس میں عدی بن ثابت' محمد بن عقبہ اور مجاہد بھی ہیں) روایت کرتی ہے۔ عدی بن ثابت والی حدیث قدرے اختلاف الفاظ کے ساتھ ہے۔ اسی طرح مجاہد والی حدیث ہے۔ غرضیکہ یہ حدیث ثابت اور مشہور و مستفیض ہے۔ حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اس صحیح قرار دیا ہے۔ ہمیں حدیث کا کوئی ایسا امام معلوم نہیں جس نے اس پر طعن کیا ہو بلکہ اسے آئمہ اپنی اپنی کتابوں میں لائے ہیں اور قبول کر کے عذاب و ثواب قبر کے اور منکر و نکیر کے سوال و جواب کے سلسلے میں اصول دین میں سے ایک اصل قرار دیا ہے۔ ابن حزم کا یہ کہنا کہ زاذان کے علاوہ کسی اور سے مروی نہیں وہم پر مبنی ہے۔ ابھی ہم نے اوپر بتایا کہ ایک جماعت سے مروی ہے۔ دار قطنی نے اس کی تمام سندیں ایک رسالہ میں جمع کر دی ہیں۔ زاذان ثقہ ہیں اور اکابر صحابہ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی روایت مسلم میں بھی ہے۔ ابن معین نے انہیں ثقہ بتایا ہے۔ ان کے بارے میں حمید بن ہلال سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ ثقہ ہیں ان جیسے راویوں کے بارے میں تو پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اگر یہ ثقہ سے روایت کریں تو ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں۔

marfat.com

ابن حزم کا یہ قول منہال ابن عمرو اس زیادتی (روح جسم میں لوٹا دی جاتی ہے) میں تنہا ہیں غلط ہے۔ منہال اول تو عادل و ثقہ ہیں۔ ابن معین و عجلی نے انہیں ثقہ بتایا ہے۔ ابن حزم نے انہیں جو ضعیف کہا ہے وہ کچھ نہیں کیونکہ انہوں نے بجز تفرد کے ضعف کی کوئی دلیل نہیں دی حالانکہ منہال منفرد نہیں ہیں یہ زیادتی اور راوی بھی بیان کرتے ہیں بلکہ دیگر راویوں نے تو اس جیسے یا اس سے زیادہ سخت الفاظ روایت کیے ہیں مثلاً مردے کی طرف اس کی روح لوٹا دی جاتی ہے۔ روح اس کی قبر کی طرف لوٹتی ہے پھر وہ اٹھ بیٹھتا ہے منکر نکیر اسے بٹھاتے ہیں۔ اسے قبر میں بٹھایا جاتا ہے۔ یہ تمام صحیح حدیثیں ہیں اور ان میں کوئی طعن نہیں۔

بعض نے ان میں یہ عیب نکالا ہے کہ براء سے زاذان کا سماع ثابت نہیں۔ مگر یہ بھی غلط ہے کیونکہ ابو عوانہ اسفرائینی اپنی صحیح میں جو روایت لائے ہیں اس میں سماع کی صراحت ہے زاذان فرماتے ہیں کہ میں نے براء سے سنا۔ حافظ عبداللہ بن مندہ کا بیان ہے کہ یہ متصل و مشہور سند ہے اور اسے براء سے ایک جماعت روایت کرتی ہے۔ اگر ہم بفرض محال براء والی حدیث کو نظر انداز بھی کر دیں تو دیگر صحیح حدیثوں میں اس کی صراحت موجود ہے۔ مثلاً ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ مرنے والے کے پاس فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اگر نیک ہوتا ہے تو فرشتہ موت کہتا ہے اے پاکیزہ روح جو پاکیزہ جسم میں ہے نکل تعریفوں کے حال میں نکل اور آرام و روزی سے اور رب کی رضا سے خوش ہو جا۔ آخر روح نکل آتی ہے (آخر حدیث تک) حافظ ابو نعیم فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راویوں کی عدالت پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

قبر میں جانے کے بعد مردے کو حیات دے دی جاتی ہے۔ اس کے ثبوت میں کئی آیات پیش کی جا سکتی ہے۔

پ ۱۸ سورہ المؤمنون آیت نمبر ۹۹ میں ہے۔

حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ — یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے واپس پھیر

marfat.com

دے۔

یعنی کافر وقت موت تک تو اپنے کفر و سرکشی اور خدا اور رسول کی تکذیب اور مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کے انکار پر مصر رہتا ہے اور جب موت آتی ہے اور اسے عالم برزخ میں حیات دی جاتی ہے اور اسے جہنم میں اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے واپس دنیا میں بھیج دے تاکہ میں کوئی نیک عمل کر سکوں۔ عالم برزخ موت کے فوراً بعد شروع ہو جاتا ہے۔

پ ۲۱ سورہ السجدہ آیت نمبر ۱۲ میں ہے۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝

اور کہیں تم دیکھو جب مجرم اپنے رب کے پاس سر نیچے ڈالے ہوں گے (اور عرض کرتے ہوں گے اے ہمارے رب اب ہم نے دیکھا (مرنے کے بعد اٹھنے کو) اور سنا (تجھ سے تیرے رسولوں کی سچائی کو) ہمیں پھر بھیج کہ نیک کام کریں ہم کو یقین آگیا ہے۔

لیکن عالم برزخ کی حقیقت کچھ اس طرح کی ہے کہ مردہ تو مٹی کے نیچے ہونے کے باوجود دیکھ اور سن لیتا ہے لیکن ہم انہیں نہیں دیکھ سکتے اور ان کی باتیں نہیں سن سکتے۔

پ ۱۸ سورہ المؤمنون آیت نمبر ۱۰۰ میں ہے۔

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ اور ان کے آگے ایک آڑ ہے اس دن تک جس میں اٹھائے جائیں گے۔

یعنی انہیں حیات حاصل ہوتی ہے لیکن برزخ (آڑ، پردہ) انہیں دنیا میں واپس جانے میں مانع ہے اور برزخ کی مدت وقت موت سے وقت بعث تک ہے۔

یعنی قبروں سے وہ قیامت کے روز ہی اٹھیں گے لیکن روح اور جسم مثالی پر قید نہیں۔

پ ۷ اسورہ الحج آیت نمبر ۷ میں ہے۔

marfat.com

اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّارَیْبَ فِیْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ ۝ اس لیے کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں اور یہ کہ اللہ اٹھائے گا انہیں جو قبروں میں ہیں۔

یعنی انہیں قبروں میں حیات حاصل ہے اور قیامت آنے پر وہ برزخ (پردہ آڑ) ختم ہو جائے گی اور وہ اٹھ کر باہر آ جائیں گے اور حساب کتاب کے بعد دائمی زندگی حاصل ہو گی۔

اسلام میں سب سے بنیادی اور اہم چیز کلمہ توحید ہے یعنی لااله الا الله یعنی اس چیز کا اقرار کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں

بے شک

بے شک

بے شک

الوھیت کسی کو عطائی طور پر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی عطائی طور پر محدود ہی کیوں نہ مانے وہ پکا پکا مشرک اور کافر ہے۔

حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

"اللہ تعالیٰ سب کچھ دے سکتا ہے مگر الوھیت کا دینا ممکن نہیں کیوں کہ الوہیت مستقل ہے اور عطائی چیز مستقل نہیں ہوتی۔ الوہیت استقلال ہی کے معنی میں ہے لیکن مشرکین کا تصور یہ تھا انہوں نے کہا کہ لات و منات وغیرہ ایسے زاہد و عابد لوگ تھے کہ اللہ نے کہا تمہاری عبادت کمال کو پہنچ گئی اب میں تم پر یہ عنایت کرتا ہوں کہ تم آزاد ہو۔ میں تم پر نہ کچھ فرض کرتا ہوں اور نہ کوئی پابندی لگاتا ہوں پس اس طرح انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے تمام معبودوں کو الوہیت دے دی۔

جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو وصف الوہیت عطا فرما دیا ہے وہ مشرک اور ملحد ہے۔ مشرکین اور مومنین کے مابین بنیادی فرق یہی ہے کہ وہ غیر اللہ کے لیے عطائے الوہیت کے قائل تھے اور مومنین کسی مقرب سے مقرب ترین حتیٰ کہ حضور سید المرسلین

marfat.com

ﷺ کے حق میں بھی الوہیت اور غنائے ذاتی کے قائل نہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے فرقان حمید میں الوہیت کے عقیدہ کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

پ ۲۸ سورہ الحشر آیت نمبر ۲۳ میں ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ	وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی الٰہ (معبود) نہیں

پ ۲ سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۶۳ میں ہے۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝	اور تمہارا الٰہ (معبود) بس ایک الٰہ (معبود) ہے اس کے سوا کوئی الٰہ (معبود) نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا مہربان۔

پ ۱۷ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۲۲ میں ہے۔

لَوْ كَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔	اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے تو پاکی ہے اللہ عرش کے مالک کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔

پ ۲۴ سورۃ المؤمن آیت نمبر ۶۲ میں ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ۔	وہ ہے اللہ تمہارا رب ہر چیز کا بنانے والا اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو کہاں اوندھے جاتے ہو۔

سورہ المؤمن کی آیت نمبر ۶۵ میں ہے۔

هُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ۔	وہی زندہ ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو اسے پوجو نرے اسی کے بندے ہو کر

پ ۲۰ سورۃ النمل آیت نمبر ۶۰ تا ۶۴ میں ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ	جس نے آسمان وزمین بنائے اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے باغ اگائے

marfat.com

ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ۔

رونق والے، تمہاری طاقت نہ تھی کہ ان کے پیڑ اگاتے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے بلکہ وہ لوگ راہ سے کتراتے ہیں۔

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

یا وہ جس نے زمین بسنے کو بنائی اور اس کے بیچ میں نہریں نکالیں اور اس کے لیے لنگر بنائے اور دونوں سمندروں میں آڑ رکھی۔ کیا اللہ کے ساتھ اور خدا ہے، بلکہ ان میں سے اکثر جاہل ہیں۔

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ۔

یا وہ جو لاچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے اور دور کر دیتا ہے برائی اور تمہیں زمین کا وارث کرتا ہے کیا اللہ کے ساتھ اور خدا ہے بہت ہی کم دھیان کرتے ہو۔

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَیْ رَحْمَتِهٖ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔

یا وہ جو تمہیں راہ دکھاتا ہے اندھیروں میں خشکی اور تری کی اور وہ کہ ہوائیں بھیجتا ہے اپنی رحمت کے آگے خوشخبری سناتی، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے، برتر ہے اللہ ان کے شرک سے۔

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

یا وہ جو خلق کی ابتدا فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور وہ جو تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی دیتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے تم فرماؤ کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔

سورہ النمل کی مذکورہ بالا پانچ آیات کتنی وجد آفرین ہیں اس کا ہر کوئی اندازہ لگا سکتا ہے۔ ایک

marfat.com

طرح سے ان میں دوسرے جھوٹے الٰہوں کو الٰہ واحد کی طرف سے جو چیلنج کیے گئے ہیں انکا مختصر اًخلاصہ ہے۔ یعنی الٰہ صرف اور صرف وہی ذات ہے۔

۱۔ جس نے آسمان وزمین بنائے۔

۲۔ جو بارش برساتی ہے جس سے باغات اگاتی ہے اور ان باغات کو پھلوں پھولوں سے رونق بخشتی ہے۔

۳۔ الٰہ صرف وہی ذات ہے جس نے زمین بنائی اور اس پر بے شمار قسم کی مخلوق بسائی۔

۴۔ الٰہ صرف وہی ذات ہے جس نے زمین میں نہریں نکالیں اور اس کے لیے لنگر بنائے۔

۵۔ الٰہ صرف وہی ذات ہے جس نے دونوں سمندروں (کھاری اور میٹھے) میں آڑ رکھی ہے۔

۶۔ الٰہ صرف وہی ذات ہے جو دنیا کے کروڑوں انسانوں اور دوسری مخلوق کی پکار سنتی ہے اور ان کی مشکل مصیبت دور کرتی ہے۔

۷۔ الٰہ صرف وہی ذات ہے کہ جس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور زمین کا وارث کیا۔

۸۔ الٰہ صرف وہی ذات ہے جو خشکی اور تری کی اندھیریوں میں راہ دکھاتی ہے۔

۹۔ الٰہ صرف وہی ذات ہے جو ٹھنڈی اور گرم ہوائیں چلاتی ہے اور جہاں بارش کی ضرورت ہوتی ہے بارش برساتی ہے۔ اگر ہوا نہ ہو تو تمام جاندار زندہ نہ رہ سکیں اسی طرح اگر پانی نہ ہو تو تمام جاندار مر جائیں۔

۱۰۔ الٰہ صرف وہی ذات ہے جس نے تمام مخلوق کو پیدا فرمایا۔ وہ ذات ہی تمام مخلوق کو موت دے گی اور پھر دوبارہ زندہ بھی کرے گی۔

۱۱۔ الٰہ صرف وہی ذات ہے جو تمام مخلوق کو آسمانوں اور زمین سے روزی دیتی ہے۔

جھوٹے الٰہوں کے رد میں بے شمار آیات واحادیث موجود ہیں۔

چند آیات ملاحظہ ہوں۔

پ ۱۷ سورہ الحج آیت نمبر ۷۳ میں ہے۔

يَآأَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اے لوگو! ایک کہاوت فرمائی جاتی ہے اسے

marfat.com

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ وَاِنْ یَّسْلُبْھُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْہُ مِنْہُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ۝	کان لگا کر سنو وہ جنہیں اللہ کے سوا تم پوجتے ہو ایک مکھی نہ بنا سکیں گے اگرچہ سب اس پر اکٹھے ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو اس سے چھڑا نہ سکیں۔ کتنا کمزور چاہنے والا اور وہ جس کو چاہا۔

جھوٹے الہوں کی عاجزی اور بے قدرتی کا یہ حال ہے کہ وہ نہایت چھوٹی سی چیز یعنی مکھی نہیں بنا سکتے لیکن دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام پرندے کی مورتی بنا کر اس کو پھونک مارتے تو وہ اللہ کے حکم سے اڑ جاتا۔

ایک طرف تو جھوٹے الہ اگر مکھی سی معمولی چیز ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو اس سے چھڑا نہ سکیں لیکن دوسری طرف اللہ کے انبیاء اللہ کے حکم سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیں، ٹوٹی ہڈیوں کو صرف ہاتھ پھیر کر جوڑ دیں، کوڑیوں کو تندرست کر دیں، مردے کو زندہ کر دیں۔ الغرض انبیاء کرام کو من دون اللہ میں شامل کرنے والے جاہل ہیں۔

پ ۱۴ سورہ النحل آیت نمبر ۷۵ پر غور کریں۔

ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْکًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰہُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَھُوَ یُنْفِقُ مِنْہُ سِرًّا وَّجَھْرًا ھَلْ یَسْتَوٗنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۝	اللہ نے ایک کہاوت بیان فرمائی ایک بندہ ہے دوسرے کی ملک، آپ کچھ مقدور (اختیار) نہیں رکھتا اور ایک وہ جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا فرمائی تو وہ اس میں سے خرچ کرتا ہے چھپے اور ظاہر، کیا وہ برابر ہو جائیں گے، سب خوبیاں اللہ کو ہیں بلکہ ان میں سے اکثر کو خبر نہیں۔

پ ۳ سورہ ال عمران آیت نمبر ۲۶ میں ہے۔

قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ	یوں عرض کر اے اللہ ملک کے مالک تو جسے

marfat.com

تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝

چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

اس آیت کا شان نزول صدرالافاضل حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی نے تفسیر خزائن العرفان میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ فتح مکہ کے وقت سید الانبیاء ﷺ نے اپنی امت کو ملک فارس وروم کی سلطنت کا وعدہ دیا تو یہود ومنافقین نے اس کو بہت بعید سمجھا اور کہنے لگے کہاں محمد مصطفیٰ ﷺ اور کہاں فارس وروم کے ملک وہ بڑے زبردست اور نہایت محفوظ ہیں۔

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور آخر کار حضور کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔

الغرض جن پر اللہ کا فضل وکرم ہے اور جن پر نہیں وہ برابر نہیں ہو سکتے۔

بت' جھوٹے الٰہ انبیاء واولیاء کرام کے مقابل نہیں ہو سکتے۔

فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابل نہیں۔

نمرود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقابل نہیں۔

اولیاء الشیطان 'اولیاء الرحمٰن کے مقابل نہیں۔

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت ابراھیم علیہ السلام اور اولیاء الرحمٰن کا جو مقام ومرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ فرعون' نمرود' اولیاء الشیطان کو حاصل نہیں۔ وہ سچائی کے علمبردار' یہ برائی کے علمبردار' ان کا مقام جنت اور ان کا دوزخ۔

جھوٹے الٰہوں کے رد میں ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیں۔

پ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۱۸ میں ہے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ۔

اور اللہ کے سوا ایسی چیز (بت) کو پوجتے ہیں جو ان کا کچھ بھلا نہ کرے اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔

marfat.com

مشرکین دنیوی امور میں سفارشی ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے کیونکہ آخرت اور مرنے کے بعد اٹھنے کا تو وہ اعتقاد ہی نہیں رکھتے تھے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جھوٹے الٰہ کسی کا کوئی بھلا نہیں کر سکتے۔ بھلائی ساری کی ساری الٰہ واحد کے اختیار میں ہے اور یہ کہ یہ جھوٹے الٰہ بڑے الٰہ (الٰہ واحد) کے آگے ہمارے سفارشی ہیں اور بڑا الٰہ ان کی سفارش کو قبول کرتا ہے جبکہ الٰہ واحد نے واضح فرمادیا کہ ان کی سفارش کی ہمارے ہاں کوئی اہمیت نہیں اور دوسری طرف اللہ کے انبیاء و اولیاء کرام ہیں کہ جب اندھا حضور ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے آنکھیں مانگتا ہے تو آنکھیں ملتی ہیں، جب قحط پڑتا ہے۔ بارش کے لیے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ پیش کیا جاتا ہے تو بارش ہوتی ہے اور روز محشر باذن اللہ شفاعت شفیع امم ﷺ بھی قبول ہوگی۔

یعنی انبیاء و اولیاء کرام من دون اللہ میں شامل نہیں۔

اگر من دون اللہ میں انبیاء و اولیاء کرام بھی شامل ہوں تو پھر کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام جن کی عیسائی اور یہودی عبادت کرتے ہیں وہ بھی من دون اللہ میں شامل ہوں گے؟ ہرگز نہیں۔ شرک بالذات میں ملوث ہونا یہ عیسائیوں اور یہودیوں کا ذاتی فعل ہے۔ ان انبیاء کرام نے تو الٰہ واحد کی عبادت کا ہی حکم فرمایا ہے۔ تعلیم دی تھی۔ ناصرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام نے الٰہ واحد کی عبادت کی تبلیغ کی تھی بلکہ جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے وہ الٰہ واحد کی عبادت کی ہی تبلیغ کرتے رہے۔

پ ۱۷ سورہ الانبیآء آیت نمبر ۲۵ میں ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔	اور ہم نے تم سے (حضرت محمد ﷺ) پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے کہ میرے سوا کوئی الٰہ (معبود) نہیں تو مجھی کو پوجو۔

سورہ الاعراف میں کئی پیغمبروں کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ الٰہ واحد کی عبادت کرنے کی دعوت

marfat.com

دیتے تھے۔

پ ۸ سورہ الاعراف آیت نمبر ۵۹ میں ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحاً اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ۔ بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ (معبود) نہیں۔

آگے آیت نمبر ۶۵ میں ہے۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ۔ اور عاد کی طرف ان کی برادری سے ہود کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ (معبود) نہیں۔

آگے آیت نمبر ۷۳ میں ہے۔

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحاً قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ۔ اور ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ (معبود) نہیں۔

آگے آیت نمبر ۸۵ میں ہے۔

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْباً قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ۔ اور مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیب کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ (معبود) نہیں۔

نہ صرف انبیاء کرام بلکہ اولیاء اللہ بھی لوگوں کو الٰہ واحد کی عبادت کی دعوت دیتے تھے اور دیتے ہیں۔ ان کو بھی من دون اللہ میں شامل کرنا ظلم ہے۔ میں نے پہلے بھی کہا کہ انبیاء کی عبادت کرنا ان کی عبادت کرنے والوں کا ذاتی فعل ہے۔ اسی طرح جو لوگ اولیاء کرام کی عبادت کرتے تھے یا کرتے ہیں یہ ان کا ذاتی فعل ہے یہ من دون اللہ میں شامل نہیں۔ انبیاء و اولیاء کرام کی عبادت کرنے والے، ان کو الٰہ واحد کے علاوہ الٰہ بنانے والے اصل میں ان

marfat.com

انبیاء و اولیاء کرام کی عبادت نہیں کرتے بلکہ شیطان لعین کی عبادت کرتے ہیں۔ ان انبیاء و اولیاء کرام کے نام سے شیطان نے ان کو گمراہ کیا ہے اور اولیاء کرام کو من دون اللہ میں شامل کرنے والے درج ذیل آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

پ ۲۹ سورہ نوح آیت نمبر ۲۳ میں ہے۔

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا۔ اور بولے ہرگز نہ چھوڑنا ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو۔

یہ ود، سواع، یعوق، یغوث اور نسر قوم نوح کے جھوٹے الٰہوں کے نام ہیں جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔

صحیح بخاری شریف کتاب التفسیر میں سورہ نوح کی تفسیر میں ہے۔

"عطاء خراسانی یا عطاء بن ابی رباح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جو بت حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں پوجے جاتے تھے وہ بعد میں اہل عرب نے اپنے معبود بنا لیے۔ ود بنی کلب کا بت تھا جو دومۃ الجندل کے مقام پر رکھا ہوا تھا۔ سواع بت بنی ہذیل کا تھا۔ یغوث یہ بنی مراد کا تھا۔ پھر بنی غطیف کا جو سبا کے پاس جوف میں تھا۔ یعوق یہ ہمدان کا تھا اور نسر یہ ذی الکلاع کی آل حمیر کا بت تھا۔ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک آدمیوں کے نام ہیں۔ جب وہ وفات پا گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ جن جگہوں پر وہ اللہ والے بیٹھا کرتے تھے وہاں ان کے مجسمے بنا کر رکھ دو اور ان بتوں کے نام بھی ان نیکوں کے نام پر ہی رکھ دو۔ لوگوں نے ازراہ عقیدت ایسا کر دیا لیکن ان کی پوجا نہیں کرتے تھے جب وہ لوگ دنیا سے چلے گئے اور علم بھی کم ہو گیا تو ان کی پوجا ہونے لگ گئی۔

المختصر یہ جو پوجا ہوتی تھی یہ ان نیک بندوں کی نہیں بلکہ اصل میں شیطان کی پوجا ہوتی تھی اور شیطان بت وغیرہ من دون اللہ میں سے ہیں نا کہ وہ اولیاء کرام۔ اگر یہ انبیاء کرام اور اولیاء کرام بھی من دون اللہ میں سے ہیں تو کیا یہ بھی بحکم ربانی ان کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے؟ ہرگز نہیں۔

marfat.com

اللہ تعالی کے ہاں ان کا مقام و مرتبہ نہ صرف اس دنیا میں بلکہ اس دنیا میں بھی ہے۔
حضور ﷺ نے تصویر کی اسی لیے بڑی ممانعت فرمائی ہے خاص کر وہ تصویر جو تعظیماً رکھی جاتی ہے۔ اپنے پیروں کی تصویریں فریم کروا کے رکھنے والے اس گناہ عظیم میں مبتلا ہیں۔ انہیں فوراً ان تصویروں کو تلف کر دینا چاہیے اور حضور ﷺ کی نافرمانی سے بچنا چاہیے کہیں یہ نافرمانی ان کو جہنم کے گڑھے میں نہ لے جائے۔
جس معاملہ میں قرآن و حدیث میں واضح حکم آ گیا ہو اس میں اپنی کسی رائے کو دخل نہیں دینا چاہیے کیونکہ اہل کتاب کے بارے میں قرآن پاک میں ہے۔ (پ ۱۰ سورہ توبہ آیت نمبر ۳۱)
اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَاباً مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ انہوں نے اپنے پادریوں اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا۔
جامع ترمذی شریف ابواب تفسیر القرآن "سورہ توبہ کی تفسیر" میں ہے۔
حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت میرے گلے میں سونے کی صلیب تھی۔ آپ نے فرمایا "عدی! اس بت کو دور کردو۔ میں نے سنا کہ آپ سورہ برات سے پڑھ رہے تھے۔ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ (الخ) آپ نے فرمایا وہ ان کو پوجتے نہیں تھے بلکہ جب وہ ان کے لیے کسی چیز کو حلال قرار دیتے یہ حلال سمجھتے اور جب کسی چیز کو حرام قرار دیتے یہ حرام سمجھتے۔ (یہ حدیث غریب ہے)
آج کل بھی یہ بیماری عام ہے کہ میلاد النبی ﷺ منانا حرام ہے حالانکہ اس میں حضور ﷺ کی پیدائش، حالات زندگی اور سیرت کے مختلف پہلو بیان کئے جاتے ہیں۔ ایصال ثواب کے لیے پکایا ہوا کھانا، پھل وغیرہ حرام ہے حالانکہ اس حلال اور طیب کھانے کے حرام ہونے پر کوئی دلیل بھی نہیں۔ اگر میلاد النبی ﷺ حرام ہے تو سیرۃ النبی کانفرنس منانا بھی حرام ہونا چاہیے۔ اگر ایصال ثواب کا کھانا کھانا حرام ہے تو ختم بخاری شریف اور بیٹے بیٹی کے حفظ کرنے کی خوشی میں پکایا ہوا کھانا بھی حرام ہونا چاہیے کیونکہ اگر مروجہ طریقہ سے میلاد النبی

marfat.com

ﷺ عہد نبوی میں نہیں منائی گئی تو مروجہ طریقہ سے سیرۃ النبی کانفرنس بھی عہد نبوی میں نہیں منائی گئی۔ اگر ایصال ثواب کے مروجہ طریقے عہد نبوی میں رائج نہیں تھے تو ختم بخاری شریف بھی عہد نبوی میں نہ ہوا اور نہ ہی کسی صحابی نے اپنے بیٹے بیٹی کے حفظ کرنے کی خوشی میں دعوت دی۔

حالانکہ جو چیز اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دے دی وہ حرام ہے اور جس کے حرام ہونے پر کوئی شرعی دلیل نہیں وہ جائز ہے۔

پ ۸ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۱۶ میں ہے۔

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ۔

اور اے سننے والے زمین میں اکثر وہ ہیں کہ تو ان کے کہے پر چلے تو تجھے اللہ کی راہ سے بھکا دیں وہ صرف گمان کے پیچھے ہیں اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔

اٹکلیں دوڑاتے ہیں یعنی کہ یہ حلال ہے یہ حرام ہے۔ حالانکہ اٹکل سے کوئی چیز حلال حرام نہیں ہوتی جیسے اللہ اور اس کے رسول نے حلال کیا وہ حلال اور جسے حرام کیا وہ حرام۔

سورہ الانعام میں ہی آیت نمبر ۱۱۸۔ اور ۱۱۹ میں ہے۔

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ۝

تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو اور تمہیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا وہ تم سے مفصل بیان کر چکا جو کچھ تم پر حرام ہوا مگر جب تمہیں اس سے مجبوری ہو اور بے شک بہتیرے اپنی خواہشوں سے گمراہ کرتے ہیں بے جانے۔ بے شک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

marfat.com

اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں کا مفصل ذکر فرمادیا ہے۔ کوئی ایسی حرام چیز چھوڑی نہیں جس کا ذکر نہ کر دیا ہو۔ اب کوئی کسی چیز کو حرام قرار دیتا ہے تو اس کے حرام ہونے کے لیے حکم حرمت درکار ہے اور جس چیز کے متعلق حکم حرمت (حرام ہونے کا حکم) نہ ہو وہ مباح ہے۔

پ ۱۹ سورۃ الفرقان آیت نمبر ۴۳ میں ہے۔

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ — کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنی جی کی خواہش کو اپنا خدا بنالیا۔

پ ۲۵ سورہ الجاثیۃ آیت نمبر ۲۳ میں ہے۔

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ — بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرالیا۔

یعنی حکم الٰہی کی پرواہ نہ کرنا۔ یہ بھی ایک طرح سے شرک ہے۔

بے شک بے شک کسی کو نفع و فائدہ پہنچانا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے لیکن اللہ کی عطا اور اذن سے انبیاء' اولیاء اور دوسرے انسان اور اشیاء بھی نفع و فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ جیسے حضور ﷺ نے کئی صحابیوں کو ان کی جسمانی تکلیفوں کو دور کر کے فائدہ پہنچایا جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ کو درست فرمادیا۔ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کے بھول جانے کے مرض کو دور فرمادیا۔ کئی موقعوں پر پیاسوں اور ضرور تمندوں کے لیے انگلیوں سے پانی کے چشمے بہادیے۔

حجر اسود روز قیامت اپنے چومنے اور سلام کرنے والوں کو نفع پہنچائے گا۔

حضور ﷺ کے جبہ مبارک کا دھوون بیماروں کو شفایاب کر دیتا یعنی ان کو نفع پہنچاتا (صحیح مسلم) اور صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو وہ اس کو نفع پہنچائے۔

آپ کے ہاتھ مبارک سے لگنے کی برکت سے پانی بھی نفع پہنچانے لگتا اسی لیے مدینہ کے لوگ

marfat.com

صبح کو اپنے پانی سے بھرے برتن لے کر حاضر ہوتے تاکہ آپ اس میں اپنا ہاتھ مبارک ڈبو دیں اور وہ اس پانی سے نفع حاصل کریں۔ (صحیح مسلم شریف)

آپ کے بال مبارک اور تھوک مبارک بھی حصول نفع کے لیے حاصل کئے جاتے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حصول برکت و نفع کے لیے آپ کا بال مبارک اپنی ٹوپی مبارک میں رکھا ہوا تھا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ ان کے انتقال کے بعد آپ کے بال مبارک ان کی زبان کے نیچے رکھ دینا یعنی ان کا بھی آپ کے بال مبارک کے نفع پہنچانے کا یقین تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے ابو طالب کو بھی کچھ نفع دیا۔ وہ آپ کی رعایت کرتے تھے آپ کے لیے غضب ناک ہوتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے اسے بھی نفع دیا کہ اب صرف اس کی ایڑھیاں آگ میں ہیں اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے آخری طبقہ میں ہوتے۔

قرآن پاک اپنی تلاوت کرنے والوں کو نفع پہنچائے گا۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دوسرے اعمال صالحہ بھی فائدہ پہنچائیں گے۔

مسجد اپنے نمازیوں کو اور اس کی تعمیر و توسیع پر حلال کمائی صرف کرنے والوں کو نفع پہنچائے گی۔ نیک اولاد اپنے والدین کو نفع پہنچائے گی اور نیک والدین بھی اپنی نیک اولاد کو نفع پہنچائیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ نفع پہنچایا کہ ان کی بینائی لوٹا دی۔

حضور ﷺ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو بھی صحابہ کرام برکت و نفع کے لیے اپنے جسموں پر ملتے تھے۔

تابوت سکینہ جس میں انبیاء کرام کے تبرکات تھے، بنی اسرائیل کے لیے فیض رساں تھا۔

marfat.com

مقام ابراھیم امت محمدیہ ﷺ کے لیے تا قیامت جائے سجدہ بن کر نفع و فیض کا سبب بنا ہوا ہے۔

خانہ کعبہ اور مسجد نبوی بھی اہل ایمان کے لیے نفع کا سبب ہیں کہ خانہ کعبہ میں ایک نماز کا ثواب لاکھ نماز کے برابر ہے اور مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نماز کے برابر ہے بلکہ مدینہ منورہ کی خاک بھی فیض رساں ہے۔

حضور ﷺ کی قمیض مبارک اور دوسری چیزیں صحابہ کرام نے فیض حاصل کرنے کے لیے حاصل کیں اور یہ جو عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کو آپ کی قمیض مبارک کے فائدہ نہ پہنچانے کی حدیث پیش کرتے ہیں تو وہ یہ نہیں پڑھتے کہ آپ نے تو خود ہی فرمادیا تھا کہ میری قمیض اس کو کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ یہ قمیض مبارک تو آپ نے اس کے بیٹے حضرت عبداللہ کے جو آپ کے سچے صحابی تھے مانگنے پر عطا کی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے۔"

لیکن مندرجہ ذیل اوقات ہیں کہ وہ بھی فائدہ پہنچاتے ہیں کہ ان اوقات میں دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ (۱) رات کے آخری حصے میں۔ (بخاری و مسلم) (۲) شب قدر میں۔ (ترمذی) (۳) جمعہ کی رات میں۔ (ابو داؤد) (۴) عرفہ (نوذی الحجہ) کے دن۔ (ترمذی) (۵) اذان کے فوراً بعد۔ (ابو داؤد) (۶) اذان اور اقامت کے درمیان۔ (ابو داؤد) (۷) سجدہ کی حالت میں۔ (مسلم) (۸) ہر فرض نماز کے بعد۔ (ترمذی) (۹) آب زم زم پیتے وقت۔ (متدرک) (۱۰) تلاوت اور ختم قرآن کے بعد۔ (ترمذی) (۱۱) روزہ افطار کرتے وقت۔ (ترمذی) (۱۲) بارش کے وقت۔ (مشکوٰۃ) (۱۳) جمعہ کے دن کسی خاص وقت۔ (مسلم)

درج ذیل مقامات بھی فائدہ پہنچاتے ہیں کہ وہاں دعا جلد قبول ہوتی ہے۔

(۱) بیت اللہ شریف کے پاس۔ (۲) رکن یمانی کے پاس۔ (۳) حطیم میں۔ (۴) عرفات

marfat.com

میں۔(۵) منیٰ میں۔(٦) مقام ابراہیم کے پیچھے۔(٧) صفا و مروہ پر۔

المختصر ہر چیز جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے۔ وہ اہل ایمان کے لیے نفع کا سبب ہے لیکن دوسری طرف شیطان نے جو جھوٹے الہٰ اور بت بنوائے ہوئے ہیں وہ کسی کو نفع پہنچانے کا سبب نہیں ہیں۔ انہیں کسی کو نفع پہنچانے کا اختیار ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ ان نصاریٰ کا رد کرتے ہوئے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہ السلام کے نام پر شیطان اور اس کے چیلوں جنات وغیرہ کی عبادت کرتے ہیں۔

سورہ المائدہ پ ٦، آیت نمبر ٧٦ میں فرماتا ہے۔

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

تم فرماؤ کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو تمہارے نقصان کا مالک نہ نفع کا اور اللہ ہی سنتا جانتا ہے۔

میں پھر کہوں گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت مریم علیہ السلام، صالحین کرام اور ملائکہ جن کو تم من دون اللہ میں شامل کرتے ہو وہ من دون اللہ نہیں۔ کفار مشرکین ان کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ شیطان ان کے ناموں سے اپنی عبادت کرواتا ہے۔ قرآن پاک سے اس کی ایک اور دلیل پیش کرتا ہوں۔

پ ١٢ سورہ یوسف آیت نمبر ٤٠ میں ہے۔

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ

تم اس کے سوا نہیں پوجتے مگر نرے نام جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے تراش لیے ہیں۔ اللہ نے ان کی کوئی سند نہ اتاری۔

یعنی تم انبیاء کرام، صالحین کرام اور ملائکہ کو نہیں پوجتے بلکہ ان کے ناموں سے شیطان کو پوجتے ہو۔ انبیاء کرام، صالحین کرام اور ملائکہ کے لیے من دون اللہ استعمال کرنا کلام الٰہی میں تحریف کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہی بات دوبارہ پ ٢٧ سورہ النجم آیت نمبر ٢٣ مین بیان فرمائی کہ

marfat.com

اِنْ هِیَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ۔

وہ تو نہیں مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری۔

من دون اللہ کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نہیں اتاری لیکن اپنے انبیاء کرام کے لیے آسمانی کتابیں اور صحیفے اتارے نیز معجزات اور دیگر خصائص سے نوازا اور اولیاء کرام کے لیے فرمایا کہ ان کو کوئی ڈر خوف نہیں۔ ان کو کرامات سے نوازا اور ان کی دعاؤں کو بھی شرف قبولیت سے نوازتا ہے۔

پ ۶ سورہ النسآء آیت نمبر ۱۶۳ میں ہے۔

اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ كَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِیْسٰی وَاَیُّوْبَ وَیُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَیْمٰنَ وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا۔

بے شک اے محبوب ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے وحی نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کو بھیجی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کو وحی کی اور اہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

المختصر یہ ثابت ہوا کہ من دون اللہ کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نہیں اتاری لیکن انبیاء کرام پر اپنی وحی، صحیفے اور کتابیں اتاریں۔ الغرض انبیاء کرام اور اولیاء کرام من دون اللہ میں سے نہیں ہیں۔ نہ جانے بعض کیوں ان کو من دون اللہ میں شامل کر کے اپنی آخرت برباد کر رہے ہیں۔

یہ من دون اللہ کو ماننے والے تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے وہ نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

پ ۶ سورہ المائدہ آیت نمبر ۶۴ میں ہے۔

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ یَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ

اور یہودی بولے اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔

marfat.com

اسی آیت میں آگے اللہ تعالیٰ نے ان کی نفی فرمائی اور فرمایا کہ

بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ بلکہ اس کے ہاتھ کشادہ ہیں۔

يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ عطا فرماتا ہے جسے چاہے۔

اب میں چند آیات اور پیش کر دیتا ہوں جن میں من دون اللہ کے لیے نفع و نقصان کی نفی فرمائی گئی ہے تاکہ انبیاء کرام اور اولیاء کرام کو من دون اللہ میں شامل کرنے والے ان کو اپنے مطلب کے لیے استعمال نہ کر سکیں۔

پ ۱۳ سورہ الرعد آیت نمبر ۱۶ میں ہے۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ۔

تم فرماؤ کون رب ہے آسمانوں اور زمین کا تم خود ہی فرماؤ اللہ تم فرماؤ تو کیا اس کے سوا تم نے وہ حمایتی بنا لیے ہیں جو اپنا بھلا برا نہیں کر سکتے تم فرماؤ کیا برابر ہو جائیں گے اندھا اور انکھیارا یا برابر ہو جائیں گی اندھیریاں اور اجالا۔

پ ۱۹ سورہ الفرقان آیت نمبر ۵۵ اور ۵۶ میں ہے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا۔

اور اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں جو ان کا بھلا برا کچھ نہ کریں اور کافر اپنے رب کے مقابل شیطان کو مدد دیتا ہے اور ہم نے تمہیں (اے محمد ﷺ) نہ بھیجا مگر خوشی اور ڈر سناتا۔

ان آیات سے بھی ثابت ہوا کہ من دون اللہ اصل میں شیطان ہے یا اس کے چیلے نہ کہ انبیاء کرام۔ انبیاء کرام کو اللہ کا بیٹا بنانا' ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں بنانا یہ ان کفار و مشرکین کا ذاتی فعل ہے جو کہ انہوں نے شیطان کے بہکاوے میں کیا۔

پ ۱۷ سورہ الانبیاء آیت ۲۶'۲۷'۲۸ میں ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ اور بولے رحمٰن نے بیٹا اختیار کیا' پاک ہے وہ

marfat.com

بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ہ لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ ہ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی وَهُمْ مِّنْ خَشْیَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ۔

بلکہ بندے ہیں عزت والے۔ (یعنی فرشتے اس کے برگزیدہ اور مکرم بندے ہیں) بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر کاربند ہوتے ہیں۔ وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور شفاعت نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے وہ پسند فرمائے اور اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں۔

آخری آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ اس کی جسے اللہ پسند فرمائے شفاعت بھی کرتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء کرام اور اولیاء کرام کی شفاعت بھی انہیں کے لیے ہے جنہیں اللہ پسند فرماتا ہے اور صحیح بخاری شریف میں حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ

اُعْطِیْتُ الشَّفَاعَةَ

مجھے حق شفاعت دیا گیا۔

المختصر اللہ تعالیٰ نے نفع و نقصان کی نفی فرمائی تو من دون اللہ کے لیے۔ سفارش کی نفی فرمائی تو من دون اللہ کے لیے' اختیار کی نفی فرمائی تو من دون اللہ کے لیے' سماع کی نفی فرمائی تو من دون اللہ کے لیے' نصرت وامداد کی نفی فرمائی تو من دون اللہ کے لیے نہ کہ انبیاء کرام' ملائکہ اور اولیاء کرام کے لیے اور جہاں انبیاء کرام' ملائکہ اور اولیاء کرام کے لیے نفع پہنچانے' نصرت وامداد اور اختیار کی نفی ہے تو وہ ان کے ذاتی اختیار کی نفی ہے نہ کہ عطائی اور بتایا ہے کہ جس کو جو بھی کمال اور مرتبہ حاصل ہے تو یہ اللہ کی عطا سے ہی حاصل ہے۔

پ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۴۹ میں حضور ﷺ کے متعلق ہے۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ

تم فرماؤ میں اپنی جان کے برے بھلے کا (ذاتی) اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے۔

پ ۹ سورہ الاعراف آیت نمبر ۱۸۸ میں ہے۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا

تم (اے محمد ﷺ) فرماؤ میں اپنی جان کے

marfat.com

اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ہ

بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں (ذاتی طور پر) غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی میں تو یہی ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں انہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔

"مگر جو اللہ چاہے" سے عطائی اختیار ثابت ہوتا ہے اگر کسی میں ذرہ برابر بھی ذاتی اختیار' قدرت اور علم مانا جائے تو وہ شرک ہوتا ہے۔

صدر الافاضل حضرت سید نعیم الدین مرآد آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے تفسیر خزائن العرفان میں اس آیت کا شان نزول اس طرح بیان فرمایا ہے۔

"غزوہ بنی مصطلق سے واپسی کے وقت راہ میں تیز ہوا چلی چوپائے بھاگے تو نبی کریم ﷺ نے خبر دی کہ مدینہ طیبہ میں رفاعہ کا انتقال ہو گیا اور یہ بھی فرمایا کہ دیکھو میرا ناقہ کہاں ہے؟ عبداللہ بن ابی منافق اپنی قوم سے کہنے لگا' ان کا کیسا عجیب حال ہے کہ مدینہ میں مرنے والے کی تو خبر دے رہے ہیں اور اپنا ناقہ معلوم نہیں کہ کہاں ہے۔ سید عالم ﷺ پر اس کا یہ قول بھی مخفی نہ رہا۔ حضور نے فرمایا منافق لوگ ایسا ایسا کہتے ہیں اور میرا ناقہ اس گھاٹی میں ہے۔ اس کی نکیل ایک درخت میں الجھ گئی ہے چنانچہ جیسا فرمایا تھا اسی شان سے وہ ناقہ پایا گیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔" (تفسیر کبیر)

مزید آگے فرماتے ہیں۔

"کہ میں اپنی ذات سے غیب نہیں جانتا اور جو جانتا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی اطلاع اور عطا سے ہے۔ (خازن) حضرت مترجم قدس سرہ نے فرمایا' بھلائی جمع کرنا اور برائی نہ پہنچوانا اسی کے اختیار میں ہو سکتا ہے جو ذاتی قدرت رکھے اور ذاتی قدرت وہی رکھے گا جس کا علم بھی ذاتی ہو' کیونکہ جس کی ایک صفت ذاتی ہو اس کے تمام صفات ذاتی۔ تو معنی ہوئے کہ اگر مجھے غیب کا علم ذاتی ہوتا تو قدرت بھی ذاتی ہوتی اور میں بھلائی جمع کر لیتا اور برائی نہ پہنچنے دیتا' بھلائی سے

marfat.com

مراد راحتیں، کامیابیاں اور دشمنوں پر غلبہ ہے اور برائیوں سے تنگی و تکلیف اور دشمنوں کا غالب آنا ہے۔"

مزید آگے فرماتے ہیں۔

"تو حاصل کلام یہ ہوگا کہ اگر میں نفع و ضرر کا ذاتی اختیار رکھتا، تو اے منافقین و کافرین تمہیں سب کو مومن کر ڈالتا اور تمہاری کفری حالت دیکھنے کی تکلیف مجھے نہ پہنچتی۔"

اسی طرح اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے ذاتی اور مستقل اختیار اور قدرت کو بیان کیا گیا ہے۔

وَاِنۡ يَّمۡسَسۡكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنۡ يُّرِدۡكَ بِخَيۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِهٖ ؕ يُصِيۡبُ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ۝ (پ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۱۰۷)	اور اگر تجھے اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں اس کے سوا اور اگر تیرا بھلا چاہے تو اس کے فضل کا رد کرنے والا کوئی نہیں اسے پہنچاتا ہے اپنے بندوں میں جسے چاہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

مسلمانوں کو مشرک بنانے والوں کا سارا کاروبار ہی شرک کے غلط مفہوم کی بنا پر ہے۔ انہیں ہر کوئی شرک میں ہی گرفتار نظر آتا ہے۔ ان کی نظروں میں حقیقی اور مجازی معنوں میں کوئی فرق نہیں۔ یہ بالکل درست ہے کہ بارش برسانا، روزی پہنچانا، بیمار کو تندرست کرنا، مشکل و مصیبت سے محفوظ رکھنا اور مبتلا کرنا، اولاد عطا کرنا، غیب داں ہونا، ہر جگہ موجود ہونا، ہر کسی کی ہر بات کو سن لینا، ہر کسی کے ہر عمل کو دیکھ لینا، مشکل و مصیبت میں مدد کرنا، مارنا، زندہ کرنا، کائنات کی ہر چیز کا مالک و مختار ہونا، نفع و نقصان کا اختیار ہونا، کسی کو عزت دینا، کسی کو ذلت دینا، کسی کی منتیں و مرادیں قبول کرنا یا نہ کرنا، کسی کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشنا یا نہ بخشنا، کسی کو راہ ہدایت پر لانا یا نہ لانا،

یہ سب اللہ وحدہ لا شریک کے لیے ہے۔ ان سب میں تصرف، قدرت، اختیار اور علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کے اختیارات میں کسی کو شریک نہیں کیا۔ مطلق و لا محدود تصرف، قدرت، اختیار اور علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے اور عطائی و محدود

marfat.com

تصرف' قدرت' اختیار اور علم اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں' اولیاء کرام اور بندوں کو بھی حاصل ہیں۔ اہل سنت و جماعت اور نام نہاد توحید پرستوں میں اصل جھگڑا ہی یہی ہے کہ نام نہاد موحد حضرات مجازی تصرف' قدرت' اختیار اور علم کا عقیدہ رکھنے والوں پر حقیقی تصرف' قدرت' اختیار اور علم کا عقیدہ رکھنے والوں کا فتویٰ جڑتے ہیں اور جو آیات واحادیث مطلق و لامحدود تصرف' قدرت' اختیار اور علم کے لیے ہیں ان کو عطائی و محدود تصرف' قدرت' اختیار اور علم کے رد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ ہم ان کے قطعی انکاری نہیں۔ ہم ہر اس آیت وحدیث پر دل و جان سے ایمان رکھتے ہیں لیکن ان کو اپنے ذاتی مطلب اور فائدہ کے لیے استعمال نہیں کرتے اور علماء کرام اس عطائی و محدود تصرف' قدرت' اختیار اور علم کی مثال اس طرح دیا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی ولامحدود تصرف' قدرت اختیار' علم وغیرہ کی مثال بحر ناپیدا کنار (یعنی ایسا سمندر جس کی حدیں ہی نہ ہوں جسکی وسعت اور گہرائی کا اندازہ لگانا محال و ناممکن ہو) کی ہے اور عطائی و محدود تصرف' قدرت' اختیار' علم وغیرہ کی مثال اس طرح ہے کہ اس بحر ناپیدا کنار سے ایک معمولی قطرہ پانی کا ہو یا وہ بھی نہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ذاتی ولامحدود تصرف' قدرت' اختیار' علم وغیرہ کے آگے اس عطائی و محدود کی کچھ بھی حیثیت نہیں ہے۔ اس کی وضاحت ہم قرآن وحدیث سے کرتے ہیں۔

جب انبیاء کرام اور اولیاء کرام میں اختیار' قدرت' علم بعطائے الٰہی مانا جارہا ہے تو اسی سے شرک کی نفی ہو گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات اور اختیارات اس کی ذاتی ہیں۔ عطائی ہونا ہی ان کی عبدیت کا ثبوت ہے اور شرک کی نفی ہے۔

میں اب اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب لاجواب ''الامن والعلیٰ'' سے چند احادیث بطور ثبوت پیش کرتا ہوں۔

حدیث نمبر ۱: حضور ﷺ نے فرمایا ''میری تمہاری کہاوت ایسی ہے جیسے کسی نے آگ روشن کی پنکھیاں اور جھینگر اس میں گرنا شروع ہوئے وہ انہیں آگ سے ہٹا رہا ہے۔

وَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَاَنْتُمْ   اور میں تمہاری کمریں پکڑے تمہیں آگ سے

marfat.com

تَفِلُّوْنَ مِنْ یَدِیَ۔ | نکارہا ہوں اور تم میرے ہاتھ سے نکلنا چاہتے ہو۔

احمد و مسلم عن جابر و احمد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حدیث نمبر۲: حضور ﷺ نے فرمایا

اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی عِبَادًا اِخْتَصَّھُمْ بِحَوَائِجِ النَّاسِ یَفْزَعُ النَّاسُ اِلَیْھِمْ فِی حَوَائِجِھِمْ اُولٰئِکَ الْاٰمِنُوْنَ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ۔

اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حاجت روائی خلق کے لیے خاص فرمایا ہے لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لاتے ہیں یہ بندے عذاب الٰہی سے اماں میں ہیں۔

اَلطَّبْرَانِی فِی الْکَبِیْرِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا بِسَنَدٍ حَسَنٍ

حدیث نمبر۳: حضور ﷺ نے فرمایا

اَلْاَبْدَالُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلٰثُوْنَ بِھِمْ تَقُوْمُ الْاَرْضُ وَبِھِمْ تُمْطَرُوْنَ وَبِھِمْ تُنْصَرُوْنَ۔

ابدال میری امت میں تیس ہیں انہیں سے زمین قائم ہے انہیں کے سبب تم پر مینہ اترتا ہے انہیں کے باعث تمہیں مدد ملتی ہے۔

اَلطَّبْرَانِی فِی الْکَبِیْرِ عَنْ عِبَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ۔

حدیث نمبر۴: امام احمد اپنی مسند اور ابن حبان اپنی صحیح اور ضیاء مقدسی صحیح مختارہ ابو نعیم دلائل النبوۃ میں بسند صحیح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے راوی حضور بعطائے الٰہی مالک تمام دنیا ﷺ فرماتے ہیں۔

اُتِیْتُ بِمَقَالِیْدِ الدُّنْیَا عَلٰی فَرَسٍ اَبْلَقَ جَآءَنِیْ بِہٖ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ قَطِیْفَۃٌ مِّنْ سُنْدُسٍ۔

دنیا کی کنجیاں ابلق گھوڑے پر رکھ کر میری خدمت میں حاضر کی گئیں۔ جبریل لے کر آئے اس پر نازک ریشم کا زین پوش بانقش و نگار

marfat.com

پڑا تھا۔

حدیث نمبر۵: بخاری شریف میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب ابن جمیل نے زکوٰۃ دینے میں کمی کی سید عالم نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

مَایَنْقِمُ اِبْنُ جَمِیْلٍ اِلَّا اِنَّہٗ کَانَ فَقِیْرًا فَاَغْنَاہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔ — ابن جمیل کو کیا برا لگا یہی نہ کہ وہ محتاج تھا اللہ و رسول نے اسے غنی کر دیا۔

(جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

حدیث نمبر٦: حضور ﷺ نے فرمایا

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مَوْلٰی مَنْ لَا مَوْلٰی لَہٗ — جس کا کوئی نگہبان نہ ہو اللہ ورسول اس کے نگہبان ہیں۔

اَلتِّرْمِذِیُّ وَ حَسَنَہٗ وَابْنُ مَاجَۃَ عَنْ اَمِیْرِالْمُؤْمِنِیْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔

علامہ مناوی تیسیر میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

ای حَافِظُ مَنْ لَّا حَافِظَ لَہٗ

یعنی ارشاد حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس کا کوئی حافظ نہیں اللہ ورسول اس کے حافظ ہیں۔

حدیث نمبر۷: جب حضور اقدس ﷺ نے فرمایا

مَانَفَعَنِیْ مَالٌ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالَ اَبِیْ بَکْرٍ — مجھے کسی مال نے وہ نفع نہ دیا جو ابو بکر کے مال نے دیا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ روئے اور عرض کی

ھَلْ اَنَاوَمَالِیْ اِلَّا لَکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ — میری جان ومال کا مالک حضور کے سوا کون ہے یا رسول اللہ۔

اَحْمَدُ فِیْ مُسْنَدِہٖ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

حدیث نمبر۸: جب جعرانہ کے اموال غنیمت حضور پر نور ﷺ نے قریش و دیگر

marfat.com

اقوام عرب کو عطا فرمائے اور انصار کرام نے اس میں سے کوئی شے نہ پائی انہیں (اس خیال سے کہ شاید حضور اقدس ﷺ کو ہم پر اب وہ نظر توجہ و کرم نہ رہی شاید اب اپنی قوم قریش کی طرف زیادہ التفات فرمائیں۔ بمقتضائے سنت عشاق کہ دوسروں پر لطف محبوب زائد دیکھ کر رنجیدہ و کبیدہ ہوتے ہیں) ملال گزرا یہاں تک کہ بعضوں کی زبان پر بعض کلمات شکایت آمیز آئے۔

حضور اقدس ﷺ نے سنا خاطر انور پر ناگوار گزرا انہیں جمع کر کے ارشاد فرمایا۔

اَلَمْ اَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللّٰهُ اَلَمْ اَجِدْكُمْ عَالَةً فَاَغْنَاكُمُ اللّٰهُ

کیا میں نے تمہیں نہ پایا گمراہ پس اللہ عزوجل نے تمہیں راہ دکھائی کیا میں نے تمہیں نہ پایا محتاج پس اللہ عزوجل نے تمہیں تونگری دی۔

اور صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند امام احمد میں یوں ہے۔

یَامَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَمْ اَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللّٰهُ بِیْ وَكُنْتُمْ مُتَفَرِّقِیْنَ فَاَلَّفَكُمُ اللّٰهُ بِیْ وَكُنْتُمْ عَالَةً فَاَغْنَاكُمُ اللّٰهُ بِیْ۔

اے گروہ انصار کیا میں نے نہ پایا تمہیں گمراہ پس اللہ عزوجل نے تمہیں میرے ذریعے ہدایت کی اور تمہارے آپس میں پھوٹ تھی اللہ تعالیٰ نے میرے وسیلے سے تم میں موافقت کر دی اور تم محتاج تھے اللہ عزوجل نے میرے واسطے سے تمہیں تونگری بخشی۔

انصار کرام ہر کلمے پر عرض کرتے جاتے تھے۔

نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَمِنْ غَضَبِ رَسُوْلِهٖ۔

ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اور اللہ کے غضب اور رسول اللہ کے غضب سے (عزوجل و ﷺ)

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا

اَلَا تُجِیْبُوْنَ

جواب کیوں نہیں دیتے۔

انصار نے عرض کی۔

اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمَنُّ وَاَفْضَلُ

اللہ اور رسول کا احسان زائد ہے۔

marfat.com

اللہ اور رسول کا فضل بڑا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا تم چاہو تو جواب دے سکتے ہو انصار کرام روئے اور باربار عرض کرنے لگے۔

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمَنُّ وَ اَفْضَلُ — اللہ ورسول کا احسان زائد ہے۔

اللہ ورسول کا فضل بڑا ہے۔

اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ فِی مُصَنَّفِہٖ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔

حدیث نمبر۹: حضور ﷺ نے فرمایا

اِعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ — یقین جان لو کہ زمین کے مالک اللہ ورسول ہیں۔

اَلْبُخَارِیُّ فِی الْجِھَادِ مِنَ الْجَامِعِ الصَّحِیْحِ بَابِ اِخْرَاجِ الْیَھُوْدِ مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔

حدیث نمبر ۱۰: صحیحین میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک تصویر دار قالین خریدا حضور سید عالم ﷺ باہر سے تشریف لائے دروازے پر رونق افروز ہوئے اندر قدم کرم نہ رکھا۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے چہرہ انور میں اثر ناراضی پایا (اللہ انہیں ناراض نہ کرے دونوں جہاں میں) عرض کرنے لگیں

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ وَاِلٰی رَسُوْلِہٖ مَاذَا اَذْنَبْتُ — یارسول اللہ میں اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں مجھ سے کیا خطا ہوئی ہے۔

حدیث نمبر ۱۱: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے ہے جب ان کی توبہ قبول ہوئی انہوں نے مولائے دو جہاں ﷺ سے عرض کی۔

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِیْ اَنْ — یارسول اللہ میری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ میں

marfat.com

اَنْخَلِعَ مِنْ مَالِیْ صَدَقَةً اِلَی اللّٰهِ وَاِلٰی رَسُوْلِهٖ ﷺ

اپنے سارے مال سے نکل جاؤں اللہ اور اللہ کے رسول کے لیے صدقہ کر کے۔

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے۔

ای صَدَقَةً خَالِصَةً لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِلٰی بِمَعْنَی اللَّامِ

یعنی اس حدیث میں اللہ و رسول کی طرف صدقہ کرنے کے معنی اللہ و رسول کے لیے تصدق ہیں۔

تو حاصل یہ کہ اپنا سارا مال خاص خدا اور رسول کے نام پر تصدق کر دوں تبارک و تعالیٰ و ﷺ۔

حدیث نمبر ۱۲: صحیحین میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

اِنَّ لِیْ اَسْمَآءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَّاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِیَ الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰهُ بِیَ الْکُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ عَلٰی قَدَمَیَّ۔

بے شک میرے متعدد نام ہیں میں محمد ہوں میں احمد ہوں میں ماحی یعنی کفر و شرک کا مٹانے والا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعے سے کفر مٹاتا ہے میں حاشر یعنی مخلوق کو حشر دینے والا ہوں کہ میرے قدموں میں تمام لوگوں کا حشر ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۳: صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

اَنَا مُحَمَّدٌ وَّاَحْمَدُ وَالْمُقَفِّیْ وَالْحَاشِرُ وَنَبِیُّ التَّوْبَةِ وَ نَبِیُّ الرَّحْمَةِ۔

میں محمد ہوں اور احمد اور سب انبیاء کے بعد آنے والا اور خلائق کو حشر دینے والا اور توبہ کا نبی اور رحمت کا نبی ﷺ

حدیث نمبر ۱۴: صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند امام احمد میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے ہے انہوں نے حضور اقدس رحمت عالم ﷺ سے عرض کی کہ حضور نے اپنے چچا ابو طالب کو کیا نفع دیا، خدا کی قسم وہ حضور کی حمایت کرتا، حضور کے لیے لوگوں سے لڑتا

marfat.com

جھگڑ تا تھا۔ فرمایا

وَجَدْتُہٗ فِیْ غَمَرَاتٍ مِّنَ النَّارِ فَاَخْرَجْتُہٗ اِلٰی ضِحْضَاحٍ۔ میں نے اسے سراپا آگ میں ڈوبا پایا تو میں نے اسے کھینچ کر پاؤں تک کی آگ میں کر دیا۔

حدیث نمبر ۱۵: طبرانی معجم کبیر میں بسند حسن سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ الشَّمْسَ فَتَاَخَّرَتْ سَاعَۃً مِّنْ نَّھَارٍ سید عالم ﷺ نے آفتاب کو حکم دیا کہ کچھ دیر چلنے سے باز رہ فوراً ٹھہر گیا۔

اس حدیث حسن کا واقعہ اس حدیث صحیح کے واقعہ عظیمہ سے جدا ہے جس میں ڈوبا ہوا سورج حضور کے لیے پلٹا ہے یہاں تک کہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے نماز عصر کی جو خدمت گزاری محبوب باری ﷺ میں قضا ہوئی تھی ادا فرمائی۔

امام اجل طحاوی وغیرہ اکابر نے اس حدیث کی تصحیح کی۔

حدیث نمبر ۱۶: صحیحین بخاری و مسلم و سنن وغیرہا میں حدیث صحیح جلیل ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے پیارے محبوب ﷺ سے عرض کرتی ہیں۔

مَا اَرٰی رَبَّکَ اِلَّا یُسَارِعُ فِیْ ھَوَاکَ یارسول اللہ میں حضور کے رب کو نہیں دیکھتی مگر حضور کی خواہش میں جلدی وشتابی کرتا ہوا۔

حدیث نمبر ۱۷: نسائی و ترمذی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و طبرانی و حاکم و بیہقی نے سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور امام ترمذی نے حسن غریب صحیح اور طبرانی و بیہقی نے صحیح اور حاکم نے بر شرط بخاری و مسلم صحیح کہا اور امام حافظ الحدیث زکی الدین عبدالعظیم منذری وغیرہ آئمہ نقد و تنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلم و برقرار رکھا جس میں حضور

marfat.com

اقدس ﷺ نے نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَامُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِیُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ۔

الٰہی میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد ﷺ کے وسیلے سے جو مہربانی کے نبی ہیں یارسول اللہ میں حضور کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تاکہ میری حاجت روائی ہو الٰہی انہیں میرا شفیع کر ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

تو اس اندھے کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔

سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے زمانہ خلافت امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں یہی دعا ایک صاحب حاجت مند کو تعلیم فرمائی۔ معجم کبیر امام طبرانی میں یہ حدیث یوں ہے کہ ایک شخص امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں اپنی کسی حاجت کے لیے حاضر ہوا کرتے تھے۔ امیر المؤمنین اس کی طرف التفات نہ فرماتے نہ ان کی حاجت پر غور کرتے۔ ایک دن عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملے ان سے شکایت کی۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا وضو کی جگہ جا کر وضو کرو پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو پھر اوپر مذکورہ دعا پڑھنے کی تعلیم فرمائی۔

صاحب حاجت نے جا کر ایسا ہی کیا پھر امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے دروازے پر حاضر ہوئے۔ دربان آیا ہاتھ پکڑ کر امیر المؤمنین کے حضور میں لے گیا امیر المؤمنین نے اپنے ساتھ مسند پر بیٹھایا اور فرمایا کیسے آئے انہوں نے اپنی حاجت عرض کی۔ امیر المؤمنین نے فوراً روا فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا اتنے دنوں میں تم نے اس وقت ہم سے اپنی حاجت کہی اور فرمایا جب کبھی تمہیں کوئی حاجت پیش آئے میرے پاس آنا۔ اب یہ صاحب امیر المؤمنین کے پاس سے نکل کر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملے۔

marfat.com

ان سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے امیر المؤمنین نہ میری حاجت میں غور فرماتے تھے نہ میری طرف التفات لاتے یہاں تک کہ آپ نے میری سفارش **ان** سے کی۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم میں نے تو تمہارے بارے میں امیر المؤمنین سے کچھ بھی نہ کہا۔ مگر ہے یہ کہ میں نے سید عالم ﷺ کو دیکھا حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور اپنی نابینائی کی شکایت حضور ﷺ سے عرض کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا موضع وضو پر جا کر وضو کر کے دو رکعت نماز پھر یہ دعائیں پڑھ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ نابینا ہمارے پاس انکھیارے ہو کر آئے گویا کبھی ان کی آنکھوں میں کچھ نقصان نہ تھا۔

امام طبرانی اس حدیث کی متعدد اسنادیں ذکر کر کے فرماتے ہیں۔

وَالْحَدِیْثُ صَحِیْحٌ — یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث نمبر۱۸: صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَاِنِّىْ اُحَرِّمُ مَابَيْنَ لَابَتَيْهَا

بے شک ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ معظمہ کو حرم کر دیا اور میں مدینہ کے دونوں سنگلاخ کے درمیان کو حرم کرتا ہوں۔

ھو الطحاوی عن رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صحیح مسلم میں ہی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ فَجَعَلَهَا حَرَمًا وَاِنِّىْ حَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ حَرَامًا مَّابَيْنَ مَأْزِمَيْهَا اَنْ لَّا يُهْرَاقَ فِيْهَا دَمٌ وَّلَا يُحْمَلُ سَلَاحٌ لِّقِتَالٍ وَّلَا تُخْبَطُ فِيْهَا شَجَرَةٌ اِلَّا بِعَلْفٍ۔

الٰہی بے شک ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ معظمہ کو حرام کر کے حرم بنا دیا اور بے شک میں نے مدینہ کے دونوں کناروں میں جو کچھ ہے اسے حرم بنا کر حرام کر دیا کہ اس میں کوئی خون نہ گرایا جائے نہ لڑائی کے لیے ہاتھ

marfat.com

باندھیں نہ کسی پیڑ کے پتے جھاڑیں مگر
جانور کو چارہ دینے کے لیے۔

اور صحیحین میں حضرت ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔

ایک مرد قریش نے عرض کی مگر اذخر یارسول اللہ کہ ہم اسے اپنے گھروں اور قبروں میں صرف کرتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا مگر اذخر مگر اذخر۔

حدیث نمبر ۱۹: مسند احمد و سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لَوْلَا ضُعْفُ الضَّعِيْفِ وَسُقْمُ السَّقِيْمِ — اگر کمزور کی ناتوانی بیمار کے مرض کامی کے کام

وَحَاجَةُ ذِی الْحَاجَةِ لَاَخَّرْتُ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ۔ — کا خیال نہ ہوتا تو میں اس نماز کو آدھی رات تک مؤخر فرمادیتا۔ (یعنی نماز عشاء کو)

حدیث نمبر ۲۰: جب آپ سے حج کے ہر سال فرض ہونے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں ہاں فرمادوں تو ہر سال حج فرض ہو جائے۔

صحیح مسلم و سنن نسائی شریف میں ہے کہ فرمایا

لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ — اگر میں ہاں فرماتا ہوں تو ہر سال واجب ہو جاتا اور بے شک تم نہ کر سکتے۔

پھر فرمایا "مجھے چھوڑے رہو جب تک میں تمہیں چھوڑوں کہ اگلی امتیں اسی کثرت سوال اور اپنے انبیاء کے خلاف مراد چلنے سے ہلاک ہوئیں تو جب میں تمہیں کسی بات کا حکم فرماؤں تو جتنی ہو سکے بجالاؤ اور جب کسی بات سے منع فرماؤں تو اسے چھوڑ دو۔

حدیث نمبر ۲۱: صحیحین میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہے ان کے ماموں ابو بردہ بن نیاز رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی تھی جب معلوم ہوا یہ کافی

marfat.com

نہیں تو عرض کی یارسول اللہ وہ تو میں کر چکا اب میرے پاس چھ مہینے کا بکری کا بچہ ہے مگر سال بھر والے سے اچھا ہے فرمایا۔

اِجۡعَلۡهُ مَکَانَهٗ وَلَنۡ یَّجۡزِیَ عَنۡ اَحَدٍ بَعۡدَكَ — اس کی جگہ اسے کردو اور ہرگز اتنی عمر کی بکری تمہارے بعد دوسروں کی قربانی میں کافی نہ ہوگا۔

حدیث نمبر ۲۲: صحاح ستہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی یارسول اللہ میں ہلاک ہو گیا فرمایا کیا ہے عرض کی میں نے رمضان میں اپنی عورت سے نزدیکی کی فرمایا غلام آزاد کر سکتا ہے عرض کی نہ۔ فرمایا لگاتار دو مہینے کے روزے رکھ سکتا ہے عرض کی نہ۔ فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے عرض کی نہ۔ اتنے میں خرمے خدمت اقدس میں لائے گئے۔ حضور نے فرمایا انہیں خیرات کردے عرض کی کیا اپنے سے زیادہ کسی محتاج پر۔ مدینے بھر میں کوئی گھر ہمارے گھر برابر محتاج نہیں رحمت عالم ﷺ یہ سن کر ہنسے۔ یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر ہوئے اور فرمایا جا اپنے گھر والوں کو کھلا دے۔

سنن ابی داؤد میں امام بن شہاب زہری تابعی سے ہے "یہ خاص اسی شخص کے لیے رخصت تھی آج کوئی ایسا کرے تو کفارہ سے چارہ نہیں۔

حدیث نمبر ۲۳: صحیح مسلم و سنن نسائی وابن ماجہ و مسند امام احمد میں زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بی بی رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ! سالم غلام آزاد کردہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ابو حذیفہ رضی اللہ عنہما میرے سامنے آتا ہے اور وہ جوان ہے ابو حذیفہ کو یہ ناگوار ہے سید عالم ﷺ نے فرمایا۔

اَرۡضِعِیۡهِ حَتّٰی یَدۡخُلَ عَلَیۡكَ — تم اسے دودھ پلادو کہ بے پردہ تمہارے پاس آنا جائز ہو جائے۔

marfat.com

ام المؤمنین ام سلمہ وغیرہا باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے فرمایا۔

مَانَرٰی هٰذِهٖ اِلَّا رُخْصَةً اَرْخَصَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسَالِمٍ خَاصَّةً۔

ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ یہ رخصت حضور سید عالم ﷺ نے خاص سالم کے لیے فرمادی تھی۔

حدیث نمبر۲۴: صحاح ستہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عبدالرحمن بن عوف زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے بدن میں خشک خارش تھی۔ حضور سید عالم ﷺ نے انہیں ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت دے دی۔

حدیث نمبر۲۵: صحیحین میں ہے کہ حضور ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہننے کی ممانعت فرمائی لیکن حضرت براء رضی اللہ عنہ کو اسی کی اجازت فرمائی۔ اسی طرح سراقہ بن مالک کے لیے کسریٰ کے کنگن پہننے کی اجازت تھی۔

حدیث نمبر۲۶: صحیح بخاری و ترمذی و مسند احمد میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے غزوہ بدر میں حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ زوجہ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہما بیمار تھیں سید عالم ﷺ نے انہیں مدینہ طیبہ میں شہزادی کی تمارداری کے لیے ٹھہرنے کا حکم دیا اور فرمایا۔

اِنَّ لَكَ اَجْرَ رَجُلٍ مِّمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَّ سَهْمَهٗ

بے شک تمہارے لیے حاضران بدر کے برابر ثواب اور حاضری کے مثل غنیمت کا حصہ ہے۔

یہ خصوصیت حضرت عثمان کو عطا فرمائی حالانکہ جو حاضر جہاد نہ ہو غنیمت میں اس کا حصہ نہیں۔

حدیث نمبر۲۷: مسند امام احمد میں بسند ثقات رجال صحیح مسلم ہے۔

ایک صاحب خدمت اقدس حضور سید عالم ﷺ میں حاضر ہو کر اس شرط پر ایمان لائے کہ صرف دو ہی نمازیں پڑھا کروں گا نبی اکرم ﷺ نے قبول فرمالیا۔

marfat.com

حدیث نمبر۲۸: حدیث صحیح جلیل سنن ابی داوٗد و سنن ابن ماجہ و طحاوی' معجم طبرانی و معرفۃ بیہقی مسح موزہ کی مدت کے متعلق موجود ہے۔ بیہقی کی روایت یوں ہے۔

وَایْمُ اللّٰہِ لَوْ مَضَی السَّائِلُ فِیْ مَسْأَلَتِہٖ لَجَعَلَہٗ خَمْسًا — خدا کی قسم اگر سائل عرض کئے جاتا تو حضور مدت کے پانچ دن کر دیتے۔

یہ حدیث بلا شبہ صحیح السند ہے۔ اس کے سب رواۃ اجلہ ثقات ہیں لاجرم امام ترمذی نے اسے روایت کر کے فرمایا

ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ — یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

نیز امام الشان یحیٰی بن معین سے نقل کیا کہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث نمبر۲۹: مالک واحمد و بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ بِالسِّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ صَلَاۃٍ — اگر مشقت امت کا خیال نہ ہوتا تو میں ان پر فرض فرما دیتا کہ ہر نماز کے وقت مسواک کریں۔

علماء فرماتے ہیں یہ حدیث متواتر ہے۔

حدیث نمبر۳۰: حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا۔

مَاتَقُوْلُوْنَ فِی الزِّنَا — زنا کو کیسا سمجھتے ہو۔

قَالُوْا حَرَامٌ حَرَّمَہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ فَھُوَ حَرَامٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ — عرض کی حرام ہے اسے اللہ ورسول نے حرام کر دیا تو وہ قیامت تک حرام ہے۔

اَحْمَدُ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ وَالطَّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ وَالْکَبِیْرِ عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

marfat.com

حدیث نمبر ۳۱: حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اِنِّیْ اُحَرِّمُ عَلَیْکُمْ حَقَّ الضَّعِیْفَیْنِ الْیَتِیْمِ وَالْمَرْأَۃِ
میں تم پر حرام کرتا ہوں دو کمزوریوں کی حق تلفی یتیم اور عورت۔

اَلْحَاکِمُ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ وَالْبَیْہَقِی فِی الشُّعْبِ وَاللَّفْظُ لَہٗ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حدیث نمبر ۳۲: صحیحین میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ہے۔ انہوں نے سال فتح مکہ معظمہ میں رسول اللہ علیہ السلام کو فرماتے سنا۔

اِنَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ حَرَّمَ بَیْعَ الْخَمْرِ وَالْمَیْتَۃِ وَالْخِنْزِیْرِ وَالْاَصْنَامِ
بے شک اللہ اور اس کے رسول نے حرام کر دیا شراب اور مردار اور سور اور بتوں کا بیچنا

حدیث نمبر ۳۳: حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لَاتُشْرَبْ مُسْکِرًا فَاِنِّیْ حَرَّمْتُ کُلَّ مُسْکِرٍ
نشہ کی کوئی چیز نہ پی کہ بے شک نشہ کی ہر شے میں نے حرام کر دی ہے۔

اَلنَّسَائِی بِسَنَدٍ حَسَنٍ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حدیث نمبر ۳۴: حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

سن لو مجھے قرآن کے ساتھ اس کا مثل ملا یعنی حدیث۔ دیکھو کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر بیٹھا یہ نہ کہے کہ یہی قرآن لیے رہو جو اس میں حلال ہے اسے حلال جانو جو اس میں حرام ہے اسے حرام مانو۔

وَاِنَّ مَاحَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مِثْلُ مَاحَرَّمَ اللّٰہُ
جو کچھ اللہ کے رسول نے حرام کیا وہ بھی اسی کی مثل ہے جسے اللہ عزوجل نے حرام کیا جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَحْمَدُ وَالدَّارِمِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْکَرَبِ

marfat.com

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بِسَنَدٍ حَسَنٍ۔

یہاں صراحۃً حرام کی دو قسمیں فرمائیں ایک وہ جسے اللہ عزوجل نے حرام فرمایا اور دوسرا وہ جسے رسول اللہ ﷺ نے حرام کیا اور فرمادیا کہ وہ دونوں برابر و یکساں ہیں۔

حدیث نمبر ۳۵: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

مَامِنْ مُّؤْمِنٍ اِلاَّ وَاَنَا اَوْلٰی بِہٖ النَّاس فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ فَاَیُّمَا مُؤْمِنٍ مَاتَ وَتَرَکَ مَالاً فَلْیَرِثْہُ عَصَبَتُہٗ مَنْ کَانُوْا وَمَنْ تَرَکَ دَیْنًا اَوْضِیَاعًا فَلْیَاتِنِیْ فَاَنَا مَوْلَاہُ۔

کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ میں دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ اس کا والی نہ ہوں تمہارے جی میں آئے تو یہ آیہ کریمہ پڑھو کہ نبی زیادہ والی ہے مسلمانوں کا ان کی جانوں سے تو جو مسلمان مرے اور ترکہ چھوڑے اس کے وارث اس کے عصبہ ہوں اور جو اپنے اوپر کوئی دین یکس بے زر بچے چھوڑے وہ میرے پناہ میں آئے کہ اس کا مولیٰ میں ہوں۔ ﷺ

اَلْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِیُّ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَ التِّرْمِذِیُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ۔

اور حضور ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ کُنْتُ وَلِیُّہٗ فَعَلِیٌّ وَلِیُّہٗ

جس کا میں مددگار و کارساز ہوں علی اس کا مددگار و کارساز ہے۔ کرم اللہ وجہہ الکریم

اَحْمَدُ وَالنِّسَائِیُّ وَالْحَاکِمُ عَنْ بُرَیْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ۔

جب اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے "یارسول اللہ" "یاولی اللہ" "یاعلی" "یاشیخ عبدالقادر جیلانی کہنے کے جائز یا ناجائز ہونے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ جائز ہے جبکہ انہیں بندۂ خدا اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ جانے اور انہیں باذن الٰہی المدبرات امر سے مانے اور اعتقاد کرے کہ بے حکم خدا ذرہ نہیں ہل سکتا اور اللہ عزوجل کے دیے بغیر کوئی ایک

marfat.com

حبہ نہیں دے سکتا۔ ایک حرف نہیں سن سکتا۔ پلک نہیں ہلا سکتا اور بے شک سب مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے اس کے خلاف ان پر گمان محض بد گمانی حرام ہے اور ایسے سچ اعتقاد کے ساتھ ندا کرنا بلا شبہ جائز ہے۔ (احکام شریعت)

اسی مفہوم کا فتویٰ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کا موجود ہے۔

یہ بات ضرور ضرور ذہن نشین رہے ہم اللہ کے مقابلہ میں کسی نبی ،ولی میں اختیار کا عقیدہ نہیں رکھتے۔ اللہ کی عطا کے بغیر کسی نبی ولی کو معمولی سے معمولی اختیار کا بھی یقین نہیں رکھتے۔ ہاں جو اللہ کی عطا سے اختیار ہیں ان کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں لیکن جن کے دل میں کجی ہے' ٹیڑھا پن ہے' وہ یا تو وہ آیات پیش کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار کے مقابلہ میں تمام مخلوق سے اختیار کی نفی کی ہے یا وہ آیات یا احادیث پیش کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے انبیاء نے خود اللہ کے مقابلہ میں یا اس کی عطا کے بغیر اختیارات کی نفی فرمائی ہے۔ میں اس کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق "باب الانذار والتحذیر" کی پہلی فصل میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب آیت :اور اپنے قریب والے رشتہ داروں کو ڈراؤ (۲۶ : ۲۱۴) نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے قریش کو بلایا ان سے مخاطب ہو کر فرمایا :اے گروہ قریش اپنی جانوں کو خرید لو کیونکہ میں اللہ کے مقابلے میں تمہارے کام نہیں آسکتا۔ اے بنی عبد مناف ! میں اللہ کے مقابلے میں تمہارے کوئی کام نہیں آسکتا۔ اے عباس بن عبد المطلب ! میں اللہ کے مقابلے میں تمہارے کوئی کام نہیں آسکتا۔ اے صفیہ !اللہ کے رسول کی پھوپھی ! میں اللہ کے مقابلے میں تمہارے کام نہیں آسکتا۔ اے فاطمہ بنت محمد ﷺ ! میرے مال سے جو چاہو مانگ لو لیکن میں اللہ کے مقابلے میں تمہارے کوئی کام نہیں آسکتا۔" (متفق علیہ)

اللہ کے رسول کے اختیارات کو اللہ کے اختیارات کے مقابلہ میں پیش کرنے والے اس حدیث کو پیش کر کے آپ ﷺ کے اختیارات کی نفی کرتے ہیں انہیں اپنی عقل پر ماتم کرنا چاہیے اور صحیح عقیدہ اہل سنت کو پہنچانا چاہیے۔

marfat.com

مشکوٰۃ شریف کتاب النکاح "باب القسم" کی دوسری فصل میں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی ازواج مطہرات میں باری برابر رکھا کرتے تھے اور کہتے: اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے جو میرے اختیار میں ہے لہذا مجھے اس پر ملامت نہ کرنا جو تیرے اختیار میں ہے اور میرے اختیار میں نہیں۔ (ترمذی' ابو داؤد' نسائی' ابن ماجہ' دارمی)

اسی طرح جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو یہ نہیں کہا کہ نکاح حرام ہے بلکہ یہ کہا بے شک میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرتا لیکن بخدا اللہ کے رسول کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی دونوں کبھی اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔

یعنی چار عورتوں میں سے ایک وقت میں نکاح کرنا جائز ہے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس سے منع فرمادیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد نکاح کی اجازت تھی اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی وفات سے پہلے دوسرا نکاح نہ کیا۔

اسی طرح جب آپ نے شہد نہ کھانے کے متعلق ارادہ فرمایا تو چونکہ شہد حلال ہے اور آپ کی پسندیدہ چیز بھی تھی اسی لیے آپ کو اللہ تعالیٰ نے محبت بھرے لہجے میں فرمایا۔

يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ	اے نبی تم اپنے اوپر کیوں حرام کیے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی اپنی بیبیوں کی مرضی چاہتے ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(پ ۲۸ سورۃ التحریم آیت نمبر ۱)

اس آیت کا شان نزول حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر خزائن العرفان میں اس طرح بیان کیا ہے کہ

ام المؤمنین زینب بنت جحش کے یہاں جب حضور تشریف لے جاتے تو وہ شہد پیش کرتیں اس ذریعہ سے ان کے یہاں کچھ زیادہ دیر تشریف فرما رہتے۔ یہ بات حضرت عائشہ و حفصہ رضی

marfat.com

اللہ عنہما کو ناگوار گزری اور انہیں رشک ہوا انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ جب حضور تشریف فرما ہوں تو عرض کیا جائے کہ دہن مبارک سے مغافیر کی بو آتی ہے اور مغافیر کی بو حضور کو ناپسند تھی چنانچہ ایسا کیا گیا۔ حضور کو ان کا منشا معلوم تھا فرمایا مغافیر تو میرے قریب نہیں آیا' زینب کے یہاں شہد میں نے پیا ہے اور اس کو میں اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ مقصود یہ کہ حضرت زینب کے یہاں شہد کا شغل ہونے سے تمہاری دل شکنی ہوتی ہے تو ہم شہد ہی ترک فرمائے دیتے ہیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اسی طرح جب آپ نے کفار کو دعوت توحید دی تو وہ استہزاء سید عالم سے کہا کرتے کہ ہم پر جلدی عذاب نازل کرائیے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ سے فرمایا کہ

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ

تم فرماؤ اگر میرے پاس ہوتی وہ چیز (یعنی عذاب) جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو مجھ میں تم میں کام ختم ہو چکا ہوتا۔

یعنی تمہیں ایک ساعت کی مہلت نہ دیتا۔ عذاب کون دیتا ہے اللہ تعالیٰ

اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آپ کسی کو عذاب تو نہیں دے سکتے کہ اللہ تو عذاب نہ دینا چاہے اور آپ عذاب دے دیں۔ اللہ کے مقابلے میں آپ کو کسی قسم کا اختیار نہیں۔

اسی طرح پ ۶ سورہ المائدہ آیت نمبر ۴۱ میں ہے۔

وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا

اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تو اللہ سے اس کا کچھ بنا نہ سکے گا۔

اسی طرح جب کفار نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں تو آپ اس قرآن کے سوا دوسرا قرآن لائیے جس میں لات' عزیٰ اور منات وغیرہ بتوں کی برائی اور ان کی عبادت چھوڑنے کا حکم نہ ہو اور اگر اللہ ایسا قرآن نازل نہ کرے تو آپ اپنی طرف سے بنالیجیے یا اسی قرآن کو بدل کر ہماری مرضی کے مطابق کر دیجئے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

marfat.com

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔

(پ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۱۵)

اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہنے لگتے ہیں جنہیں ہم سے ملنے کی امید نہیں کہ اس کے سوا اور قرآن لے آ و یا اسی کو بدل دیجئے تم فرماؤ مجھے نہیں پہنچتا کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے۔ میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

پ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۱۰۷ میں ہے۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔

اور اگر تجھے اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں اس کے سوا اور اگر تیرا بھلا چاہے تو اس کے فضل کا رد کرنے والا کوئی نہیں اسے پہنچاتا ہے اپنے بندوں میں جسے چاہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

اور پ ۷ سورہ الانعام آیت نمبر ۵۰ میں ہے۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ۔

تم فرمادو میں تم سے نہیں کہتا میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہوں کہ میں عالم الغیب ہوں اور نہ تم سے یہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی آتی ہے۔

یہ کفار کے سوالات کے جواب میں ہے کہ کبھی کہتے ہمیں بہت سے دولت اور مال دیجئے کہ ہم کبھی محتاج نہ ہو۔ ہمارے لیے پہاڑوں کو سونا کر دیجئے۔ ہمیں مستقبل کی خبریں دیجئے کہ ہم

marfat.com

انتظام کرلیں اور کبھی کہتے آپ کیسے رسول ہیں جو کھاتے پیتے بھی ہیں نکاح بھی کرتے ہیں ان کی ان تمام باتوں کا اس آیت میں جواب دیا گیا ہے۔

اسی طرح پ ۱۵ سورہ الکھف آیت نمبر ۲۳'۲۴ میں ہے۔

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا۔ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ

اور ہرگز کسی بات کو نہ کہنا کہ میں کل یہ کروں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

اس کا شان نزول اس طرح سے ہے کہ

اہل مکہ نے رسول کریم ﷺ سے جب اصحاب کہف کا حال دریافت کیا تو حضور نے فرمایا کل بتاؤں گا اور انشاء اللہ نہیں فرمایا تھا تو کئی روز وحی نہیں آئی۔

پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق "توکل اور صبر کا بیان" کی دوسری فصل میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھا کہ فرمایا: اے لڑکے! اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو کہ وہ تمہارے حقوق کی حفاظت کرے گا اور تم اسے سامنے پاؤ گے اور جب کچھ مانگنا ہو تو اللہ سے مانگو اور مدد درکار ہو تو اللہ سے مدد لو اور جان لو کہ تمام امت اگر کسی بات پر تل جائے کہ کسی چیز کے ساتھ تمہیں نفع پہنچانا ہے تو نفع نہیں پہنچا سکیں گے مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور اگر سارے تمہیں کسی چیز کے ساتھ نقصان پہنچانے پر تل جائیں تو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے قلم اٹھالئے گئے اور دفتر خشک ہو چکے ہیں۔ (احمد' ترمذی)

امام ترمذی فرماتے ہیں ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

الغرض اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی کسی کو نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

صحیح مسلم شریف کتاب المساجد "باب نھی من اکل ثوما۔۔۔" میں ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم لوٹے نہ تھے حتی کہ خیبر کا قلعہ فتح ہو گیا۔ اس روز ہم اصحاب رسول اللہ ﷺ بھوک کی وجہ سے لہسن کے پودوں پر ٹوٹ پڑے اور

marfat.com

ہم نے خوب سیر ہو کر لہسن کھایا پھر ہم مسجد کی طرف گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے بدبو محسوس کی تو فرمایا جس شخص نے اس خبیث درخت سے کچھ کھایا ہو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ لوگوں نے کہا لہسن حرام ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: "اے لوگو! میں اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام نہیں کرتا لیکن میں لہسن کی بو کو ناپسند کرتا ہوں۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں آپ کو کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے کا اختیار نہیں تھا۔

اب یہ تو واضح ہو گیا کہ ہم اللہ کے مقابلے میں یا اس کے عطا کیے بغیر کسی اختیار کا عقیدہ نہیں رکھتے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی عطا سے انبیاء 'اولیاء کرام اور عام انسانوں میں ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق اختیار و قدرت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ قرآن و حدیث سے روز روشن کی طرح واضح اور ثابت ہے۔ پہلے میں نے عطائی و محدود اختیار و قدرت کی احادیث بیان کی تھیں اب چند قرآنی آیات بیان کر دیتا ہوں تاکہ معترض کو انکار کی گنجائش نہ رہے۔

آیت نمبر ۱: پ۱۰ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۷۴ میں ہے۔

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔ اور انہیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

اللہ کے رسول کا اللہ کے عطا کردہ فضل سے غنی کرنا' دولت مند کرنا اختیار و قدرت کو ثابت کرتا ہے۔

آیت نمبر ۲: پ۱۰ سورہ التوبہ آیت نمبر ۵۹ میں ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ۔ اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ و رسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے' ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے۔

marfat.com

آیت نمبر ۳: پ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۳۷ میں ہے۔

اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَاَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِ — اللہ نے اسے نعمت بخشی اور اے نبی تو نے اسے نعمت بخشی۔

یہاں اسلام کی نعمت بخشنے کی نسبت حضور ﷺ کی طرف بھی کی گئی ہے۔

آیت نمبر ٤: پ ۷ سورہ الانعام آیت نمبر ۶۱ میں ہے۔

وَهُوَ الۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهٖ وَيُرۡسِلُ عَلَيۡكُمۡ حَفَظَةً — اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور تم پر نگہبان بھیجتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ہمارا حافظ و نگہبان فرمایا ہے۔

آیت نمبر ۵: پ ۷ سورہ الانعام آیت نمبر ۶۱ میں ہی ہے۔

تَوَفَّتۡهُ رُسُلُنَا — موت دی اسے ہمارے رسولوں (ملک الموت مع ان کے اعوان) نے

پ ۲۱ سورہ السجدۃ آیت نمبر ۱۰ میں ہے۔

قُلۡ يَتَوَفّٰىكُمۡ مَّلَكُ الۡمَوۡتِ الَّذِىۡ وُكِّلَ بِكُمۡ — تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔

اس آیت میں بھی وفات دینے کی نسبت اور اختیار ملک الموت کی طرف کی گئی ہے جب کہ ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ یہ موت دینا اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اختیار کی وجہ سے ہے۔ ورنہ حقیقی طور پر وفات دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

جیسے قرآن پاک میں ہے۔

واللہ یحی و یمیت — وہی اللہ ہے جو زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے

اور پ ۱۴ سورہ الحجر آیت نمبر ۲۳۔

وَاِنَّا لَنَحۡنُ نُحۡىٖ وَنُمِيۡتُ وَنَحۡنُ — بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی

marfat.com

اَلْوٰرِثُوْنَ۔ مارتے ہیں ہم ہی سب کے وارث ہیں۔

اور پ ۲۴ سورہ الزمر آیت نمبر ۴۲

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ اللہ ہے کہ موت دیتا ہے جانوں کو۔

اور سورہ النجم پ ۲۷ آیت نمبر ۴۴

وَاَنَّہٗ ھُوَاَمَاتَ وَاَحْیَا۔ بے شک اللہ ہی مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔

ان آیات میں واضح کر دیا گیا ہے کہ حقیقی معنوں میں زندہ کرنا اور مارنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے اور ملک الموت جو کسی کو مارتا ہے تو اس کے عطا کردہ اختیار سے ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو مردے کو زندہ کرتے تھے تو وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اختیار سے تھا۔

آیت نمبر ۶ : پ ۳ سورہ ال عمران آیت نمبر ۴۹ میں ہے۔

اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاُبْرِیُٔ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔

میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو بے شک ان باتوں میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

آیت نمبر ۷ : پ ۷ سورہ المآئدۃ آیت نمبر ۱۱۰ میں ہے۔

وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْھَا فَتَکُوْنُ طَیْرًاۢ

اور جب تو مٹی سے پرند کی مورت میرے حکم سے بناتا پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے

marfat.com

بِاِذۡنِیۡ وَتُبۡرِئُ الۡاَكۡمَهَ وَالۡاَبۡرَصَ بِاِذۡنِیۡ وَاِذۡ تُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِیۡ۔

حکم سے اڑنے لگتی اور تو مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے شفا دیتا اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے زندہ نکالتا۔

اس آیت میں بار بار باذنی کا لفظ آیا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ اصل اختیار اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ وہ ہی مٹی کی مورت میں جان پھونکتا ہے۔ وہی شفا دیتا ہے اور وہی زندہ کرتا ہے لیکن اس کی نسبت اپنے رسول کی طرف کی تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ اللہ کے رسولوں کو اللہ کی عطا سے اختیار و قدرت حاصل ہے۔

آیت نمبر ۸ : پ۱۸ سورہ النور آیت نمبر ۳۲ میں ہے۔

وَاَنۡكِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡكُمۡ وَالصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَاِمَآئِكُمۡ

اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کو۔

یہاں مولیٰ عزوجل ہمارے غلاموں کو ہمارا بندہ فرما رہا ہے۔

آیت نمبر ۹ : پ۹ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵۷ میں ہے۔

اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَهٗ مَكۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ فِی التَّوۡرٰىةِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ یَاۡمُرُهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡهٰهُمۡ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ كَانَتۡ عَلَیۡهِمۡ۔

وہ جو پیروی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان پر حرام کرے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا۔

اس آیت کریمہ میں ستھری چیزوں کو حلال کرنے کا اختیار عطا ہونا بالکل صاف اور واضح ہے

marfat.com

جس کو کوئی اختیار ہی حاصل نہ ہو وہ کس طرح کسی چیز کو حلال کر سکتا ہے اور کسی کام کے کرنے یانہ کرنے کا حکم دے سکتا ہے۔

آیت نمبر ۱۰ : پ ۴ سورہ ال عمران آیت نمبر ۱۶۴ میں ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

آیت نمبر ۱۱ : پ ۱۱ سورہ التوبۃ آیت نمبر ۱۰۳ میں ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ

اے نبی لے لو ان توبہ کرنے والوں کے مالوں میں سے صدقہ کہ تم پاک کروانہیں اور تم ستھرا کر دو انہیں گناہوں سے اس صدقے کے سبب اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بے شک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے۔

آیت نمبر ۱۲ : پ ۳۰ سورہ النّٰزعٰت آیت نمبر ۵ میں ہے۔

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا

قسم ان فرشتوں کی کہ تمام کاروبار دنیا ان کی تدبیر سے ہے۔

یہاں بالکل واضح ہے کہ تدبیر دنیا کا اختیار اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو عطا کیا ہوا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور عطا کردہ اختیار سے امور دنیا کا انتظام کرتے ہیں ورنہ ذاتی طور پر انہیں ایک ذرہ کا ایک بھی اختیار نہیں۔

marfat.com

آیت نمبر ۱۳: پ ۲۸ سورہ التحریم آیت نمبر ۴ میں ہے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ۔

بے شک اللہ اپنے نبی کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

آیت نمبر ۱۴: پ ۶ سورہ المآئدہ آیت نمبر ۵۵ میں ہے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۔

(اے مسلمانو) تمہارا مددگار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔

جہاں تک علم غیب کا تعلق ہے تو ہمارا عقیدہ ہے کہ علم غیب لا محدود، مستقل، ذاتی، قدیم اور غیر متناہی صرف اور صرف اللہ رب العزت کے لیے ہے۔ کسی کو اس کی عطا کے بغیر ایک ذرہ کا بھی علم ماننا شرک ہے۔ اس لیے ہم انبیاء، اولیاء کرام کے لیے علم غیب عطائی کا ہی عقیدہ رکھتے ہیں تاکہ تمام مخلوق سے اس کی عطا کے بغیر علم کی نفی ہو جائے اور یہ عطائی علم غیب بھی محدود ہوتا ہے یعنی اس کی کوئی نہ کوئی حد ضرور ہے۔ یہ دو حدوں کے درمیان ہے اور کوئی چیز چاہے کتنی بھی زیادہ ہو جائے جب دو حدوں کے درمیان ہو گی تو وہ محدود ہی ہو گی اور یہ علم غیب متناہی ہوتا ہے۔ اس کا شمار ہو سکتا ہے کیونکہ دو حدوں کے درمیان ہے اور یہ علم غیب غیر مستقل اور حادث ہوتا ہے۔ اس میں کمی بیشی ممکن ہے اور یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مستقل طور پر حاصل نہیں ہوتا۔ انبیاء کرام میں صفت علم موجود ہوتی ہے۔ انہیں مستقل طور پر ہر چیز، شخص کے متعلق علم رکھنے کی حاجت نہیں ہوتی۔ ہاں اس صفت علم کی موجودگی میں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں غیر مستقل طور پر محدود عرصہ کے لیے عطا کی ہوتی ہے۔ اس کی مدد سے جس چیز یا شخص کے متعلق علم رکھنا چاہیں تو رکھ سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی صفت و کمال

marfat.com

ہے کہ اسے مستقل اور لامحدود اور کائنات کے ذرہ ذرہ کے متعلق ہر ہر چیز کا ہر وقت علم ہوتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب والشھادة ہے اس کی عطا کے بغیر کسی کو ذرہ برابر علم حاصل نہیں ہو سکتا لیکن اللہ تعالیٰ قادر مطلق کو یہ مطلق اختیار حاصل ہے کہ وہ جس کو چاہے جتنا چاہے علم غیب عطا فرمائے۔ کوئی اس کے اختیار میں شریک نہیں' کوئی کسی کو علم غیب عطا کرنے میں اس کا شریک نہیں' وہ جس کو چاہے دے اور جب چاہے سلب کر لے۔

انبیاء کرام پر جو وحی نازل ہوتی ہے وہ علم غیب سے ہی ہے اور نبی ہی بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی کیا علم دیا ہے اس لیے نبی کا لغوی معنی غیب کی خبریں بتانے والا کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس صفت سے کسی کو نوازا' جو فضائل و کمال عطا کیے' جو علوم و اسرار عطا کیے اور جو فضل و انعام کیا۔ ان تمام میں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے اعلیٰ و افضل۔ ان میں کوئی دوسرا آپ کے برابر نہیں۔ کوئی شریک نہیں

اور یہ متفق علیہ ہے کہ جیسے فضائل و کمال اور علوم آپ کو عطا ہوئے وہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں چاہے وہ نبی ہو' فرشتہ ہو' یا لوح محفوظ ہو۔

حضور ﷺ عابد ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود انہیں فرماتا ہے۔ (پ ۲۹' سورہ مزمل' آیت نمبر ۲)

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ رات کو کم عبادت کیا کرو۔

حضور ﷺ سخی ایسے ہیں کہ ساری کائنات کو سخاوت کی ترغیب دینے والا خدا ان سے فرماتا ہے۔ (پ ۱۵' سورہ اسراء' آیت نمبر ۲۹)

وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ۔ بہت زیادہ سخاوت نہ کیا کرو۔

اور حضور ﷺ نبی و رسول ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق ارواح کے بعد نہ صرف انبیاء کرام سے آپ کی نبوت پر ایمان لانے کی گواہی لی بلکہ خود ہی اس پر گواہ ہوا۔

قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۔ (ال عمران: ۸۱) حضور ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے پر تم بھی گواہ ہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

marfat.com

اور اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ وہ بشر ہیں مگر عالم علوی سے لاکھ درجہ اشرف اور جسم انسانی رکھتے ہیں مگر ارواح و ملائکہ سے ہزار جگہ الطف' وہ خود فرماتے ہیں لَسْتُ مِثْلُکُمْ میں تم جیسا نہیں' وَیُرْوٰی لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ میں تمہاری ہیئت پر نہیں' وَیُرْوٰی اَیُّکُمْ مِثْلِیْ تم میں سے کون مجھ جیسا ہے۔ (نفی الفیئ صفحہ ۱۰)

نوٹ: حضور علیہ کی بشریت و نورانیت اور دوسرے خصائص عظمیٰ کا مطالعہ کرنے کے لیے میری کتاب "سرور کونین علیہ کی بشریت و نورانیت" ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ وہ کسی کو بھی کسی بھی چیز میں جزوی اختیار و قدرت عطا فرما دے۔ جیسے جزوی اختیاد قدرت تو عام مخلوق کو کسی نہ کسی معاملہ میں حاصل ہے لیکن غیر مستقل محدود عرصہ کے لیے تفصیلی اخیتار و قدرت کی مثالیں اس طرح سے پیش کی جاسکتی ہیں۔

(۱) شیطان کو غیر مستقل لیکن محدود عرصہ یعنی قیامت تک کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار و قدرت عطا کیا ہوا ہے کہ وہ تمام انسانوں کو ایک ہی وقت میں گمراہ کرنے کی کوشش ضرور کرتا ہے لیکن جسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اس کے شر سے محفوظ فرمادیتا ہے اسی طرح اسے تمام مخلوق کو ایک ہی وقت میں دیکھنے کا اختیار و قدرت بھی حاصل ہے۔

پ ۸ سورہ اعراف آیت نمبر ۲۷۔

اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ	بے شک وہ اور ان کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھتے۔

(۲) حضرت عزرائیل علیہ السلام کو غیر مستقل عطائی لیکن محدود عرصہ یعنی قیامت تک کے انسانوں کو موت دینے کا اختیار و قدرت حاصل ہے۔

پ ۲۱ سورہ السجدۃ آیت نمبر ۱۱ میں ہے۔

قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ	تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔

marfat.com

اور یہ موت دینا مجازی اور عطائی معنوں میں ہے کیونکہ اصل میں اللہ تعالیٰ ہی موت دیتا ہے اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ — اللہ ہے کہ موت دیتا ہے جانوں کو

کچھ شر پسند لوگ اللہ تعالیٰ کے انبیاء کرام کو عطا کردہ اختیار و قدرت کا انکار کرتے ہیں اور وہ آیات ثبوت میں پیش کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عطا کے بغیر کسی کو اختیار و قدرت حاصل ہونے کی نفی فرمائی ہے۔

اس طرح وہ سینکڑوں آیات واحادیث کے انکاری ہو جاتے ہیں حالانکہ ایک بھی آیت کا انکار کفر ہے۔اسی لیے اہل سنت وجماعت حقیقی معنوں کی آیات واحادیث کو ان کو حقیقی معنوں میں ہی استعمال کرتے ہیں اور مجازی معنوں کی آیات واحادیث کو ان کے موقع محل کے مطابق ہی استعمال کرتے ہیں۔

کچھ لوگوں کو حقیقی وعرفی معنوں سے بڑی چڑ ہے۔جس طرح وہ نذر عرفی کو نذر حقیقی سے ملا دیتے ہیں حالانکہ ہمارا صاف اور واضح عقیدہ ہے کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور غیر کے لیے شرک لیکن ہم نذر عرفی پر نذر حقیقی کا فتویٰ نہیں جڑتے۔اب میں حقیقی اور مجازی معنوں کی چند آیات بھی پیش کر دیتا ہوں۔

پ ۱۲ سورہ یوسف آیت نمبر ۶ میں ہے۔

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ — اور اسی طرح تجھے تیرا رب چن لے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا۔

لیکن اسی سورہ یوسف میں ہے۔یوسف علیہ السلام نے فرمایا

اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ — بے شک عزیز مصر میرا رب ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا۔

اور سورہ یوسف آیت نمبر ۴۱ میں ہے۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا — اے قید خانہ کے دونوں ساتھیو تم میں ایک تو

marfat.com

فَيَسْقِىْ رَبَّهٗ خَمْرًا — اپنے رب (بادشاہ) کو شراب پلائے گا۔

اور آگے آیت نمبر ۴۲ میں ہے۔

وَقَالَ لِلَّذِىْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِىْ عِنْدَ رَبِّكَ فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِى السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ۝

اور یوسف نے ان دونوں میں سے جسے بچتا سمجھا اس سے کہا اپنے رب (بادشاہ) کے پاس میرا ذکر کرنا تو شیطان نے اسے بھلا دیا کہ اپنے رب (بادشاہ) کے سامنے یوسف کا ذکر کرے تو یوسف کئی برس جیل خانہ میں رہا۔

اس آیت سے بھی یہ ثابت ہوا کہ شیطان کو انسانوں کو گمراہ کرنے کا اختیار ہے۔

پ ۲۸ سورۃ الحشر آیت نمبر ۲۳

اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ — بادشاہ نہایت پاک

پ ۳ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۵۷

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ

اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تھا اسے جو ابراہیم سے جھگڑا اس کے رب کے بارے میں اس پر کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی۔

پ ۱۳ سورۃ یوسف آیت نمبر ۶۷

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ — حکم تو سب اللہ ہی کا ہے۔

پ ۵ سورۃ النساء آیت نمبر ۳۵

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا۔

اور اگر تم کو میاں بی بی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک حکم (پنچ) مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک حکم (پنچ) عورت والوں کی طرف سے یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا۔

marfat.com

(۳) حضرت سلیمان علیہ السلام کو غیر مستقل لیکن محدود عرصہ کے لیے ہوا پر' جنات پر' اختیار و قدرت دے دی۔

پ ۲۳ سورہ ص آیت نمبر ۳۵ تا ۳۹ میں ہے۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ. فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ ۝ وَالشَّیٰطِیْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ. وَّاٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ۝ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَیْرِ حِسَابٍ.

(حضرت سلیمان علیہ السلام نے) عرض کی اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بے شک تو ہی بڑی دین والا۔ تو ہم نے ہوا اس کے بس میں کر دی کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتا اور دیو بس میں کر دیئے ہر معمار اور غوطہ خور اور دوسرے اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے۔ یہ ہماری عطا ہے اب تو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ تجھ پر کچھ حساب نہیں۔

(۴) حضور نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر جو فرشتہ مقرر ہے جو تمام دنیا کے انسانوں کا درود شریف سنتا ہے اور آپ کی خدمت اقدس میں پیش کرتا ہے اس کو غیر مستقل لیکن محدود عرصہ کے لیے سننے کی قدرت و اختیار عطا فرمایا ہوا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی مَلَكًا اَعْطَاهُ اَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ قَائِمٌ عَلٰی قَبْرِیْ مَا مِنْ اَحَدٍ یُّصَلِّیْ عَلَیَّ صَلٰوۃً اِلَّا بَلَّغَنِیْهَا.

بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی آسماع (یعنی سب آوازیں سننے کی طاقت) عطا فرمائی ہے اور وہ میری قبر انور پر مقرر ہے تو کوئی درود بھیجنے

marfat.com

والا کسی وقت، کہیں سے مجھے پر درود نہیں بھیجتا مگر وہ فرشتہ اس کا درود مجھے پہونچا دیتا ہے۔

(۵) حضرت خضر علیہ السلام کو بعطائے الٰہی جو علم لدنی عطا فرمایا وہ بھی غیر مستقل لیکن محدود عرصہ کے لیے ہی ہے۔

پ ۱۵ سورۃ الکھف آیت نمبر ۶۵ میں ہے۔

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے جو واقعات قرآن میں مذکور ہیں۔ مختصراً وہ اس طرح سے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کشتی میں سوار ہوئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے اس کشتی کو چیر ڈالا۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک لڑکا ملا تو حضرت خضر علیہ السلام نے اسے قتل کر دیا۔ پھر دونوں چلے اور ایک گاؤں میں آئے تو ایک دیوار جو گرنے والی تھی اسے سیدھا کر دیا اور ایسا کرنے کی وجوہات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس طرح بتائیں کہ

وہ جو کشتی تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی کہ دریا میں کام کرتے تھے تو میں چاہا کہ اسے عیب دار کردوں اور اس کے پیچھے ایک بادشاہ تھا کہ ہر ثابت کشتی زبردستی چھین لیتا اور وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر پر چڑھاوے تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کا رب اس سے بہتر ستھرا اور اس سے زیادہ مہربانی میں قریب عطا کرے۔ رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کی نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں آپ کے رب کی رحمت سے اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا۔ (بلکہ بامر الٰہی و الہام خداوندی کیا) (سورہ الکہف آیت نمبر ۷۹ تا ۸۲)

marfat.com

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام کو قدرت واختیار سے نوازا۔ انہیں معجزات عطا فرمائے لیکن تمام مخلوق چاہے وہ انبیاء ہوں، فرشتے ہوں، آپ ﷺ کو ان سب سے بڑھ کر قدرت و اختیار سے نوازا۔ آپ کو تمام انبیاء کرام سے بڑھ کر معجزات عطا ہوئے۔ کائنات کے تمام عالموں مثلاً عالم انسان، عالم حیوانات، عالم نباتات، عالم جمادات، عالم برزخ، عالم آتش وغیرہ میں آپ کو معجزات اور اختیار و تصرف عطا ہوا۔ تفصیلی مطالعہ کے لیے پڑھیے میری کتاب "سرورِ کونین ﷺ کی بشریت و نورانیت" ۔

لیکن میں کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام معجزات سے بڑھ کر جو معجزہ آپ کو عطا فرمایا وہ ہے قرآن مجید فرقان حمید اور تمام کمالات سے بڑھ کر جو کمال عطا فرمایا وہ ہے علم۔ علم سے بڑھ کر کوئی کمال نہیں۔ علم ہی معرفت الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو معجزہ عطا فرمایا تو وہ بھی عظیم اور کمال عطا کیا تو وہ بھی عظیم۔ اگر یہ کمال وقتی مانا جائے تو پھر تو یہ عظیم کمال نہ ہوا اور یہ عظیم کمال اسی طرح ہو سکتا ہے کہ آپ کو غیر مستقل لیکن محدود (کیونکہ لامحدود اور مستقل طور پر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے) یہ عظیم کمال حاصل ہو۔ میں کہوں گا کہ یہ عظیم کمال غیر مستقل طور پر اور مسلسل اضافہ کے وعدہ کے ساتھ آپ کو عطا ہوا جیسے قرآن پاک سے یہ واضح ہے۔

پ ۳۰ سورہ الضحیٰ آیت نمبر ۵ میں ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۔	بے شک نزدیک ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا عطا فرمائے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

پ ۳۰ سورہ الکوثر آیت نمبر ۱ میں ہے۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ؁	ہم نے آپ کو ہر قسم کی خیر کثیر عطا فرمائی۔

پ ۵ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۱۳ میں ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ؁	آپ جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے وہ سب کچھ ہم نے آپ کو بتلایا اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل

marfat.com

عظیم ہے۔

اور پ ۳۰ سورہ الضحیٰ آیت نمبر ۴ میں فرمایا۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی — اے نبی! بے شک آخرت تمہارے لیے دنیا سے بہتر ہے۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی تمام صفات ازلی ہیں اور مخلوق کی صفات حادث ہیں۔

یہ قائدہ ہے کہ جیسا موصوف ہوگا ویسی اس کی صفات ہوں گی۔ موصوف ازلی اور قدیم تو اس کی صفات بھی ازلی اور قدیم جیسا کہ اللہ تعالیٰ ازلی و قدیم اور اس کی صفات بھی ازلی و قدیم اور موصوف حادث تو اس کی صفات بھی حادث۔ چنانچہ مخلوق کی صفات مخلوق کی طرح حادث جیسا کہ امام اعظم ابو حنیفہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔

لم یزل ولا یزال باسمائه وصفاته — یعنی اللہ اپنے اسماء و صفات کے ساتھ ازلی ہے

لم یحدث له اسم ولا صفة — اس کا کوئی اسم حادث نہیں اور نہ کوئی صفت

اور بہار شریعت ج ا صفحہ ۳ میں ہے۔

عقیدہ : جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ازلی ابدی ہے صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں۔

پھر فرماتے ہیں۔

عقیدہ : صفات الٰہی کو جو مخلوق کہے یا حادث بتائے گمراہ بے دین ہے۔

اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے تو یہ اس کی صفت ازلی ابدی ذاتی اور مستقل طور پر ہے۔

اگر انسان کو سمیع و بصیر کہا گیا ہے تو مخلوق کی صفات کے مطابق کہا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے تو وہ اپنی صفات کے مطابق ہے اور حضور ﷺ کے لیے جو عطائی علم غیب مانتے ہیں تو یہ آپ کی صفات کے مطابق ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا علم غیب لا محدود 'ذاتی' قدیم' غیر متناہی ہے اور حضور ﷺ کا علم غیب عطائی' محدود' حادث اور متناہی ہے۔ مخلوق کا

marfat.com

علم چاہے کتنا ہی ہو جائے وہ محدود اور متناہی ہی رہے گا۔

لیکن منکرین اللہ تعالیٰ کے علم کو تو مانتے ہیں لیکن حضور ﷺ کے لیے علم غیب کا لفظ ہی استعمال کیا جائے تو فوراً شرک شرک کہنا شروع کر دیتے ہیں۔

اعلحضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے ایسے لوگوں کے لیے کیا خوبصورت مثالیں دی ہیں۔

"الدولة المکیه بالمادة الغیبیه" کے پہلے حصہ میں آپ فرماتے ہیں کہ

"آگاہ ہو کہ امر دین کا مدار اور وہ جس پر نجات موقوف ہے پورے قرآن عظیم پر ایمان لانا ہے تو اکثر گمراہ یوں ہی گمراہ ہوئے کہ بعض آیتوں پر ایمان لائے اور بعض سے منکر ہو بیٹھے جیسے قدریہ (کہ اپنے آپ کو خود اپنے افعال کا خالق جانتے ہیں) اس آیت پر تو ایمان لائے کہ

وما ظلمنهم ولكن كانوا انفسهم يظلمون	ہم نے ان پر ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

اور اس سے منکر ہو بیٹھے۔

پ ۲۳ سورہ الصٰفٰت آیت نمبر ۹۶۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ	اللہ تمھارا بھی خالق ہے اور تمہارے اعمال کا بھی۔

اور جبریہ (کہ انسان کو پتھر کی طرح مجبور مانتے ہیں) اس آیت پر تو ایمان لائے۔

پ ۳۰ سورہ التکویر آیت نمبر ۲۹۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۝	تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ جو مالک ہے سارے جہان کا۔

اور اس آیت سے منکر ہوئے۔

ذلك جزينهم ببغيهم وانا الصدقون۔	یہ ہم نے ان کی سرکشی کا بدلہ دیا اور بے شک ہم ضرور سچے ہیں۔

marfat.com

اور خارجی (کہ مرتکب کبیرہ کو کافر کہتے ہیں) اس آیت پر ایمان لائے کہ

پ ۳۰ سورہ الانفطار آیت نمبر ۱۴، ۱۵

وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ۔ — بے شک فاجر لوگ ضرور جہنم میں ہیں قیامت کے دن اس میں جائیں گے۔

اور اس آیت کے منکر ہوئے کہ

پ ۵ سورہ النسآء آیت نمبر ۱۱۶۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ — بے شک اللہ کفر کو نہیں بخشتا اور اس کے نیچے جتنے گناہ ہیں جسے چاہے بخش دیتا ہے۔

اور گمراہ مرجیہ (جو کہتے ہیں کہ مسلمان کو کوئی گناہ ضرر نہیں دیتا) اس آیت پر ایمان لائے کہ

پ ۲۴ سورہ الزمر آیت نمبر ۵۳

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعاً اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ○ — اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے وہی ہے بخشنے والا مہربان۔

اور اس آیت کے منکر ہوئے

من یعمل سوء یجزبه — جو کوئی برا کام کرے گا اسے بدلہ دیا جائے گا۔

اور اس کی مثالیں بہت ہیں اور کتب کلام میں مشہور۔

اور وہ قرآن عظیم جس نے نص فرمایا ہے کہ

پ ۲۰ سورہ النمل آیت نمبر ۶۵

لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ — زمین آسمان والوں میں کوئی غیب نہیں جانتا سوائے خدا کے۔

اسی نے یہ بھی صاف فرمایا کہ

پ ۲۹ سورہ جن آیت نمبر ۲۶، ۲۷

marfat.com

لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ — اللہ مسلط نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ

پ ۴ سورہ ال عمران آیت نمبر ۱۷۹

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ — اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے لوگو! تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ

پ ۳۰ سورہ التکویر آیت نمبر ۲۴

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔ — اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

اور یہ بھی فرمایا کہ

پ ۱۲ سورہ ھود آیت نمبر ۴۹

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَاۤ اِلَيْكَ — یہ غیب کی خبریں ہیں جن کی وحی ہم تمہاری طرف بھیجتے ہیں۔

اور ان کے سوا اور آیتیں۔ تو یہ ہے ہمارا رب تبارک تعالیٰ جس نے نفی بھی ایسی کی کہ ٹل نہیں سکتی اور ثابت بھی ایسا کیا کہ جس میں شبہ نہیں تو نفی واثبات دونوں حق ہیں دونوں ایمان ہیں اور ان دونوں میں سے جو کوئی کسی بات کا انکار کرے اس نے قرآن کا انکار کیا تو جو غیر خدا سے علم غیب کی مطلقاً ایسی نفی کرے کہ کسی طرح ثابت ہی نہ مانے وہ ان آیتوں سے کفر کر رہا ہے جو ثابت فرماتی ہیں اور جو مطلقاً اس طرح ثابت کرے کہ کسی وجہ سے نفی مانے ہی نہیں وہ ان آیتوں سے کفر کرتا ہے جو نفی فرماتی ہیں اور مسلمان سب پر ایمان لاتا ہے اور وہ مختلف راہوں میں نہیں پڑتا اور نفی واثبات دونوں ایک چیز پر توارد ہو نہیں سکتے تو ان کے جدا جدا امور تلاش کرنا واجب ہوا۔

marfat.com

یہاں تک جو کچھ میں نے بیان کیا اس کا خلاصہ میں ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب کی کتاب "مسئلہ علم غیب و توسل" کے صفحہ ۹۶ سے بیان کرتا ہوں۔

(۱) یہ کہ بلا شبہ غیر اللہ کی کوئی صفت بھی ذاتی نہیں اور خصوصاً صفت علم حتیٰ کہ اس کا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ اور ذرہ بھر بھی غیر اللہ کے لیے ذاتی نہیں' یہ عین ایمان ہے اگر کوئی شخص غیر اللہ کے لیے ایک ذرہ کا علم بھی ذاتی مانے 'مشرک و کافر ہو گیا۔

(۲) یہ کہ اللہ تعالیٰ کا علم لا محدود اور مخلوق کا علم محدود اس لیے بندے کا محدود علم اللہ تعالیٰ کے لا محدود علم کا ہر گز ہر گز احاطہ نہیں کر سکتا۔ حتیٰ کہ انبیاء و مرسلین 'اولین و آخرین' سب کے علوم کو جمع کیا جائے تو ان کے علوم کو علم الٰہی کے مقابلہ میں وہ نسبت بھی نہ ہو گی جو قطرہ کو سمندر بے کنار سے ہے۔

(۳) یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسولوں کو بہت سے غیبوں کا علم دیا' قرآن مجید کی بہت سی آیات اور رسول اکرم ﷺ کی بہت سی احادیث سے واضح طور پر ثابت ہے جو یہ نہ مانے وہ قرآن و سنت بلکہ سرے سے نبوت ہی کا منکر اور اسلام سے خارج ہے۔

(۴) یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو تمام پیغمبروں اور رسولوں بلکہ تمام جہان سے زیادہ علم عطا کیا اور اس قدر غیبوں کا علم عطا کیا کہ ان کا حساب و شمار وہ خود جانتا ہے۔ مخلوق میں سے کوئی ایسا فرد نہیں جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے زیادہ علم رکھتا ہو جو شخص یہ کہے کہ مخلوق میں سے فلاں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ علم رکھتا ہے وہ کافر ہے۔

اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی کی "الدولۃ المکیہ" عربی اردو کے صفحہ ۲۵ میں ہے۔

"تو مخلوق کا علم اگرچہ کتنا ہی کثیر و بسیار ہو یہاں تک کہ عرش و فرش میں روز اول سے روز آخر تک اور اس کے کروڑوں مثل سب کو محیط ہو جائے جب بھی نہ ہو گا مگر محدود بالفعل اس لیے کہ عرش و فرش دو کنارے گھیرنے والے ہیں اور روز اول سے روز آخر تک یہ دوسری دو حدیں ہوئیں اور جو چیز دو گھیرنے والوں میں گھری ہو وہ نہ ہو گی 'مگر متناہی"۔

marfat.com

آگے صفحہ ۱۳ میں ہے۔

"تو ثابت ہوا کہ جمیع معلومات الٰہیہ کو پوری تفصیل کے ساتھ کسی مخلوق کا محیط ہو جانا عقلاً اور شرعاً دونوں طرح محال ہے بلکہ اگر تمام اولین و آخرین سب کے علوم جمع کر لیے جائیں تو ان کے مجموعہ کو علوم الٰہیہ سے اصلاً کوئی نسبت نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ نسبت بھی نہیں ہو سکتی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ کو دس لاکھ سمندروں سے۔"

یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے چاہے تو کسی کے لیے ذاتی طور پر اور مستقل کسی ایک چیز کے علم کی نفی فرمادے اور چاہے تو صرف زمین و آسمان کے علوم کی نفی فرمادے اور چاہے تو ہر قسم کے علوم کی نفی فرمادے جس طرح قرآن پاک کے متعلق اللہ تعالیٰ کا چیلنج مختلف مقامات پر مختلف طریقہ سے آیا ہے کبھی تو قرآن پاک کی مثل قرآن پاک بنانے کا چیلنج مشرکین و کفار کو کیا گیا ہے تو کہیں اس جیسی دس سورتوں کا چیلنج کیا گیا ہے اور کہیں صرف ایک سورت بنانے کا چیلنج ہے۔ جس طرح مخلوق ایک سورت کو نہیں بنا سکتی اسی طرح ایک ذرہ کا علم بھی خود جزوی طور پر یا مستقل طور پر حاصل نہیں کر سکتی۔ یہ اللہ عزوجل کی شان ہے کہ جس کو چاہتا ہے جتنا چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

کسی کو ذاتی طور پر علم حاصل نہ ہونے کی نفی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے مختلف مقامات پر بیان فرمائی ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں۔

پ ۱۲ سورہ ھود آیت نمبر ۱۲۳ میں ہے۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝	اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے غیب اور اسی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے تو اسی کی بندگی کرو اور اس پر بھروسہ رکھو اور تمہارا رب تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے "غیب السمٰوٰت والارض" کے لیے ہر کسی کی نفی فرمادی اور اپنے علم کا اثبات فرمایا۔ سب کاموں، بندگی، بھروسہ اور غافل نہ ہونا کہ الفاظ صاف ظاہر کر رہے ہیں

marfat.com

کہ سب کام اسی کے حکم اور مشیت سے ہوتے ہیں اور وہ ہر ایک کے ہر ہر کام سے خبردار ہے جو بھی کام کیا جائے صرف اسی پر بھروسہ کر کے کیا جائے۔ جب عام روزمرہ زندگی کے معمولی سے معمولی کام اس کی مشیت کے بغیر نہیں ہو سکتے تو پھر بندگی کا حق بھی صرف اسی کا ہے۔

یہ آیت کسی بھی طرح حضور ﷺ کے عطائی متناہی محدود علم غیب کی نفی کے لیے نہیں ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے کبھی بھی کسی کو آپ کی ذات پر بھروسہ کرنے کے لیے نہ کہا' کسی کو یہ نہ کہا کہ میری بندگی جائز ہے۔

پ ۱۴ سورہ النحل آیت نمبر ۷۷ میں ہے۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْهُوَ اَقْرَبُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں اور قیامت کا معاملہ نہیں مگر جیسے ایک پلک کا مارنا بلکہ اس سے بھی قریب۔ بے شک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ذاتی طور پر کسی میں علم نہ ہونے کی نفی فرمادی۔ "غیب السمٰوٰت والارض" کہہ کر ہر ایک چیز' ایک ایک ذرہ کی نفی فرمادی۔

یہ آیت بھی حضور ﷺ کے عطائی متناہی محدود علم غیب کی نفی کے لیے نہیں۔ اس آیت میں واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاتی اور لا محدود علم غیب کا بیان فرمایا ہے کیونکہ قیامت برپا کرنا اور ہر چیز پر قادر ہونا اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس جگہ غیب سے مراد علم قیامت ہے۔

پ ۱۵ سورہ الکہف آیت نمبر ۲۵'۲۶ میں ہے۔

وَلَبِثُوْا فِىْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ۝ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا

اور وہ اپنے غار میں تین سو برس ٹھہرے نو اوپر تم فرماؤ اللہ خوب جانتا ہے وہ جتنا ٹھہرے اس

marfat.com

لَبِثُوْا لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ مَالَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا

کے لیے ہیں آسمانوں اور زمینوں کے سب غیب وہ کیا ہی دیکھتا اور کیا ہی سنتا ہے اس کے سوا ان کا کوئی والی نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

یہ آیات اللہ تعالیٰ کے ذاتی علم غیب میں بالکل واضح ہیں اور ان میں عطائی علم غیب کا بھی ذکر ہے۔ اس آیت کا شان نزول اس طرح ہے کہ نجران کے نصرانیوں نے کہا تھا۔ تین سو برس تو ٹھیک ہیں اور نو کی زیادتی کیسی ہے اس کا ہمیں علم نہیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان)

یہ آیات تو اللہ تعالیٰ کے ذاتی علم غیب اور حضور ﷺ کے عطائی علم غیب کے اثبات میں ہیں کیونکہ آپ کو اصحاب کہف کے کہف میں مدت قیام کا صحیح عرصہ بتایا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے حکم میں کسی کا شریک نہ ہونا بیان کرنا' اس کے سوا کسی دوسرے کے والی ہونے کی نفی فرمانا واضح کرتا ہے کہ یہ آیات ذات باری تعالیٰ کے متعلق ہیں نہ کہ ان میں حضور ﷺ کے عطائی علم غیب کی نفی فرمائی گئی ہے۔

پ ا سورہ البقرۃ آیت نمبر ۳۱ تا ۳۳ میں ہے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓىٕكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ. قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَاؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ. قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر سب (اشیاء) کو ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ۔ بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔ فرمایا اے آدم بتا دے انہیں سب (اشیاء کے) نام جب اس نے (یعنی آدم نے) انہیں سب کے نام بتا دیے فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں

marfat.com

تَكْتُمُوْنَ۔

جانتا ہوں آسمانوں اور زمینوں کی سب چھپی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

ان آیات میں بالکل واضح طور پر اللہ تعالیٰ کے ذاتی لامحدود علم غیب کا بیان ہے اور حضرت آدم علیہ السلام اور ملائکہ کے عطائی علم کا بیان ہے اور جو علم اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو عطا فرمایا اس کی نسبت جو حضرت آدم علیہ السلام کو عطا فرمایا بہت کم ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کو جو علم عطا فرمایا اور جس کا علم ملائکہ کو نہیں تھا وہ ملائکہ کے لیے غیب تھا۔ پوشیدہ تھا۔ اس غیب کا علم انہیں بالکل نہیں ہو سکتا تھا جب تک اللہ تعالیٰ انہیں خود مطلع نہ فرماتا اللہ کے عطا کردہ علم سے حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو اس سے مطلع فرمایا۔ یہ بھی واضح ہوا کہ کسی کے لیے عطائی محدود علم غیب مان لینے سے اللہ تعالیٰ کے علم سے برابری نہیں ہو جاتی اور اللہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر کسی کو ذرہ بھر چیز کا بھی علم نہیں ہو سکتا۔

پ ۲۲ سورۃ فاطر آیت نمبر ۳۷، ۳۸ میں ہے۔

وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ۝ اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔

اور وہ (کفار) اس میں (جہنم میں) چلاتے ہوں گے اے ہمارے رب ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا (یعنی رسول اکرم ﷺ) تمہارے پاس تشریف لایا تو اب چکھو (عذاب کا مزہ) کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں بے شک اللہ جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی بات کا۔ بے شک وہ دلوں کی بات خوب جانتا ہے۔

marfat.com

اس میں بھی اللہ تعالیٰ کے ذاتی مستقل لامتناہی لامحدود علم غیب کا ذکر ہے اس میں کسی کے لیے عطائی علم غیب کی نفی نہیں کی گئی ہے اور یہ تو واقعہ ہے ہی جہنم کا اور یہ ہمارے دعویٰ سے متعلق ہی نہیں بلکہ اس میں تو جہنم اور کافروں کے عذاب کے متعلق علم عطا فرمایا گیا ہے۔

پ ۱۶ سورہ طہ آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۱۰ میں ہے۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفاًo فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفاًo لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتاًo يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًاo يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلاًo يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْماًo

اور تم سے (قبیلہ ثقیف والے) پہاڑوں کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ انہیں میرا رب ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا تو کوپٹ پر ہموار کر چھوڑے گا کہ تو اس میں نیچا اونچا کچھ نہ دیکھے اس دن پکارنے والے کے پیچھے دوڑیں گے اس میں کجی نہ ہوگی اور سب آوازیں رحمٰن کے حضور پست ہو کر رہ جائیں گی تو تو نہ سنے گا مگر بہت آہستہ آواز اس دن کسی کی شفاعت کام نہ دے گی مگر اس کی جسے رحمٰن نے اذن دے رہا ہے اور اس کی بات پسند فرمائی وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے اور ان کا علم اسے نہیں گھیر سکتا۔

ان آیات میں واضح طور پر حضور ﷺ کو علم غیب عطا فرمانے کا ثبوت ہے اور مستقبل قریب نہیں بلکہ مستقبل بعید کا علم عطا فرمایا جا رہا ہے اور قرب قیامت اور قیامت کے واقعات کا علم دیا جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ذاتی لامحدود اور لامتناہی علم غیب کا بھی ذکر ہے اور اللہ کی عطا سے مقبولان خداوندی کے عطائی، محدود، متناہی علم غیب کا بھی ذکر ہے اور یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ ان کا علم اللہ کے علم لامتناہی سے کچھ نسبت نہیں رکھتا۔

"رماح القہار علی کفر الکفار" میں اہل سنت و جماعت کے علم غیب کے متعلق عقیدہ کو جس

marfat.com

طرح بیان فرمایا گیا ہے۔ وہیں سے جو پہلے بیان ہو چکا ہے اور جو آئندہ کے صفحات میں بیان کرنا مطلوب ہے نقل کرتا ہوں۔

مسئلہ علم غیب میں تین قسم کے مسائل موجود ہیں۔

(۱) اللہ عزوجل ہی عالم بالذات ہے بے اس کے بتائے ایک حرف کوئی نہیں جان سکتا۔

(۲) رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بعض غیوب کا علم دیا۔

(۳) رسول اللہ ﷺ کا علم اوروں سے زائد ہے ابلیس کا علم معاذاللہ علم اقدس سے ہرگز وسیع تر نہیں۔

(٤) جو علم اللہ عزوجل کی صفت خاصہ ہے جس میں اس کے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کو شریک کرنا بھی شرک ہو وہ ہرگز ابلیس کے لیے نہیں ہو سکتا جو ایسا مانے قطعاً مشرک کافر ملعون بندۂ ابلیس ہے۔

(٥) زید و عمر ہر بچے پاگل چوپائے کو علم غیب میں محمد رسول اللہ ﷺ کے مماثل کہنا حضور اقدس ﷺ کی صریح توہین اور کھلا کفر ہے۔

یہ سب مسائل ضروریات دین سے ہیں اور ان کا منکر ان میں ادنیٰ شک لانے والا قطعاً کافر۔ یہ قسم اول ہوئی۔

(٦) اولیائے کرام نَفَعَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِبَرَكَاتِهِمْ فِى الدَّارَيْنِ کو بھی کچھ علوم غیب ملتے ہیں مگر بوساطت رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ معتزلہ خذلہم اللہ تعالیٰ کہ صرف رسولوں کے لیے اطلاع غیب مانتے اور اولیاء کرام رضی اللہ عنہ کا علم غیب میں اصلا حصہ نہیں جانتے گمراہ و مبتدع ہیں۔

(۷) اللہ عزوجل نے اپنے محبوبوں خصوصاً سید المحبوبین ﷺ کو غیوب خمسہ سے بہت جزئیات کا علم بخشا جو یہ کہے کہ خمس میں سے کسی فرد کا علم کسی کو نہ دیا گیا ہزار ہا احادیث متواترۃ المعنی کا منکر اور بد مذہب خاسر ہے۔

یہ قسم دوم ہوئی۔

marfat.com

آگے ہم اسی قسم دوم کو بیان کریں گے اور قسم سوم کو بعد میں بیان کر کے وضاحت کریں گے۔

سب سے پہلے میں غیوب خمسہ بیان کرتا ہوں تاکہ وضاحت ہو سکے کہ ان کی بہت سی جزئیات کا علم حضور ﷺ کو بخشا گیا کہ نہیں۔

پ۲۱ سورہ لقمٰن آیت نمبر ۳۴ میں ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ○	بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔

بے شک غیوب خمسہ کا مطلق علم اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے اور اس کے بتائے بغیر کوئی کسی غیب کو نہیں جان سکتا۔

اب میں غیوب خمسہ کا متعلق جزئیات کا علم کو باری باری بیان کرتا ہوں۔

میں پیچھے بیان کر چکا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت اچانک برپا ہو جائے گی۔

اب مین قیامت کے متعلق جزئیات کو مختصراً بیان کرتا ہوں اور وہ احادیث پہلے بیان کرتا ہوں جن میں قیامت کا لفظ آیا ہے پھر قیامت تک کے واقعات مختصراً بیان کروں گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

❁ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک کہ تمہاری دو جماعتیں آپس میں جنگ نہ کر لیں حالانکہ دونوں کا موقف ایک ہو گا۔ (بخاری شریف کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام) یہ پیشین گوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی باہمی جنگ کے متعلق ہے۔

marfat.com

۞ قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تم اپنے امام کو قتل نہیں کروگے اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تلواروں سے جنگ کروگے اور تمہارے بدترین لوگ تمہاری دنیا کے وارث ہوں گے۔

(ترمذی شریف باب امر بالمعروف' مشکوۃ شریف کتاب الرقاب باب تغیر الناس)

۞ قیامت سے پہلے چھ نشانیاں گن لو (۱) میری وفات (۲) بیت المقدس کی فتح (۳) پھر ایک وبا (طاعون) تم کو پکڑے گی جو بکریوں کی گلٹی کی بیماری کی طرح ہوگی (۴) پھر مال کی اس قدر زیادتی ہوگی کہ کسی آدمی کو ایک سو دینار دیئے جائیں گے پھر وہ (اس کو کم سمجھ کر) ناراض ہی رہے گا (۵) پھر ایک ایسا فتنہ ہوگا جو عرب کے ہر گھر میں داخل ہو جائے گا (۶) پھر تمہارے اور رومیوں کے درمیان ایک صلح ہوگی مگر رومی کفار بدعہدی کریں گے اور اتنا بڑا لشکر لے کر تم پر حملہ آور ہوں گے کہ اس لشکر میں اسی جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار فوجیں ہوں گی۔ (مشکوۃ شریف باب الملاحم)

۞ قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ سرزمین حجاز سے ایک آگ نکلے گی جس سے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں چمک اٹھیں گی۔ (متفق علیہ)

(مسلم شریف کتاب الفتن و مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ)

(۶۵۴ میں یہ آگ نمودار ہوئی۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۲۴)

۞ قیامت کی علامتوں میں یہ ہیں (۱) پڑوسیوں کے ساتھ برا سلوک کرنا (۲) رشتہ داروں کا کاٹ دینا (۳) تلوار کا جہاد سے معطل ہونا (۴) دین کے ذریعے دنیا کمانا۔

(حجۃ اللہ جلد ۲' صفحہ ۱۴۳۱ بحوالہ ابن مردویہ)

۞ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ بہت زیادہ ہرج نہ ہو' صحابہ نے کہا' یارسول اللہ! ہرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا' قتل قتل۔

(صحیح مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

۞ قیامت سے پہلے بہت ہی جھوٹ بولنے والے بھی ہوں گے ان سے دور رہنا۔

marfat.com

(مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ، مسلم شریف)

❁ ایک اعرابی حاضر بارگاہ ہو کر عرض گزار ہوا۔ قیامت کب ہے؟ فرمایا کہ جب امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔ عرض کی۔ ضائع کس طرح کر دی جائے گی؟ فرمایا کہ جب کار جہانبانی نااہل لوگوں کے سپرد کر دیا جائے گا تو قیامت کا انتظار کرنا۔

(مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ، بخاری شریف)

❁ قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ لوگ مسجدوں کے بارے میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔ (مشکوۃ شریف باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ)

❁ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہیں کہ علم اٹھالیا جائے گا اور جہالت کی کثرت ہو جائے گی اور زنا کاری بڑھ جائے گی اور بکثرت شراب پی جائے گی اور مردوں کی تعداد کم ہو جائے گی اور عورتوں کی تعداد بڑھ جائے گی۔ (متفق علیہ)

(بخاری شریف کتاب العلم باب رفع العلم و ظهور الجهل، مشکوۃ شریف کتاب الفتن و اشراط الساعۃ)

❁ قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ کمینے کا بیٹا کمینہ سب سے زیادہ دنیا میں خوش حال ہو گا۔ (ترمذی بیہقی فی دلائل النبوۃ اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے)

❁ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں (حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا) کہ (یارسول اللہ) مجھے قیامت کی نشانیوں کے بارے میں خبر دیجئے تو آپ نے فرمایا یہ ہے کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے اور ننگے پاؤں، ننگے بدن والے محتاجوں، بکریوں کے چرواہوں کو تم محلوں میں فخر کرتے ہوئے دیکھو گے۔ (متفق علیہ)

❁ قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ تم (مسلمان) ایک ایسی قوم سے جنگ کرو گے جن کے جوتے بال کے ہوں گے اور یہاں تک کہ تم لوگ ترکوں سے جنگ کرو گے جن کی آنکھیں چھوٹی، جن کے چہرے سرخ، جن کی ناکیں پست ہوں گی گویا ان کے چہرے تہ بہ تہ کھال چڑھائی ہوئی ڈھال ہوں گے۔

marfat.com

(مسلم شریف کتاب الفتن و اشراط الساعۃ' بخاری شریف کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام' مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب الملاحم)

❁ قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ تم خوز اور کرمان والے عجمیوں سے جنگ کر لو۔ ان کے چہرے سرخ' ناکیں چپٹی' آنکھیں چھوٹی' چہرے کٹی ہوئی ڈھالوں جیسے اور ان کے جوتے بالوں جیسے ہوں گے۔ (مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب الملاحم' بخاری شریف)

❁ قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ کچھ قوموں کے سر آسمان کے ستاروں سے کچل دیئے جائیں گے اس لیے کہ وہ قوم لوط کے عمل (لواطت) کو حلال سمجھنے لگیں گے۔

(حجۃ اللہ جلد ۲ صفحہ ۸۲۹ بحوالہ دیلمی)

یہ پیشین گوئی ۳۲۳ھ عباسی خلیفہ راضی باللہ کے عہد میں پوری ہوئی۔ (حجۃ اللہ جلد ۲ صفحہ ۸۲۹)

❁ قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ رکن (حجر اسود) کو (اس کی جگہ سے) اٹھالیا جائے گا۔ (حجۃ اللہ العالمین جلد ۲' صفحہ ۸۲۹)

عباسی خلافت میں ایک ملحد اور باغی "ابو طاہر قرمطی" نے ایسا کیا۔

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوئے تو (یہود کے ایک بڑے عالم) عبداللہ بن سلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے کہ کچھ پوچھیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں آپ ﷺ سے تین چیزوں کے بارے میں پوچھتا ہوں جنہیں نبی کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا (اس لیے کہ ان کا تعلق غیب کے ساتھ ہے)

(۱) قیامت کی سب سے پہلی نشانی (۲) اہل جنت کا سب سے پہلا کھانا (۳) بچہ کبھی باپ کی شکل پر اور کبھی ماں کی صورت پر کیوں ہوتا ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا' مجھے جبرائیل نے ابھی بتایا ہے۔ عبداللہ بن سلام کہنے لگے کہ فرشتوں میں سے وہ تو یہود کے دشمن ہیں۔

marfat.com

بہر حال حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی سب سے پہلی نشانی وہ آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے گھیر کر مغرب کو لے جائے گی اور وہ کھانا جسے جنتی لوگ سب سے پہلے کھائیں گے، وہ مچھلی کی کلیجی کا زائد حصہ ہوگا۔ رہی تیسری بچے والی بات تو جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آجائے تو بچہ مرد کی شکل پر ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آجائے تو بچہ عورت کی شکل پر ہوتا ہے۔

جیسے ہی عبداللہ بن سلام نے یہ جوابات سنے تو پکار اٹھے۔ اشھدان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (بخاری شریف کتاب المناقب جلد ۱، صفحہ ۵۶۱)

❖ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ مسجد والے ایک دوسرے کو (امامت کے لیے) دھکا دیں گے۔ لوگ کسی کو امام نہیں پائیں گے جو انہیں نماز پڑھائے۔

(ابو داؤد جلد ۱، صفحہ ۹۴ مجتبائی)

❖ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ جانوروں کے چرانے والے عمارتوں پر فخر کریں گے۔ (بخاری شریف کتاب فضائل الصحابہ باب وصیۃ النبی باھل مصر)

❖ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ مال پھیل جائے گا اور کثرت ہوگی۔ تجارت عام ہو جائے گی، علم ظاہر ہوگا اور کوئی شخص بیع کرے گا تو کہے گا ٹھہرو پہلے میں فلاں جگہ کے تاجر سے مشورہ کرلوں۔ (نسائی صفحہ ۱۸۷، جلد ۲)

(یہ ٹیلی فون اور ٹیلی گرام کے ذریعے ہو رہا ہے (الا ماشاء اللہ)

❖ قیامت نہیں قائم ہوگی یہاں تک کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔

(حجۃ اللہ ج ۲، ص ۵۸۲ بحوالہ طبرانی)

❖ قیامت قائم ہونے سے قبل بہت سی ایسی کانیں نکلیں گی جن پر صرف کمپنیوں کا ہی قبضہ ہوگا۔ (طبرانی اوسط)

مسند امام احمد صفحہ ۳۰۴ الجزالخامس میں ہے۔

marfat.com

۞ عنقریب ایسی کانیں ہوں گی جن کا انتظام بدترین لوگ سنبھالیں گے اور مستدرک ص ۴۵۸' ج ۴ میں ہے۔

مختلف کانیں نکلیں گی اور ان میں سے ایک کان حجاز کے قریب ہے وہاں سب سے برے لوگ آیا کریں گے۔ ان احادیث سے نجدیوں کے متعلق واضح علامات ملتی ہیں اور پٹرول کے کنوئیں کے متعلق فرمایا گیا کیونکہ سونا چاندی تو اول دنیا میں موجود تھا۔

۞ قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ ایسے لوگ نکل آئیں گے جو اپنی زبانوں سے کھائیں گے جیسے گائے اپنی زبان سے کھاتی ہے۔ (احمد)

(مشکوٰۃ شریف کتاب الاداب باب البیان والشعر)

یہاں یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ یہ لمبی لمبی تقریریں کرنے والے مقررین واعظین اور لیڈر حضرات ہیں)

۞ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ علم اٹھ جائے گا' جہالت مسلط ہو جائے گی' شراب پی جانے لگے گی اور بدکاری عام ہو جائے گی۔

(بخاری شریف کتاب العلم باب رفع العلم وظهور الجهل)

۞ قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ علم قبض فرمالیا جائے' زلزلے کثرت سے آئیں' وقت ایک دوسرے کے قریب ہو جائے' فتنے ظاہر ہوں اور ہرج بڑھ جائے اور وہ قتل ہے۔ مال کی کثرت ہو گی کہ وہ ابل پڑے۔

(بخاری شریف ابواب الاستقاء باب ما قبل فی الزلائل والایات)

۞ قیامت قائم ہونے سے قبل تیس جھوٹے پیدا ہوں گے ان میں آخری کانا دجال ہو گا۔ (مسند احمد)

۞ قیامت قائم نہ ہو گی کہ تم لوگ پھر کسان ہو جاؤ گے۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

۞ قیامت قائم نہ ہو گی حتیٰ کہ سلام صرف جان پہچان والے لوگوں سے رہ جائے گی' مساجد کو راستہ بنالیا جائے گا تو اس میں اللہ کے لیے سجدہ نہ کیا جائے گا۔ (طبرانی کبیر)

marfat.com

۞ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ پہلی رات کا چاند صاف صاف دیکھا جائے تو کہا جائے گا کہ دو راتوں کا ہے اور مساجد کو راستہ بنا لیا جائے گا اور موت اچانک آجایا کرے گی۔ (یعنی ہارٹ فیل ہونا) (طبرانی اوسط)

۞ قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ بے حیائی' بے شرمی اور بدزبانی پھیل جائے گی اور برا پڑوس اور قطع رحمی یہاں تک کہ امین خیانت کرے گا اور خائن کو امین بنایا جائے گا۔ (المستدرک صفحہ ۵۱۳' جلد ۴)

۞ قرب قیامت کی نشانی یہ ہے کہ فالج اور ہارٹ فیل عام ہو جائے گا۔ (مجالستہ)

۞ قیامت کی نشانیوں میں سے کثرت طلاق اور اچانک موت ہونا ہے۔ (طبرانی)

۞ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ آبادی ویران ہو جائے گی اور ویران آباد ہو جائے گا۔ (طبرانی کبیر)

۞ قیامت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہیں کہ ایمان والا اپنے خاندان میں بھیڑ بکری سے زیادہ کمزور اور ذلیل ہو کر رہ جائے گا' محرابیں سجائی جائیں گی اور دل ویران ہوں گے' پولیس والے زیادہ ہوں گے' عیب چیں' غیبت کرنے والے اور طعنہ دینے والے بکثرت ہوں گے۔ (کنزالاعمال جلد ۷' صفحہ ۱۷۷)

۞ ایسا دور آ کر رہے گا جب آدمی کو صرف پیٹ کی فکر ہو گی اور وہ خواہش ہی کو دین سمجھے گا۔ (کتاب الرقاق لابن مبارک صفحہ ۳۱۷)

۞ قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ کتاب اللہ کو عار سمجھا جائے گا' زمانہ باہم قریب ہو جائے گا' خائنوں کو امین بنایا جائے گا' امینوں پر تہمت لگائی جائے گی' جھوٹے کو سچا کہا جائے گا اور سچے کو جھوٹا کہا جائے گا' لوٹ مار' قتل کی کثرت ہو گی' بغاوت حسد اور کینہ بڑھ جائے گا' لوگ مختلف امور میں اختلاف رکھیں گے' خواہش کی اتباع کی جائے گی' ظن پر فیصلہ کیا جائے گا' قلم اٹھا لیا جائے گا' جہالت بڑھ جائے گی۔ (طبرانی)

۞ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہیں۔

marfat.com

لوگ نماز چھوڑ دیں‘ اونچی اونچی عمارتیں بنائیں‘ قرآن مجید کو مزین کیا جائے‘ مسجدوں میں نقش و نگار بنائے جائیں‘ اونچے اونچے مینار بنائے جائیں‘ زندگی کی دوڑ اور کاروبار تجارت میں مرد کے ساتھ عورتیں شریک ہوں‘ ظلم پر فخر کیا جائے‘ انصاف فروخت ہونے لگے‘ قرآن کو گا گا کر پڑھا جائے۔ (مختصراً از در منشور جلد ۶‘ صفحہ ۵۲)

اور بالکل قرب قیامت کی چند نشانیاں اس طرح ہیں۔

❁ قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ قحطان قبیلے سے ایک آدمی نکلے گا جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا۔ (متفق علیہ)

(مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ‘ مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب الملاحم)

❁ دو پتلی پتلی (چھوٹی چھوٹی) پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو برباد کرے گا۔ (گرادے گا)

(مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

❁ قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ مال بڑھ کر عام ہو جائے گا یہاں تک کہ ایک آدمی اپنی مال کی زکوٰۃ لے کر نکلے گا لیکن اسے کوئی نہیں ملے گا جو اسے قبول کرے یہاں تک کہ سرزمین عرب بھی چراگاہوں اور نہروں میں تبدیل ہو جائے گی۔ (مسلم شریف)

اور اسی طرح ہے: مکانات اہاب یا یہاب تک پہنچ جائیں گے۔

(مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ)

❁ اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ دریائے فرات سے ایک سونے کا پہاڑ نہ نکل آئے جس پر لوگوں کا قتال ہو گا اور ہر سو آدمیوں میں سے ننانوے آدمی مارے جائیں گے اور ان میں سے ہر شخص یہ سوچے گا کہ شاید میں ہی وہ شخص ہوں جس کو نجات مل جائے۔ (جو بچ جائے۔

(مسلم کتاب الفتن واشراط الساعۃ‘ مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ)

❁ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے‘ قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ درندے انسانوں سے باتیں نہ کرنے لگیں اور یہاں تک کہ آدمی سے اس کے کوڑے

marfat.com

کا پھندنا باتیں کرے گا اور اس کے جوتے کا تسمہ بھی اور اس کی ران بتائے گی جو اس کے گھر والوں نے اس کے بعد کیا۔

(ترمذی شریف ابواب الفتن، مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ)

جدید سائنسی ایجادوں کی طرف بھی اشارہ سمجھا جا سکتا ہے۔

❁ قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ لوگ جانوروں کی طرح راستہ میں جفتی کریں گے۔

❁ قیامت قائم ہونے سے پہلے تم ایسی چیزیں دیکھو گے جن کا تم انکار کر دو گے اور کہو گے کہ کیا اس کے بارے میں کچھ ہم سے بیان کیا گیا ہے؟ جب تم یہ دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو اور جان لو کہ یہ ہی قیامت کی ابتداء ہے۔ (بزار، طبرانی کبیر)

قیامت قائم ہونے سے قبل تم ان امور عظیمہ کو دیکھ لو گے جنہیں تم نے نہ کبھی دیکھا ہے اور نہ تم نے ان کے بارے میں سوچا۔ (الفتن، احمد، بزر، طبرانی کبیر)

❁ ابن مریم حاکم عادل ہو کر نزول فرمائیں گے تو صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے، جزیہ کا قانون وضع کریں گے اور اونٹ کو چھوڑ دیا جائے گا تو اس پر نہیں چلا جائے گا۔ یعنی موٹر گاڑیاں، ریلیں، ہوائی جہاز وغیرہ ایجاد ہو جائیں گے۔ (مسلم شریف جلد ۱، صفحہ ۸۷)

❁ قیامت قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہو جائے گا تو سال مہینہ کی طرح ہو جائے گا اور مہینہ ایک ہفتہ کی طرح اور ہفتہ ایک دن کے برابر اور ایک دن ایک ساعت کی طرح اور ایک ساعت آگ کی چنگاری کی طرح۔ (ترمذی شریف، مسند امام احمد)

❁ قیامت قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ زمین عرب دوبارہ چراگاہیں اور نہریں بن جائے گی اور یہاں تک کہ عراق اور مکہ کے درمیان سفر کرنے والا سوائے راستہ بھولنے کے کسی اور چیز کا خوف نہ کرے گا۔ (مسند امام احمد صفحہ ۳۷۰، الجزء الثانی)

marfat.com

یہ سڑکوں گاڑیوں کاروں ' ہوائی جہازوں اور دوسری اشیائے آمدورفت کی بھی نشاندہی کرتی ہے۔

❁ قیامت قائم نہیں ہو گی حتی کہ لوگ صحت برقرار رکھنے کے لیے مدینہ سے شام کی طرف جایا کریں گے۔(مسند الفردوس)

❁ میری آخری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو کجاوں کی مانند زینوں پر سواری کریں گے اور مساجد کے دروازوں پر اتریں گے ان کی عورتیں پہن کر بھی عریاں معلوم ہوں گی' ان عورتوں کے سروں پر کمزور اونٹوں کے کوہان کی مانند کوئی چیز ہو گی انہیں لعنت کرو کیونکہ یہ سب عورتیں ملعون ہیں۔(مسند احمد)

حاکم نے کہا کہ بخاری اور مسلم کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ انگریزی لباس ' ہیٹوں ' وگ اور مختلف ماڈل اور شکلوں کی گاڑیوں کے متعلق بھی نشاندی کرتی ہے۔

❁ قیامت قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ بے سینگ والی سینگ والی کو سینگ نہ مارے اور یہاں تک کہ نوجوان آدمی بوڑھے کو قاصد بنا کر آسمان کے دو کناروں کے درمیان بھیجے گا اور حتی کہ تاجر آسمان کے کناروں کے درمیان پہنچے گا تو بھی منافع پائے گا۔(طبرانی کبیر)

یہ حدیث دو براعظموں کے درمیان تجارت کی طرف نشاندی کرتی ہے اور ہوائی جہاز اور دوسرے تیز ذرائع آمدورفت کی طرف بھی نشاندہی کرتی ہے کیونکہ افق پر آدمی ہوائی جہاز ' طیاروں کے بغیر نہیں پہنچ سکتا اور کتنے ہی نوجوان بوڑھوں کو اپنا نائب یا وزیر ' سفیر بنا کر بھیجتے ہیں۔

❁ قیامت قائم ہونے سے قبل ایسی بارش ہو گی کہ اس کی وجہ سے سوائے خیموں کے کوئی پکا مکان باقی نہ رہے گا۔(مسند احمد صفحہ ۲۶۲ الجزالثانی بسند صحیح)

❁ اس کے علاوہ چند علامات مثلاً آخری زمانہ میں عیسائیوں کا عروج اور زور ہونا (مسلم شریف) مسلمانوں کا آپس میں دشمن ہونا (مسلم و ابوداوَد) کفار کا ممالک اسلامیہ پر

marfat.com

قابض ہونے کے لیے ایک دوسرے کو اس طرح بلانا جس طرح دستر خوان پر کھانے کے بلاتے ہیں (ابو داؤد، مشکوٰۃ) امام مہدی کا ظہور ہونا (ابو داؤد) اور خروج دجال، خروج یاجوج ماجوج، خسف ہونا، دھواں اٹھنا، مغرب سے آفتاب طلوع ہونا، دابۃ الارض کا خروج، ایک سرد ہوا کا چلنا جس سے تمام اہل ایمان کا مر جانا، نفخ اول، نفخ ثانی کے متعلق احادیث بخاری و مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔

اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو، دھواں، دجال، دآبۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، حضرت عیسیٰ ابن مریم کا نزول اور یاجوج ماجود اور تین جگہ زمین دھنسنے کا ذکر کیا اور آخر میں عین سے آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہنکا کر محشر کی طرف لے جائے گی۔

(مسلم کتاب الفتن و اشراط الساعۃ، مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن) (سنن ابو داؤد کتاب الملاحم، سنن ابن ماجہ باب الایات)

❁ حضور ﷺ نے (انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کو ملا کر) فرمایا: مجھے اور قیامت کو ان دونوں کی طرح بھیجا گیا ہے۔

(صحیح بخاری شریف کتاب الرقاق، مسلم شریف کتاب الفتن و اشراط الساعۃ)

❁ میری امت کا ایک گروہ قیامت تک غلبے کے ساتھ ہمیشہ حق کی خاطر لڑتا رہے گا فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے تو ان کا امیر کہے گا: آیئے ہمیں نماز پڑھایئے۔ وہ فرمائیں گے نہیں، تم ہی آپس میں ایک دوسرے کے امام ہو، یہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عزت بخشی ہے۔

(مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب نزول عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام)

❁ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی جب تک کہ مسلمان یہودیوں کو قتل کر دیں حتیٰ کہ یہودی درخت اور پتھر کے پیچھے چھپیں گے اور پتھر اور درخت یہ کہے گا: اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے ہے اور اس کو قتل کر دے۔ ہاں درخت

marfat.com

غرقد نہیں کہے گا کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔ (مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

حضور علیہ کو جب معراج ہوئی تو آپ نے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی اور ان کے درمیان قیامت کا تذکرہ ہوا۔ سب نے حضرت ابراھیم سے قیامت کے متعلق سوال کیا تو انہیں کچھ معلوم نہ تھا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا تو انہیں بھی معلوم نہ تھا تو پھر سب نے عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا: قیامت سے پہلے نزول کا وعدہ کیا گیا ہے لیکن اس کا وقت اللہ ہی کو معلوم ہے عیسیٰ علیہ السلام نے دجال کے ظہور کا تذکرہ کیا اور فرمایا: میں نازل ہو کر اسے قتل کر دوں گا۔ لوگ جب اپنے شہروں کو لوٹیں گے تو یاجوج ماجوج ہر طرف سے نکل آئیں گے وہ جس پانی سے گزریں گے اسے پی جائیں گے اور جس چیز کو دیکھیں گے اسے تباہ کر دیں گے۔ خدا کے بندے اللہ سے دعا کرنے کی درخواست کریں گے۔ میں اللہ سے دعا کروں گا۔ وہ سب مر جائیں گے ان کی لاشوں سے تمام زمین بدبودار ہو جائے گی۔ لوگ پھر مجھ سے دعا کی استدعا کریں گے۔ میں دعا کروں گا تو اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا جس سے ان کی لاشیں بہہ کر سمندر میں چلی جائیں گی اور بدبو ختم ہو جائے گی اس کے بعد پہاڑ اڑا دیئے جائیں گے اور زمین کھینچ کر چمڑے کی طرح دراز ہو جائے گی اور صاف ہموار ہو کر ٹیلے وغیرہ کا کوئی نشان باقی نہ رہے گا پھر مجھے بتایا گیا ہے کہ اس کے بعد قیامت بہت قریب ہے اور اچانک آئے گی۔

(سنن ابن ماجہ باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ ابن مریم)

اس مفہوم کی حدیث مسند احمد میں بھی ہے اور شوکانی سے اسے متواتر کہا ہے۔

اب میں مختصراً وہ احادیث بیان کر رہا ہوں جن میں آپ نے مستقبل کے حالات بیان فرمائے۔

نبی کریم علیہ نے فرمایا۔

میری امت میں خلافت تیس سال رہے گی اس کے بعد بادشاہت ہو گی۔

(ترمذی شریف ابواب الفتن باب ماجاء فی الخلافۃ)

marfat.com

❁ میرے بعد ابو بکر اور عمر کی پیروی کرنا مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما۔

❁ نبی کریم ﷺ حضرت ابو بکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان کوہ احد پر چڑھے اور ان کے ساتھ چلا آپ نے ٹھوکر مار کر فرمایا: احد ٹھہر جا کیونکہ تیرے اوپر ایک نبی' ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (بخاری شریف کتاب الانبیاء)

❁ کسریٰ ہلاک ہو گیا اور اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں' قیصر بھی ضرور ہلاک ہو گا اور اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہو گا۔ تم ان دونوں کے خزانوں کو ضرور اللہ کی راہ میں تقسیم کرو گے۔ (مسلم شریف کتاب الفتن و اشراط الساعۃ' بخاری شریف کتاب الانبیاء بات علامات النبوۃ فی الاسلام)

❁ ایک بڑھیا حیرہ سے چلے گی اور خانہ کعبہ کا طواف کرے گی لیکن اسے خدا کے سوا کسی دوسرے کا خوف نہ ہو گا۔ (حضرت عدی بن حاتم نے ایسا خود دیکھا۹
(صحیح بخاری شریف کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

❁ تم جزیرۂ عرب سے جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دے گا پھر ایران سے تو اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دے گا۔ پھر روم سے تو اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دے گا پھر دجال سے اور اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دے گا۔ (صحیح مسلم شریف کتاب الفتن)

❁ اے عثمان! شاید اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیض پہنائے گا۔ (یعنی خلافت) اگر لوگ اسے اتارنا چاہیں تو تم نہ اتار دینا۔ (ترمذی' ابن ماجہ' مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن)

❁ میری امت کی ہلاکت قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں ہے۔ (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے واقعات کے متعلق ہے)
(بخاری شریف کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

❁ میرا یہ بیٹا (حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ) سردار ہے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں (گروہوں) میں صلح کرا دے۔

marfat.com

بخاری شریف کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام' بخاری شریف کتاب المناقب' ترمذی شریف ابواب المناقب یہ پیشین گوئی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی حامی مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کی آپس میں صلح کروانے کے متعلق تھی۔

❁ ثقیف میں ایک کذاب (مختار ثقفی) اور ظالم (حجاج بن یوسف) ہو گا۔
(صحیح مسلم شریف کتاب فضائل الصحابہ ذکر کذاب ثقیف و میرھا)

❁ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کی خلافت کی پیشین گوئی بھی کی ملاحظہ ہو۔ (مشکوۃ شریف کتاب الرقاق باب الانذار والتحریر)

❁ عنقریب تم مصر کو فتح کرو گے اور ایسی زمین ہے جس میں قیراط کا لفظ بولا جاتا ہے جب تم اسے فتح کر لو تو اس کے باشندوں سے حسن سلوک کرنا کیونکہ ان کے لیے امان اور رحم کا رشتہ ہے یا فرمایا کہ امان اور سسرالی رشتہ ہے جب تم اس میں دو آدمیوں کو ایک اینٹ بھر جگہ پر جھگڑتے دیکھو تو اس سے نکل آنا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرحمٰن بن شرجیل بن حسنہ اور ان کے بھائی ربیعہ کو ایک اینٹ جتنی جگہ پر جھگڑتے دیکھا تو میں اس سے نکل آیا۔ (مسلم شریف کتاب فضائل الصحابہ' مشکوۃ شریف باب فی معجزات)

❁ میری اس امت کے معاملات عدل و انصاف پر قائم رہیں گے یہاں تک کہ پہلا شخص جو اسے (عدل و انصاف) کو تباہ کرے گا وہ بنی امیہ سے ہو گا۔ اسے یزید کہا جائے گا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸' صفحہ ۲۳۱)

❁ جس وقت غنیمت کو ذاتی دولت' امانت کو مال غنیمت اور زکوۃ کو تاوان شمار کیا جائے' آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے' اپنے دوست سے نزدیک اور اپنے باپ سے دور رہے' مسجدوں میں آوازیں بلند ہوں' قبیلے کا سردار ان میں سے بدکردار ہو' قوم میں ذلیل آدمی معزز شمار ہوں۔ آدمی کی عزت اس کے شر سے ڈرتے ہوئے کی جائے گانے بجانے والی عورتیں ظاہر ہوں' شرابیں پی جائیں' اس امت کے آخری لوگ

marfat.com

پہلے لوگوں پر لعنت کریں' اس وقت سرخ آندھیوں' زلزلوں' زمین میں دھنسنے' شکل بدلنے' پتھر برسنے کا انتظار کرنا اور ایسی نشانیوں کا جو اس طرح متواتر آئیں گی جیسے لڑی کا دھاگا ٹوٹنے پر دانے متواتر گرتے ہیں۔ (ترمذی)

(مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ)

❁ آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو ظاہر میں بھائی اور باطن میں دشمن ہوں گے۔ عرض کی گئی کہ یارسول اللہ! یہ کیسے ہوگا؟ فرمایا کہ بعض سے طمع (لالچ) اور بعض سے خوف رکھنے کے باعث۔ (احمد' مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق باب الریاء والسمعۃ)

❁ تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں پر ضرور چلو گے' بالشت کے ساتھ بالشت اور ہاتھ کے ساتھ ہاتھ' یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوں تو تب بھی تم ان کی پیروی کرو گے۔ عرض کی گئی کہ یارسول اللہ! یہود و نصاریٰ کی؟ فرمایا اور کس کی (متفق علیہ)

(مسلم شریف کتاب العلم' مشکوٰۃ شریف باب تغیر الناس کتاب الرقاق)

❁ لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا جس میں اپنے دین پر قائم رہنے والا مٹھی میں چنگاری لینے والے کی طرح ہوگا۔

(مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق باب تغیر الناس' ترمذی شریف بسند غریب)

❁ آخری زمانے میں ایسے لوگ نکلیں گے جو دین کے بدلے دنیا طلب کریں گے' لوگوں کو دکھانے کے لیے نرمی کے باعث بھیڑوں کی کھال پہن لیں گے۔ ان کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہوں گی اور ان کے دل گویا بھیڑیوں کے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھے غرور دکھاتے ہیں یا مجھ پر جرأت کرتے ہیں؟ میں اپنی قسم یاد فرماتا ہوں کہ ان پر فتنہ مسلط کردوں گا جس سے ان کا عقلمند آدمی بھی حیران رہ جائے گا۔

(مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق باب الریاء والسمعۃ)

❁ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے دنیا ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ آدمی قبر کے پاس سے گزرے گا تو اس پر لیٹ جائے گا اور کہے گا کاش! میں اس قبر

marfat.com

والے کی جگہ ہوتا۔ یہ دین کے باعث نہیں بلکہ مصیبت کی وجہ سے ہوگا۔
(مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ' مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ)

❁ لوگوں پر ایسا زمانہ ضرور آئے گا جب کہ سود کھانے سے کوئی نہیں بچ گا اگر نہیں کھائے گا تو اس کے بخارات ضرور پہنچ جائیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا غبار پہنچ جائے گا۔ (احمد' ابو داؤد' نسائی' ابن ماجہ' مشکوٰۃ شریف کتاب البیوع باب الربو)

❁ رسول اللہ ﷺ نے (دعا مانگی) پس کہا کہ اے اللہ! تو برکت نازل فرما ہمارے لیے ہمارے شام میں ہمارے یمن میں۔ راوی کہتے ہیں (بعض نے) کہا ہمارے نجد میں۔ آپ نے (پھر دعا مانگی) اے اللہ! برکت نازل فرما ہمارے لیے ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں۔ راوی کہتے ہیں (بعض نے) کہا اور ہمارے نجد میں۔ آپ نے فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔ (بخاری شریف ابواب الاستقاء باب ما قیل فی الزلازل والایات' ترمذی شریف ابواب المناقب)

❁ خیبر کے دن حضور نبی کریم ﷺ نے اہلی گدھے کو اور دوسری چیزوں کو حرام کیا پھر حضور ﷺ نے فرمایا: عنقریب تم میں سے ہی ایک آدمی (مسلمانوں سے) اپنی مزین چارپائی پر بیٹھے گا اور جب اسی کے سامنے میری حدیث بیان کی جائے گی تو کہے گا میرے اور تمہارے درمیان صرف قرآن ہے جس چیز کو ہم نے قرآن میں حلال پایا اسے حلال سمجھیں گے اور جس چیز کو اس میں حرام پایا اسے حرام سمجھیں گے۔ (پھر فرمایا) یقیناً جس چیز کو اللہ تعالیٰ کے رسول نے حرام کیا وہ اس طرح حرام ہے جیسے اسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو۔
یہ حدیث صحیح ہے اسے امام احمد' دارمی' ابو داؤد' ترمذی اور ابن ماجہ نے صحیح اسناد سے روایت کیا۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

❁ مجھے اپنی امت کے متعلق گمراہ کرنے والے لیڈروں کا ڈر ہے۔
(مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن)

❁ میری امت میں میرے زمانے بعثت کے لوگ بہتر ہیں پھر ان سے متصل زمانے

marfat.com

کے لوگ راوی کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ تیسرے زمانے کا بھی ذکر فرمایایا نہیں؟ آپ نے فرمایا: پھر ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو بغیر کہے شہادت دیں گے۔ امانت میں خیانت کریں گے اور ان میں موٹاپا عام ہو گا۔

(ترمذی شریف ابواب الفتن باب ماجاء فی القرن الثالث بسند حسن صحیح)

❁ لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا جبکہ آدمی پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ جو حاصل کر رہا ہے وہ حلال سے ہے یا حرام سے۔

(بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف کتاب البیوع باب الکسب وطلب الحلال)

❁ اللہ تعالیٰ لوگوں سے علم کو جب واپس لینا چاہے گا تو ان سے چھینے گا نہیں بلکہ علم کو اس طرح واپس لے گا کہ اہل علم کو اپنے یہاں بلا لے گا اور جب دنیا میں عالم باقی نہ رہیں گے تو لوگ اپنا سردار جہلا کو بنا لیں گے اور جب ان سے فتویٰ طلب کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دے کر خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (متفق علیہ)

(بخاری شریف کتاب العلم، ترمذی شریف ابواب العلم، مشکوٰۃ شریف کتاب العلم)

❁ عنقریب ہے کہ لوگوں پر ایسا دور آئے گا جس میں اسلام نام کے لیے باقی رہ جائے گا اور قرآن کریم کی رسم باقی رہ جائے گی۔ مسجدیں آباد تو ہوں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی اور اس دور کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے ان سے فتنے ظاہر ہوں گے اور وہ فتنے انہیں پر لوٹیں گے۔

(مشکوٰۃ شریف، کتاب العلم)

❁ اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر سو سال کے بعد ایسے شخص کو پیدا فرمائے گا جو ان کے لیے ان کے دین کو تازہ کر دے گا۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ کتاب العلم)

❁ اسلام غربت کے ساتھ شروع ہوا اور عنقریب غریبوں ہی کی طرف لوٹ (کر رہ) جائے گا جیسے اس کا آغاز ہوا پس غرباء کے لیے (جنت کی) خوشخبری ہے۔

(ترمذی شریف ابواب الایمان بسند حسن صحیح غریب)

marfat.com

اندھیری رات کے حصوں جیسے فتنوں سے پہلے اعمال میں جلدی کر لو' جن میں آدمی صبح کو مومن اور شام کو کافر ہو گا۔ شام ایمان کی حالت میں کی اور صبح کو کافر ہو جائے گا۔ اپنے دین کو لوگ دنیاوی مال کے بدلے بیچ دیں گے۔

(مسلم شریف' مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن)

میری امت پر وہ کچھ ضرور آئے گا جو بنی اسرائیل پر آیا جس طرح ایک جوتی دوسری جوتی کے برابر ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی اپنی ماں کے پاس علانیہ آیا ہو گا (یعنی زنا کیا ہو گا) تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو یہ حرکت کریں گے۔ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے۔ ایک کے سوا باقی سب جہنمی ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ نجات پانے والے کون ہوں ہیں؟ آپ نے فرمایا جو میرے اور صحابہ کرام کے راستے پر ہوں گے۔ (یعنی اہل سنت و جماعت)(جامع ترمذی شریف ابواب الایمان بسند حسن غریب مفسر)

عنقریب فتنے ہوں گے جن میں بیٹھے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہو گا' کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہو گا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہو گا۔ جو ان کی طرف جھانکے گا وہ اسے کھینچ لیں گے' جس کو کوئی ٹھکانہ یا پناہ گاہ مل جائے تو اس کی پناہ حاصل کرے۔ (متفق علیہ)

(مسلم شریف' کتاب الفتن واشراط الساعۃ' مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن)

عنقریب ایک ایسی قوم آئے گی جو قرآن پڑھ کر بندوں سے طلب کرے گی۔

(احمد' ترمذی' مشکوٰۃ شریف' اختلاف قرأت کا بیان)

زمانہ قریب ہو جائے گا اور علم اٹھ جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے (دلوں میں) بخل ڈال دیا جائے گا' ہرج بکثرت ہو گا۔ صحابہ کرام نے پوچھا ہرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کشت و خون۔ (مسلم شریف کتاب العلم)

آخری زمانے میں ایسے جھوٹے دجال (جیسے مرزا کذاب قادیانی) ہوں گے جو ایسی

marfat.com

احادیث بیان کریں گے (جو تمہیں وہ باتیں سنائیں گے) جو تم نے کبھی نہ سنی ہوں گی اور نہ تمہارے آباؤاجداد نے لہذا تم ان سے بچو اور خود کو ان سے بچاؤ تاکہ نہ تو وہ تم کو گمراہ کریں اور نہ فتنہ میں ڈالیں۔ (مسلم شریف' مشکوۃ شریف کتاب الایمان)

❁ میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا کوئی دوسرا نام رکھ لیں گے۔ (ابوداؤد' ابن ماجہ' مشکوۃ شریف کتاب الاطعمہ)

❁ جھوٹ کی کثرت ہو گی اور بازار اور زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں گے۔ (مسند احمد)

❁ میری امت طرح طرح کے خوبصورت چمڑے کے جوتے پہنے گی اور انہیں خوب چمکائے گی خواہ وہ مرد ہوں یا عورت۔ (طبرانی)

❁ اللہ تعالیٰ اسلام کی تائید ایسے لوگوں سے کرائے گا جو خود مسلمان نہ ہوں گے۔ (طبرانی کبیر)

❁ میری امت کے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو طرح طرح کے کھانے کھائیں گے' قسم قسم کے شربت پئیں گے' مختلف رنگوں کے کپڑے پہنا کریں گے اور باتیں بڑھ چڑھ کر کیا کریں گے۔ یہ میری امت کے شریر لوگ ہوں گے۔ (طبرانی کبیر)

❁ ٹڈیاں ناپید ہو جائیں گی۔ (مشکوۃ کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ)

اب میں مافی الارحام کے متعلق مختصر بیان کرتا ہوں۔ یقیناً اس بات کا علم کہ ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے۔ کسی کو معمولی علم بھی نہیں ہوتا یہ اللہ تعالیٰ کے مطلق اختیار میں ہے کہ وہ کس قطرے سے بچہ پیدا کردے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے مطلق اختیار میں ہے کہ چاہے تو بیٹا دے چاہے تو بیٹی دے اور چاہے تو بیٹا اور بیٹی دونوں دے دے اور چاہے تو کچھ بھی نہ دے۔ ہاں اللہ کی عطا سے کسی کو جتنا وہ چاہے یہ علم ہو سکتا ہے۔ اس کے متعلق چند احادیث بیان کرتا ہوں۔

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ

marfat.com

بزرگ و برتر نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے جو کہتا ہے پروردگار نطفہ پڑ گیا' پروردگار اب خون بن گیا' پروردگار اب گوشت کا لوتھڑا ہو گیا۔ جب اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے تخلیق مکمل کر لیتا ہے تو وہ فرشتہ کہتا ہے' مرد یا عورت' بد بخت یا نیک بخت' رزق کتنا اور عمر کتنی؟ فرمایا' پھر وہ فرشتہ (سب کچھ) ماں کے پیٹ میں لکھ دیتا ہے۔

(بخاری شریف کتاب الحیض و کتاب القدر)

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا جو صادق و مصدوق ہیں کہ تم میں سے ہر ایک اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس روز اسی طرح (نطفے کی صورت میں) رہتا ہے پھر وہ چالیس روز تک جمے ہوئے خون کی صورت رہتا ہے پھر وہ گوشت کی بوٹی بن کر اتنے ہی دن رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کی جانب ایک فرشتہ بھیجتا ہے کہ وہ چار باتیں لکھ آئے۔ (۱) اس کا عمل (۲) اس کی موت (۳) اس کا رزق (۴) بد بخت یا نیک بخت۔ پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔

(بخاری شریف کتاب الانبیاء باب اذ قال ربك للملئكة)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل رحم مادر پر مقرر فرشتے کو مندرجہ ذیل علوم غیبیہ عطا فرماتا ہے۔

(۱) مافی الارحام (ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟) کا علم

(۲) ہر انسان کے عمل کا علم جو وہ آئندہ زندگی میں کرے گا۔ قرآنی اصطلاح میں اس علم کو ماذا تکسب غدا کا علم بتایا گیا ہے۔

(۳) یہ علم کہ دنیا میں بھیجا جانے والا یہ انسان نیک بخت ہو گا یا بد بخت۔

بڑی نیک بختی تو یہ ہے کہ خاتمہ ایمان پر ہو اور بڑی بد بختی یہ کہ مرتے وقت ایمان والا نہ ہو۔ گویا اس فرشتے کو انسان کے انجام کا علم بھی عطا کیا گیا ہے۔

(۴) پوری زندگی کے رزق کا علم۔

(۵) عمر کا علم یعنی یہ انسان کب تک اس دنیا میں رہے گا اور کب اس کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو

marfat.com

جائے گا؟ گویا زندگی کے اختتام یعنی موت کا علم بھی اس فرشتے کو حاصل ہے۔

(۳) حضرت عائشہ صدیقہ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ مطہرہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو تحفہ دیا بیس وسق ٹوٹی ہوئی خشک کھجوروں کا غابہ کے مال سے تو جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفاۃ قریب ہوئی آپ نے فرمایا کہ اے میری بیٹی میرے بعد تیرے غنی سے کوئی پیارا نہیں اور میرے بعد میرے نزدیک تیرے فقر سے اور کوئی عزیز نہیں اور میں نے تجھے نیاز بھیجی بیس وسق کٹی ہوئی خشک کھجوریں پھر اگر تو فراخدلی کرے اور تو پسند کرے تو آج ورثاء کا مال یہی ہے اور کوئی نہیں۔ دو تیرے بھائی ہیں اور دو تیری بہنیں۔ تو اللہ کی کتاب کے مطابق تم اس کو تقسیم کر لو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا قسم اللہ کی اگر ایسے ایسے ہوتا تو میں اس کو چھوڑ دیتی (میری ہمشیرہ) وہ اسماء ہی تو ہے اور کوئی نہیں دوسری کون ہے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیری والدہ کے پیٹ میں حمل لڑکی کا ہے جو پیدا ہونے والی ہے۔ میں اس حمل کو لڑکی دیکھ رہا ہوں۔

(بیہقی شریف جلد ۶ صفحہ ۱۷۰ طحاوی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۴۵ تاریخ الخلفاء اصابہ)

(٤) شب برأت میں بندوں کی عمر رزق وغیرہ سال بھر کے تمام کام فرشتوں کے سپرد ہوتے ہیں۔ عام و حوادث مصائب و آلام خیر و شر رنج و محن فتح و ہزیمت وصل و فصل و اتحاد و اتفاق ذلت و رفعت قبض و بسط قحط سالی و فراخ سالی غرضیکہ سال بھر کے تمام ہونے والے اسی شب میں ہر محکمہ سے تعلق رکھنے والے ملائک کو تفویض ہوتے ہیں جس پر سال آئندہ میں عمل ہوتا ہے۔ (اسلامی تقریبات از علامہ سید محمود احمد رضوی)

اور قرآن مجید میں اسی شب کے متعلق ہے۔

إِنَّآ أَنزَلْنَاهُ فِى لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ

(پ ۲۵ سورہ دخان آیت نمبر ۳، ۴)

اس روشن کتاب کی قسم ہم نے اس کو برکت والی رات میں اتارا، ہم ڈر سنانے والے ہیں۔ اس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام۔

ما فی الارحام کا علم بھی اسی میں ہے۔

marfat.com

(۵) مشکوٰۃ شریف باب مناقب اہل البیت النبی ﷺ کی تیسری فصل میں ہے۔ حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں یارسول اللہ! آج رات میں نے برا خواب دیکھا ہے۔ فرمایا: وہ کیا ہے؟ عرض گزار ہوئیں کہ سخت ہے۔ فرمایا کہ ہے کیا؟؟ فرمایا کہ آپ کے جسم انور کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ انشاء اللہ فاطمہ لڑکا جنے گی جو تمہاری گود میں ہو گا۔ پس حضرت فاطمہ نے حسین کو جنا اور وہ میری گود میں تھے جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تو میں نے وہ اٹھا کر آپ کی گود میں رکھ دیئے۔ میری توجہ ادھر ادھر ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے عرض گزار ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس آئے تھے اور مجھے بتایا کہ عنقریب میری امت میرے اس بیٹے کو قتل کرے گی۔ میں نے کہا' انہیں؟ فرمایا' ہاں اور میرے پاس اس جگہ کی مٹی لائے جو سرخ ہے۔ (اسے بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا)

علوم خمسہ میں سے ایک یہ ہے کہ کسی کو اپنی موت کے متعلق علم نہیں یا کسی اور کی موت کا علم کہ وہ کب کہاں اور کیسے مرے گا۔ بے شک اس کا علم اللہ تعالیٰ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس کی عطا کے بغیر کسی کو ایک ذرہ کا بھی علم نہیں۔ ہاں وہ جس کو چاہے اور جتنا چاہے یہ علم بھی عطا فرما سکتا ہے۔

اب میں چند احادیث اس کے ثبوت میں پیش کرتا ہوں۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے مرض وصال میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان کے ساتھ سرگوشی فرمائی تو وہ ہنس پڑیں۔ ہم نے ان سے اس بارے میں دریافت فرمایا تو بتایا پہلی مرتبہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے یہ سرگوشی فرمائی تھی کہ میرا اس مرض کے اندر ہی وصال ہو جائے گا اس پر میں رونے لگی دوبارہ آپ نے سرگوشی فرمائی تو مجھے یہ خبر دی کہ میرے اہل بیت سے تم سب سے پہلے میرے پیچھے آؤ

marfat.com

گی۔اس پر میں ہنس پڑی۔

بخاری شریف کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ

بخاری شریف کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام اور کتاب المناقب

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ ازواج مطہرات کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا میری وفات کے بعد تم میں سے سب پہلے وہ مجھ سے ملاقات کرے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں پھر ہم سب اپنے اپنے ہاتھ ناپنے لگیں کہ کس کے ہاتھ زیادہ لمبے ہیں لیکن سب سے زیادہ لمبے ہاتھ حضرت زینب کے تھے کیونکہ وہ اپنے ہاتھوں سے کام کاج کرتی تھیں اور صدقہ و خیرات کرتی تھیں۔

حضرت زینت رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ازواج مطہرات سمجھیں کہ اطولکن یدا سے مراد مجازی معنی تھے نہ کہ حقیقی۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ مسلم باب من فضائل زینب ام المومنین رضی اللہ عنہا)

(۳) جنگ بدر میں حضور ﷺ نے مشرکین مکہ کے ڈھیر ہونے کی جگہوں پر نشان لگاتے ہوئے فرمایا

یہ فلاں کے ڈھیر ہونے کی جگہ ہے اور دست مبارک زمین پر رکھتے ہوئے فرمایا کہ یہاں اور یہاں۔راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک رکھنے کی جگہ سے کوئی ادھر ادھر نہ ہوا۔(مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف باب فی المعجزات)

(٤) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار سے فرمایا جبکہ وہ خندق کھودرہے تھے آپ ان کے سر پر دست مبارک پھیرتے اور فرماتے جاتے تھے :ابن سمیہ کی سختی کہ تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔

(مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ، مشکوٰۃ شریف باب فی المعجزات)

(٥) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے

marfat.com

موقع پر اس مرض میں میری عیادت فرمائی جس نے مجھے موت کے نزدیک پہنچادیا تھا۔ میں عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! تکلیف کے باعث میں جس حال میں پہنچ چکا ہوں وہ آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں جبکہ میں ایک مالدار آدمی ہوں اور ایک لڑکی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں تو کیا میں اپنے دو تہائی مال کی وصیت کردوں؟ فرمایا نہیں۔ میں نے کہا' کیا آدھے مال کی؟ فرمایا نہیں' میں عرض گزار ہوا کہ تہائی کی؟ فرمایا تہائی بھی زیادہ ہے۔ اگر تم اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں محتاج چھوڑ کر جاؤ کہ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور جو کچھ تم رضائے الٰہی کے لیے خرچ کرو گے' اس کا تمہیں اجر ملے گا' یہاں تک کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں دو گے اس کا بھی۔ پھر میں عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! کیا میرے ساتھی مجھے یہاں چھوڑ جائیں گے؟ فرمایا: تم یہاں نہیں چھوڑے جاؤ گے' بلکہ تم ایسا عمل کرو گے جس سے رضائے الٰہی مقصود ہو گی اور جس کے باعث تمہارے مقام و منصب میں اضافہ ہو گا اور شاید تم کتنے ہی لوگوں سے پیچھے دنیا میں زندہ رہو' یہاں تک کہ تمہاری ذات سے بعض لوگوں کو نفع پہنچے اور بعض کو نقصان۔ (صحیح بخاری شریف کتاب المغازی' بخاری شریف کتاب المناقب' بخاری شریف کتاب الجنائز)

(٦) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) نبی کریم ﷺ کوہ احد پر چڑھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما تھے۔ پہاڑ کو وجد آیا تو آپ نے ٹھوکر مارتے ہوئے فرمایا احد! ٹھہر جا' تیرے اوپر ایک نبی' ایک صدیق اور دو شہیدوں کے سوا اور کوئی نہیں۔ (بخاری کتاب المناقب)

(٧) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے تشریف لائے جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو بڑے زور سے آندھی چلی کہ سوار زمین میں دھنسنے کے قریب ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یہ آندھی ایک منافق کی موت کے لیے بھیجی گئی ہے۔ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ پہنچے تو منافقوں میں سے ایک بڑا منافق مر چکا تھا۔ (مسلم شریف کتاب صفات المنافقین)

marfat.com

(۸) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شاہ حبشہ، نجاشی کے وفات پانے کی خبر اپنے اصحاب کو اسی روز دے دی تھی جس روز وفات ہوئی اور فرمایا اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو۔

مزید یہ بھی ہے۔

رسول اللہ نے جنازہ گاہ میں صفیں بنائیں اور چار تکبیروں کے ساتھ نماز پڑھی۔

(بخاری شریف کتاب الجنائز کتاب المناقب باب موت النجاشی، مسلم شریف کتاب الجنائز)

(۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی خبر آنے سے پہلے (ان کے شہید ہو جانے کے متعلق) لوگوں کو بتادیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اب جھنڈا زید (رضی اللہ عنہ) نے سنبھالا ہوا ہے تو وہ شہید کر دیے گئے۔ پھر جھنڈا جعفر (رضی اللہ عنہ) نے سنبھال لیا تو وہ بھی شہید ہو گئے پھر جھنڈا ابن رواحہ (رضی اللہ عنہ) نے سنبھالا تو وہ بھی شہید ہو گئے۔ (یہ فرماتے ہوئے) حضور ﷺ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں یہاں تک کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے سنبھال لیا ہے اور (اس کے ہاتھوں) اللہ تعالیٰ نے کافروں پر فتح عطا فرمائی۔

(بخاری شریف کتاب الجہاد، کتاب المناقب، کتاب الجنائز، کتاب المغازی باب غزوہ موتہ)

(۱۰) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ جب ۳۱ھ میں ربذہ کے ویرانے میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حالت خراب ہوئی تو میں رونے لگی۔ انہوں نے پوچھا کیوں روتی ہو؟ میں نے کہا کہ تم ایک صحرا میں سفر آخرت پر جا رہے ہو، یہاں تم کو کفن دینے کے لیے کوئی نیا کپڑا بھی نہیں ہے۔ فرمایا، میں تم کو ایک خوشخبری سناتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے چند آدمیوں کے سامنے فرمایا جن میں ایک میں بھی تھا، تم میں ایک شخص صحرا میں مرے گا اور اس کی موت کے وقت وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت پہنچ جائے گی۔ ان آدمیوں میں سے میرے علاوہ سب لوگ آبادی میں وفات پا چکے ہیں اور اب صرف میں ہی باقی رہ گیا ہوں اس لیے یقیناوہ شخص میں ہی ہوں۔ (اسد الغابہ از علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری)

marfat.com

(۱۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب احد کا وقت قریب ہوا تو رات کو میرے والد (حضرت عبداللہ) نے مجھے بلایا اور کہا کہ میں تو یہیں سمجھتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کے شہید ہونے والے صحابہ میں سب سے پہلے شہید ہونے والا میں ہوں اور میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی ذات کریمہ کے علاوہ سب سے زیادہ عزیز چھوڑے جا رہا ہوں۔ مجھ پر قرض ہے، اسے ادا کر دینا اور اپنی بہنوں سے اچھا سلوک کرنا۔ صبح ہوئی تو سب سے پہلے شہید ہونے والے وہی تھے۔

(بخاری شریف کتاب الجنائز باب ھل یخرج المیت من القبر جلد ۱، صفحہ ۱۸۰)

یہاں تک ختم کر دیں تو ہم نے قسم اول اور قسم دوم کے متعلق اپنا عقیدہ بیان کیا اور اس کے نہ ماننے کا حکم بیان فرمایا۔ اب یہاں قسم سوم بیان کرتے ہیں اور اس کے متعلق حکم بیان کرتے ہیں۔ قسم سوم کے مسائل درج ذیل ہیں۔

(۸) رسول اللہ ﷺ کو تعین وقت قیامت کا بھی علم ملا۔

(۹) حضور کو بلا استثناء جمیع جزئیات خمس کا علم ملا۔

(۱۰) جملہ مکنونات قلم و مکتوبات لوح بالجملہ روز اول سے روز آخر تک تمام ماکان و مایکون مندرجہ لوح محفوظ اور اس سے بہت زائد کا علم ہے جس میں ماورائے قیامت تو جملہ افراد خمس داخل اور دربارۂ قیامت اگر ثابت ہو کہ تعین وقت بھی درج لوح ہے۔

تو اسے شامل ورنہ دونوں احتمال حاصل۔

(۱۱) حضور پر نور ﷺ کو حقیقت روح کا بھی علم ہے۔

(۱۲) جملہ متشابہات قرآنیہ کا بھی علم ہے۔

یہ پانچوں مسائل قسم سوم سے ہیں کہ ان میں خود علماء و آئمہ اہلسنت مختلف رہے ہیں جن کا بیان بعونہ تعالیٰ عنقریب ہوگا۔ ان میں مثبت و نافی کسی پر معاذ اللہ کفر کیا معنی ضلال یا فسق کا بھی حکم نہیں ہو سکتا۔ جبکہ پہلے سات مسئلوں (قسم اول، قسم دوم) پر ایمان رکھتا ہو اور ان پانچ کا انکار اس مرض قلب کی بنا پر نہ ہو جو وہابیہ قاتلہم اللہ تعالیٰ کے نجس دلوں کو ہے کہ محمد رسول

marfat.com

اللہ علیہ ﷺ کے فضائل سے جلتے اور جہاں تک بنے تنقیص و کمی کی راہ چلتے ہیں۔ فی قلوبھم مرض فزادھم اللّٰہ مرضاً ولاھل السنۃ من اللّٰہ احمد رضا آمین۔
(از رماح القہار علی کفر الکفار اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں)

اب مخالفین کا وطیرہ یہ ہے کہ وہ رد تو قسم سوم کے مسائل کا کر رہے ہوتے ہیں جن کہ متعلق واضح بیان ہوا کہ یہ مسائل علماء میں مختلف فیہ ہیں اور اس کے لیے دلائل قسم اول اور قسم دوم کے دے رہے ہوتے ہیں جو کہ ہم واضح اور صاف طور پر پہلے بیان کر چکے ہیں۔

یا دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ "دعویٰ اور دلیل اور" علماء کرام نے اپنی کتابوں میں قسم اول، قسم دوم اور قسم سوم کے متعلق کثیر تعداد میں عبارات لکھیں ہیں۔ قسم اول اور قسم دوم کے متعلق جو عبارات ہیں وہ مخالفین اہل سنت و جماعت کی کتابوں میں بکثرت ملاحظہ کی جاسکتی ہیں اور قسم سوم جو کہ علماء میں مختلف فیہ ہے اس کے متعلق علماء اہل سنت کی کتب میں کثیر عبارات دیکھی جاسکتی ہیں اور مخالفین قدیم علماء کی وہ عبارات جو قسم اول اور قسم دوم کے بیان میں ہیں ان سے قسم سوم کے مسائل کا رد کرتے ہیں اور اپنا عقیدہ واضح طور پر بیان نہیں کرتے۔ ہمارا جو عقیدہ ہے وہ میں نے اعلیٰحضرت کی عبارات سے بیان کر دیا ہے۔ اسی طرح مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "جاء الحق" میں آسان لفظوں میں درج ہے۔ وہاں بھی علم غیب کے بیان میں شروع میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اب میں قسم سوم کے متعلق مختصر دلائل پیش کرتا ہوں۔

ساری اہمیت عقیدہ کو ہے۔ میں اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کو اعلیٰحضرت کی کتاب خالص الاعتقاد سے پھر تفصیلاً بیان کر دیتا ہوں پھر اگر کسی کو اعتراض ہو تو اس عقیدہ اور اس کے حکم کے مطابق اعتراض کرے۔

اعلیٰحضرت اپنے رسالہ "خالص الاعتقاد" کے امر اول میں اپنی مشہور و معروف عربی کتاب "الدولۃ المکیہ" کے حوالے سے اہلسنت کا عقیدہ بیان کرتے ہیں کہ

(۱) میرے رسالہ کی نظر اول میں ہے۔

marfat.com

العلم الذاتی مختص بالمولیٰ سبحنه وتعالیٰ لایمکن لغیره ومن اثبت شیأ منه ولو ادنی من ادنی من ادنی من ذرة لاحد من العلمین فقد کفرو اشرک۔	علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے اس کے غیر کے لیے محال ہے جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر غیر خدا کے لیے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے۔

(۲) اسی میں ہے۔

اللاتناهی الکمی مخصوص بعلم الله تعالیٰ	غیر متناہی بالفعل کو شامل ہونا صرف علم الٰہی کے لیے ہے۔

(۳) اسی میں ہے۔

احاطة احد من الخلق بمعلومات الله تعالیٰ علیٰ جهة التفصیل التام محال شرعاو عقلا بل لوجمع جمیع العلمین اولاو اخرلما کانت له نسبة ما اصلا الیٰ علوم الله سبحنه و تعالیٰ حتی کنسبة حصة من الف الف حصص قطرة الی الف الف بحر	کسی مخلوق کا معلومات الٰہیہ کو بتفصیل تام محیط ہو جانا شرع سے بھی محال ہے اور عقل سے بھی بلکہ اگر تمام عالم اگلے پچھلوں سب کے جملہ علوم جمع کیے جائیں تو ان کو علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہ ہوگی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں سے ایک حصے کو دس لاکھ سمندروں سے۔

(٤) اسی کی نظر ثانی میں ہے۔

ظهروبهر مما تقرران شبهة مساواة علوم المخلوقین طرا اجمعین لعلم ربنا اله العلمین ماکانت لتخطر ببال المسلمین۔	ہماری تقریر سے روشن و تاباں ہو گیا کہ تمام مخلوق کے جملہ علوم مل کر بھی علم الٰہی سے مساوی ہونے کا شبہ اس قابل نہیں کہ مسلمان کے دل میں اس کا خطرہ گزرے۔

(۵) اسی میں ہے۔

قداقمنا الدلائل القاهرة علی ان	ہم قاہر دلیلیں قائم کر چکے کہ علم مخلوق کا جمیع

marfat.com

احاطة علم المخلوق بجميع المعلومات الا لهية محال قطعا عقلا و سمعا.	معلومات الٰہیہ کو محیط ہونا عقل وشرع دونوں کی رو سے یقیناً محال ہے۔

(٦) اسی کی نظر ثالث میں ہے۔

العلم الذاتي والمطلق المحيط التفصيلي مختص باللّٰه تعالیٰ وما للعباد الا مطلق العلم العطائي.	علم ذاتی اور علم بالاستیعاب محیط تفصیلی یہ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے، بندوں کے لیے صرف ایک گونہ علم بعطائے الٰہی ہے۔

(۷) اسی کی نظر خامس میں ہے۔

لانقول بمساواة علم اللّٰه تعالیٰ ولا بحصولة بالاستقلال ولا نثبت بعطاء اللّٰه تعالیٰ ایضا الا البعض.	ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لیے علم بالذات جانیں اور عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع۔

اس سے آگے فرماتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر جس امر کا اعتقاد میری طرف کوئی نسبت کرے مفتری کذاب ہے اور اللہ کے یہاں اس کا حساب اسی "خالص الاعتقاد" کے امر سوم کے شروع میں فرماتے ہیں۔

"مخالفین کو تو محمد رسول اللہ ﷺ کے فضائل کریمہ کی دشمنی نے اندھا بہرا کر دیا۔ انہیں حق نہیں سوجھتا مگر تھوڑی سی عقل والا سمجھ سکتا ہے کہ یہاں کچھ بھی دشواری نہیں۔ علم یقیناً ان صفات میں ہے کہ غیر خدا کو بعطائے خدا مل سکتا ہے۔ تو ذاتی و عطائی کی طرف اس کا انقسام یقینی، یونہی محیط و غیر محیط کی تقسیم بدیہی۔ ان میں اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہونے کے قابل صرف ہر تقسیم کی قسم اول ہے یعنی علم ذاتی و علم محیط حقیقی تو آیات واحادیث واقوال علماء جن میں دوسرے کے لیے اثبات علم غیب سے انکار ہے۔ ان میں قطعاً یہی قسمیں مراد ہیں۔ فقہاء کہ حکم تکفیر کرتے ہیں انہیں قسموں پر حکم لگاتے ہیں کہ آخر بنائے تکفیر یہی تو ہے کہ خدا کی صفت خاصہ دوسرے کے لیے ثابت کی۔ اب یہ دیکھیئے کہ خدا کے لیے علم ذاتی خاص

marfat.com

ہے یا عطائی حاشا اللہ علم عطائی خدا کے ساتھ خاص ہونا درکنا خدا کے لیے محال قطعی ہے کہ دوسرے کے دیے سے اسے علم حاصل ہو۔ پھر خدا کے لیے علم محیط حقیقی خاص ہے یا غیر محیط حاشا اللہ علم غیر محیط خدا کے لیے محال قطعی ہے جس میں بعض معلومات مجہول رہیں تو علم عطائی غیر محیط حقیقی غیر خدا کے لیے ثابت کرنا خدا کی صفت خاصہ ثابت کرنا کیونکر ہوا۔ تکفیر فقہاء اگر اس طرف ناظر ہو تو معنی یہ ٹھہریں گے کہ دیکھو تم غیر خدا کے لیے وہ صفت ثابت کرتے ہو جو زنہار (ہرگز) خدا کی صفت نہیں ہو سکتی لہذا کافر ہو یعنی وہ صفت غیر کے لیے ثابت کرنی چاہیے تھی جو خاص خدا کی صفت ہے کیا کوئی احمق سا احمق ایسا اخبث جنون گوارا کر سکتا ہے ولکن النجدیة قوم لایعقلون۔

اسی "خالص الاعتقاد" کے امر چہارم کے شروع میں فرماتے ہیں۔

(۱) بلاشبہ غیر خدا کے لیے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اس قدر خود ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر۔

(۲) بلاشبہ غیر خدا کا علم معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں ہو سکتا' معاذ اللہ مساوی درکنار تمام اولین و آخرین وانبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین سب کے علوم مل کر علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرا سی بوند کے کروڑویں حصے کو کہ وہ تمام تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے بخلاف علوم الٰہیہ کہ غیر متناہی در غیر متناہی ہیں اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش و فرش و شرق و غرب و جملہ کائنات از روز اول تا روز آخر کو محیط ہو جائیں آخر متناہی ہیں کہ عرش و فرش دو حدیں ہیں شرق و غرب دو حدیں ہیں اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہو سب متناہی ہے بالفعل غیر متناہی کا علم تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا تو جملہ علوم خلق کو علم الٰہی سے اصلا نسبت ہونی ہی محال قطعی ہے نہ کہ معاذ اللہ توہم مساوات۔

(۳) یونہی اس پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل کے دیے سے انبیائے کرام علیہم السلام کو کثیر و وافر غیبوں کا علم ہے۔ یہ بھی ضروریات دین سے ہے جو اس کا منکر ہے کافر ہے کہ سرے سے

marfat.com

نبوت کا ہی منکر ہے۔

(٤) اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضل جلیل میں محمد رسول اللہ ﷺ کا حصہ تمام انبیاء تمام جہان سے اتم واعظم ہے۔ اللہ عزوجل کی عطا سے حبیب اکرم ﷺ کو اتنے غیوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

مسلمانوں کا یہاں تک اجماع تھا مگر وہابیہ کو محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت شان کس دل سے گوارا ہوا نہوں نے :

(۱) صاف کہہ دیا کہ حضور کو دیوار پیچھے کی بھی خبر نہیں۔

(۲) وہ اور تو اور خود اپنے خاتمہ کا بھی حال نہیں جانتے۔

(۳) ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ خدا کے بتائے سے بھی اگر مغیبات کا علم ان کے لیے مانے جب بھی مشرک ہے۔

(٤) اس پر قہر یہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو تو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہ مانیں اور ابلیس لعین کے لیے تمام زمین کا علم محیط حاصل جانیں۔

(٥) اس پر عذر یہ کہ ابلیس کی وسعت علم نص سے ثابت ہے فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے؟

(٦) پھر ستم قہر یہ کہ جو کچھ ابلیس کے لیے خود ثابت مانا محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے اس کے ماننے پر جھٹ حکم شرک جڑ دیا یعنی خدا کی خاص صفت ابلیس کے لیے تو ثابت ہے وہ تو خدا کا شریک ہے مگر حضور کے لیے ثابت کرو تو مشرک ہو۔

(۷) اس پر بعض غالی اور بڑھے اور صاف کہہ دیا کہ جیسا علم غیب محمد رسول اللہ ﷺ کو ہے ایسا تو ہر پاگل ہر چوپائے کو ہوتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس کے بعد اسی ”خالص الاعتقاد“ کے امر پنجم کے شروع میں فرماتے ہیں۔

فضل محمد رسول اللہ ﷺ کے منکروں کو جہنم میں جانے دیجئے تتمہ کلام استماع فرمایئے۔

ان تمام اجتماعات کے بعد ہمارے علماء میں اختلاف ہوا کہ بے شمار علوم غیب جو مولیٰ عزوجل

marfat.com

نے اپنے محبوب اعظم ﷺ کو عطا فرمائے آیا وہ روز اول سے یوم آخر تک تمام کائنات کو شامل ہیں جیسا کہ عموم آیات و احادیث کا مفاد ہے یا ان میں تخصیص ہے۔ بہت اہل ظاہر جانب خصوص گئے۔ کسی نے کہا روح کا علم غیر خدا کو نہیں۔ کسی نے کہا متشابہات کا کسی نے خمس کا کثیر نے کہا ساعت (وقت قیامت) کا اور عام علمائے باطن اور ان کے اتباع سے بکثرت علمائے ظاہر نے آیت و احادیث کو ان کے عموم پر رکھا۔ ماکان و مایکون بمعنی مذکور میں از آنجا کہ غایت میں دخول و خروج دونوں محتمل ہیں ساعت داخل ہو یا نہیں بہر حال یہ مجموعہ بھی علوم الہیہ سے ایک بعض خفیف ہے۔

اسی "خالص الاعتقاد" کے آخر میں تنبیہ جلیل میں فرماتے ہیں۔

وہابیہ خزلہم اللہ تعالیٰ ان نصوص قاہرہ کے مقابل ادھر ادھر سے کچھ عبارات دربارۂ تخصیص غیوب نقل کر لاتے ہیں اور بغلیں بجاتے ہیں حالانکہ یہ محض جہالت و کج فہمی بلکہ صریح مکاری اور ہٹ دھرمی ہے۔ انصافاوہ ہمارے ہی بیان کا دوسرا پہلو دکھاتی ہیں۔ فقیر گزارش کر چکا کہ مسئلہ عموم و خصوص ان اجماعات کے بعد کہ امر چہارم میں معروض ہوئے علمائے اہلسنت کا خلافیہ ہے عامۂ اولیائے کرام و بکثرت علمائے عظام جانب تعمیم ہیں اور یہی ظاہر نصوص قرآن عظیم و مفاد احادیث پر نور علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم ہے اور بہت اہل رسوم جانب خصوص گئے۔

اور چند سطور کے بعد فرماتے ہیں۔

ہم نے ظواہر قرآن و حدیث و تصریحات صدہا ائمۂ ظاہر و باطن کے اتباع سے محمد رسول اللہ ﷺ کی زیادہ رفعت شان چاہ کر اسے بڑا مانا تو بحمد اللہ تعالیٰ اللہ کے فضل اور اس کے حبیب کی تعظیم ہی کی اور اگر واقع میں وہ فضل الٰہی ویسا ہی بڑا ہے اور تم نے بر خلاف ظواہر نصوص قرآن و حدیث اسے ہلکا اور چھوٹا جانا تو تمھارا معاملہ معکوس ہوا۔

فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ خیال کر لو کون سا فریق زیادہ مستحق امن ہے۔

اب میں قرآن و حدیث کی ان ظاہر نصوص کو بیان کرتا ہوں۔ سب سے پہلے قرآن پاک کے

marfat.com

وہ دلائل پیش کرتا ہوں جو اعلحضرت نے اپنے رسالہ "ابنآء المصطفیٰ بحال سرہ اخفی" میں بیان کیے ہیں۔

پ ۱۴، سورہ النحل آیت نمبر ۸۹ میں ہے۔

وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَىۡءٍ وَّهُدًى وَّرَحۡمَةً وَّبُشۡرٰى لِلۡمُسۡلِمِيۡنَ۝ اتاری ہم نے تم پر کتاب جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت ورحمت وبشارت۔

اور مولوی شرف علی تھانوی کا ترجمہ ہے "ہم نے آپ پر یہ قرآن اتارا ہے جو کہ تمام باتوں کا بیان کرنے والا ہے۔

پ ۱۳، سورہ یوسف آیت نمبر ۱۱۱ میں ہے۔

مَاكَانَ حَدِيۡثًا يُّفۡتَرٰى وَلٰـكِنۡ تَصۡدِيۡقَ الَّذِىۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَتَفۡصِيۡلَ كُلِّ شَىۡءٍ قرآن وہ بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شے کا صاف جدا جدا بیان ہے۔

اور مولوی محمود الحسن دیوبندی کا ترجمہ ہے۔

یہ (قرآن) کچھ بنائی ہوئی بات نہیں لیکن موافق ہے اس کلام کے جو اس سے پہلے ہے اور بیان ہر چیز کا۔

پ ۷ سورہ الانعام آیت نمبر ۳۸ میں ہے۔

مَافَرَّطۡنَا فِى الۡكِتٰبِ مِنۡ شَىۡءٍ ہم نے کتاب میں بیان کرنے سے کوئی چیز نہیں چھوڑی۔

جب فرقان مجید ہر شے کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا روشن اور روشن بھی کس درجہ کا، مفصل، اور اھل سنت کے مذہب میں شے ہر موجود کو کہتے ہیں تو عرش تا فرش تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطے میں داخل ہوئے اور منجملہ موجودات کتابت لوح محفوظ بھی ہے، تابالضرورت یہ بیانات محیط۔ اس کے مکتوبات بھی بالتفصیل شامل ہوئے۔ اب یہ بھی

marfat.com

قرآن عظیم سے ہی پوچھ دیکھیے کہ لوح محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ :

وَکُلُّ صَغِیْرٍ وَّکَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئے ہے۔

و قال اللہ تعالی

وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ہر شے ہم نے ایک روشن پیشوا میں جمع فرمادی ہے۔

پ ۷ سورہ الانعام آیت نمبر ۵۹ میں ہے۔

وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۝ کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر، اور نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب ایک روشن کتاب میں لکھا ہے۔

اور پ ۲۰ سورہ النمل آیت نمبر ۷۵ میں ہے۔

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۝ اور جتنے غیب ہیں آسمانوں اور زمینوں کے سب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں۔

مولوی محمود الحسن دیوبندی کا ترجمہ ہے۔

اور کوئی چیز نہیں جو غائب ہو آسمان اور زمین میں مگر موجود ہے کھلی کتاب میں آگے چند سطور کے بعد اعلحضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"ان آیات کے خلاف پر اصلاً ایک دلیل صحیح قطعی الافادہ نہیں دکھا سکتے، اور اگر بالفرض غلط تسلیم ہی کر لیں تو ایک یہی جواب جامع و نافع و نافی و قامع سب کے لیے شافی و کافی کہ عموم آیات قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت اخبار آحاد سے استناد محض غلط ہے۔"

آگے دیوبندیوں کی کتب سے بھی اس قاعدہ کو ثابت کیا ہے۔

اس قاعدہ کو آپ نے اپنی کتاب "الدولۃ المکیہ" میں بھی بیان فرمایا ہے کہ اگر ہم مان بھی لیں کہ یہاں کوئی ایسی روایت پائی جائے جس کی تاریخ معلوم ہو کہ تمام نزول قرآن کے بعد ہے وہ

marfat.com

یقینی طور پر بتاتی ہو کہ اس وقت تک بعض اشیاء کا اصلاً علم حاصل ہی نہ ہوا تو ہمیں کفایت کرتا ہے ایک جواب جامع کامل نافع جو سب چہ می گوئیوں کو دور کرتا اور جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے جو تمام وقائع میں شافی وکافی ہے کہ اخبار احاد جب کہ آیت کے معارض ہوں اور تاویل کی کوئی راہ نہ رہے تو وہ کچھ کام نہ دیں گی اور نہ سنی جائیں گی اور کچھ نفع وفائدہ نہ دیں گی۔"

(عربی اردو صفحہ ۱۰۸‘۱۰۹)

یہاں بھی خلیل احمد انبیٹھی دیوبندی سے اس کی کتاب کے حوالہ سے اس قاعدہ کو ثابت فرمایا اور آگے لکھا کہ

"سب اکٹھے ہو جاؤ ایک نص ایسی لے آؤ جس کی دلالت قطعی ہو اور افادہ یقینی اور ثبوت جزمی جیسے قرآن عظیم کی آیت یا متواتر حدیث جو یقین قطعی اور جزم روشن سے حکم کرتا ہو کہ تمامی نزول کے بعد کوئی واقعہ نبی علیہ پر مخفی رہا بایں معنی کہ حضور نے اصلاً اسے جانا ہی نہیں نہ یہ کہ حضور نے جانا اور بتایا نہیں کہ حضور کے پاس ایسے علم بھی ہیں جن کے اخفا کا حکم فرمایا گیا ہے یا علم تھا کسی وقت ذہن اقدس سے اتر گیا اس لیے کہ قلب مبارک کسی اہم و اعظم میں مشغول تھا۔ ذہن سے اترنا علم کی نفی نہیں کرتا بلکہ پہلے علم ہونے کو چاہتا ہے۔"

اعلیٰحضرت نے "انباء المصطفیٰ" میں دیوبندیوں کے ایک اعتراض کے جواب کے بعد احادیث بیان کی ہیں جو میں احادیث کے باب میں بیان کروں گا اور ان احادیث کو "الدولة المکیه" کی "النظر الخامس" میں بھی بیان کیا ہے اب میں چند دلائل مزید قرآن پاک سے بیان کرتا ہوں۔

پ ۲۷ سورۃ الرحمٰن آیت نمبر ۱ تا ۴ میں ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ رحمٰن نے سکھایا قرآن۔ پیدا کیا انسان کو سکھایا عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ۝ اس کو بیان۔

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے شان نزول میں بیان کیا ہے کہ جب آیت اُسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ نازل ہوئی کفار مکہ نے کہا رحمٰن کیا ہے۔ ہم نہیں جانتے

marfat.com

اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ الرحمٰن نازل فرمائی کہ رحمٰن جس کا تم انکار کرتے ہو وہی ہے جس نے قرآن نازل فرمایا اور ایک قول یہ ہے کہ اہل مکہ نے جب کہا کہ محمد (مصطفیٰ ﷺ) کو کوئی بشر سکھاتا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ رحمٰن نے قرآن اپنے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کو سکھایا۔ (خازن)

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ نے ان آیات کا درج ذیل ترجمہ کیا ہے۔

"رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا' انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا ماکان ومایکون کا بیان انہیں سکھایا۔"

اعلیٰحضرت کا یہ ترجمہ مفسرین کی تفسیر کی بنا پر ہے۔

صاحب تفسیر معالم التنزیل زیر آیت خلق الانسان علمه البیان بیان فرماتے ہیں۔

قال ابن کیسان خلق الانسان یعنی محمد صلی اللہ علیه وسلم علمه البیان یعنی بیان ماکان وما یکون لانه صلی اللہ علیه وسلم ینبئ عن خبر الاولین والاٰخرین وعن یوم الدین۔ (تفسیر معالم التنزیل جز سابع مطبوعہ مصر)	ابن کیسان نے کہا کہ انسان سے مراد محمد ﷺ ہیں علمه البیان یعنی بیان ماکان ومایکون جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کا علم آپ کو عطا فرمادیا گیا۔ اس لیے کہ آپ اولین و آخرین اور قیامت کے دن کی بھی خبر رکھتے ہیں۔

سند المفسرین علامہ علاء الدین رحمتہ اللہ علیہ اپنی تفسیر خازن میں زیر آیت خلق الانسان علمه البیان فرماتے ہیں۔

قیل اراد بالانسان محمد صلی اللہ علیه وسلم علمه البیان یعنی بیان ماکان ومایکون لانه علیه الصلوٰة والسلام ینبئ عن خبر الاولین والاٰخرین وعن یوم الدین۔	کہا گیا ہے کہ انسان سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ آپ کو ماکان ومایکون جو ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے اس کا علم دیا گیا اولین وآخرین قیامت کی بھی خبریں آپ کو دی گئی ہیں۔ (تفسیر خازن خبر سابع مطبوعہ مصر)

marfat.com

تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر خازن کی عبارات سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ حضور ﷺ کوماکان و مایکون اولین و آخرین قیامت تک کا بھی علم ہے۔

پ ۵ سورہ النساء آیت نمبر ۱۱۳ میں ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْماً۝ (اے محبوب) تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

امام المفسرین ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ آیت کے اس حصہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ مِنْ خَبَرِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَمَاكَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ قَبْلَ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْكَ يَامُحَمَّدُ مُذْخَلَقَكَ۔ اور سکھادیا اللہ نے جو آپ نہ جانتے تھے تمام اولین و آخرین کی خبریں اور جو ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے پہلے اس سے آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے اے محمد ﷺ جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔

اور تفسیر جلالین میں ہے۔

علمك مالم تكن تعلم من الاحكام والغيب سکھادیا آپ کو جو آپ نہ جانتے تھے یعنی احکام اور غیب۔

اور صاحب تفسیر خازن جزاول ص ۵۹۶ مطبوعہ مصر اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں۔

وعلمك مالم تكن تعلم يعني من احكام الشرع وامور الدين وقيل علمك من علم الغيب مالم تكن تعلم و قيل معناه و علمك من خفيات الامور و اطلعك على ضمائر القلوب من احوال المنافقين وكيدهم مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك مذکورہ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ سرور کائنات ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے احکام شریعت اور دین کے کام سکھادیے۔ ایک قول یہ ہے کہ علم غیب میں سے وہ جو آپ نہ جانتے تھے وہ سکھادیئے۔ ایک قول کے مطابق یہ معنی ہیں کہ آپ کو چھپی ہوئی چیزیں سکھائیں اور دلوں کے رازوں کا علم عطا فرمایا اور منافقین کے

marfat.com

عظیما یعنی ولم یزل فضل الله علیك مکروفریب کا علم دیا گیا۔
یامحمد صلی الله علیه وسلم عظیما۔

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو اپنی امت پر، سابق انبیاء کرام پر اور ان کی امتوں پر گواہ بنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۝ (پ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت ۴۵، ۴۶)	اے نبی (مکرم) ہم نے آپ کو گواہ، خوشخبری سنانے والا، اور بروقت ڈرانے والا، اور اللہ کی طرف اس کے اذن سے بلانے والا اور روشن کر دینے والا آفتاب بنا کر بھیجا۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا۝ (پ ۵ سور النساء آیت نمبر ۴۱)	اور (ان نافرمانوں کا) کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لے آئیں گے اور (اے حبیب ﷺ) ان سب پر آپ کو گواہ (بنا کر لائیں گے)۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا

وَیَوْمَ نَبْعَثُ فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا عَلَیْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِیْدًا عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ (پ ۱۴ سورہ النحل آیت نمبر ۸۹)	اور وہ دن (بڑا ہولناک ہو گا) جب ہم ہر امت سے انہیں میں سے ان پر ایک گواہ اٹھائیں گے اور آپ ﷺ کو ان سب پر بطور گواہ لائیں گے اور ہم نے آپ پر یہ ایسی کتاب اتاری ہے جس میں ہر چیز کا تفصیلی بیان ہے۔

ہر امت پر ان کے انبیاء گواہ لائے جائیں گے وہ اپنی امت کے ایمان و کفر و نفاق اور تمام افعال پر گواہی دیں گے کیونکہ انبیاء اپنی امتوں کے افعال سے باخبر ہوتے ہیں اور حضور ﷺ کیونکہ سارے عالم کے نبی ہیں اس لیے ان سب پر آپ کو گواہ لایا جائے گا۔

marfat.com

حضور ﷺ جسمانی طور پر تو اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور روحانی و نورانی طور پر آپ مشاہدہ امت فرمارہے ہیں۔ آپ پر اعمال امت بھی پیش ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میرے حبیب کی اس امتیازی خصوصیت سے اختلاف کرنے والے بھی ہوں گے ان منکرین کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا کہ ہم نے آپ پر ایسی کتاب (قرآن مجید) اتاری ہے جس میں ہر چیز کا تفصیلی بیان ہے۔ منکرین کو چاہیے کہ وہ قرآن کا بھی انکار کردیں گے کیونکہ ان کے خیال میں قران مجید فرقان حمید میں ہر چیز کا تفصیلی بیان نہیں ہے جیسی مثالیں وہ حضور ﷺ کی اس خصوصیت کے رد کے لیے بیان کرتے ہیں ایسی ہی وہ قرآن مجید کے لیے پیش کرسکتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ وہ ایسا کریں تاکہ ان کا اصلی چہرہ واضح طور پر نظر آجائے اور لوگ ان سے اپنے ایمان کی حفاظت کرسکیں۔

یہاں میں ان کے ایک اعتراض کا بھی جواب دیتا چلوں۔ منکرین فضائل نبی ﷺ بڑے فخر کے ساتھ اپنی علمیت کا رعب جھاڑتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ سورہ مکی ہے پھر اگر آپ کو ہر چیز کا علم ہو گیا تو یہ جو تم اختتام وحی تک بتدریج علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہو وہ غلط ثابت ہو گیا کیونکہ اس آیت کے بعد بھی سینکڑوں آیات اور سورتیں نازل ہوئیں۔

خدا تعالیٰ ان عقل کے اندھوں کو عقل دے۔ سورہ النحل کی آیت میں لفظ کتب (قرآن) ہے اور سورہ الانعام کی آیت (مَافَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ) میں لفظ کتب (قرآن) ہے۔ کیا کتاب (قرآن) صرف اسی ایک آیت کو کہیں گے یا صرف اسی سورۃ کو تم بھی کہو گے مکمل قرآن پاک کو۔ اسی لیے ہم قرآن مکمل کے لیے اس کے نزول تک ایسا عقیدہ رکھتے ہیں۔

اب میں منکرین سے پوچھوں گا کہ کیا اللہ ایسی صفت عطا کرنے پر قادر نہیں؟

کیا اللہ تعالیٰ کسی کو ہر انسان کا علم نہیں دے سکتا؟ بلا شبہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کے ثبوت کے لیے میں قرآن مجید فرقان حمید سے مثال پیش کرتا ہوں۔

سورۃ الزلزال پ ۳۰ آیت نمبر ۴ میں ہے۔

یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَھَا۔ اس روز زمین اپنے اوپر کیے ہوئے تمام عملوں

marfat.com

کو (بطور سلطانی گواہ کے) ظاہر کردے گی۔

کیا زمین کو تمام روئے زمین پر پیدا ہونے والے تمام انسانوں پر گواہ نہیں بنایا گیا؟ کیا وہ علم کے بغیر ہی گواہی دے گی؟

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب الحشر کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ قَرَأَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُهَا قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ وَّاَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰی ظَهْرِهَا اَنْ تَقُوْلَ عَمِلَ عَلَیَّ کَذَا وَکَذَا یَوْمَ کَذَا وَ کَذَا قَالَ فَهٰذِهٖ اَخْبَارُهَا۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ)

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی: اس روز زمین اپنی خبریں بیان کرے گی۔ فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ اس کی خبریں کیا ہیں؟ لوگ عرض گزار ہوئے کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: اس کی خبریں یہ ہیں کہ اس کی پیٹھ پر ہر مرد اور ہر عورت نے جو عمل کیے ہوں گے ان کی گواہی دے گی اور کہے گی کہ مجھ پر فلاں فلاں روز فلاں فلاں کام کیے تھے۔ یہی اس کی خبریں ہیں۔ (روایت کیا اسے احمد اور ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے)

اور حضور ﷺ تو ساری مخلوق سے افضل ہیں۔ آپ کے علم شریف کا کیا عالم ہوگا۔

صرف صحیح بخاری کے ماننے والوں کے لیے صحیح بخاری شریف کی حدیث پیش کرتا ہوں تاکہ ان کی تسلی ہو جائے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُّؤْمِنٍ اِلَّا وَاَنَا اَوْلٰی بِهٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاقْرَأُ وَ

ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہر مومن کے ساتھ میں اس کی جان سے زیادہ اس کے ساتھ دنیا اور

marfat.com

اِنْ شِئْتُمُ النَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ۔(اخرجه البخاری صفحه ۳۲۳ و احمد بن حنبل فی مسنده صفحه ۳۲۸، ۳۳۴ جلد۲) آخرت میں قریب ہوں اور اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم۔

کیا اب بھی اہل سنت و جماعت کے عقیدہ "علم و قدرت کے ساتھ حضور ﷺ کے گواہ و حاضر و ناظر" یعنی شاھد و شھید ہونے پر ایمان نہیں لاؤ گے؟ اگر اس عقیدہ پر یقین نہیں لاؤ گے تو اپنا ہی ایمان ضائع کرو گے اور قرآن و حدیث کے منکر ٹھہرو گے اور روز قیامت پچھتاؤ گے اگر اس وقت ایمان لے بھی آؤ گے تو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو گا۔

مولوی قاسم نانوتوی دیوبندیوں کے بانی فرماتے ہیں۔

"اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ کو بعد لحاظ صلہ من انفسھم کے دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں ہے کیونکہ اولی بمعنی اقرب ہے۔"

(تحذیر الناس صفحہ ۱۰)

مولوی شبیر احمد عثمانی حاشیہ قرآن میں لکھتے ہیں۔

"اس اعتبار سے دیکھا جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ نبی کا وجود مسعود ہماری ہستی سے بھی زیادہ ہم سے (قریب) نزدیک ہے۔"

اب بخاری شریف کی ایک اور حدیث پیش کرتا ہوں۔

بخاری شریف کتاب الجنائز باب الصلوۃ علی الشھید میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن آپ ﷺ نے شہدائے احد پر نماز جنازہ پڑھی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا۔

اِنِّیْ فَرَطٌ لَّکُمْ وَاَنَا شَھِیْدٌ عَلَیْکُمْ وَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِیَ الْاٰنَ وَاِنِّیْ اُعْطِیْتُ میں پہلے جاکر تمہارے کام درست کرنے والا ہوں اور میں تمہارے اوپر گواہ ہوں اور میں

marfat.com

مَفَاتِيحَ خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِيحَ الْاَرْضِ اِنِّیْ وَاللّٰهِ مَآ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اِنْ تَنَافَسُوْا فِیْهَا۔

اپنے حوض کوثر کو اب بھی دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا فرمائی گئیں ہیں یا مجھے زمین کی چابیاں عطا فرمائی گئیں ہیں۔ خدا کی قسم، مجھے یہ مطلقاً تمہارے متعلق ڈر نہیں کہ میرے بعد شرک کرنے لگ جاؤ گے بلکہ ڈر تو اس بات کا ہے کہ کہیں دنیا میں نہ پھنس جاؤ۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب المغازی اور کتاب الرقاق میں بھی ہے۔

قرآن پاک میں ماکان و مایکون کا واضح اور روشن بیان موجود ہے لیکن اس واضح اور روشن بیان کو دیکھنے کے لیے نبی (علیہ السلام) کی آنکھ چاہیے۔ نبی علیہ السلام قرآن پاک کے مفسر ہیں انہیں ہر ہر لفظ کے معنی مفہوم کا پتہ ہے۔ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (نماز قائم کرو) کی تفسیر کرتے ہیں تو اس سے ہزاروں صفحات کی کتابیں تیار ہو گئیں۔ و اتوا الزکوٰۃ کی تفسیر کرتے ہیں تو ہزاروں صفحات کی کتابیں تیار ہو گئیں۔

عام آدمی کیا جانے کہ اس آیت سے کیا کیا معنی ہو سکتے ہیں۔

قرآن پاک میں حضور ﷺ کو ماکان و مایکون کا علم عطا فرمایا گیا ہے عام انسان ان آیات سے صرف چند مفہوم سمجھ سکتا ہے لیکن حضور ﷺ کی شان ہے کہ آپ نے انہیں چند آیات کی تفسیر کو تو کتابیں کی کتابیں بھر گئیں۔

قرآن پاک میں ظاہراً ماکان کا بیان اس طرح سے ہے کہ قرآن پاک میں گذشتہ اقوام، گذشتہ انبیاء کرام کے حالات بیان کئے گئے ہیں اور جن آیات میں یہ بیان ہوا ہے کہ آپ فلاں قوم میں موجود نہ تھے فلاں مقام پر موجود نہ تھے اس سے آپ کی علم کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ ان آیات میں آپ کے جسمانی حسی وجود کے ساتھ اس قوم میں قیام پذیر اور اس مقام پر موجود ہونے کی نفی کی گئی ہے جبکہ ہم حضور ﷺ کے لیے نزول قرآن کے ساتھ ساتھ مسلسل

marfat.com

اضافہ کے ساتھ آپ کے علم کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَاكُنْتَ تَعْلَمُهَا اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا. (پ ۱۲ سورہ ھود آیت نمبر ۴۹)

یہ غیب کی خبریں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں انہیں نہ تو تم جانتے تھے اور نہ تمھاری قوم اس سے پہلے۔

اس میں اہل قریش سے گذشتہ اقوام کے واقعات کی نفی ہے نہ کہ یہودیوں عیسائیوں سے کیونکہ ان کے پاس تحریف شدہ واقعات تو موجود تھے اور حضور ﷺ کو گذشتہ اقوام کا علم عطا فرمایا جارہا ہے اور بتدریج عطا فرمایا جارہا ہے۔

اب میں حضور ﷺ کے عہد مبارک کے کچھ حالات قرآنی آیات سے بیان کرتا ہوں۔

پ ۲۸ سورہ الصّف آیت نمبر ۸، ۹ میں ہے۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ. هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ.

چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور (یعنی دین برحق اسلام) اپنے منہوں سے بجھادیں (قرآن پاک کو شعر سحر و کہانت بتا کر) اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا، پڑے برا مانیں کافر۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے، پڑے برا مانیں مشرک۔

ان آیات میں حضور ﷺ کے دور کے مکمل واقعات کا عکس نظر آتا ہے کہ کفار و مشرکین نے کس کس طرح سے اسلام کو ختم کرنے کی کوشش کی لیکن حضور ﷺ کے انتقال فرمانے تک اسلام تمام بت پرستوں مجوسیوں یہودیوں نصرانیوں پر غالب آگیا اور حضرت سید نعیم الدین مرادآبادی اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

"چنانچہ ہر ایک دین بعنایت الٰہی اسلام سے مغلوب ہو گیا۔ مجاہد سے منقول ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو روئے زمین پر سوائے اسلام کے اور کوئی دین نہ

marfat.com

ہو گا۔

پ ۹ سورۃ الانفال آیت نمبر ۳۰ میں ہے۔

وَاِذۡ یَمۡکُرُ بِكَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا لِیُثۡبِتُوۡكَ اَوۡ یَقۡتُلُوۡكَ اَوۡ یُخۡرِجُوۡكَ وَیَمۡكُرُوۡنَ وَیَمۡكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیۡرُ الۡمٰكِرِیۡنَ۔

اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں بند کر لیں یا شہید کر دیں یا نکال دیں اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر۔

جب اسلام تیزی سے پھیلنا شروع ہو گیا تو مکہ کے قبائل نے آپ کے خلاف جو جو خفیہ منصوبے بنائے اور جو ناپاک تجویزیں پیش کیں ان کو واضح اور صاف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی آپ کے حفاظت ہجرت کر جانے کو بھی واضح کر دیا گیا ہے۔

اب میں تفسیر خزائن العرفان سے اس کا شان نزول بیان کرتا ہوں۔

"اس میں اس واقعہ کا بیان ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ذکر فرمایا کہ کفار قریش دار الندوہ (کمیٹی گھر) میں حضور اقدس ﷺ کی نسبت مشورہ کرنے کے لیے جمع ہوئے اور ابلیس لعین ایک بڈھے کی صورت میں آیا اور کہنے لگا کہ میں شیخ نجد ہوں مجھے تمہارے اس اجتماع کی اطلاع ہوئی تو میں چلا آیا۔ مجھ سے تم کچھ نہ چھپانا' میں تمہارا رفیق ہوں اور اس معاملہ میں بہتر رائے سے تمہاری مدد کروں گا' انہوں نے اس کو شامل کر لیا اور سید عالم ﷺ کے متعلق رائے زنی شروع ہوئی۔ ابو البختری نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ محمد (ﷺ) کو پکڑ کر ایک مکان میں قید کر دو اور مضبوط بندشوں سے باندھ دو' دروازہ بند کر دو' صرف ایک سوراخ چھوڑ دو جس سے کبھی کبھی کھانا پانی دیا جائے اور وہیں وہ ہلاک ہو کر رہ جائیں۔ اس پر شیطان لعین جو شیخ نجدی بنا ہوا تھا بہت ناخوش ہوا اور کہا نہایت ناقص رائے ہے' یہ خبر مشہور ہو گی' ان کے اصحاب آئیں گے اور تم سے مقابلہ کریں گے اور ان کو تمہارے ہاتھ سے چھڑا لیں گے۔ لوگوں نے کہا شیخ نجدی ٹھیک کہتا ہے۔ پھر ہشام بن عمرو کھڑا ہوا' اس نے کہا کہ

marfat.com

میری رائے یہ ہے کہ ان کو (یعنی محمد ﷺ) کو اونٹ پر سوار کر کے اپنے شہر سے نکال دو' پھر وہ جو کچھ بھی کریں اس سے تمہیں کچھ ضرر نہیں' ابلیس نے اس رائے کو بھی ناپسند کیا اور کہا جس شخص نے تمہارے ہوش اڑا دیئے اور تمہارے دانشمندوں کو حیران کر دیا اس کو تم دوسروں کی طرف بھیجتے ہو' تم نے اس کی شیریں کلامی' سیف زبانی اور دل کشی نہیں دیکھی ہے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو وہ دوسری قوم کے قلوب تسخیر کر کے ان لوگوں کے ساتھ تم پر چڑھائی کریں گے۔ اہل مجمع نے کہا شیخ نجدی کی رائے ٹھیک ہے۔ اس پر ابو جہل کھڑا ہوا اور اس نے یہ رائے دی' قریش کے ہر ہر خاندان سے ایک ایک عالی نسب جوان منتخب کیا جائے اور ان کو تیز تلواریں دی جائیں' وہ سب یکبارگی حضرت پر حملہ آور ہو کر قتل کر دیں تو بنی ہاشم قریش کے تمام قبائل سے نہ لڑ سکیں گے۔ غایت یہ ہے کہ خون کا معاوضہ دینا پڑے' وہ دے دیا جائے گا۔ ابلیس لعین نے اس تجویز کو پسند کیا اور ابو جہل کی بہت تعریف کی اور اسی پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ گزارش کیا اور عرض کیا کہ حضور اپنی خوابگاہ میں شب کو نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اذن دیا ہے مدینہ طیبہ کو عزم فرمائیں۔ حضور نے حضرت علی المرتضیٰ کو شب میں اپنی خوابگاہ میں رہنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ہماری چادر اوڑھو تمہیں کوئی ناگوار بات پیش نہ آئے گی اور حضور دولت سرائے اقدس سے باہر تشریف لائے اور ایک مشت خاک دست مبارک میں لی اور آیت انا جعلنا فی اعناقھم اغلالا پڑھ کر محاصرہ کرنے والوں پر ماری سب کی آنکھوں اور سروں پر پہنچی' سب اندھے ہو گئے اور حضور کو نہ دیکھ سکے اور حضور مع حضرت ابوبکر صدیق کے غار ثور میں تشریف لے گئے اور حضرت علی المرتضیٰ کو لوگوں کی امانتیں پہنچانے کے لیے مکہ مکرمہ میں چھوڑا۔ مشرکین رات بھر سید عالم ﷺ کی دولت سرائے کا پہرہ دیتے رہے' صبح کو قتل کے ارادہ سے حملہ آور ہوئے تو دیکھا کہ حضرت علی ہیں۔ ان سے حضور کو دریافت کیا کہ کہاں ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمیں معلوم نہیں۔ تو تلاش کے لیے نکلے' جب غار پر پہنچے تو مکڑی کے جالے دیکھ کر کہنے لگے کہ اگر اس میں داخل ہوتے تو یہ جالے باقی نہ رہتے۔

marfat.com

حضور اس غار میں تین روز ٹھہرے پھر مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔(مشکوٰۃ باب فی المعجزات تیسری فصل)

مکہ میں تو مشرکین نے مسلمانوں کا جینا تنگ کیا ہوا تھا اب جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ جاتے تو ان سب کو بڑا مسئلہ رہائش کا اور زندگی گزارنے کے لیے مال و اسباب کا تھا۔اب قرآن پاک ان بے حال مہاجرین کو وسیع رہائش اور مال و اسباب کی خوشخبری دے رہا ہے۔

پ ۵ سورۃ النسآء آیت نمبر ۱۰۰ میں ہے۔

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِى الْاَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً۔	اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا۔

الغرض اس میں مہاجرین و انصارین کے رشتہ مواخات اور مہاجرین کی شب و روز ترقی کا ذکر ہے۔

پ ۱۴ سورہ النحل آیت نمبر ۴۱ میں ہے۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِى اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔	اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے مظلوم ہو کر ضرور ہم انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور بے شک آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے کسی طرح لوگ جانتے۔

اس آیت میں بھی مہاجرین کی خوشحالی، ترقی اور آخرت میں کامیابی یعنی جنتی ہونے کی طرف نشاندہی کی گئی ہے۔

ہجرت کے فوراً بعد مسلمانوں کو مشرکین مکہ سے بدر کے میدان میں لڑنا پڑا۔اس میں ہزاروں فرشتوں کی مدد سے حضور علیہ السلام کو فتح کی خبر دی گئی۔

پ ۹ سورہ الانفال آیت نمبر ۷ تا ۱۱ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

''اور یاد کرو جب اللہ نے تمہیں وعدہ دیا تھا کہ ان دونوں گروہوں (یعنی ابو سفیان کے قافلے اور ابو جہل کے لشکر) میں ایک تمہارے لیے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ تمہیں وہ ملے جس میں

marfat.com

کانٹے کا کھٹکا نہیں (یعنی ابو سفیان کا قافلہ) اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے کلام سے سچ کو سچ کر دکھائے (دین حق کو غلبہ دے اور اسے بلند و بالا کر لے) اور کافروں کی جڑ کاٹ دے کہ سچ کو سچ کر لے اور جھوٹ کو جھوٹا‘ پڑے برا مانیں مجرم۔

جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری سن لی کہ میں تمہیں مدد دینے والا ہوں ہزاروں فرشتوں کی قطار سے (چنانچہ اول ہزار فرشتے آئے‘ پھر تین ہزار پھر پانچ ہزار) اور یہ تو اللہ نے کیا مگر تمہاری خوشی کو اور اس لیے کہ تمہارے دل چین پائیں اور مدد نہیں مگر اللہ کی طرف سے‘ بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ جب اس نے تمہیں اونگھ سے گھیر دیا تو اس کی طرف سے چین تھی اور آسمان سے تم پر پانی اتارا کہ تمہیں اس سے ستھرا کر دے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور فرما دے اور تمہارے دلوں کو ڈھارس بندھائے اور اس سے تمہارے قدم جما دے۔

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۳

پ ۴ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۲۳ تا ۱۲۷

اور غزوہ احد کا واقعہ تفصیل کے ساتھ سورہ آل عمران میں بیان فرمایا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۲۱ تا ۱۷۵ تک کی مختلف آیات اور غزوہ احزاب یعنی غزوہ خندق کا واقعہ تفصیل کے ساتھ پ ۲۱ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۹ تا ۲۷ میں ملاحظہ فرمائیں اور پ ۲۷ سورہ القمر آیت نمبر ۴۴‘ ۴۵ میں ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔	اور یہ کہتے ہیں کہ ہم سب مل کر بدلہ لیں گے اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت اور پیٹھ پھیر دیں گے۔

غزوہ احزاب کے بعد صلح نامہ حدیبیہ ہوا اس کو اللہ تعالیٰ نے فتح مبین قرار دیا۔

پ ۲۶ سورہ الفتح آیت نمبر ۱:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝	بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرما دی۔

marfat.com

اور آگے سورہ الفتح آیت نمبر ۱۸ میں فتح خیبر کی بھی خوشخبری دے دی۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَ اَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا۝

بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔

فتح مکہ کی پیشین گوئی اور اس کے بعد دین اسلام کی دن دگنی چوگنی ترقی کا تذکرہ پ ۳۰ سورہ النصر آیت نمبر ۱، ۲ میں اس طرح ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ۝ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا۝

جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں۔

اور پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۸۱ میں ہے۔

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا۝

اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

اس آیات سے حضور ﷺ کے خانہ کعبہ کے اندر بتوں کے ساتھ کی گئی کاروائی کی نشاندہی ہے اور پ ۲۸ سورہ الممتحنۃ آیت نمبر ۷ میں ہے۔

عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ عَادَیْتُمْ مِّنْھُمْ مَّوَدَّۃً وَاللّٰہُ قَدِیْرٌ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝

قریب ہے کہ اللہ تم میں اور ان میں جو ان میں سے تمہارے دشمن ہیں دوستی کر دے اور اللہ قادر ہے اور بخشنے والا مہربان ہے۔

اور غزوہ حنین اور اس کے بعد کی فتوحات کے بارے میں پ ۱۰ سورہ التوبہ آیت نمبر ۲۵ تا ۲۸ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

”بے شک اللہ نے بہت جگہ تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے

marfat.com

تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اتنی وسیع ہو کر تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ دے کر پھر گئے پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہ دیکھے اور کافروں کو عذاب دیا اور منکروں کی یہی سزا ہے پھر اس کے بعد اللہ جسے چاہے گا توبہ دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اے ایمان والو! مشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں اور اگر تمہیں محتاجی کا ڈر ہے تو عنقریب اللہ تمہیں دولت مند کر دے گا اپنے فضل سے اگر چاہے' بے شک اللہ علم و حکمت والا ہے۔"

خلفائے راشدین اور اموی' عباسی' عثمانی اور مغلوں وغیرہ کی فتوحات کی نشاندہی درج ذیل آیات سے ہوتی ہے۔

پ ۴ سورہ ال عمران آیت نمبر ۱۳۹ میں ہے۔

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

پ ۲۰ سورہ النحل آیت نمبر ۶۲ میں ہے۔

وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ۔ اور تمہیں (اے مسلمانوں اللہ تعالیٰ) زمین کا وارث کرتا ہے۔

پ ۲۳ سورہ الصفت آیت نمبر ۱۷۳ میں ہے۔

وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ۔ اور بے شک ہمارا ہی لشکر غالب آئے گا۔

پ ۲۵ سورہ حم السجدہ آیت نمبر ۵۳ میں ہے۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ ان نشانیوں سے مشرق و مغرب کی وہ فتوحات مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ اور ان کے نیاز مندوں کو عنقریب عطا فرمانے والا ہے۔"

اور پ ۱۸ سورہ النور آیت نمبر ۵۵ میں ہے۔

"اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لیے جما دے گا۔ ان کا وہ دین جو ان

marfat.com

کے لیے پسند فرمایا اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا' میری عبادت کریں' میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔"

الغرض جب تک مسلمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کے احکامات کی تابع فرمانی کرتے رہے دنیا میں بامقام اور سرخرو رہے اور اب انہیں اسلامی تعلیمات پر عمل چھوڑ دیا تو زوال پذیر ہو گئے کیونکہ قرآن پاک میں اس کے متعلق واضح نشاندہی موجود ہے۔

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ

مسلمانوں کے علاوہ یہودی اور عیسائی مشہور قومیں ہیں ان کے متعلق بھی واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔

یہودیوں کے متعلق یہ بتادیا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ ذلیل وخوار رہیں گے۔

پ ا سورہ البقرہ آیت نمبر ۶۱ میں ہے۔

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ	اور ان پر مقرر کر دی گئی خواری اور ناداری اور
وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰه.	خدا کے غضب میں لوٹے۔

ناداری یہ ہے کہ مال ہوتے ہوئے بھی حرص سے محتاج ہی رہتے ہیں۔

پ ۴ سورہ اٰعمران آیت نمبر ۱۱۲ میں ہے۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَاثُقِفُوْآ	ان پر جمادی گئی خواری جہاں ہوں امان نہ
اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ	پائیں مگر اللہ کی ڈور اور آدمیوں کی ڈور سے اور
وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ	غضب الٰہی کے سزاوار ہوئے اور ان پر جمادی
عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۝	گئی محتاجی۔

اور عیسائیوں کے متعلق قرآن پاک میں ہے کہ وہ دنیا میں عیش و عشرت کی زندگی گزاریں گے اور آخرت میں ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

پ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۶۸ تا ۷۰ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

بولے اللہ نے اپنے لئے اولاد بنائی' پاکی اس کو وہی بے نیاز ہے اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

marfat.com

اور جو کچھ زمین میں، تمہارے پاس اس کی کوئی سند نہیں، کیا اللہ پر وہ بات بتاتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔ تم فرماؤ وہ جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہو گا۔ دنیا میں کچھ برت لینا ہے (یعنی دنیا میں ان کے لیے کچھ حصہ ہے) پھر انہیں ہماری طرف واپس آنا، پھر ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے بدلہ ان کے کفر کا۔

پ ۱۴ سورہ النحل آیت نمبر ۷، ۸ میں ہے۔

اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً وَيَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ۝

بے شک تمہارا رب مہربان رحم والا ہے اور گھوڑے اور خچر اور گدھے کہ ان پر سوار ہو اور زینت کے لیے اور وہ پیدا کرے گا جس کی تمہیں خبر نہیں۔

حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ "تفسیر خزائن العرفان" میں فرماتے ہیں۔

"اس میں وہ تمام چیزیں آگئیں جو آدمی کے نفع و راحت اور آرام و آسائش کے کام آتی ہیں اور اس وقت تک موجود نہیں ہوئی تھیں اللہ تعالیٰ کو ان کا آئندہ پیدا کرنا منظور تھا جیسے کہ دخانی جہاز، ریلیں، موٹر، ہوائی جہاز، برقی قوتوں سے کام کرنے والے آلات، دخانی اور برقی مشینیں، خبر رسانی اور نشر صورت کے سامان اور خدا جانے اس کے علاوہ اس کو کیا کیا پیدا کرنا منظور ہے۔"

اور فرعون کی لاش کے محفوظ رہنے کے متعلق پ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۹۲ میں بتایا گیا ہے۔ قرب قیامت کا منظر، میدان محشر کا منظر، جنت دوزخ کے حالات، جنت میں ملنے والی نعمتوں اور دوزخ میں دی جانے والی سزاؤں، ہر چیز کا تفصیلی علم قرآن پاک میں موجود ہے۔ بخوف طوالت اسی پر بس کرتا ہوں۔

اب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق دو آیات پیش کرتا ہوں۔

پ ۳ سورہ ال عمران آیت نمبر ۴۶ میں ہے۔

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ

اور لوگوں سے بات کرے گا پنگھوڑے میں اور

marfat.com

الصّٰلِحِیْنَ٥   پکی عمر میں۔

پکی عمر میں کلام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ آخر زمانہ میں آسمانوں سے اتریں گے اس وقت آپ کی عمر پکی ہوگی اور آپ لوگوں سے کلام فرمائیں گے اور دجال کو قتل کر دیں گے۔

پ ۲۵ سورہ زخرف آیت نمبر ۶۱ میں ہے۔

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ٥

اور بے شک عیسیٰ قیامت کی خبر ہے تو ہرگز قیامت میں شک نہ کرنا اور میرے (حضور ﷺ) پیرو ہونا' یہ سیدھی راہ ہے۔

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ (تفسیر خازن وبیضاوی تفصیلی مطالعہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں میری کتاب "سرور کونین ﷺ کی بشریت ونورانیت"

دابۃ الارض کے زمین سے نکلنے کے متعلق قرآن پاک سے ملاحظہ فرمائیں۔

پ ۲۰ سورہ النمل آیت نمبر ۸۲ میں ہے۔

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ٥

اور جب بات ان پر آپڑے گی (یعنی جب ان پر غضب الٰہی ہوگا) ہم زمین سے ان کے لیے ایک چوپایہ نکالیں گے جو لوگوں سے کلام کرے گا' اس لیے کہ لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہ لاتے تھے۔

یاجوج ماجوج کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں موجود ہے اور جتنی سائنسی ترقی ہوئی ہے یہ قرآنی علوم کی مرہون منت ہے۔ جدید تحقیق یہ بات تسلیم کرتی ہیں کہ سائنسدانوں کے مختلف نظریات جو قرآن پاک سے متصادم تھے وہ غلط ثابت ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔

اب چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) صحیح بخاری شریف کتاب بدء الخلق پارہ ۱۳ ایک طویل حدیث کے آخر میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ہے۔

marfat.com

قَامَ فِيْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَقَاماً فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِیَهٗ مَنْ نَسِیَهٗ۔

نبی رحمت ﷺ نے ہمارے ساتھ ایک ایسی نشست فرمائی جس میں آپ نے ہمیں ابتدائے خلق سے لے کر اہل جنت کے جنت میں داخل ہونے اور اہل دوزخ کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی خبریں دیں اور یاد کرنے والوں نے اسے یاد کر لیا اور بھولنے والے بھول گئے۔

جامع کلام فرمانا حضور ﷺ کے امتیازی خصائص میں سے ہے اور اس کا واضح اظہار آپ نے اس نشست میں فرمایا۔ یعنی الفاظ کم اور معنی زیادہ یا صرف اشاروں اور کنایوں سے بیان کر دینا یہ حدیث بخاری شریف کتاب الفتن میں بھی ہے۔

(۲) بخاری شریف کتاب القدر میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے۔

لَقَدْ خَطَبَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً مَاتَرَكَ فِیْهَا شَیْئاً اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ اِلاَّ ذَكَرَهٗ عَلِمَهٗ مَنْ عَلِمَهٗ وَجَهِلَهٗ مَنْ جَهِلَهٗ۔

بے شک حضور نبی کریم نے ہمیں ایک ایسا خطبہ دیا کہ اس میں بیان کرنے سے قیامت تک کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ جان گیا جو جان گیا اور بھول گیا جو بھول گیا۔

اور صحیح مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ میں ہے۔

عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَقَاماً مَاتَرَكَ شَیْئاً یَكُوْنُ فِیْ مَقَامِهٖ ذٰلِكَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ اِلاَّ حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِیَهٗ مَنْ نَسِیَهٗ قَدْ عَلِمَهٗ اَصْحَابِیْ هٰؤُلَآءِ وَاِنَّهٗ لَیَكُوْنُ مِنْهُ الشَّیْءُ قَدْ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہمارے سامنے کھڑے ہوئے اور آپ نے اس وقت سے لے کر قیامت تک ہونے والی تمام چیزوں کو بیان کر دیا۔ جس نے ان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا اس

marfat.com

نَسِيْتُهٗ فَارَاهُ فَاذْكُرُهٗ كَمَا يَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ اِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ اِذَا رَاٰهُ عَرَفَهٗ۔

واقعہ کو میرے یہ اصحاب جانتے ہیں۔ بعض چیزوں کو میں بھول گیا لیکن جب میں نے ان کو دیکھا تو وہ یاد آگئیں جس طرح کوئی شخص کسی کا چہرہ دیکھ کر بھول جاتا ہے اور جب وہ سامنے آتا ہے تو اس کو پہچان لیتا ہے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن کی پہلی فصل میں بھی ہے۔

(۳) صحیح مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ میں حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَانِ الْفَجْرِ وَصَعِدَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر جلوہ افروز ہو گئے اور ہمیں خطاب فرمانا شروع کیا' یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا پس آپ نیچے تشریف لائے اور نماز ظہر پڑھی پھر آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ہمیں خطاب فرمانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا آپ پھر (منبر سے) نیچے تشریف لائے اور نماز پڑھی آپ پھر منبر پر جلوہ افروز ہو گئے اور ہمیں خطاب فرمانا شروع کیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا حضور ﷺ نے ہمیں (فجر سے غروب شمس تک) ماکان ومایکون کی خبر دی۔ پس ہم نے خوب جان لیا اور اچھی طرح حفظ کر لیا۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف باب فی المعجزات کی تیسری فصل میں بھی ہے۔

marfat.com

(٤) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نماز ظہر ادا فرمائی اور منبر پر جلوہ افروز ہو گئے۔

"پس آپ نے قیامت کا ذکر شروع کیا: "اس میں بڑی سنگین چیزیں ہوں گی۔"

پھر فرمایا: جو شخص کچھ پوچھنا چاہتا ہو پوچھ لے' میں یہاں کھڑے کھڑے اسے بتادوں گا۔"

لوگوں نے کثرت سے گریہ و زاری شروع کردی اور آپ نے بار بار یہی فرمایا: "مجھ سے پوچھو" عبداللہ بن حزافہ سہمی کھڑے ہوئے اور عرض کی: "میرا باپ کون ہے؟" فرمایا: "حذافہ" آپ نے پھر فرمایا: "پوچھو" تب عمر رضی اللہ عنہ دوزانو ہو کر بیٹھے اور عرض کی: ہم اللہ کے رب' اسلام کے دین اور محمد (ﷺ) کے نبی ہونے پر راضی ہو گئے۔" اس وقت آپ خاموش ہو گئے ازاں بعد فرمایا: جنت اور دوزخ میرے سامنے ابھی دیوار کے گوشے میں لائی گئیں۔ ایسی عمدہ اور مکروہ چیز کبھی نہیں دیکھی۔"

یہ حدیث امام بخاری نے کتاب "مواقیت الصلوٰۃ" "کتاب العلم" اور "کتاب الفتن" میں بھی رقم فرمائی۔ "کتاب الاعتصام" میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ایک جگہ قسمیہ ارشاد فرمایا: فواللہ لا تسألونی عن شیء ۔۔۔۔ الخ۔ خدا کی قسم تم جو کچھ پوچھنا چاہو پوچھ لو۔ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر پوچھا

اَیْنَ مَدْخَلِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ	یارسول اللہ! میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا۔
قَالَ النَّارُ	فرمایا "دوزخ"

اسی مقام پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــٴَـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ	اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔

اور صحیح مسلم شریف میں یہ حدیث اس طرح ہے۔

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوالات پوچھے یہاں تک کہ بہت زیادہ سوالات کیے' پس ایک دن آپ تشریف لائے اور

marfat.com

منبر پر چڑھ کر فرمایا: پوچھو، اور تم جو بھی پوچھو گے میں اس کا جواب دوں گا (یہاں تک کہ حضرت انس نے کہا) پس ایک آدمی مسجد سے اٹھا جس کے نسب پر لوگ طعن کرتے تھے اور اسے اس کے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کر کے پکارتے تھے، تو اس نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! میرا باپ کون ہے؟ حضور نے فرمایا: تیرا باپ حذافہ ہے (یعنی اس کا نسب صحیح ہے) (صحیح مسلم شریف ۲ / ۲۶۳)

(۵) ترمذی شریف ابواب القدر کے باب مَا جَاءَ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ كِتَابًا لِاَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَهْلِ النَّارِ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں (ایک دن) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، آپ کے دست مبارک میں دو کتابیں تھیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم ان دو کتابوں کے بارے میں جانتے ہو؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم ناواقف ہیں لہذا آپ ہمیں بتا دیں۔ فرمایا کہ یہ کتابیں اللہ رب العالمین کی طرف سے ہیں داہنے ہاتھ والی کتاب میں اہل جنت کے نام مع ولدیت و قبائل کی تفصیل کے ساتھ درج ہیں پھر آخر میں ان کی اجمالی تعداد درج کی گئی ہے جس میں قیامت تک اضافہ اور کمی ممکن نہیں پھر بائیں ہاتھ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا اس میں دوزخیوں کے نام ان کے آباؤ اجداد اور قبائل کے نام درج ہیں پھر ان کا اجمال بھی آخر میں موجود ہے جس میں قیامت تک اضافہ اور کمی ممکن نہیں یہ سن کر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اب عمل کی کیا ضرورت ہے جب سب کچھ لکھا جا چکا ہے اور امر مقدر ہو گیا ہے سرکار نے فرمایا: تم اپنے اعمال کو درست کر کے تقرب الٰہی حاصل کرو کیونکہ جنتی کا خاتمہ نیک عمل پر ہی ہو گا۔ اگرچہ درمیان میں کیسے ہی کام کرتا رہے اور دوزخی کا خاتمہ بھی بد اعمال پر ہی ہو گا اگرچہ وہ اس درمیانی عرصہ میں کتنے ہی نیک کام کرتا رہا ہو اس کے بعد سرکار نے ان کتابوں کو پس پشت ڈال کر فرمایا: تمہارا رب اپنے بندوں سے فارغ ہو گیا ایک جماعت جنتی ہے اور ایک دوزخ میں جائے گی۔ کچھ علماء فرماتے ہیں کہ یہ دونوں کتابیں حسی نہیں بلکہ مثالی تھیں لیکن اس سے تو کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ان میں جو کچھ درج تھا اس کا تو حضور ﷺ کو علم تھا۔

marfat.com

یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف باب الایمان بالقدر کی دوسری فصل میں بھی ہے۔

حضور ﷺ نے اپنے جنتیوں اور دوزخیوں کو جاننے کے علم کا اظہار بھی کئی موقعوں پر فرمایا جیسے عشرہ مبشرہ صحابہ کرام کے جنتی ہونے کے متعلق فرمایا۔ میں یہاں دوزخیوں کے متعلق مثالیں بیان کرتا ہوں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''کرکرہ'' نامی شخص اسباب نبوی کی حفاظت پر مامور تھا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ھو فی النار ''وہ جہنمی ہے''۔

پس لوگ اس عبرت افروز کی وجوہات تلاش کرنے لگے: فوجدوا عبائۃ قد غلھا تو اس کے سامان سے ایک عبا نکلی جو اس نے چوری کر رکھی تھی۔ (بخاری شریف کتاب الجہاد)

(۲) حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے غزوہ خیبر میں ایک آدمی دیکھا جس کے بارے میں سرکار مدینہ نے فرمایا: ھذا من اھل النار ''یہ دوزخی ہے'' جب میدان حق و باطل گرم ہوا تو اس آدمی نے مسلمانوں کی طرف سے بہت جوانمردی دکھائی، آخر سخت زخمی ہو گیا۔ پس بعض حضرات کو فرمان رسالت میں شک گزرنے لگا لیکن جب اس آدمی کو زخموں نے تنگ کیا تو اس نے بیقرار ہو کر تیر سے خودکشی کر لی۔ کچھ مسلمان بارگاہ رسالت میں عرض کرنے لگے:

صَدَّقَ اللّٰہُ حَدِیْثَکَ — اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات سچ کر دکھائی۔

پھر آپ نے اعلان کروادیا:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اِلَّا مُؤْمِنٌ اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ۔ — جنت میں کوئی داخل نہیں ہوگا مگر ایمان والا بے شک اللہ تعالیٰ فاجر آدمی کے ذریعے بھی دین کی مدد فرماتا ہے۔

(بخاری شریف کتاب المغازی)

marfat.com

(٦) مشکوٰۃ شریف باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ کی تیسری فصل میں ہے۔
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نماز فجر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر سے تشریف لائے کہ ہمیں یہ ڈر ہونے لگا کہ اب سورج طلوع ہو جائے گا۔ آپ عجلت سے تشریف لائے اور اقامت کہی گئی اور حضور نے اختصار کے ساتھ قرأت کر کے نماز پڑھائی نماز کے بعد آپ نے فرمایا کہ تم لوگ ایسے ہی بیٹھے رہو جس طرح نماز میں بیٹھے تھے پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا میں تمہیں آج کی تاخیر سے آمد کی وجہ بتاتا ہوں۔ میں رات کو عبادت کے لیے کھڑا ہوا وضو کیا اور نماز پڑھی جتنی کہ مقدور ہو چکی تھی۔ پھر مجھے نماز میں اونگھ آئی اور جسم بھاری ہو گیا تو میں نے رب تعالیٰ کو اس کی شان کے مطابق اچھی صورت میں دیکھا۔ رب کریم نے فرمایا یا محمد میں نے عرض کیا میرے رب میں حاضر ہوں۔ رب کریم نے فرمایا کہ ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس بات میں مصروف بحث ہیں میں نے عرض کیا مجھے علم نہیں رب کریم نے اس جملہ کا تین بار اعادہ فرمایا اور میں نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا تو میں نے دیکھا کہ رب کریم نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کاندھوں کے درمیان رکھا اور دست قدرت کی انگلیوں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی اس کے بعد ہر چیز مجھ پر عیاں ہو گئی اور تمام علوم حاصل ہو گئے اور میں نے سب کو پہچان لیا اس کے بعد رب تعالیٰ نے فرمایا یا محمد میں نے کہا اے رب میں حاضر ہوں۔ پھر رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس بارے میں مصروف گفتگو ہیں میں نے عرض کیا کہ کفارات کے بارے میں رب کریم نے دریافت فرمایا وہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ پیدل نماز باجماعت کے لیے مسجد جانا' نماز کے بعد مسجدوں میں انتظار نماز کرنا اور ناگواری کے وقت مکمل وضو کرنا اس کے بعد رب تعالیٰ نے فرمایا اس کے علاوہ کس چیز میں مصروف بحث ہیں۔ میں نے کہا درجات کے بارے میں۔ رب کریم نے فرمایا وہ کیا ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ غریبوں کو کھانا کھلانا' نرم گفتگو کرنا' جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو نماز پڑھنا پھر رب تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا مانگو جو کچھ مانگنا ہے میں نے کہا خداوندا میں تجھ سے اچھے کاموں کے کرنے برائیوں سے بچنے

marfat.com

اور مساکین سے محبت کا سوال کرتا ہوں تو میرے لیے مغفرت اور رحم فرما اور جب تو کسی قوم کو آزمائش میں مبتلا کرے تو مجھے اس میں مبتلا فرمائے بغیر اپنی طرف بلا لے۔ خداوندا میں تیری محبت اور اس کی محبت جو تجھ کو محبوب رکھتا ہو اور ایسے عمل کی محبت جو تیرے قرب خاص کا سبب بنے ان کا سوال کرتا ہوں اور جو خواب کہ میں نے نقل کیا ہے درست ہے۔ اس کو سیکھو اور دوسروں کو بتاؤ۔ (احمد و ترمذی)

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن اور صحیح ہے اور میں نے محمد بن اسماعیل سے اس کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ دست قدرت اٹھ جانے کے بعد یہ خصوصیت حاصل نہ رہی تو قطعاً بے دلیل ہے کیا اللہ تعالیٰ علم عطا کرنے میں بخیل ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا اللہ اپنے پیاروں کو صرف وقتی خصائص عطا فرماتا ہے؟ اگر یہ وقتی خصوصیت تھی تو آپ نے اسے سیکھنے اور دوسروں کو بتانے کی ترغیب کیوں دی۔

(۷) مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب فی المعجزات کی دوسری فصل میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے ایک چرواہے کی طرف آیا۔ اس نے بکریوں کے ریوڑ سے ایک بکری پکڑی۔ چرواہے نے اس بھیڑیے کو ڈھونڈا' یہاں تک کہ اس بکری کو اس سے چھڑا لیا۔ کہا ابوہریرہ نے کہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور اپنی دم اپنے دونوں پیروں کے درمیان کی اور کہا کہ میں نے اس رزق کا ارادہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا تھا اور میں نے اس کو لے لیا پھر تو نے مجھ سے چھڑا لیا۔ چرواہے نے تعجب سے کہا خدا کی قسم میں نے آج کی طرح کبھی بھیڑیا کلام کرتے نہیں دیکھا۔ بھیڑیے نے کہا اس سے زیادہ تعجب انگیز ایک شخص کا حال ہے جو دو سنگستانوں کے درمیان کھجور کے درختوں یعنی مدینہ میں ہے وہ شخص گذشتہ اور آئندہ یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ تمہارے بعد ہوگا سب کی خبریں دیتا ہے۔ ابوہریرہ نے کہا کہ وہ چرواہا یہودی تھا یہ واقعہ دیکھ کر خدمت بارگاہِ رسالت نبی کریم ﷺ میں حاضر ہوا اور حضور علیہ السلام کو یہ واقعہ سنایا اور اسلام لے

marfat.com

آیا۔ حضور سید یوم النشور علیہ نے اس خبر کی تصدیق فرمائی۔

(۸) امام احمد مسند اور ابن سعد طبقات اور طبرانی معجم میں بسند صحیح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور ابو یعلی وابن منیع وطبرانی حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے راوی :

لَقَدْ تَرَكْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُحَرِّكَ طَائِرٌ جِنَاحَيْهِ فِي السَّمَآءِ اِلَّا ذَكَرَلَنَا مِنْهُ عِلْمًا۔	نبی علیہ نے ہمیں اس حال پر چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پر مارنے والا ایسا نہیں جس کا علم حضور نے ہمارے سامنے بیان نہ فرمادیا ہو۔

مسند امام احمد میں یہ روایت ایک سے زیادہ اسناد کے ساتھ ہے۔ اس کی ایک سند جو امام ابن کثیر نے جلد ۲ صفحہ ۴۰۴ پر نقل فرمائی ہے وہ صحیح ہے۔

(۹) صحیح مسلم و مسند امام احمد و سنن ابن ماجہ میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہے۔

رسول اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عُرِضَتْ عَلَيَّ اُمَّتِيْ بِاَعْمَالِهَا حَسَنِهَا وَ قَبِيْحِهَا۔	میری ساری امت اپنے سب اعمال نیک وبد کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی۔

طبرانی اور ضیاء مختارہ میں حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہما سے راوی، رسول اللہ علیہ فرماتے ہیں

عُرِضَتْ عَلَيَّ اُمَّتِيْ الْبَارِحَةَ لَدَى هٰذِهِ الْحُجْرَةَ حَتّٰى لَاَنَا اَعْرَفُ بِالرَّجُلِ مِنْهُمْ مِنْ اَحَدِكُمْ بِصَاحِبِهٖ۔	گذشتہ رات مجھ پر میری امت اس حجرے کے پاس میرے سامنے پیش کی گئی۔ بے شک ان کے ہر شخص کو اس سے زیادہ پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے ساتھی کو پہچانے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ نے صبح کی نماز پڑھائی اور بیٹھ گئے یہاں تک کہ جب چاشت کا وقت ہوا تو آپ مسکرائے، پھر اپنی جگہ تشریف فرما رہے۔ یہاں تک کہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء تمام نمازیں پڑھیں (اس اثناء میں کلام نہیں فرمایا پھر اٹھ کر گھر تشریف لے گئے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ہاں، دنیا و آخرت کے جتنے امور ہونے والے ہیں وہ سب مجھ پر پیش کیے گئے۔

marfat.com

(مسند امام احمد بن حنبل ۵ / ۲۴۳ دار الفکر بیروت)

(۱۰) حضور ﷺ کو اعمال امت پیش ہونے کی احادیث کو اعلحضرت امام احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "ازاحۃ الغیب لسیف الغیب" میں تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ وہیں سے پیش کرتا ہوں۔ بزار اپنی مسند میں بسند صحیح جید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

حياتي خيرلكم ومماتي خيرلكم و تعرض علي اعمالكم فما كان من حسن حمدت الله عليه وماكان من سيء استغفر الله لكم.	میری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر اور میری وفات بھی تمہاری لئے بہتر، تمہارے اعمال مجھ پر عرض کئے جائیں گے، میں بھلائی پر حمد الہی بجالاؤں گا اور برائی پر تمہاری بخشش چاہوں گا۔

اللهم صل وسلم وبارك عليه صلاة تكون لك رضاء ولحقه العظيم اداء آمين

مسند حارث میں انس رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

حياتي خيرلكم تحدثون ونحدث لكم فاذا انامت كانت وفاتي خيرا لكم تعرض علي اعمالكم فان رائيت خيرا حمدت الله وان رائيت غير ذلك استغفرت الله لكم.	میرا جینا تمہارے لیے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تمہارے نفع کی باتیں تم سے فرماتے ہیں جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمہارے لیے خیر ہوگی تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے اگر نیکی دیکھوں گا حمد الہی کروں گا اور دوسری بات پاؤں گا تو تمہاری مغفرت طلب کروں گا۔

اللهم صل وسلم وبارك عليه قدر رأفته ورحمته بامته ابدا آمين.

ابن سعد طبقات میں حارث مسند میں اور قاضی اسمٰعیل بسند ثقات بکر بن عبد البر مزنی سے مرسلا راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

marfat.com

حیاتی خیرلکم تحدثون ویحدث لکم فاذا انامت کانت وفاتی خیرا لکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیراحمدت وان رأیت شرا استغفرت لکم۔

میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے جو نئی بات تم سے واقع ہوتی ہے ہم اس کا تازہ علاج فرماتے ہیں جب میں انتقال کروں گا میری وفات تمہارے لیے بہتر ہوگی تمہارے اعمال میرے حضور معروض ہوں گے میں نیکیوں پر شکر اور بدی پر تمہارے لیے استغفار فرماؤں گا۔

اللھم صل وسلم وبارک علی ھذالحبیب الذی ارسلتہ رحمۃ وبعثتہ نعمۃ وعلی الہ وصحبہ عدد کل عمل و کلمۃ اٰمین

مزید معلومات کے لیے مذکورہ رسالہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۱) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ایک مرتبہ سورج گرہن کے موقعہ پر آپ ﷺ نے خطبہ دیا' اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

مامن شئ لم اکن اریتہ الا رأیتہ فی مقامی ھذا حتی الجنۃ والنار۔

کوئی ایسی شے نہ تھی جسے میں اس مقام پر کھڑے ہو کر نہیں دیکھ رہا تھا کہ جنت و دوزخ بھی سامنے ہیں۔ (البخاری' ۱=۱۸)

(۱۲) صحیح مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ میں ہے۔

عَنْ ثَوْبَانَ اَنَّ نَبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ زَوَایَ لِیَ الْاَرْضَ حَتّٰی رَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا وَ اَعْطَانِی الْکَنْزَیْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْیَضَ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا پس میں نے اس کے مشارق اور مغارب (یعنی پوری زمین) کا معائنہ کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے سرخ و سفید خزانے عطا فرمائے۔

marfat.com

اگرچہ صرف اس وقت کی زمین کے مشارق اور مغارب دیکھے لیکن سرخ و سفید دو خزانوں سے آئندہ زمانے کی خبریں بھی بیان فرمادیں نیز زمین کو ملاحظہ فرمانے کی صفت موجود ہونے کا اظہار فرمادیا۔ آپ کی کوئی صفت عارضی نہیں۔

تم یہ اعتراض کرسکتے ہو کہ جنت و دوزخ کا معائنہ جو کیا اور پوری زمین کو دیکھا تو سرسری طور پر دیکھا ہوگا نہ کہ تفصیلی طور پر۔ میں چند دلائل پیش کرتا ہوں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ یہ معائنہ تفصیلی تھا نہ کہ سرسری۔

(۱) ام المؤمنین حضرت سیدہ طاہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث پاک میں ہے۔

قَالَتْ بَيْنَا رَأْسُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجْرِيْ فِيْ لَيْلَةٍ ضَاحِيَةٍ إِذْ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ هَلْ يَكُوْنُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْحَسَنَاتِ عَدَدَ نُجُوْمِ السَّمَآءِ قَالَ نَعَمْ عُمَرُ قُلْتُ وَاَيْنَ حَسَنَاتُ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ اِنَّمَا جَمِيْعُ حَسَنَاتِ عُمَرَ كَحَسَنَةٍ وَّاحِدَةٍ مِنْ حَسَنَاتِ اَبِيْ بَكْرٍ۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک چاندنی رات میں جبکہ رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا کسی کی اتنی نیکیاں بھی ہیں جتنے آسمان پر ستارے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ حضرت عمر کی نیکیاں اتنی ہیں۔ پھر میں نے پوچھا اور ابوبکر کی نیکیوں کا کیا حال ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں ساری عمر کی حضرت ابوبکر کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کو تمام ستاروں کی تعداد کا بھی علم ہے اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تمام نیکیوں کا بھی علم ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نیکیوں کے متعلق تم خود سوچ سکتے ہو کہ کتنی ہو سکتی ہیں۔

marfat.com

اب میں خود معترض سے پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ حضور ﷺ کو ماکان ومایکون کا علم عطا فرمادے ؟ کیا وہ ایسا کرنے پر قادر نہیں ؟ کیا اسے اس کا اختیار و قدرت حاصل نہیں ؟ بالکل ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

صحیح بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ باب التشھد فی الآخرۃ میں نماز کی آخری رکعت میں تشہد میں پڑھا جانے والا مسنون سلام اس طرح سے ہے۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوٰةُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ۔

تمام زبانی بدنی اور مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں سلام آپ پر اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔

اس کے بعد حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

فَاِنَّكُمْ اِذَا قُلْتُمُوْهَآ اَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍلِلّٰهِ صَالِحٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔

جب تم اس طرح کہو تو یہ سلام اللہ تعالیٰ کے ہر نیک بندے کو پہنچ جائے گا خواہ وہ آسمان میں ہو یا زمین میں۔

جب اللہ تعالیٰ یہ سلام زمین و آسمان کے نیک بندوں جو اربوں کھربوں میں ہیں ان تک پہنچا سکتا ہے تو حضور ﷺ کو ماکان ومایکون کا علم کیوں عطا نہیں فرما سکتا ؟ ضرور عطا فرما سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ علم عطا فرمایا بھی ہے۔

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی مَلَكًا اَعْطَاهُ اَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ قَائِمٌ عَلٰی قَبْرِیْ مَامِنْ اَحَدٍ یُّصَلِّیْ عَلَیَّ صَلٰوةً اِلَّا بَلَّغَنِیْهَا۔

بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی اسماع (یعنی سب کی آوازیں سننے کی طاقت) عطا فرمائی ہے اور وہ میری قبر انور پر مقرر ہے تو کوئی درود بھیجنے والا

marfat.com

کسی وقت، کہیں سے مجھ پر درود نہیں بھیجتا مگر
وہ فرشتہ اس کا درود مجھے پہونچا دیتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو مخلوقات کی سماع کی طاقت عطا کر سکتا ہے تو پھر حضور ﷺ کو ماکان و مایکون کا علم کیوں نہیں عطا کر سکتا ہے ؟

ضرور کر سکتا ہے۔

مشکوۃ شریف کتاب العلم کی تیسری فصل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وِعَائَیْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهٗ فِیْکُمْ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهٗ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ یَعْنِیْ مَجْرَی الطَّعَامِ۔ (رواه البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے دو قسم کا علم حاصل کیا ہے ان میں سے ایک تو لوگوں کے سامنے پیش کر دیا ہے لیکن اگر دوسرا بھی پیش کر دوں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے یعنی کھانا کھانے کی رگیں۔ (بخاری)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب العلم "باب حفظ العلم" میں ہے۔

الغرض منکرین علم غیب عطائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس حدیث میں مقام غور ہے کہ حضور ﷺ کو تمام قسم کا علم جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا وہ تو تم کو معلوم ہی نہیں، وہ تم تک پہنچا ہی نہیں پھر اعتراضات کیوں کرتے ہو ؟ ان علوم کے علاوہ بھی کچھ علوم تھے کہ جن کے اظہار کی حضور ﷺ کو اجازت نہ تھی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تا قیامت آنے والے فتنہ پرور تین صد لیڈروں کے نام، ولدیت اور ان کے قبائل کی نشاندہی فرما دی تھی۔ فرماتے ہیں۔

وَاللّٰهِ مَا اَدْرِیْ اَنَسِیَ اَصْحَابِیْ اَمْ تَنَاسَوْا وَاللّٰهِ مَاتَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اللہ کی قسم میں نہیں جانتا میرے دوست بھول گئے یا بھلا دیے گئے ہیں اللہ کی قسم رسول اللہ

marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِدِ فِتْنَةٍ اِلٰى اَنْ تَنْقَضِيَ الدُّنْيَا يَبْلُغُ مَنْ مَعَهُ ثَلَاثَ مِائَةٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاِسْمِهٖ وَاِسْمِ اَبِيْهِ وَاِسْمِ قَبِيْلَتِهٖ. (ابو داود' کتاب الفتن)

ﷺ نے اختتام دنیا تک ہر فتنہ کے سربراہ کا نام' اس کے والد کا نام اور اس کے قبیلہ کا نام بتا دیا اور ان کی تعداد تین سو سے زائد ہے۔

مشکوۃ شریف کتاب الفتن فصل ثانی صفحہ ۵۰۸۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا ہی بیان ہے۔

والله انی لاعلم الناس بکل فتنة فهی کائنة فیما بینی وبین الساعة وما بی الاان یکون رسول الله صلی الله علیه وسلم اسرالی فی ذلك شیئالم یحدثه غیری.

(المسلم' ۲: ۳۹۰)

اللہ کی قسم میں سب لوگوں سے ہر فتنہ کو زیادہ جانتا ہوں جو کہ میرے اور قیامت کے درمیان رونما ہونے والا ہے اور یہ کیوں؟ یہ اس لیے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رازدارانہ طور پر مجھے بتا دیا ہوا ہے جبکہ میرے سوا کسی کو نہیں بتایا۔

احمد' ترمذی' ابن ماجہ و مشکوۃ شریف میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ.

حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں سنتا ہوں جو کچھ تم نہیں سنتے۔

مشکوۃ شریف کتاب الرقاق باب البکاء والخوف سے باقی حدیث کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔ آسمان چرچراتا ہے اور اس کا حق ہے کہ چرچرائے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اس پر چار انگل جگہ نہیں کہ جس پر کسی فرشتے نے اپنی پیشانی اللہ کے لیے سجدے میں رکھی

marfat.com

ہوئی ہے۔ اگر تم جانتے جو میں جانتا ہوں تو کم ہنستے اور زیادہ روتے اور عورتوں سے بستروں پر کم لذت یاب ہوتے اور اللہ کی پناہ ڈھونڈنے جنگلوں میں نکل جاتے۔ حضرت ابوذر نے کہا: کاش! میں ایک کٹا ہوا درخت ہوتا۔

حضور ﷺ کے علم غیب عطائی پر جو اعتراضات ہیں ان کے جوابات دینے سے قبل میں یہ بات پھر بیان کردوں کہ جیسا موصوف ہوتا ہے ویسی اس کی صفات ہوتی ہیں۔ حضور ﷺ کا وجود عطائی ہے اس لیے آپ کی صفات علم وغیرہ بھی عطائی اور ان صفات کو جب ہی مانا جارہا ہے جیسے جیسے وہ عطا ہو رہی ہیں۔ عطا ہونے سے پہلے ہی ان کو تسلیم نہیں کیا جارہا کیونکہ ہم اس بات پر یقین کامل رکھتے ہیں کہ آپ کو علم مسلسل اضافہ کے ساتھ عطا ہوا اور جس جس جزئی کا علم عطا ہوا اس کے عطا ہونے سے پہلے دعویٰ نہیں کیا جارہا۔

ہمارے مخالفین جن کو حضور ﷺ کی ذات و صفات سے عداوت ہے۔ وہ آپ کے علم غیب عطائی کے رد میں وہ مثالیں پیش کرتے ہیں جن کا علم آپ کو عطا ہونے سے پہلے کا ہم دعویٰ نہیں کرتے۔

اعلحضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے منکرین کے اعتراضات کے رد کے لیے ایک قاعدہ بیان فرمادیا جس سے مخالفین کی بڑی بڑی کتابوں کا رد چند الفاظ میں کیا جاسکتا ہے۔

اعلحضرت اپنے رسالہ ''ازاحۃ العیب لسیف الغیب'' میں فرماتے ہیں۔

''فقیر نے قرآن عظیم کی آیات قطعیہ سے ثابت کیا کہ قرآن عظیم نے ۲۳ برس بتدریج نزول اجلال فرما کر اپنے حبیب ﷺ کو جمیع ماکان و مایکون یعنی روز اول سے آخر تک کی ہر شے ہر بات کا علم عطا فرمایا اور اصول میں مبرہن ہو چکا کہ آیات قطعیہ کے خلاف کوئی حدیث احاد (یعنی ایسی حدیث جس کے تمام راوی ثقہ ہوں لیکن اس حدیث کا شمار خبر واحد میں ہوتا ہو) بھی مسلم نہیں ہو سکتی (یعنی اس سے عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا) اگرچہ سنداً صحیح ہو تو مخالف قرآن عظیم کے خلاف پر جو دلیل پیش کرے اس پر چار باتوں کا لحاظ لازم

اول: وہ آیت قطعی الدلالۃ یا ایسی ہی حدیث متواتر ہو۔

marfat.com

دوم: واقعہ تمامی نزول قرآن کے بعد کا ہو۔

سوم: اس دلیل سے راساً عدم حصول علم ثابت ہو کر مخالف متدل ہے اور محل ذلول میں اس پر جزم محال اور وہ منافی حصول علم نہیں بلکہ اس کا مثبت و مقتضی ہے۔

چہارم: صراحۃً نفئ علم کرے ورنہ بہت علوم کا اظہار مصلحت نہیں ہوتا۔

آگے فرماتے ہیں۔

ان شبہات اور ان کے امثال کے رد کو یہی چار جملے بس ہیں اور یہاں امر پنجم اور ہے کہ وہ واقعہ روز اول سے قیام قیامت تک یعنی ان حوادث سے جو لوح محفوظ میں ثبت ہیں کہ انہیں کے احاطہ کا دعویٰ ہے۔ امور متعلقہ ذات و صفات وابد وغیرہ نامتناہیات سے ہو تو بحث سے خروج اور دائرہ جنون و سفاہت میں صریح ولوج ہے۔ ان جملوں کے لحاظ کے بعد وہابیہ کے تمام شبہات برباد ہو جاتے ہیں۔

علماء اہل سنت و جماعت کی کتابوں کے مطالعہ سے یہ قواعد و ضوابط آسان لفظوں میں اس طرح سے پیش کئے جاسکتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۱: وہ آیت قطعی الدلالۃ ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو اور خبر واحد تو ہر گز نہ ہو کیونکہ یہ مسلمہ اصول ہے کہ آیات قطعیہ کے خلاف کوئی **خبر واحد** پیش نہیں کی جاسکتی اگرچہ وہ **خبر واحد** سنداً صحیح ہو۔

قاعدہ نمبر ۲: جو حدیث پیش کی جائے تمام قرآن پاک کے نزول کے بعد کی ہو کیونکہ ہم نے اپنے عقیدہ کے بیان میں یہ واضح طور پر قرآنی آیت سے ثابت کر دیا ہے کہ آپ کو علم غیب بتدریج مسلسل اضافے کے ساتھ عطا ہوا ہے۔

پ ۳۰ سورہ الضحیٰ آیت نمبر ۵ میں ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ — بے شک نزدیک ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا عطا فرمائے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

marfat.com

پ ۵ سورہ النساء آیت نمبر ۱۱۳ میں ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۝ — آپ جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے وہ سب کچھ ہم نے آپ کو بتلا دیا اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔

اور میں تو کہوں گا کہ آپ کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد آپ کے علم غیب اور دوسرے فضائل و کمالات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے کیونکہ قرآن پاک میں ہی ہے۔

وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی — اے نبی! بے شک آخرت تمہارے لیے دنیا سے بہتر ہے۔

اب جو بھی وہ اعتراضات پیش کرے کہ جن کا علم آپ کو نہیں تھا لیکن بعد میں آپ کو عطا فرما دیا گیا وہ قرآنی آیات کا منکر ہے اور قرآنی آیات کا منکر کافر ہے۔ ہم عطائی علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں اور مسلسل اضافے کے ساتھ۔

قاعدہ نمبر ۳: آپ کا اس خاص واقعہ کا علم نہ ہونا اس واقعہ سے عدم توجہ یا نسیان یا ذہول کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے اور یہ ثابت شدہ ہے کہ عدم توجہ یا نسیان یا ذہول علم کے ہرگز منافی نہیں ہیں۔ دیوبندیوں کی کتاب "المھند" جس پر تمام اکابر علماء دیوبند کا اتفاق ہے اس میں اس قاعدہ کو تسلیم کیا گیا ہے۔

قاعدہ نمبر ۴: صرف کسی بات کا ظاہر نہ فرمانا کافی نہیں۔ ممکن ہے کہ حضور ﷺ کو علم تو ہو مگر کسی مصلحت سے ظاہر نہ کیا ہو۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ خدا ہی جانے 'اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' یا مجھے کیا معلوم وغیرہ کافی نہیں کہ یہ کلمات کبھی علم ذاتی کی نفی اور مخاطب کو خاموش کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۵: جو واقعہ علم کی نفی کے لیے پیش کیا جائے وہ روز اول سے قیام قیامت تک کا ہو اور وہ ان حوادث میں سے ہی ہو جو لوح محفوظ میں ثبت ہیں کہ انہیں کے احاطہ کا

marfat.com

دعویٰ ہے۔ خاص علم ساعت (قیامت کا علم) اگر لوح محفوظ میں ثبت ہے تو ہمارے دعویٰ میں شامل ہے ورنہ نہیں اور امور متعلقہ ذات و صفات ولد وغیرہ (یعنی کل صفات الٰہیہ کا علم) جو نامتناہیات میں سے ہیں وہ بحث سے خارج ہیں اور قیامت کے بعد کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعویٰ نہیں کرتے۔

اگر آپ مکمل طور پر ان پانچ قاعدوں کو ذہن نشین کرلیں تو انشاء اللہ کوئی اعتراض ایسا نہیں رہتا جس کا آپ خود بآسانی جواب نہ دیں سکیں لیکن معترضین اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتے اور وہ ان واقعات کو پیش کرتے جاتے ہیں جن کا علم آپ کو تمامی نزول قرآن اور آپ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے تک حاصل ہو گیا تھا۔ آپ کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد تو یہ آپ پر کسی قسم کا اعتراض کر ہی نہیں سکتے کیونکہ آپ کی ہر بعد کی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہے اور آپ کے فضائل و کمالات پر اعتراض کرنے والوں کے پاس کوئی ظاہری جواز بھی نہیں رہتا کہ فلاں فلاں حدیث سے آپ کے علم کی نفی ہوتی ہے۔ اب میں بیسیوں صفحات پر ان کے اعتراضات بحوالہ پیش کرنے اور ان کے جوابات تحریر کرنے پر مجبور ہوں تاکہ ہمارا عقیدہ صاف اور واضح ہو جائے۔

اعتراض:

مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان کی پہلی فصل کی پہلی حدیث میں ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم بارگاہ رسالت میں حاضر تھے اچانک ایک صاحب حاضر بارگاہ ہوئے جو عمدہ سفید لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان کے بال گہرے سیاہ تھے اور چہرے سے سفر کی تھکان ظاہر نہ ہوتی تھی لیکن حاضرین میں کوئی بھی اس شخص سے واقف نہ تھا وہ آکر نبی کریم ﷺ کے برابر اس طرح بیٹھے کہ آپ کے گھٹنے سے اپنا گھٹنا ملا لیا اور سید عالم کے زانوؤں پر اپنا ہاتھ رکھا اور حضور علیہ السلام سے عرض کرنے لگے یا محمد ﷺ مجھے اسلام کی بات بتائیں۔ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ اس بات کی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ نماز قائم

marfat.com

کرو' زکوٰۃ ادا کرو' رمضان کے روزے رکھو اور بشرطِ استطاعت خانہ کعبہ کا حج کرو یہ سن کر اس آنے والے مہمان نے کہا آپ نے درست فرمایا۔ راوی حدیث فرماتے ہیں یہ سن کر ہمیں تعجب ہوا کہ سوال بھی کرتے ہیں اور جواب پر تصدیق بھی۔ مہمان سائل نے دوسرا سوال کیا کہ آپ ایمان کے بارے میں بھی بتائیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اللہ رب العالمین' ملائکہ 'کتابوں' رسولوں اور روز قیامت پر ایمان رکھو اور تقدیر کی اچھائی برائی پر بھی تمہارا ایمان ہو' سائل نے کہا: آپ نے درست فرمایا۔ اس کے بعد ایک اور سوال کیا کہ آپ احسان کے بارے میں خبر دیں۔ سرکار نے ارشاد فرمایا کہ تم اس انداز سے عبادت گزار ہو گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو لیکن اگر یہ منزل حاصل نہ ہو تو عبادت کا یہ تصور ہو کہ اللہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ اس کے بعد سائل نے کہا کہ قیامت کے بارے میں بھی بتائیں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے متعلق مسئول کا علم سائل سے زیادہ نہیں۔ سائل نے عرض کیا کہ قیامت کی نشانیاں ہی بتادیں تو سرکار نے فرمایا پہلی نشانی یہ کہ باندی اپنے آقا کو جنے گی اور تم دیکھو گے کہ ننگے پیروں پھرنے والے ننگے بدن رہنے والے بکریوں کے چرواہے اور مفلس محلوں میں عیش کریں گے۔ راوی حدیث حضرت عمر فرماتے ہیں کہ سوالات کر کے وہ صاحب تو چلے گئے لیکن میں تھوڑی دیر بیٹھا رہا تو سرور کون و مکان نے مجھ سے فرمایا عمر! جانتے ہو وہ سوالات کرنے والا کون تھا؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ سرکار ﷺ نے فرمایا: وہ جبرائیل امین تھے جو تمہیں دین (اسلام) کی تعلیم دلانے آئے تھے۔ (روایت مسلم) یہی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تھوڑی سے تبدیلی کے ساتھ مروی ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں کہ جب تم ننگے پیروں والوں' برہنہ رہنے والوں' گونگے بہروں کو خطہ زمین کا حاکم دیکھو اور پانچ باتیں ایسی ہیں جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی

إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ الْآيَةَ	اللہ کو قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے آخر آیت تک

(متفق علیہ)

marfat.com

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن بَابُ قُرْبِ السَّاعَۃِ وَاَنَّ مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُہٗ (قرب قیامت اور جو مر گیا اس کی قیامت ہو گئی) کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو آپ کے وفات پانے سے ایک ماہ پہلے فرماتے ہوئے سنا: تم مجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہو اور اس کا علم اللہ کے پاس ہے اور خدا کی قسم' زمین پر کوئی سانس لینے والا ایسا نہیں کہ اس پر سو سال گزر جائیں اور اس وقت بھی وہ زندہ رہے۔ (مسلم)

اس سے اگلی حدیث میں ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آج جو زمین پر سانس لے رہے ہیں ان میں سے کسی پر پورے سو سال نہیں گزریں گے۔ (مسلم)

اس سے اگلی حدیث میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بعض اعرابی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے۔ آپ ان میں سب سے کم عمر کی طرف دیکھ کر فرماتے کہ یہ بڑھاپے کو نہیں پہنچے گا کہ تم پر قیامت قائم ہو جائے گی۔ (متفق علیہ)

یعنی اس کم عمر کے بڑھاپے کو پہنچنے سے پہلے تم وفات پا جاؤ گے اور یہ وفات پانا تمہارے لیے قیامت ہی ہو گا یعنی مرنے کے فوراً بعد قیامت جیسا عمل شروع ہو جائے گا' فرشتوں کو حساب کتاب لینا' قبر کا گڑھا جنت دوزخ بن جانا' جنت دوزخ کی طرف کھڑکی کھل جانا وغیرہ۔

جواب: اعلیٰحضرت امام احمد رضا نے الدولۃ المکیہ میں اس اعتراض کے متعلق بڑی مفید بحث کی ہے۔ وہیں سے اختصار کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔

"عجب نہیں' بعض وہ شخص جسے نصوص کے معانی اور عموم و خصوص کے مواقع کی پہچان نہیں (یہ بات ذہن نشین رکھیں' نعیم غفرلہ) یوں کہنے لگے کہ جب تم نے اپنے نبی ﷺ کے لیے روز اول سے روز آخر تک کے تمام ماکان و مایکون کا علم ثابت کیا تو اس میں وہ پانچ چیزیں بھی داخل ہو گئیں جنہیں سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا پھر ان کا خدا سے مخصوص ہونا کدھر

marfat.com

گیا۔

اقول: اے شخص تو کتنی جلد بھول گیا' کیا ہم نے تجھے القانہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ خاص ہے کہ اپنی ذات سے اعلم ہو اور جمیع معلومات الہیہ کو محیط ہو۔

رہا مطلق علم عطائی' تو یہ اس کے بندوں کے لیے ثابت ہے 'کیا تو نے نہ جانا کہ ماکان و مایکون کا علم اسی نبی کریم علیہ السلام کے لیے ہم نے اپنی طرف سے ثابت نہ کیا بلکہ اللہ نے ثابت کیا اور قرآن نے ثابت کیا اور محمد ﷺ نے ثابت کیا اور صحابہ نے ثابت کیا اور ان کے بعد کے آئمہ نے ثابت کیا تو کہاں پھرے جاتے ہو اور تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو۔ کیا اللہ کی آیتوں میں بعض سے بعض کو رد کرتے ہو حالانکہ تم قرآن پڑھتے ہو' کیا تمہیں عقل نہیں' کیا تمہارے کان تک نہ پہنچا وہ جو ہم نے تمہیں سنایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی نفی کی جو ٹل نہیں سکتی اور اس طرح ثابت فرمادیا جس سے عدولی ممکن نہیں تو دونوں میں تطبیق دینا واجب ہوا۔

اب اگر تو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ چیزوں کو گنا اور خاص ان کا ذکر کیا تو ضرور ہے کہ غیر کو معلوم نہ ہوں ورنہ ان کے خاص ہونے کی خصوصیت باطل ہو جائے گی کہ یہ بھی مثل اور غیبوں کے ہو گئیں کہ بتانے سے معلوم ہو جاتی ہیں۔

اقول: اولاً' ٹھہر جلدی سے بچ کہ جلدی لغزش لاتی ہے تو روش مناظرہ پر گفتگو چاہیے۔ یہ دعویٰ تو نے کہاں سے نکال لیا کہ خاص ہونے میں ان کی کوئی خصوصیت ہے۔ آیت تو اس طرح ہے

"بے شک اللہ کے پاس ہے علم قیامت کا اور اتارتا ہے پانی اور جانتا ہے جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کرے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی' بے شک اللہ ہے جاننے والا بتانے والا۔"

اس آیت میں اس کا کہاں بیان ہے کہ پانچوں سب کے سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ ان پانچ سے بعض میں تو کوئی چیز ایسی ہے ہی نہیں جو حصر و تخصیص پر دلالت کرے جیسے یہ ارشاد کہ پانی اتارتا ہے اور یہ ارشاد کہ پیٹ کی چیزیں جانتا ہے اور ہم

marfat.com

نہیں مانتے کہ صرف مقام حمد میں ذکر کرنا مطلقاً اختصاص کا موجب ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سمع وبصر، علم سے اپنی ذات کی مدح فرمائی اور ان سے اپنے بندوں کا بھی وصف کیا کہ فرماتا ہے۔

اس نے تمہارے لیے بنائے کان اور آنکھیں اور دل

اور اسی باب سے ہے موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ

میرا رب بہکتا نہیں اور انبیاء بھی بہکنے سے پاک ہیں اے قوم مجھ میں گمراہی نہیں

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

بے شک اللہ ذرہ بھی ظلم نہیں کرتا

اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی ظلم سے منزہ ہیں۔

اللہ نے فرمایا

میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

ثانیاً: ہم نے اختصاص مانا مگر پانچ کو ان میں ایسی خصوصیت کیا ہے کہ اللہ کے بتانے کو بھی ان کی طرف راہ نہ رہے کہ یہ اگر ہو تو مفہوم اللقلب سے استدلال کے قبیل سے ہوگا (یعنی بعض اشیاء کا نام لے کر جو حکم بیان کیا جائے وہ اس پر دلالت کرے کہ وہ حکم ان کے غیر میں نہیں) اور وہ باطل ہے۔

اصول میں اس کے بطلان پر دلائل قائم ہو چکے اس لیے کہ آیت میں تو پانچ کا لفظ بھی نہیں جسے مفہوم ادب کی طرف پھیروں (یعنی کچھ گنتی گنا کر جو حکم بیان کیا جائے وہ دلالت کرے کہ اس سے زائد کے لیے یہ حکم نہیں) اور حدیث میں اگر پانچ کا لفظ آیا ہے تو اس سے قطع نظر کر کے جو اوپر ہم بیان کر آئے کہ حدیث احاد دربارۂ اعتقاد نا مفید اعتماد۔ ہم نہیں مانتے کہ ایسی جگہ عدد زیادہ کی نفی کرتا ہو، کیا تو نے نبی علیہ السلام کا وہ ارشاد نہ سنا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا ہوئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں حالانکہ نبی علیہ السلام اتنے کثیر عطاؤں سے خاص کیے گئے ہیں جن کی گنتی اور شمار نہ ہو سکے اور حدیث دوسری طریق سے یوں آئی ہے کہ میں انبیاء پر چھ

marfat.com

وجہ سے فضیلت دیا گیا تو پانچ چھ کی نفی کرے گا تو دونوں میں تناقص ہو جائے گا پھر ان فضائل کے شمار کرنے میں دونوں حدیثیں مختلف ہیں تو ہر ایک میں وہ بات گنی گئی ہے کہ جو دوسری میں شمار نہ ہوئی تو اگر یہ مانیں کہ عدد سے حصر سمجھا جاتا ہے تو صحیح حدیثیں کہ آئمہ کے نزدیک سب مقبول ہیں۔ متعدد جگہ ایک دوسرے کی نفی کریں گی اور بندہ ضعیف نے جتنی حدیثیں اس روش پر چلیں ان کو اپنے رسالہ "البحث الفاحص عن طرق احادیث الخصائص" میں جمع کیا تو انہیں پایا کہ دو سے دس تک گنتی ہے اور ہر ایک میں وہ بات مذکور ہے جو دوسری میں نہیں اور خصائص جو ان میں مذکور ہوئے تیس سے بھی بڑھ گئے تو کہاں پانچ اور کہاں چھ اور جو شخص جامع صغیر اور اس کے ذیل اور جمع الجوامع سے ثلث اور اربع اور خمس کے باب تفتیش کرے وہ یقین کرے گا کہ ایسی جگہ عدد کہیں حصر کا حکم نہیں کرتی اور شاید تو کہے کہ یہ سب تو ظاہر بات ہے مگر آخر خاص ان پانچ کے ذکر فرمانے میں کوئی نکتہ تو ہونا چاہیے۔

اقول: وباللہ التوفیق' ہاں نکتہ ہے اور کیسا نکتہ بلند وبالا' جلالت نو طرز خوش نما اور اس میں ایک لطف یہ ہے کہ وہابیہ جو اپنی ذلیل فہموں سے سمجھے یہ ان پر اس کے عکس کا حکم لگاتا ہے تو کان لگا کر سن وہ جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے القا فرمایا جان کہ ان پانچ کے سوا غیب اور بہت کثرت سے ہیں یہاں تک کہ ان پانچ کے جملہ افراد سب مل کر بھی اور غیبوں کے ہزارویں حصہ کو بھی نہیں پہنچتے تو اللہ تعالیٰ غیب کا غیب ہے اور وہ ہر چیز پر شاہد ہے اور اس کی ہر صفت غیب ہے اور برزخ غیب ہے اور بہشت غیب ہے اور دوزخ غیب ہے اور حساب غیب ہے اور نامہ اعمال غیب ہے اور قیامت کے میدان میں جمع کیا جانا غیب ہے' قبروں سے اٹھانا غیب ہے اور فرشتے غیب ہیں اور ان کے سوا تیرے رب کے لشکر غیب ہیں اور ان کے سوا اور غیب ہیں کہ جن کی جنسیں تک ہم نہیں گنا سکتے نہ کہ فردیں۔ اور معلوم ہیں کہ یہ سب کے سب یا ان میں اکثر غیب ہونے میں ان پانچ سے بڑھ کر ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس آیہ کریمہ میں ان میں سے کچھ ذکر نہیں فرمایا صرف یہی پانچ ذکر فرمائے تو نہیں اس لیے گنایا کہ یہ غیبت و خفا کے اندر زیادہ داخل ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ وہ زمانہ کاہنوں کا تھا اور کافر علم غیب کا ادعا رکھتے

marfat.com

تھے رمل سے' نجوم سے' قیافہ سے' عیافہ سے' زجر سے' طیر سے اور پانسوں سے اور ان کے سوا اپنی اور ہوسوں سے جو اندھیریوں سے ڈھانپی ہوئی تھیں اور وہ ان چیزوں سے جو ہم نے ذکر کہیں مثلاً ذات و صفات الٰہی اور آخرت اور فرشتے کچھ بحث نہ رکھتے تھے اور نہ ان چیزوں کے جاننے کی ان بربادی کی طرف بلانے والے فنوں میں کوئی راہ تھی وہ تو یہی بات بکا کرتے تھے کہ مینہ کب ہوگا' کہاں ہوگا اور پیٹ کا بچہ لڑکی ہے یا لڑکا اور کسب اور تجارتوں کے حال اور یہ کہ ان میں کسے فائدہ ہوگا اور کسے نقصان' اور یہ کہ مسافر اپنے گھر پلٹے گا یا وہیں پردیس میں مر جائے گا تو یہ چار چیزیں خاص ذکر کی گئیں بایں معنی کہ یہ چیزیں جن کے علم کا تم اپنے باطل فنون سے ادعا کرتے ہو ان کا علم تو اسی بادشاہ جلیل کے پاس ہے بے اس کے بتائے اس کی طرف کوئی راہ نہیں اور ان چار کے ساتھ علم قیامت کو بھی شامل فرمالیا کہ یہ انہیں باتوں کے جنس سے تھی جن سے بحث کرتے تھے یعنی موت تو اکادکا آدمیوں کی موت سے بحث کرتے تھے اور قیامت تمام اہل زمین کی موت ہے۔۔۔۔۔۔۔۔تو قیامت کے ذکر سے ان پر توبیخ کنی فرمائی گی کہ تمہارے ان علموں کی اگر کچھ حقیقت ہوتی جیسا کہ تمہارا خیال ہے تو کسی ایک شخص کی موت جاننے سے قیامت کا علم تمہیں زیادہ جلد آجاتا مگر تم نہیں جانتے تم تو یوں ہی اٹکل دوڑائے جاتے ہو تو ان پانچ چیزوں کے خاص ذکر کا یہ نکتہ ہے اور اللہ خوب جانتا ہے اور درستئ فکر پر اللہ ہی کی حمد ہے۔

ثالثاً: ہاں نبی ﷺ نے فرمایا پانچ چیزیں ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اللہ عزوجل نے فرمایا: "تم فرمادو کہ آسمان و زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا سوا اللہ کے" تو نبی ﷺ نے خاص پانچ چیزوں کو فرمایا اور اللہ عزوجل نے عام حکم فرمایا اور ہم سب پر ایمان لائے اس لیے کہ خاص عام کی نفی نہیں کرتا' تو ان پانچ کو کوئی نہیں جانتا سوا اللہ کے اور اس کے سوا اور غیب جو ان سے علو و شرف و دقت و لطافت میں زائد ہیں انہیں بھی کوئی نہیں جانتا سوا اللہ کے۔

اقول: بلکہ کوئی کچھ نہیں جانتا سوا اللہ کے بلکہ حقیقی وجود کسی کے لیے نہیں سوا اللہ کے اور

marfat.com

بے شک نبی ﷺ نے عرب کے تمام مقولوں میں سب سے زیادہ سچا لبید کے اس قول کو فرمایا: سن لو ہر شے بے حقیقت ہے سوا اللہ کے.............بے شک سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حضور سے یہ شعر پڑھے۔

فاشهد ان اللّٰہ لا شئ غیره وانك مامون علی کل غائب

وانك ادنی المرسلین شفاعة الی اللّٰہ یاابن الأکرمین الأطائب

فکن لی شفیعا یوم لا ذوشفاعة سواك بمغن عن سواد بن قارب

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں اور بے شک آپ تمام مغیبات کے امین ہیں اور بے شک آپ اے طیب و طاہر آباء و امہات کے فرزند تمام رسولوں سے زیادہ شفاعت کے معاملہ میں اللہ کے قریب ہیں۔ آپ میرے سفارشی بن جایئے جس دن آپ کے سوا کوئی سفارشی سواد بن قارب کو نفع نہیں پہنچا سکتا۔

مسند امام احمد میں ہم کو یونہی روایت آئی کہ

اللہ کے سوا کوئی شے نہیں

اگرچہ دوسری روایت میں یہ ہے کہ

اس کے سوا کوئی رب نہیں

اقول: تو سواد رضی اللہ عنہ نے

اول: اللہ کے سوا ہر چیز سے وجود کی نفی فرمائی

دوم: ہمارے نبی ﷺ کے لیے غیبوں کا علم ثابت کیا کہ حضور کو تمام غیبوں پر امین بتایا اور جو کسی چیز کو نہ جانتا ہو اس پر امین کیا ہو گا۔

سوم: اس پر ایمان لائے کہ ہمارے نبی ﷺ کو شفاعت عطا ہو چکی جیسے کہ نبی ﷺ نے حدیث صحیح مسلم میں فرمایا کہ مجھے شفاعت عطا کی گئی نہ جیسے وہابیہ کہتے ہیں کہ حضور کو ابھی شفاعت نہیں دی گئی حضور کو قیامت کے دن اس کا اذن ملے گا وہ اس سے یہ قصد رکھتے ہیں کہ دنیا میں نبی ﷺ سے فریاد نہ کی جائے کہ وہ ابھی شفاعت پر قادر نہیں اور اللہ عزوجل کا یہ

marfat.com

ارشاد کہ اپنے خاص علاقہ والوں اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی بخشش چاہو اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد کہ اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تمہارے حضور حاضر ہو کر خدا سے معافی چاہیں اور معافی مانگیں ان کے لیے رسول تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

ان آیتوں کو وہابیوں نے ایسا پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا گویا وہ جانتے ہی نہیں۔

چہارم: اس پر ایمان لائے کہ نبی ﷺ کی شفاعت سب سے قریب تر ہے نہ وہ جیسا کہ وہابیوں کا پیشوا (اسمعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں) کہتا ہے' اللہ تعالیٰ جب کسی پشیمان توبہ کرنے والے کی بخشش کے لیے حیلہ کرنا چاہے گا تو جسے چاہے گا اس کا شفیع کر دے گا۔

کسی کی خصوصیت نہیں اور پشیمان توبہ کرنے والے کی قید اس واسطے ذکر کی کہ دہلوی مذکور کے نزدیک شفاعت ایسے ہی شخص کی ہو گی نہ اس گنہگار کی جس نے توبہ نہ کی۔

پنجم: پہلے جو یہ کہا تھا کہ نبی ﷺ کی شفاعت سب سے قریب تر ہے اس سے ترقی کر کے شفاعت کو حضور ہی میں منحصر کر دیا اور یہی حق ہے۔ رہے اور شفاعت کرنے والے وہ نبی ﷺ کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے اور اللہ عزوجل کے حضور نبی ﷺ کے سوا کوئی شفاعت کرنے والا نہیں جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تمام انبیاء کی شفاعت کا میں مالک ہوں اور کچھ فخر کی راہ سے نہیں فرماتا۔

ششم: سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے وہابیہ پر رد فرمانے کے لیے نبی ﷺ سے فریاد کی۔

ہفتم: انہوں نے ثابت کیا کہ جو نبی ﷺ کا دامن پکڑیں حضور انہیں کام آئیں گے اس میں پیشوائے وہابیہ (اسمعیل دہلوی) کا رد فرمایا جو یہ بک گیا کہ نبی ﷺ اپنی بیٹی کے بھی کام نہ آئیں گے پھر اوروں کی کیا گنتی۔ تو ان عزت والے صحابی رضی اللہ عنہ کے ان تھوڑے سے الفاظ کا عظیم نفع دیکھو اور بے شک حدیث ناطق ہے کہ نبی ﷺ نے ان کی یہ باتیں بر قرار رکھیں۔

یہ سمجھ لو اور اللہ عزوجل فرماتا ہے

marfat.com

"جس دن اللہ جمع کرے گا رسولوں کو ان سے فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں۔"

اقول: تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اصل حقیقت پر کلام کیا اور اپنے سے علم کی بالکل نفی فرمائی اس لیے کہ سایہ جب اصل کے سامنے آتا ہے تو اسے کوئی دعویٰ نہیں رہتا اور ملائکہ نے عرض کی: پاکی ہے تیری ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا تو ملائکہ نے حقیقت عطائی پر کلام کیا تو وہ استثنا لائے تو انبیاء ملائکہ سے ادب میں زائد اور تعظیم میں بڑھ کر ہوئے ان سب پر درود و سلام۔ پھر ملائکہ کو بھی یاد آیا تو وہ پلٹے اور حصر کر دیا کہ بے شک وہی ہے علم والا حکمت والا یعنی تیرے سوا کسی کو علم نہیں اور خلاصہ یہ کہ سب اللہ ہی کے واسطے ہے اور کوئی بے عطائے الٰہی کچھ نہیں جانتا تو بات اسی طرف پلٹے گی جو ائمہ کرام نے تحقیق فرمادی کہ نفی اس کی ہے کوئی بذات خود بے عطائے الٰہی جانے۔

اور آگے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے اسی چیز کو مفسرین کرام' فقہا کرام اور صوفیا کرام کی عبارتوں سے اس کو ثابت کیا ہے۔

(ملاحظہ فرمائیں الدولۃ المکیہ عربی اردو)

نوٹ: وہ دو احادیث ملاحظہ فرمالیں جن میں حضور ﷺ کو پانچ چیزوں اور چھ چیزوں سے دوسرے انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب فضائل سید المرسلین صلوٰت اللہ و سلامہ علیہ کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ (۱) میری ایک مہینے کی مسافت تک کے رعب سے مدد فرمائی گئی' (۲) ساری زمین میرے لیے مسجد اور پاک قرار دی کہ میرا امتی جہاں نماز کا وقت پائے تو وہیں پڑھ لے' (۳) غنیمتیں میرے لئے حلال فرمائی گئیں جبکہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں فرمائی گئیں' (۴) مجھے شفاعت دی گئی اور (۵) ہر نبی اپنی

marfat.com

قوم کی طرف مبعوث فرمایا جاتا تھا لیکن مجھے تمام انسانوں کی طرح مبعوث فرمایا گیا ہے۔

(متفق علیہ)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب التیمم کے شروع میں ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ کے باب "قول النبی ﷺ جعلت لی الارض مسجد اوطھوراً" میں بھی ہے۔

مشکوٰۃ شریف کے اسی باب میں دوسری حدیث اس طرح ہے۔

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے چھ چیزوں کے ساتھ دیگر انبیاء کرام پر فضیلت دی گئی ہے۔ (۱) مجھے جامع گفتگو عطا فرمائی' (۲) رعب کے ساتھ میری مدد فرمائی گئی' (۳) غنیمتیں میرے لیے حلال کی گئیں' اور (۴) زمین میرے لیے مسجد اور پاک بنا دی' (۵) مجھے ساری مخلوق کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا اور (۶) میرے ساتھ نبیوں کا آنا ختم کر دیا گیا۔ (مسلم شریف)

امام بزار اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ''حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے انبیاء پر چھ چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ میرے تمام اگلے اور پچھلے ذنوب (بظاہر خلاف اولیٰ کام جیسے جنگ بدر کے قیدیوں کا معاملہ' تحریم شہد کا واقعہ وغیرہ) کی مغفرت کر دی گئی ہے' میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا۔ میری امت کو تمام امتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے' میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور مطہر بنا دیا گیا ہے' مجھے کوثر دیا گیا ہے اور میری رعب سے مدد کی گئی ہے اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے تمہارا پیغمبر قیامت کے دن حمد کے جھنڈے کا حامل ہو گا اور آدم اور ان کے ماسوا تمام انبیاء اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔'' حافظ الھیثمی لکھتے ہیں ''اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند عمدہ ہے۔''

(شرح صحیح مسلم جلد ۷' ص ۳۳۳)

marfat.com

حضور ﷺ کو علم غیب ہونا : سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ علم غیب بھی اللہ تعالیٰ نے کسی کو عطا فرمایا ہے یا نہیں۔

پ ۲۳ سورہ الصفت آیت نمبر ۱،۲ میں ہے۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا۔	قسم ان کی کہ باقاعدہ صف باندھیں۔
فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا۔	پھر ان کی کہ جھڑک کر چلائیں۔

مفسرین کرام نے ان آیات کی مختلف تفاسیر کی ہیں چنانچہ صاحب تفسیر معالم التنزیل انہیں آیات شریفہ کے تحت فرماتے ہیں۔

یعنی الملئکة تزجر السحاب و تسوقه الخ واما میکائیل مؤکل بالمطر والنبات والارزاق	یعنی ملائکہ ابر بادل کو چلاتے اور حضرت میکائیل علیہ السلام بارش کے برسانے اور سبزہ اور پھلوں کے اگانے اور رزق پر متعین ہیں۔

اس تفسیر سے واضح ہو گیا کہ حضرت سیدنا میکائیل علیہ السلام مقرب فرشتہ کو یہ علم ہے کہ بارش کب برسانی ہے اور کب نہیں برسانی۔ اگر ان کو قبل بارش کے برسانے کا علم نہ ہو تو وہ بارش کو برسا کیسے سکتے ہیں۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ جب فرشتہ مقرب کو یہ علم عطا کر دیا ہے کہ بارش کب ہونی ہے تو کیا حضور سید العالمین علیہ السلام کو یہ علم عطا نہیں ہو سکتا؟ چنانچہ حضور علیہ السلام کا بارش سے قبل یہ فرمایا کہ بارش ہو گی حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں۔

حضور علیہ السلام نے علامات قیامت بیان فرماتے ہوئے بارش کے متعلق ارشاد فرمایا

ثُمَّ یُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا لَّا یَکُنُّ مِنْهُ بَیْتُ مَدَدٍ وَّلَا وَبَرٍ۔ (مشکوٰۃ ص ۴۷۴)	پھر اللہ تعالیٰ ایک عالمگیر مینہ بھیجے گا (برسائے گا) جس سے کوئی کچا مکان اور خیمہ نہیں بچے گا۔

دوسری حدیث میں اس طرح ہے۔

marfat.com

ثم یرسل اللہ مطراً کانہ الطل فینبت منہ اجساد الناس۔ پھر بارش ہو گی گویا کہ وہ شبنم ہے۔ پس اس مینہ سے آدمیوں کے جسم اگیں گے۔

مشکوٰۃ شریف باب لا تقوم الساعۃ الا علی شرار الناس

ان دونوں احادیث مبارکہ سے آفتاب کی طرح واضح ہو گیا کہ حضور علیہ السلام نے بارش ہونے کی خبر قبل از وقت سنائی اور برسوں پہلے اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ حضور سید عالم ﷺ کو علم غیث بھی حاصل ہے اور دجال کے حکم سے بارش ہونے کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

فیاء مر السماء فتمطر کہ دجال آسمان کو حکم کرے گا تو بارش شروع ہو جائے گی۔

ذرا انصاف فرمایئے کہ دجال کافر کے حکم سے بارش برسے تو دجال کی اس طاقت پر تم ایمان بلا دلیل فوراً لے آؤ لیکن نبی ﷺ جن کا فرمان آسمان' چاند' سورج' تسلیم کرلے ان کے لیے پس و پیش کرو۔ انہیں کے لیے درج ذیل حدیث لکھ رہا ہوں۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب فی المعجزات کی پہلی فصل میں ہے۔

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں لوگوں پر قحط آیا تو جمعہ کے روز نبی کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک اعرابی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! مال برباد ہو گیا' بچے بھوکوں مر گئے' لٰہذا اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے۔ آپ نے دست مبارک اٹھائے اور اس وقت آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نہیں تھا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے' دست مبارک ابھی نیچے نہیں کیے تھے کہ پہاڑوں جیسے بادل امڈ آئے اور منبر سے اترے نہیں تھے کہ ریش مبارک سے بارش کے قطرے ٹپکتے دیکھے۔ بارش اس روز اور اگلے روز ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ اگلا جمعہ آ گیا۔ وہی اعرابی یا کوئی دوسرا کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! مکانات گر گئے اور مال ڈوب گیا۔ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے۔ آپ نے دست مبارک اٹھائے اور کہا: اے اللہ! ہمارے ارد گرد

marfat.com

اور ہم پر نہیں۔ آپ جس جانب بادلوں کو اشارہ کرتے ادھر سے پھٹ جاتے اور مدینہ منورہ جوہڑ کی طرح ہو گیا اور قناۃ نالہ ایک مہینے تک چلتا رہا اور جس گوشے سے کوئی آدمی آتا وہ زبردست بارش کی خبر دیتا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے کہا: اے اللہ! ہمارے اردگرد اور ہم پر نہ برسا۔ اے اللہ! ٹیلوں' پہاڑیوں' نالوں کے اندر اور درختوں کے اگنے والی جگہوں پر برسا۔ راوی کا بیان ہے کہ بادل کھل گئے اور ہم دھوپ میں چلنے لگے۔ (متفق علیہ)

حدیث مبارک میں یہ الفاظ ''آپ جس جانب بادلوں کو اشارہ کرتے ادھر سے پھٹ جاتا۔'' ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

اور دجال لعین کی مذکورہ بالا حدیث کے مطابق یہ کہنا کہ ''دجال لعین کا یوں بارش برسانا جادو اور مسمریزم کے طور پر ہوگا اور آج بھی بعض مغربی حکومتیں مصنوعی بادل بنا کر اس سے بارش برساتی ہیں'' قطعاً احمقانہ بات ہے کیا دجال بارش برسانے سے پہلے مصنوعی بادل بنائے گا؟ اگر مصنوعی بادل بنا کر ہی بارش برسائے گا تو اس میں لوگوں کے لیے حیران کن کیا بات ہو گی؟ اور حدیث میں ہے کہ دجال آسمان کو حکم کرے گا۔ "کیا حضور نے مصنوعی آسمان کا ذکر کیا؟

مافی الارحام کا علم: خطیب اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ مجھ سے ام الفضل رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان فرمائی کہ میں حضور اقدس ﷺ کے سامنے ہو کر گزری۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تو حاملہ ہے اور تیرے پیٹ میں لڑکا ہے جب وہ پیدا ہو تو اسے میرے حضور لانا' ام الفضل نے عرض کی یارسول اللہ میرے حمل کہاں سے آیا حالانکہ قریش نے قسمیں کھائی ہیں کہ عورتوں کے پاس نہ جائیں' ارشاد ہوا بات وہی ہے جو ہم نے تم سے ارشاد فرمائی' ام الفضل فرماتی ہیں جب لڑکا پیدا ہوا میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئی' حضور اقدس ﷺ نے بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت فرمائی اور اپنا لعاب دہن اقدس اس کے منہ میں ڈالا اور اس کا عبداللہ نام رکھا اور فرمایا لے جا' خلفاء کے باپ کو' میں نے عباس رضی اللہ عنہ سے حضور کا ارشاد بیان کیا وہ

marfat.com

خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ام الفضل نے ایسا کہا' فرمایا: بات وہی ہے جو ہم نے ان سے کہی یہ خلیفوں کا باپ ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سفاح ہو گا' یہاں تک کہ ان میں مہدی ہو گا۔ **اقول:** تو حضور اقدس ﷺ نے وہ جان لیا جو پیٹ میں تھا اور وہ جانا جو اس سے بہت زیادہ ہے وہ جان لیا جو پیٹ کے بچے کی پیٹھ میں ہے اور وہ جان لیا کہ پیٹ کے بچے کی پیٹھ والے کی پیٹھ میں ہے اور وہ جان لیا جو کئی پشت نیچے تک پیٹ کے بچے کے پیٹھ والے پیٹھ والے کی پیٹھ میں ہے۔ اس لیے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خلیفوں کے باپ کو لے جا اور فرمایا کہ انہیں میں سے سفاح ہے انہیں میں سے مہدی ہے۔

روایت کی طبرانی نے کبیر میں اور ابن عساکر نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ ام ابراھیم ماریہ قبطیہ کے پاس تشریف لائے جب کہ ابراہیم ان کے شکم مبارک میں تھے (اور حدیث ذکر کی اور اس میں ہے) کہ جبریل میرے پاس آئے اور مجھے مژدہ سنایا کہ ماریہ کے پیٹ میں مجھ سے لڑکا ہے وہ تمام مخلوق سے زائد مجھ سے مشابہ تر ہے' انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں اس کا نام ابراہیم رکھوں اور جبریل نے میری کنیت ابو ابراھیم رکھی۔ (تا آخر حدیث)

امام سیوطی نے جامع کبیر میں کہا کہ اس کی سند حسن ہے۔ (الدولۃ المکیہ عربی اردو ص ۱۵۳)

معترضین کہتے ہیں کہ یہ روایت سند کے لحاظ سے صحیح نہیں۔ میں ان سے پوچھوں گا کہ کیا جو کچھ اس روایت میں بیان ہوا ہے وہ غلط ثابت ہوا ہے؟ کیا تاریخ کے واقعات اس روایت کی تصدیق نہیں کرتے؟

پھر تم کس طرح اس حدیث کو صرف یہ کہہ کر جھٹلا سکتے ہو کہ اس کی سند صحیح نہیں۔

پھر اعتراض کرتے ہیں کہ چند مافی الارحام کے علم سے قیامت تک کے مافی الارحام کا علم تو حاصل نہ ہو گیا۔ تو میں کہوں گا کہ جب علم ہونا ثابت ہو گیا تو پھر ہر مافی الارحام کے علم کو ظاہر کرنا ضروری نہیں۔ آپ کو چند مسائل پر لکھنے پر لوگوں نے عالم تسلیم کر لیا۔ اب یہ ضروری نہیں کہ آپ کی ہر ہر مسئلہ پر کتاب ضرور موجود ہو تبھی آپ عالم ہوں گے۔

marfat.com

مسلم شریف باب فضائل ام سلیم میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہ کا بیٹا جو حضرت ام سلیم کے پیٹ سے تھا فوت ہو گیا۔ انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا ابو طلحہ کو خبر نہ کرنا ان کے بیٹے کی جب تک کہ میں خود نہ کہوں۔ آخر ابو طلحہ آئے ام سلیم شام کا کھانا سامنے لائیں۔ انہوں نے کھایا اور پیا۔ پھر ام سلیم نے اچھی طرح بناؤ اور سنگھار کیا ان کے لیے یہاں تک کہ انہوں نے جماع کیا ان سے۔ جب ام سلیم نے دیکھا کہ وہ سیر ہو گئے اور ان کے ساتھ صحبت بھی کر چکے۔ اس وقت انہوں نے کہا: اے ابو طلحہ اگر کچھ لوگ اپنی چیز کسی گھر والوں کو مانگنے پر دیویں۔ پھر اپنی چیزیں مانگیں تو کیا گھر والے اس کو روک سکتے ہیں۔ ابو طلحہ نے کہا: نہیں روک سکتے۔ ام سلیم نے کہا: تو میں تم کو خبر دیتی ہوں تمہارے بیٹے کے فوت ہو جانے کی۔ یہ سن کر ابو طلحہ غصے ہوئے اور کہنے لگے تو نے مجھ کو خبر نہ کی یہاں تک کہ میں آلودہ ہوا اب مجھ کو خبر کی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے۔ تمہاری گزری ہوئی رات میں ام سلیم حاملہ ہو گئیں۔

اس حدیث شریفہ سے واضح ہو گیا کہ حضور علیہ السلام کو شوہر اور زوجہ کے رات والے واقعہ کا بھی علم تھا اور رحم میں علقہ ٹھہر جانے کا علم تھا۔ تو جبھی فرمایا کہ تم کو مبارک ہو۔ چنانچہ اس طویل حدیث کے آخر میں ہے۔ فولدت غلاماً کہ ام سلیم کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ جس کی خبر حضور علیہ السلام نے پہلے ہی فرما دی تھی۔ ثابت ہوا کہ حضور رسالت مآب علیہ السلام کو مافی الارحام کا علم ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے امام مہدی کے پیدا ہونے کی اطلاع دی۔ اس سے واضح ہوا کہ حضور علیہ السلام کو لڑکا پیدا ہونے کی خبر اس وقت سے ہے جب کہ نطفہ بھی باپ کے پیٹ میں نہیں تھا۔

صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

"خلاصہ یہ کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور انبیاء و اولیاء کو غیب کا علم اللہ تعالیٰ

marfat.com

کی تعلیم سے بطریق معجزہ کرامت عطا ہوتا ہے یہ اس اختصاص کے منافی نہیں اور کثیر آیتیں اور حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں۔ بارش کا وقت، حمل میں کیا ہے اور کل کو کیا کرے گا اور کہاں مرے گا۔ ان امور کی خبریں بکثرت اولیاء وانبیاء نے دی ہیں اور قرآن و حدیث سے ثابت۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں نے حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی اور حضرت ذکریا علیہ السلام کو حضرت یحیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی اور حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خبریں دیں تو ان فرشتوں کو بھی پہلے سے معلوم تھا کہ ان حملوں میں کیا ہے اور ان حضرات کو بھی جنہیں فرشتوں کو بھی پہلے سے معلوم تھا کہ ان حملوں میں کیا ہے اور ان حضرات کو بھی جنہیں فرشتوں نے اطلاعیں دیں تھیں اور سب کا جاننا قرآن کریم سے ثابت تو آیت کے معنی قطعاً یہی ہیں کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے کوئی نہیں جانتا۔ اس کے معنی یہ لینا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بھی کوئی نہیں جانتا۔ محض باطل اور آیات واحادیث کے خلاف ہے۔ (خزائن العرفان)

اور علامہ عبدالحکیم شرف قادری اپنے عربی مقالہ مدینۃ العلم (ﷺ) جس کا ترجمہ علامہ غلام نصیر الدین چشتی گولڑوی نے کیا ہے، کے صفحہ ۴۹ میں فرماتے ہیں۔ اور جدید طب تو آج کے دور میں اتنی ترقی کر چکی ہے کہ ماہرین طب جدید آلات کے ذریعے یہاں تک معلوم کر لیتے ہیں کہ عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ پھر یہی نہیں بلکہ بچے کے سلیم الخلقت ہونے اور اس کے تمام نقوش اور اعضاء کے بارے میں معلومات حاصل کر لیتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر اپنے خاص بندوں کو اطلاع دے دے کہ عورت کے رحم میں لڑکا ہے یا لڑکی، تو اسے آج کے دور میں محال کہنا کسی طرح درست نہیں۔

حضور ﷺ کو جائے موت اور کل کا علم ہونا: بے شک حضور اقدس ﷺ کو معلوم تھا کہ حضور کا وصال اقدس مدینہ طیبہ میں ہوگا تو انصار کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا ہماری زندگی وہاں ہے جہاں تمہاری زندگی ہے اور ہمارا انتقال وہاں جہاں تمہاری موت۔ یہ

marfat.com

حدیث مسلم نے ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور جب حضور اقدس ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو ان سے ارشاد فرمایا اے معاذ! قریب ہے کہ تو مجھ سے اس سال کے بعد (دنیا میں) نہ ملے گا اور امید ہے کہ تو میری اس مسجد اور میرے مزار پاک پر گزرے یہ حدیث امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کی۔ (الدولۃ المکیہ عربی اردو صفحہ ۱۵۷)

برائے حوالہ: (۱) نبی کریم ﷺ نے انصار سے فرمایا:

وَالْمَحْيَا مَحْيَاكُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُكُمْ میری زندگی اور موت تمہارے پاس ہے۔

(صحیح مسلم شریف ۲/ ۱۰۲)

(۲) امام احمد بن حنبل حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن کی طرف بھیجا تو حضور سرور عالم خود حضرت معاذ کے ساتھ باہر نکلے اور جب آپ حضرت معاذ کو وصیت وغیرہ کر کے فارغ ہوئے تو فرمایا:

"اے معاذ! اس سال کے بعد شاید تمہاری ہم سے ملاقات نہ ہو سکے اور ہو سکتا ہے کہ تمہارا گزر ہماری مسجد اور ہماری قبر کے پاس سے ہو۔ (مسند امام احمد ۵/ ۲۳۵)

اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپ ﷺ کی قبر انور مسجد نبوی کے پاس مدینہ منورہ میں ہوگی (اور آپ کو اپنے وصال کا بھی علم تھا)

(۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں دیکھتی ہوں کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی۔ آپ مجھے اجازت فرمائیے کہ میں آپ کے پہلو میں دفن کی جاؤں۔ تو آپ نے فرمایا کہ بے شک میرے واسطے یہی جگہ ہے یعنی میرا مدفن یہی ہے اور کسی کی جگہ نہیں سوائے میری قبر کے اور سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی قبر کے اور عمر رضی اللہ عنہ کے اور عیسیٰ بن مریم کی قبر کے۔

(کنز العمال ۷/ ۲۶۸)

اس حدیث شریف میں نبی ﷺ نے چاروں کے مدفن کا علم بیان فرما دیا جس سے مافی غد کا علم

marfat.com

بھی ثابت ہو گیا۔ چنانچہ بمطابق فرمان مصطفےٰ ﷺ آپ کے اسی مقررہ مقام پر آپ کا بھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی مدفن بن چکا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی جن کا قیام ابھی آسمان پر ہے انشاء اللہ العزیز بقرب قیامت آپ کے فرمان کے مطابق حضور ﷺ کے روضۂ اطہر میں ہی دفن ہوں گے۔

(٤) نبی ﷺ نے دجال کے قتل کا مکان بیان فرمایا۔

فَيَطْلُبُهٗ حَتّٰى يُدْرِكَهٗ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهٗ تو دجال کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تلاش کریں گے حتیٰ کہ بابِ لُدّ کے پاس دجال کو پالیں گے تو اس کو قتل کردیں گے۔

(مسلم شریف ۲/ ٤٠١)

(٥) بخاری شریف کتاب الوکالہ کے باب "اذا وَكَّلَ رَجُلًا فَتَرَكَ الْوَكِيلُ شَيْئًا فَاجَازَهُ الْمُوَكِّلُ فَهُوَ جَائِزٌ" میں ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے زکوٰۃ رمضان کی حفاظت پر مقرر فرمایا۔ پس ایک آنے والا آیا اور اناج میں سے لینے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا خدا کی قسم میں ضرور تمہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔ اس نے کہا کہ میں محتاج ہوں اور میرے بچے ہیں اور مجھے سخت ضرورت ہے پس میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! رات تم نے اپنے قیدی کا کیا کیا؟ عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ اس نے سخت حاجت اور بچوں کی شکایت کی تو مجھے ترس آگیا۔ لہذا میں نے اسے چھوڑ دیا۔ فرمایا کہ اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا۔ پس میں نے جان لیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمانے کے مطابق ضرور آئے گا۔ چنانچہ وہ پھر آیا اور اناج میں سے لے جانے لگا تو میں نے اسے پکڑ لیا۔ کہا کہ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ضرور لے جاؤں گا۔ کہا کہ مجھے چھوڑ دے، میں محتاج اور بال بچے دار ہوں۔ پھر نہیں آؤں گا۔ پس مجھے ترس آگیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح کو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ ابو ہریرہ!

marfat.com

اپنے قیدی کا کیا کیا؟ عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! اس نے سخت حاجت اور بال بچوں کی شکایت کی تو مجھے ترس آ گیا اور اسے چھوڑ دیا۔ فرمایا کہ اس نے تم سے غلط کہا ہے اور وہ پھر آئے گا۔ پس میں تیسری رات اس کا منتظر رہا تو وہ آ کر اناج لینے لگا۔ پس میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کروں گا کیونکہ آج آخری اور تیسری رات ہے تم ہر دفعہ کہتے رہے کہ اب نہیں آؤں گا مگر آتے رہے۔ کہا کہ مجھے چھوڑ دو' میں آپ کو ایسے الفاظ سکھا دیتا ہوں جو آپ کو نفع دیں گے۔ میں نے کہا کیا ہیں؟ کہا کہ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی آخر تک پڑھ لیا کرو۔ تو ساری رات تم اللہ کی حفاظت میں رہو گے اور صبح تک شیطان تمہارے نزدیک نہیں آ سکے گا۔ پس میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم نے اپنے رات کے چور کا کیا بتایا؟ عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! اس نے مجھے ایسے کلمات سکھانے کا دعویٰ کیا جو مجھے اللہ کے پاس فائدہ دیں تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ فرمایا کہ وہ کیا ہیں؟ عرض گزار ہوا: اس نے کہا کہ جب تم بستر پر جاؤ تو اول سے آخر تک آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو تو تم برابر اللہ کی حفاظت میں رہو گے اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا اور وہ حضرات نیک کاموں کے بڑے حریص تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بات اس نے سچی کہی ہے جب کہ آپ وہ جھوٹا ہے۔ اے ابوھریرہ! جانتے ہو یہ تین راتوں تک کون تم سے مخاطب ہوتا رہا؟ عرض گزار ہوئے' نہیں۔ فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔ یہ حدیث اختصار کے ساتھ بخاری کتب التفسیر کے باب فضل البقرۃ میں بھی ہے۔ اس حدیث سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ حضور ﷺ کو پہلی رات کا جو واقعہ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا اس کا علم تھا' دوسری یہ کہ حضور ﷺ کو آئندہ رات میں اس کے آنے کا علم تھا اور اس کے تیسری رات آنے کا بھی آپ کو علم تھا' سوم یہ کہ تینوں رات آنے والا شیطان تھا جس کا حضور ﷺ کو علم تھا۔ حاصل یہ ہوا کہ بعض اوقات شیطان بھی بہترین توحید اور قرآن کا درس اور وعظ کی تلقین کر دیتا ہے لیکن ہوتا وہ شیطان اور کاذب۔ اولئك حزب الشيطان۔ الاان حزب الشيطان هم الخاسرون۔

marfat.com

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن کے باب فی المعجزات کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے اور آپ غنیمت تقسیم فرمارہے تھے کہ ذوالخویصرہ آگیا جو تمیم کا ایک فرد تھا۔ اس نے کہا: یارسول اللہ! انصاف کیجئے۔ فرمایا کہ تیری خرابی ہو اگر میں انصاف نہیں کرتا تو اور کون انصاف کرے گا؟ اگر میں انصاف نہ کروں تو خائب وخاسر رہ جاؤں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے کہ مجھے اجازت دیجئے تاکہ اس کی گردن اڑادوں؟ فرمایا اسے جانے دو کیونکہ اس کے ساتھی ہیں، تمہارا آدمی ان کی نمازوں سے اپنی نمازوں کو حقیر جانے گا اور ان کے روزوں سے اپنے روزوں کو۔ وہ قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ دین سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے کہ اس کی نوک پر، اس کی لکڑی پر اور نوک کی نیچے دیکھو تو کسی چیز کا نشان نہیں ملتا حالانکہ وہ گوبر اور خون میں سے گزرا۔ ان کی نشانی ایک کالا آدمی ہے جس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح ہوگا یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہلے گا۔ یہ لوگوں کی بہترین جماعت سے خروج کریں گے۔ حضرت ابو سعید نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حدیث میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حدیث میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی نے ان (کے ایک گروہ) سے جنگ کی ہے اور میں ان کے ساتھ تھا۔ آپ نے اس آدمی کا حکم فرمایا تو تلاش کر کے لایا گیا۔ میں نے اسے دیکھا تو وہی نشانیاں اس میں موجود پائیں جو نبی کریم ﷺ نے بتائی تھیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک آدمی آگے بڑھا جس کی آنکھیں بیٹھی ہوئی تھیں، پیشانی ابھری ہوئی، داڑھی گھنی، کنپٹی اونچی اور سر منڈا ہوا۔ اس نے کہا: اے محمد! اللہ سے ڈریئے، فرمایا کہ اگر میں اس کی نافرمانی کرتا ہوں تو اس کی اطاعت کون کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے تو مجھے اہل زمین پر امین بنایا ہے اور تم مجھے امین نہیں مانتے۔ ایک آدمی نے اسے قتل کر دینے کا سوال کیا تو آپ نے منع فرمادیا۔ جب وہ پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو فرمایا: اس کی پشت سے ایک قوم ہوگی جو قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے نہیں

marfat.com

اترے گا۔ اسلام سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو نظر انداز کریں گے اگر میں انہیں پاؤں تو قوم عاد کی طرح قتل کر دوں۔

(متفق علیہ)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب استتابۃ المرتدین کے باب "قتل الخوارج والملحدین۔۔۔۔۔" میں ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب القصاص کے باب "قتل اھل الردۃ والسعاۃ بالفساد" کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: عنقریب آخر زمانے میں ایک ایسی قوم نکلے گی جو عمر کے چھوٹے اور عقل کے کھوٹے ہوں گے۔ ان کی زبانوں پر حدیثیں ہو گی لیکن ان کے ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اتریں گے۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ جب تمہاری ان سے ملاقات ہو تو انہیں قتل کر دینا کیونکہ ان کو قتل کرنے کا قیامت کے روز ثواب ملے گا۔ (متفق علیہ) یہ حدیث "بخاری شریف کتاب التفسیر باب من رابالقراءۃ القرآن" اور بخاری شریف کی کتاب استتابۃ المرتدین میں ہے۔

مشکوٰۃ شریف کے اسی باب کی دوسری فصل میں ہے۔

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب میری امت میں اختلاف اور فرقہ بازی ہو گی۔ ایک ٹولے والے گفتار کے اچھے اور کردار کے گندے ہوں گے۔ قرآن مجید پڑھیں گے لیکن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ واپس نہیں آئیں گے جب تک تیر اپنے چلے کی طرف نہ لوٹ آئے۔ وہ ساری مخلوق سے بدتر ہیں۔ اس کے لیے خوشخبری ہے جو انہیں قتل کرے اور جس کو وہ قتل کریں وہ اللہ کی طرح بلائیں گے اور کسی بات میں وہ ہمارے نہیں۔ جو انہیں قتل کرے وہ ان کی نسبت اللہ کے زیادہ قریب ہو گا۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ! ان کی نشانی کیا ہے؟ فرمایا کہ سر منڈانا۔ (ابو داؤد)

marfat.com

اور اسی باب کی تیسری فصل میں ایک طویل حدیث کے آخر میں ہے۔

آخر زمانے میں ایک قوم نکلے گی۔ گویا یہ شخص (ذوالخویصرہ) ان میں سے ہے' وہ قرآن مجید پڑھیں گے لیکن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ ان کی نشانی سر منڈانا ہے۔ وہ برابر نکلتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ان کی آخری جماعت دجال کے ساتھ ہو گی جب تم انہیں ملو تو جان لو کہ وہ ساری مخلوق سے بدتر ہیں۔" (نسائی)

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن کے باب "ذکر الیمن والشام وذکر اویس القرنی" کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! ہمیں ہمارے شام میں برکت دے۔ اے اللہ! ہمیں ہمارے یمن میں برکت دے۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ! اور ہمارے نجد میں۔ آپ نے (پھر) دعا فرمائی اے اللہ! ہمیں ہمارے شام میں برکت دے' اے اللہ! ہمیں ہمارے یمن میں برکت دے۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ! اور ہمارے نجد میں۔ میرے خیال میں آپ نے تیسری دفعہ میں فرمایا کہ وہاں تو زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا گروہ نکلے گا۔

(بخاری شریف کتاب الفتن باب قول النبی ﷺ الفتنۃ من قبل المشرق)

تفسیر ابن کثیر صفحہ ۲۶۵' جلد ۲ مطبوعہ مصر میں ہے۔

ترجمہ: صاحب سرِ رسول ﷺ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تم پر اس شخص کا ڈر ہے جو قرآن پڑھے گا جب اس پر قرآن کی رونق آجائے گی اور اسلام کی چادر اس نے اوڑھ لی ہو گی تو اسے اللہ جدھر چاہے گا بھکا دے گا۔ وہ اسلام کی چادر سے صاف نکل جائے گا اور اسے پس پشت ڈال دے گا اور اپنے پڑوسی پر تلوار چلانا شروع کر دے گا اور اسے شرک سے متہم و منسوب کر دے گا (یعنی شرک کا فتویٰ لگائے گا) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے پوچھا اے اللہ کے نبی شرک کا

marfat.com

زیادہ حقدار کون ہے ؟ شرک کی تہمت لگایا ہوا یا شرک کی تہمت لگانے والا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شرک کی تہمت لگانے والا شرک کا زیادہ حقدار ہے۔

اس حدیث کی سند جید ہے اور صلت بن بہرام 'کوفی لوگوں میں سے ہے اور ارجاء کے سوا اس پر کسی قسم کی تہمت نہیں۔ امام احمد بن حنبل و یحییٰ بن معین اور دیگر حضرات نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔

بخاری شریف کتاب التفسیر کے باب "من رایا بقرآءۃ القرآن او تاکل به اوفخر به" میں ہے۔

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے ایک ایسی قوم نکلے گی کہ اپنی نمازوں کو تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں 'اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلے میں اور اپنے اعمال کو ان کے اعمال کے مقابلے میں حقیر جانو گے۔ وہ قرآن کریم پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے شکار سے تیر نکل جاتا ہے۔"

مرزا غلام احمد قادیانی نے قادیاں (ہندوستان) میں اپنی نبوت کا اعلان کر کے قادیانی مذہب کی بنیاد رکھی اور انگریزوں کے اشارے اور پیسے پر اسلام کے ایک اہم فریضہ غیر مسلموں سے "جہاد" کو ختم کرنے کا اعلان کیا۔ اس کا اپنا ایک مشہور شعر ہے۔

دوستو چھوڑ دو اب جہاد کا خیال
حرام ہے دین کے لیے لڑنا اور قتال

آنحضرت ﷺ نے اس کے اسی مخصوص عقیدہ کے حوالہ سے اس کا ذکر فرما کر اس گروہ کے جہنمی ہونے کا یوں اعلان فرمایا

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَنْشَاءُ نَشْؤٌ مِّنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ

عنقریب مشرق (ہندوستان مدینہ کی مشرقی جانب ہے) کی جانب سے ایک گروہ پیدا ہوگا جو کہے گا کہ نہ جہاد جائز ہے اور نہ سرحدوں پر

marfat.com

يَقُوْلُوْنَ لَا جِهَادَ وَلَا رِبَاطَ اُولٰئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ۔ حفاظتی چوکیاں اور نگران دستے متعین کرنا جائز ہے۔ وہ لوگ آگ کا ایندھن ہیں۔

(کنزالعمال کتاب الجہاد ج ۲ صفحہ ۲۶۳)

ایک اور فرقہ جو یہ کہتا ہے کہ ہمارے لیے قرآن کافی ہے اور حدیث کی ضرورت نہیں' حدیث ہمارے لیے حجت نہیں۔ موجودہ دور میں اسی فرقہ کو غلام احمد پرویز نے پروان چڑھانے کی کوشش کی۔ اس لیے یہ فرقہ "پرویزیوں" کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

دانائے سبل ختم الرسل ﷺ نے اس فرقہ کے متعلق بھی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا "خبردار آگاہ ہو جاؤ کہ عنقریب ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ ایک شخص کے پاس میری حدیث پہنچے گی اور وہ اپنی نشست پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو گا۔ حدیث کو سن کر کہے گا' ہمارے درمیان اللہ کی کتاب موجود ہے۔ ہم نے اس میں جس چیز کو حلال پایا۔ اس کو حلال رکھا اور جس چیز کو حرام پایا اس کو حرام رکھا (لہذا حدیث کی کیا ضرورت ہے) حالانکہ جو اللہ کے رسول ﷺ نے حرام کیا ہے وہ اسی کی مانند ہے جو اللہ نے حرام فرمایا ہے۔" (جامع ترمذی' ابواب العلم' باب ما نہی عنہ ان یقال عنہ حدیث رسول اللہ ﷺ ج ۲' صفحہ ۲۴۰)

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان کے باب "الاعتصام بالکتاب والسنۃ" کی دوسری فصل میں بھی ہے اور دو احادیث مزید ہیں۔

اور ایک فرقہ شیعہ ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ اول مانتے ہوئے آپ کی محبت میں اس حد تک تجاوز کر جاتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق کہتے ہیں کہ چونکہ حضور کے بعد خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا لہذا یہ سب ظالم' غاصب اور کافر ہیں۔ حتی کہ جن صحابہ نے ان کی خلافت کو مانا وہ سب ظالم اور کافر ہیں۔ اسی لیے ان حضرات پر سب و شتم کرنے کو باعث ثواب سمجھتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

marfat.com

مہدی علیہ السلام نازل ہو کر سب سے پہلے حضرت عائشہ کو قبر سے نکال کر ان پر زنا کی حد لگائیں گے۔ وغیرہ وغیرہ (معاذاللہ ثم معاذاللہ)

نوٹ: ملاحظہ فرمائیں رجال کشی مطبوعہ کربلا باب تذکرہ سلیمان صفحہ ۲ / مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳، صفحہ ۱۹۵ / فروغ کافی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ جلد ۳، صفحہ ۲۴۲۔ حق الیقین دربیان اثبات جعت صفحہ ۲۱۹ / اصول کافی صفحہ ۲۳۵، ۲۷۸، ۲۶۳ / اعتقادات صدوق صفحہ ۱۲۸۔

آنحضرت ﷺ نے اہل بیت اطہار بالخصوص حضرت علی سے ان کی مصنوعی محبت قرآن کی تلاوت وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے ان کا نام تک بتلادیا۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک رات حضور میرے پاس قیام فرما تھے اور حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں۔ ان کے پیچھے حضرت علی بھی آپہنچے اور حضور نے ان سے فرمایا۔ اے علی تم اور تمہارے ساتھی، تم اور تمہارے مددگار جنتی ہیں۔ خبردار آگاہ رہنا تمہارے ساتھ محبت کے دعویداروں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو اسلام کو حقیر سمجھتے ہوں گے اور اس کو چھوڑ دیں گے۔ قرآن کریم پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ ان میں سے ہی ایک گروہ ہو گا جو رافضہ (رافضی) کہلائے گا تم ان کے ساتھ جہاد کرنا کیوں کہ وہ مشرک ہیں۔ انہوں نے پوچھا یارسول اللہ! ان کی علامت کیا ہو گی؟ آپ نے فرمایا وہ نہ جمعہ کی نماز پڑھنے عام مساجد میں حاضر ہوں گے اور نہ عام پنج وقتہ نماز میں شمولیت کریں گے اور گزرے ہوؤں (صحابہ کرام) پر لعن طعن کریں گے۔ (صواعق محرقہ فی الرد علی اہل البدع والزندقہ، ابن حجر مکی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۶۱)

ایک اور حدیث مبارکہ میں "شیعہ اور خارجی" دونوں فرقوں کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق "افراط و تفریط" کی نشانی بیان کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے ان دونوں فرقوں کی گمراہی اور تباہی کا ذکر فرمایا اور حضرت علی نے حضور کے اس ارشاد کی تفصیل کر کے سب کی

marfat.com

حقیقت آشکارا فرمادی۔

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک مشابہت ہے (وہ یہ کہ) یہودیوں نے ان سے بغض و عداوت رکھی' یہاں تک کہ ان کی ماں کو تہمت تک لگادی (زنا کی) اور نصاریٰ نے ان سے اتنی محبت رکھی کہ ان کو اس مرتبہ اور مقام پر لے آئے جو ان کے لیے ثابت نہیں تھا (یعنی اللہ یا اللہ کا بیٹا قرار دے دیا) پھر حضرت علی نے فرمایا کہ (اسی طرح) میرے بارے میں دو قسم کے شخص ہلاک اور گمراہ ہوں گے۔ ایک تو محبت رکھنے والا جو حد سے زیادہ میری اس چیز سے تعریف کرے گا جو مجھ میں نہیں (یعنی خلفائے راشدین پر یا انبیاء پر مجھ کو فضیلت دے گا یا اللہ کہے گا جیسا کہ بعض رافضی اور شیعوں کا عقیدہ ہے) اور دوسرا مجھ سے ایسی عداوت اور دشمنی رکھنے والا کہ اس عداوت کی وجہ سے مجھ پر بہتان لگانے لگے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ مسند احمد' باب مناقب علی رضی اللہ عنہ جلد ۴' صفحہ ۱۲۵)

جیسے خارجیوں نے حضرت علی کو کافر کہا۔ آپ سے بغاوت کر کے آپ کے خلاف جنگ کی اور انہی کے ایک آدمی عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی نے آپ کو شہید کیا اور اسی کے گروہ کے بہت سے لوگ آج بھی آپ کی اور آپ کے اہل بیت کی برائیوں میں لگے رہتے ہیں یہ سب نبی کریم اور خود حضرت علی کے ارشاد کے مطابق گمراہ اور بے دین ہیں۔

حضور ﷺ کی نگاہ نبوت ان لوگوں کا مشاہدہ فرمارہی تھی جو بعد کے زمانہ میں ظاہر ہو کر آپ کے پیارے صحابیوں اور خلفائے راشدین کو گالیاں دیں گے اسی لیے آپ نے پہلے سے ارشاد فرمادیا۔

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے اصحاب کو برا مت کہو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم لوگوں میں سے اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا تو صحابہ کے مد (ناپنے کا ایک پیمانہ تھا) اور آدھے مد کے برابر بھی ثواب نہ پائے گا۔" اسی مفہوم کی احادیث

marfat.com

مسلم شریف کتاب فضائل الصحابۃ کے باب تحریم سب الصحابۃ رضی اللہ عنہم میں ہیں۔

اور مولوی قاسم نانو توی بانی جدید دیوبند تحذیر الناس میں لکھتا ہے۔

انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔"

اور ان کے چیلے مثالیں یہ دیتے ہیں۔

(۱) دیکھو امتی بسا اوقات مجاہدہ وریاضت میں ان سے بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ شاید تبلیغی جماعت والوں کے مجاہدہ وریاضت کی بات کر رہے ہیں۔

(۲) حضور ﷺ نے نماز فرض ہونے کے بعد تقریباً تیرہ سال ہی فرض نمازیں پڑھیں اور پڑھائیں حالانکہ اس دور انحطاط میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ سال سے باقاعدگی سے نمازیں پڑھ رہے ہیں۔ تو اس لحاظ سے بظاہر یہ امتی آنحضرت ﷺ سے بڑھ گئے۔

(۳) آنحضرت ﷺ نے تقریباً دس سال نماز جمعہ ادا کی لیکن اس وقت بھی ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مسلمان ایسے ضرور موجود ہیں جو پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ سال سے نماز جمعہ پڑھتے چلے آرہے ہیں۔

(٤) آنحضرت ﷺ نے صرف نو سال رمضان المبارک کے روزے رکھے اور نو ہی سال عیدین کی نماز پڑھی مگر اس وقت بھی' بے شمار مسلمان ایسے موجود ہیں جو چالیس چالیس پچاس پچاس سال سے باقاعدہ روزے رکھتے اور عیدین کی نماز پڑھتے چلے آرہے ہیں۔

(٥) فرضیت حج کے بعد آنحضرت ﷺ نے صرف ایک ہی حج کیا لیکن اس وقت بھی اسلامی ممالک میں ایسے بے شمار مسلمان موجود ہیں جنہوں نے تیس تیس اور چالیس چالیس سے زیادہ حج کیے ہیں۔ اب کیا ان کے ایک سے زائد حجوں کا محض اس لیے انکار کر دیا جائے کہ اس سے وہ اپنے پیارے نبی ﷺ سے بڑھ رہے ہیں؟

اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ظاہری طور پر اعمال میں یہ امتی جناب نبی کریم رؤف

marfat.com

ور حیم ﷺ سے بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ پر اندرونی کیفیت اور اخلاص میں کیا موازنہ ہو سکتا ہے ؟

الغرض بوجہ علم و تعلیم ہی انبیاء امتیوں سے ممتاز ہوتے ہیں وجہ عبادت وریاضت ممتاز نہیں ہوتے ؟

میں اس کے جواب میں صرف یہی کہوں گا کہ یہ شیطانی سوچ ہے کہ نبی اور امتی کا موازنہ کیا جائے چاہے ظاہری اعمال ہی کیوں نہ ہوں۔ شیطان نے بھی یہی کہا تھا کہ میں آگ سے بنا ہوں اور (حضرت) آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے ہیں اور آگ مٹی سے افضل ہے۔ شیطان کے بھی بظاہر اعمال حضرت آدم علیہ السلام سے اس پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ کی نسبت سے نہیں بڑھے ہوئے تھے بلکہ لاکھوں برسوں کا فرق تھا۔ لیکن

گیا شیطان مارا اک سجدے کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

اعتراض یہ نہیں تھا کہ بظاہر بڑھے ہوئے ہیں کہ نہیں۔ نہ اخلاص باطنی اور اعمال کے وزن پر اعتراض تھا۔ اعتراض تو اس شیطانی سوچ پر تھا کہ نبی اور امتی کا موازنہ اس چیز میں کر رہے ہو کہ امتی نبی سے بڑھا ہوا نظر آئے۔ بے شک پیچھے بیان ہونے والی حدیث میں اسی چیز کی ہی تو تنبیہ کی گئی تھی کہ اگر کوئی بظاہر ہی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا تو صحابہ کے مد اور آدھے مد کے برابر بھی ثواب نہیں پائے گا۔

اور تم صحابہ کرام کو چھوڑ کر نبی کریم علیہ السلام سے موازنہ کرنے ٹھہرے۔

قرآن کریم کی بہت سے آیات اس بات کی صاف الفاظ میں وضاحت کرتی ہیں کہ سابق اقوام نے انبیاء کرام پر یہی اعتراض کیے تھے کہ تم ہمارے جیسے ہی ہو' ہماری طرح کے ہی اعمال کرتے ہو' کھانا کھاتے ہو' پانی پیتے ہو' شادی کرتے ہو وغیرہ وغیرہ۔ پھر تم کس طرح ہم سے بڑھ گئے ؟ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جہنم واجب فرمادی۔

میں پھر کہوں گا اخلاص عمل اور اعمال کے وزن کا اعتراض تو تم کر ہی نہیں سکتے تھے' ہاں تم

marfat.com

نے بظاہر اعمال بڑھا کر جو موازنہ کیا ہے وہ گستاخی کی ہے۔

بے شک انبیاء کرام بشر ہیں اس کا انکار کفر ہے لیکن تم ان کی بشریت کا اپنے سے موازنہ نہیں کر سکتے۔ ان کی بشریت کو اپنی بشریت پر قیاس نہیں کر سکتے۔ یہ ہے ہمارے عقیدہ بشریت اور تمہارے عقیدہ بشریت میں فرق کہ تم ان کی بشریت اور ان کے تقاضوں کو اپنے پر قیاس کر کے عام بشر قرار دے دیتے ہو اور ہم ان کی بشریت کے آگے افضل سے افضل فرشتہ کی نورانیت کو بھی بے معنی سمجھتے ہیں۔ ان کی بشریت سے کسی کا موازنہ ہو ہی نہیں سکتا۔

یہ مولوی قاسم نانوتوی صاحب وہی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے ختم نبوت کو درجات اور مراتب ہیں تقسیم کیا جسکی بنیاد پر غلام احمد قادیانی حضور ﷺ کو خاتم نبوت تسلیم کرتے ہوئے بھی نبی بن گیا۔ انہوں نے ختم نبوت کو تین درجات اور مراتب یعنی ختم نبوت مرتبی، ختم نبوت مکانی اور ختم نبوت زمانی میں تقسیم کیا اور مرزا کذاب قادیانی نے اسی تقسیم کی بنا پر ظلی اور بروزی نبوت کا دعویٰ کیا۔

مولوی قاسم نانوتوی تحذیر الناس صفحہ ۲۴ پر رقم طراز ہیں۔

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔"

اور تحذیر الناس صفحہ ۱۲ پر رقم طراز ہیں۔

"فرض کیجئے آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین میں یا کسی اور زمین میں یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس "وصف نبوت" میں آپ ہی کا محتاج ہو گا اور اس کا سلسلہ نبوت بہر طور آپ پر مختتم ہو گا۔"

اور شروع کتاب صفحہ ۲ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہییں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق

marfat.com

کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے۔"

حضور سرور کونین شافع روز حساب حبیب پروردگار کا انتہائی امتیازی وصف "خاتم النبیین" ہونا قرآن پاک کی دلیل قطعیہ سے ثابت ہے اور اس کی وضاحت میں حضور ﷺ کی سینکڑوں احادیث موجود ہیں۔ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

میری کتاب "سرور کونین ﷺ کی بشریت ونورانیت "اس میں اس موضوع پر انتہائی تحقیقی مواد موجود ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے تمام خصائص میں منفرد وممتاز ہیں۔ آپ کے خصائص میں کوئی دوسرا آپ کا شریک نہیں۔ یہ کوئی گستاخ نہیں گستاخوں کا جد امجد ہی یہ کہہ سکتا تھا کہ آپ کہ اس وصف میں آپ کی کوئی فضیلت نہیں اور مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبین فرمانا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ میں تو اس کی مثال اس طرح دیا کرتا ہوں کہ "اگر آپ کی والدہ محترمہ انتہائی شریف 'عبادت گزار' پاک دامن ہیں۔ تو کوئی یہ کہے کہ ان صفات کی کوئی فضیلت نہیں۔ یہ تو عوام کا خیال ہے کہ وہ ---------- ہیں مگر اہل فہم پر تو روشن ہے کہ وہ ---------- نہیں۔ اور یہ تو بظاہر ہے کہ وہ ---------- لیکن اصل میں ---------- تو کیا ایسا کہنے والا آپ کی والدہ کی شرافت وپاکدامنی میں کیڑے نہیں نکال رہا؟ کیا آپ ایسا کہنے والے کا منہ نہیں نوچ لیں گے ؟ اگر آپ عقل وفہم سے عاری ہیں تو پھر تو آپ ہرگز ایسا نہیں کریں گے کیونکہ یہ آپ کی والدہ کے لیے مقام مدح ہے ہی نہیں اور اگر آپ باغیرت ہیں تو ضرور اس کا حلیہ بگاڑ دیں گے۔ جو آپ کی والدہ کے اوصاف پر نکتہ چینی کر رہا ہے 'کیڑے نکال رہا ہے۔

دیوبندیو! کچھ تو عقل کے ناخن لو۔ یہ قاسم نانوتوی صاحب جو ختم نبوت کی عبارات تحریر کر گئے ہیں جن کا تم حوالہ دیتے ہو' پتا نہیں نبوت کی کون سی قسم کے لحاظ سے دے رہے ہیں اگر ختم نبوت مرتبی کے لحاظ سے دے رہے ہیں تو باقی دو قسم کی ختم نبوت میں تو گنجائش باقی رہ

marfat.com

گئی۔ اسی گنجائش کا مرزا قادیانی نے فائدہ اٹھایا کہ امکان موجود ہے۔

ان دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت کے متعلق واضح نشانیاں حضور سرور کونین ﷺ نے بیان فرما دیں ہیں۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق کے باب الریاء والسمعۃ کی دوسری فصل میں ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخری زمانے میں ایسے لوگ نکلیں گے جو دین کے بدلے دنیا طلب کریں گے۔ لوگوں کو دکھانے کے لیے نرمی کے باعث بھیڑ کی کھال پہن لیں گے ان کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہوگی اور ان کے دل گویا بھیڑیوں کے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھے غرور دکھاتے ہیں یا مجھ پر جرأت کرتے ہیں؟ میں اپنی قسم یاد فرماتا ہوں کہ ان پر فتنہ مسلط کردوں گا جس سے ان کا عقل مند آدمی بھی حیران رہ جائے گا۔ (ترمذی)

ان تبلیغیوں کا مرکز و محور "رائے ونڈ" ہے اور وہاں جانا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جانے سے افضل سمجھتے ہیں۔

اب آخر میں اہل سنت وجماعت (بریلویوں) کی محبت رسول ﷺ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مسلم شریف و مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث یوں درج ہے۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من امتی اشد حبا ناس یکونون بعدی یود احدھم لورانی باھلہ ومالہ۔

(مسلم شریف و مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۸۳ سطر ۱۸)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں مجھ سے زیادہ محبت رکھنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد پیدا ہوں گے اور اس امر کی آرزو کریں گے کہ اگر مجھ کو دیکھ لیں تو اپنے اہل وعیال و مال کو مجھ پر فدا کردیں۔

marfat.com

مذکورہ حدیث شریف میں غور فرمائیں کہ وہ کون لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے روضۂ اطہر کی زیارت (معاذاللہ) شرک' بدعت اور غیر ضروری چیز ہے اور وہ کون سی خوش قسمت جماعت ہے جو زیارت کو کائنات کی سب سے بڑی نعمت شمار کرتے ہیں اور خاص اسی لیے سفر کرتے ہیں۔

بحمدہ تعالیٰ دنیائے اسلام میں کوئی ایسا فرقہ نہیں ہے جس کو خدا کے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی دلی محبت وادب واحترام نصیب ہوا۔ یہ صرف اہل سنت وجماعت ہی ایک مذہب حق ہے کہ جس کے دلوں میں سچی محبت وعشق رسول ﷺ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور یہ ہمارے مذہب کے سچا ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

حضور ﷺ کے روضہ انور کی زیارت کے لیے سفر کرنے کو سب سے پہلے شرک وبدعت ان نجدیوں وہابیوں کے جد امجد بانی مبانی نام نہاد شیخ الاسلام "ابن تیمیہ" نے قرار دیا۔ اس نے اپنی عمر کے ابتدائی سینتیس سال (تقریباً) تک علم وادب کی دنیا میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ وہ ابتداءً حنبلی مذہب تھا لیکن آہستہ آہستہ اس نے اپنے مذہب کو ترک کر دیا اور غیر مقلدیت اختیار کر لی اور برائے نام حنبلی رہا۔ جب تک اس کا عقیدہ صحیح رہا علماء کرام نے اس کی تعریف وتوصیف میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور جب عقیدہ بگڑا تو اس پر کفر کا فتویٰ بھی لگا اور قید وبند کیا گیا۔

علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی اپنی تصنیف "علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علماء" کے صفحہ ۱۰۱ میں فرماتے ہیں کہ

علماء کرام نے ان کے اجتہادات اور اختیارات کو چار مراتب میں رکھا ہے۔

(۱) پہلا مرتبہ ان مسائل کا ہے کہ انہوں نے امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کے مشہور قول کو چھوڑ کر غیر مشہور قول کو لیا ہے۔ اس صورت میں آپ نے امام احمد کی تقلید نہیں چھوڑی ہے اور ایسے مسائل چھبیس ہیں۔

(۲) دوسرا درجہ ان مسائل کا ہے کہ انہوں نے اپنے امام کے مذہب کو چھوڑا اور باقی تین

marfat.com

اماموں میں سے کسی کا قول لیا ہے اور ایسے سولہ مسائل ہیں۔

(۳) تیسرا درجہ ان مسائل کا ہے کہ انہوں نے چاروں اماموں کے مذہب کو چھوڑا ہے اور ایسے سترہ مسائل ہیں۔

(٤) چوتھا درجہ ان مسائل کا ہے کہ انہوں نے جمہور کے مسلک کو چھوڑا ہے اور امت کے اجماع کی قدر نہیں کی اور ایسے انتالیس مسائل ہیں۔ ان میں سے دس مسائل طلاق کے ہیں۔

یہ کل اٹھانوے مسائل ہیں اور ہو سکتا ہے کہ مسائل کی تعداد میں کچھ اضافہ ہو لیکن ان کی نوعیت ان ہی چار مراتب میں منحصر ہے۔

پہلے دو قسم کے مسائل کی وجہ سے علماء اعلام نے علامہ ابن تیمیہ پر رد و نکیر نہیں کی ہے کیونکہ انہوں نے سواد اعظم کا ساتھ نہیں چھوڑا ہے' البتہ تیسرے اور چوتھے قسم کے مسائل کی وجہ سے جلیل القدر علماء نے ان پر رد و نکیر کی ہے اور اس نکیر کی علت یہ ہے رسول اللہ نے فرمایا ہے۔

(۱) اِتَّبِعُوْا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهُ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِی النَّارِ۔

(۲) اِنَّ اللّٰهَ لَایَجْمَعُ اُمَّتِیْ اَوْقَالَ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ. عَلٰی ضَلَالَةٍ وَیَدُاللّٰهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شَذَّ فِی النَّارِ۔

ترجمہ : (۱) پیروی کرو بڑی جماعت کی' کیوں کہ واقعہ یہ ہے جو تنہا ہو (الگ ہوا) جماعت سے وہ الگ ہوا دوزخ میں۔

(۲) بہ تحقیق' اللہ تعالیٰ جمع نہیں کرے گا میری امت کو۔ یا آپ نے فرمایا۔ محمد ﷺ کی امت کو۔ گمراہی پر اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو شخص تنہا ہوا جماعت سے تنہا ڈالا جائے گا دوزخ میں۔

اور صفحہ ۱۰۴ پر علامہ ابن حجر عسقلانی "فتح الباری جلد ۹' صفحہ ۳۱۹" کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں طلاق اور متعہ کے مسئلوں میں صحابہ کا اتفاق ہوا اور پھر یہ بات کسی ذریعہ سے ثابت نہیں ہوئی کہ حضرت عمر کے زمانہ میں کسی نے ان

marfat.com

مسائل میں اختلاف کیا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرات صحابہ کرام کے اتفاق کرنے کے بعد جو شخص ان دو مسئلوں میں اختلاف کرے گا وہ حضرات صحابہ کرام کے اجماع کو ٹھکرائے گا۔ جمہور علماء نے کہا ہے ان دو مسئلوں میں سے کسی ایک میں اگر کوئی اختلاف کرے تو اس کے اختلاف کا اعتبار نہ کیا جائے گا بلکہ اعتبار حضرات صحابہ کے اجماع کا کیا جائے۔"

آگے فاروقی صاحب لکھتے ہیں کہ

"حیرت کا مقام ہے کہ اب علامہ ابن تیمیہ کے شذوذات اور تفردات پر عمل کرنا ہی کمال ایمان سمجھا جارہا ہے' بڑی خوشی سے کہا جارہا ہے کہ حکومت مصریہ نے ۱۳۴۷ھ (۱۹۲۹ء) میں طلاق کے مسئلہ میں ابن تیمیہ اور اثنا عشریہ کے قول کو قانونی شکل دے دی ہے۔ مصر نے تو ارتکاب فاحشہ کے جواز کے لیے بھی قانون بنادیا ہے۔ محرمات شرعیہ کے ارتکاب پر کوئی مواخذہ نہیں رکھا ہے۔ اِلَی اللّٰہِ الْمَفْزَعُ وَاِلَیْہِ الْمُشْتَکٰی وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِہٖ۔"

جس طرح مرزا کذاب قادیانی نے ختم نبوت کی قسمیں اختراع کیں اسی طرح ابن تیمیہ نے توحید کی دو قسمیں بنائیں ایک توحید الوہیت دوسری توحید ربوبیت' علماء کرام نے اس کا انتہائی مدلل رد فرمایا۔ (ملاحظہ فرمائیں علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہمعصر علماء صفحہ ۹۵)

ابن تیمیہ نے تجسیم الٰہی کا عقیدہ پیش کیا یعنی انسانوں کے اعضاء کی طرح اللہ کے اعضاء بتائے اور کہا کہ اللہ دنیا کے آسمان پر نزول کرتا ہے میرے اس نزول کی طرح اور وہ منبر کی ایک سیڑھی اترا۔

ابن تیمیہ نے ایک وقت کی تین طلاق کو ایک طلاق قرار دیا اور حیض کی حالت میں طلاق کو فاسد قرار دیا۔ اگر طلاق کے مسئلہ میں ابن تیمیہ نے جمہور اہل سنت و جماعت کے مسلک کو چھوڑ کر اثنا عشریہ کی تقلید کی ہے تو ان کے شاگرد اعظم ابن قیم نے متعہ کے مسئلہ میں اثنا عشریہ کا ساتھ دینے کی کوشش کی۔

ابن تیمیہ نے صوفیا کرام اور ان کے افکار پر بے تحاشا تنقید کی بالخصوص علامہ ابن عربی اور

marfat.com

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ پر اور شیخ اکبر علامہ ابن عربی کو امت کا شیطان قرار دیا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

علامہ ابن حجر عسقلانی 'شارح بخاری نے درر کامنہ میں لکھا ہے۔

"ابن تیمیہ کو گھمنڈ ہو گیا تھا۔ علماء پر رد کرتے تھے۔ حضرت عمر پر بھی رد کیا۔ حضرت علی پر بھی رد کیا۔ ان میں حنبلیت کا تعصب تھا۔ اشاعرہ پر ردو قدح کرتے تھے۔ امام غزالی کو گالی دی۔ حدیث نزول کے بیان کے وقت منبر پر سے دو سیڑھی اترے۔ مباحثہ میں کج بحثی کیا کرتے تھے۔ امامت کبریٰ حاصل کرنے کے خواہشمند تھے۔"

(علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہمعصر علماء صفحہ ۵۶)

اور جب مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر نجدیوں کا قبضہ ہو گیا تو محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اس مبارک سرزمین پر ابن تیمیہ کے مسلک کو بڑا فروغ دیا اور پاکستان میں ابن تیمیہ کے پیروکار "اہلحدیث" کہلواتے ہیں۔

﴿۲﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ پر بہتان تراشی کا واقعہ اور اس پر وحی الٰہی سے آپ کی براءت کا تفصیلی واقعہ صحیح بخاری شریف ابواب المغازی کے بَابُ حَدِيْثِ الْإِفْكِ وَالْإِفْكِ بِمَنْزِلَةِ النَّجْسُ وَالنَّجْسُ يُقَالُ اِفْكُهُمْ میں بیان ہوا ہے۔ ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

"عروہ بن زبیر 'سعید بن مسیب 'علقمہ بن وقاص اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود ان چاروں حضرات نے حضرت عائشہ صدیقہ زوجہ نبی کریم ﷺ سے اس واقعہ کی روایت کی ہے جو بہتان لگانے والوں نے لگایا تھا ان میں سے ہر ایک نے اس حدیث کا ایک حصہ بیان کیا ہے جبکہ ان میں سے بعض کو دوسرے بعض سے حدیث کا زیادہ حصہ یاد تھا چونکہ ہر ایک کا بیان بالکل درست تھا لہٰذا میں نے ہر ایک کے بیان کردہ الفاظ کو جو اس نے مجھ سے بحوالہ حضرت

marfat.com

عائشہ بیان کیے ایک ہی لڑی میں پرو لیا ہے اور ان میں سے ایک کا بیان دوسرے کی تصدیق کرتا ہے اگرچہ بعض کو بعض سے زیادہ واقعہ یاد تھا۔ ان کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے کہ کس کو ساتھ لے جانا ہے۔ جس کے نام قرعہ نکل آتا وہ سفر میں آپ کے ساتھ جاتی۔ چنانچہ ایک غزوہ میں جانے سے پہلے آپ نے قرعہ ڈالا تو میرا نام نکل آیا۔ پس میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر پر نکلی' اس کے بعد کہ پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ پس میں پردے کے ساتھ ہودج میں سوار کروائی گئی اور اس میں بیٹھ گئی۔ پس ہم نے سفر کیا' یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ اس غزوہ سے فارغ ہو کر واپس لوٹے اور مدینہ منورہ کے قریب آ گئے تو اس منزل سے رسول اللہ نے رات کے وقت چلنے کا حکم دیا۔ جب آپ نے کوچ کا حکم فرمایا تو اس وقت میں قضائے حاجت کے لیے لشکر سے دور چلی گئی۔ جب فارغ ہو کر اپنی اونٹنی کے پاس آئی اور اپنے سینے پر ہاتھ پھیرا تو دیکھا کہ میرا خزف یمنی ہار ٹوٹ کر کہیں گر گیا تھا' پس میں اپنے ہار کو تلاش کرنے کے لیے واپس لوٹی اور مجھے اس کی تلاش میں کافی دیر ہو گئی۔ وہ فرماتی ہیں کہ جن لوگوں کے سپرد مجھے سوار کروانے کا کام تھا وہ آگے بڑھے اور انہوں نے میرے ہودج کو اٹھا کر اس سواری پر رکھ دیا جس پر سوار ہوتی تھی اور وہ یہی سمجھے کہ میں ہودج کے اندر ہوں۔ ان دنوں عورتیں بھی عموماً ہلکی پھلکی ہوتی تھیں کیونکہ ان کی غذا سادہ اور غیر مرغن ہوتی تھی۔ ان لوگوں کو ہودج کے اٹھاتے اور اونٹ پر رکھتے ہوئے یوں بھی اس کا ہلکا پن محسوس نہ ہوا کہ میں نو عمر لڑکی تھی۔ پس لوگوں نے اونٹ کو اٹھایا اور چل دیئے۔ ہار مجھے اس وقت ملا جب لشکر اپنی جگہ سے کوچ کر گیا تھا' نہ ان کے ساتھ اس وقت کوئی پکارنے والا تھا اور نہ جواب دینے والا۔ پس میں اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئی اور یہ خیال کیا کہ وہ مجھے نہ پائیں گے تو میری تلاش میں ادھر آئیں گے۔ اس اثنا میں کہ میں وہاں بیٹھی ہوئی تھی' میری آنکھیں بند ہونے لگیں اور میں سو گئی۔ چنانچہ حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوانی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے رہا کرتے تھے۔ وہ صبح

marfat.com

کے وقت میرے نزدیک آئے کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ کوئی آدمی سویا پڑا ہے پس انہوں نے مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا کیونکہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا پس میں نے ان کی زبان سے "انا للہ وانا الیہ راجعون" کے الفاظ سن کر جاگ اٹھی۔ میں نے انہیں دیکھ کر چادر سے اپنا منہ چھپالیا اور خدا کی قسم نہ ہم نے کوئی گفتگو کی اور نہ میں نے کلمات انا للہ کے سوا ان کے منہ سے ایک لفظ بھی سنا۔ وہ اپنی سواری سے اترے 'اس کے پیر باندھے' پھر میں کھڑی ہوئی اور اس پر سوار ہو گئی۔ وہ آگے آگے پیدل چلتے ہوئے مجھے لے چلے۔ یہاں تک کہ ہم سخت گرمی کے وقت دوپہر دن چڑھے لشکر میں جا پہنچے اور انہوں نے پڑاؤ ڈال دیا تھا۔ آپ فرماتی ہیں کہ پھر جس کو ہلاک ہونا تھا وہ بہتان لگا کر ہلاک ہوا اور جس نے بہتان کو سب سے زیادہ ہوا دی وہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ عروہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب اس بدبخت کے پاس اس بہتان کا ذکر ہوتا تو بڑی دلچسپی سے اس کا ذکر کرتا۔ اسے حقیقت پر مبنی قرار دیتا اور اسے بڑے غور سے سنتا اور بیان بھی کرتا۔ حضرت عروہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ بہتان لگانے والوں میں سے حضرت حسان بن ثابت' حضرت مسطح بن اثاثہ اور حضرت حمنہ بن جحش کے سوا مجھے اور کسی کے نام کا علم نہیں ہے۔ ہاں ان کی ایک جماعت تھی' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور ان لوگوں کی قیادت عبداللہ بن ابی سلول کر رہا تھا۔ عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کو ناپسند فرماتی تھیں کہ ان کے سامنے کوئی حضرت حسان کو برا بھلا کہے۔ فرماتی تھیں کہ یہ وہی شخص ہے جس نے یہ کہا ہے۔

فَاِنَّ اَبِیْ وَ وَالِدَہٗ وَ عِرْضِیْ

لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْکُمْ وَقَآءٗ

ہوں فدا ماں باپ میرے اور میں بر مصطفےٰ

معنویّاً ہوید حضرت پہ بیعت کی وفا

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو میں ایک ماہ تک بیمار رہی اور لوگوں میں بہتان کے متعلق چرچا ہوتا رہا اگرچہ مجھے اس بارے میں کچھ بھی معلوم نہ ہوا لیکن

marfat.com

یہ شک میری تکلیف میں اضافہ کرتا رہا کہ میں نے رسول اللہ کا لطف کرم بیماری سے پہلے جیسا نہ دیکھا۔ میری بیماری کے دوران رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لاتے' سلام کرتے اور حال دریافت کر کے واپس تشریف لے جاتے تھے پس یہ بات تو مجھے شک میں ڈالتی تھی لیکن اٹھائے ہوئے طوفان بد تمیزی کا مجھے کوئی علم ہی نہیں تھا۔

یہاں تک کہ میں کچھ صحت یاب ہوئی تو حضرت مسطح کی والدہ ماجدہ کے ساتھ رفع حاجت کے لیے باہر نکلی اور ہمارا معمول اس مقصد کے لیے رات کے وقت باہر جانے کا تھا اور یہ ان دونوں کی بات ہے جب ہمارے گھروں کے قریب بیت الخلاء نہیں بنے تھے اور اہل عرب کی شروع سے عادت یہی ہے کہ اس مقصد کے لیے جنگل میں جاتے تھے کیونکہ گھروں کے نزدیک بیت الخلاء بنانا ہمارے لیے تکلیف کا باعث ہوتا تھا۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں گئی اور ام مسطح بنت ابورہم بن عبد المطلب بن عبد مناف۔ ان کی والدہ صخر بن عامر کی بیٹی اور حضرت ابو بکر صدیق کی والدہ ہیں۔ ان کے صاحبزادے کا نام مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبد المطلب ہے۔ جب میں والدۂ مسطح کے ساتھ فارغ ہو کر گھر کی جانب واپس لوٹی تو ام مسطح کا پیر چادر میں الجھ گیا اور وہ گر پڑیں۔ پس انہوں نے کہا۔ مسطح کا برا ہو۔ پس میں نے کہا کہ آپ نے بری بات کہی ہے۔ کیا آپ ایسے شخص کو برا بھلا کہہ رہی ہیں جو غزوہ بدر میں شریک ہوا تھا۔ پس انہوں نے کہا۔ خدا کی بندی! شاید آپ نے سنا ہی نہیں کہ اس نے کیا کہا ہے؟ یہ فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا' بتاؤ انہوں نے کیا کہا ہے؟ پس انہوں نے مجھے بہتان تراشنے والوں کی بات بتائی۔ وہ فرماتی ہیں کہ پھر تو بیماری بہت ہی بڑھ گئی جب میں گھر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ پس سلام کر کے فرمایا کہ تمہارا حال کیسا ہے؟ میں عرض گزار ہوئی کہ کیا آپ مجھے اپنے والدین کے گھر جانے کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں؟ ان کا بیان ہے کہ میں اپنے والدین سے اس خبر کی تحقیق کرنا چاہتی تھی۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت مرحمت فرمادی۔ پس میں نے اپنی والدہ محترمہ سے کہا۔ امی جان! لوگ کیا باتیں کرتے رہتے ہیں؟ فرمایا اے بیٹی! اس بات کا غم نہ کھاؤ۔ خدا کی قسم' یہ تو ہوتا ہی آیا ہے

marfat.com

کیونکہ جب کوئی عورت خوبصورت ہو اور خاوند بھی اسے چاہے تو سوکنیں عموماً ایسا فریب کر گزرتی ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میں نے تعجب سے سبحان اللہ کہا کہ لوگ اتنی بڑی بات منہ پر لانے لگے' ان کا بیان ہے کہ پھر تو میں ساری رات روتی رہی۔ نہ میرے آنسو تھمے اور نہ صبح تک مجھے نیند آئی اور صبح کے وقت بھی میں رو رہی تھی۔ ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابو طالب اور حضرت اسامہ بن زید کو بلالیا کیونکہ وحی آئی نہ تھی تاکہ ان دونوں سے اپنی زوجہ مطہرہ کو چھوڑ دینے کے بارے میں پوچھیں اور مشورہ کریں وہ فرماتی ہیں کہ حضرت اسامہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گزارش کی جو آپ کی اہلیہ کی براءت سے پوری طرح باخبر تھے اور ازواج مطہرات کی پاک دامنی سے بذات خود واقف تھے کہنے لگے کہ حضور کی اہلیہ محترمہ کے متعلق بھلائی کے سوا اور ہم کچھ بھی نہیں جانتے۔ حضرت علی عرض گزار ہوئے' یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ پر تنگی نہیں فرمائے گا اور عورتیں ان کے علاوہ اور بھی بہت ہیں باقی آپ اس لڑکی (حضرت بریرہ) سے دریافت فرمائیں' یہ آپ کو سچ بتائے گی۔ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے بریرہ کو بلایا اور فرمایا۔ اے بریرہ کیا تم نے کوئی بات دیکھی ہے؟ بریرہ عرض گزار ہوئیں کہ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے' میں نے تو شک و شبہ والی قطعاً کوئی بات نہیں دیکھی۔ سوائے اس کے کہ وہ کم عمر لڑکی ہیں۔ یہاں تک کہ آٹا گوندھ کر سو جاتی ہیں اور بکری اسے کھا جاتی ہے وہ فرماتی ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے پھر عبداللہ بن ابی کی شکایت فرمائی چنانچہ منبر پر جلوہ افروز ہو کر آپ نے فرمایا اے مسلمانو! کون ہے جو اس شخص سے میرا بدلہ لے جس نے میری بیوی کے بارے میں مجھے تکلیف پہنچائی ہے خدا کی قسم' میں اپنی بیوی میں بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتا نیز جس شخص کا ذکر کرتے ہیں اس کے اندر بھی بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتا وہ میرے گھر میں داخل ہوتا تو میرے ساتھ' وہ فرماتی ہیں کہ اس پر بنی عبدالاشہل کے بھائی حضرت سعد بن معاذ کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے یارسول اللہ! آپ کا بدلہ میں لوں گا اگر وہ شخص قبیلہ اوس سے ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا اور قبیلہ

marfat.com

خزرج والے ہمارے بھائیوں میں سے ہے تو جس طرح آپ حکم فرمائیں اس کی تعمیل کی جائے گی۔ یہ فرماتی ہیں کہ پھر خزرج والوں میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا کیونکہ حضرت حسان کی والدہ اس کے چچا کی بیٹی اور اسی قبیلہ سے تھی۔ وہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ تھے یہ فرماتی ہیں کہ پہلے وہ بڑا نیک آدمی تھا لیکن اس موقع پر پرانی حمیت نے اس کے اندر جوش مارا اور حضرت سعد بن معاذ سے کہا خدا کی قسم آپ غلط کہہ رہے ہیں' نہ آپ اسے قتل کریں گے اور نہ آپ اسے قتل کر سکتے ہیں۔ اگر وہ آپ کے قبیلے سے ہوتا تو آپ اس کو قتل کرنا ہرگز پسند نہ کرتے' اس پر حضرت اسید بن حضیر کھڑے ہو گئے جو حضرت سعاد بن معاذ کے چچازاد بھائی تھے۔ پس انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ سے کہا کہ آپ غلط کہہ رہے ہیں ہم اسے ضرور قتل کریں گے اور معلوم ہو گیا کہ آپ بھی منافق ہیں اسی لیے تو منافقوں کا دفاع کر رہے ہیں اس پر قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج کے لوگ ایک دوسرے کے مقابل تن گئے اور خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں آپس میں دست و گریبان نہ ہو جائیں اور رسول اللہ منبر پر جلوہ افروز تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ برابر ان سب کو خاموش ہونے کے لیے فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ سب خاموش ہو گئے۔ یہ فرماتی ہیں کہ میں اس روز بھی سارا دن خون کے آنسو روتی رہی۔ نہ میرے آنسو تھمتے تھے اور نہ مجھے نیند آتی تھی اور میرے والدین بھی میری وجہ سے پریشان خاطر تھے۔ مجھے برابر روتے ہوئے دو راتیں اور ایک دن گزرا نہ میرے آنسو تھمے اور نہ مجھے نیند آئی۔ یہاں تک کہ مجھے یہ گمان گزرنے لگا کہ اتنا رونے سے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ اسی اثناء میں کہ میرے والدین کریمین میرے پاس تشریف فرما تھے۔ میں رو رہی تھی کہ ایک انصاری عورت نے میرے پاس آنے کی اجازت مانگی' اسے اجازت دی گئی تو وہ میرے پاس بیٹھ کر رونے لگی۔ اسی دوران رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ وہ فرماتی ہیں کہ جب سے یہ بہتان لگایا گیا تھا اس وقت سے آپ میرے پاس بیٹھے نہ تھے اور قریباً ایک ماہ سے وحی کا نزول بھی بند تھا کہ میرے متعلق کوئی حکم فرمایا جاتا۔ رسول اللہ ﷺ نے بیٹھے ہوئے کلمہ شہادت پڑھا اور اس

marfat.com

کے بعد فرمایا: مجھے تمہارے متعلق یہ افواہ پہنچی ہے۔ اگر تم پاکدامن ہو تو عنقریب اللہ رب العزت تمہیں بری فرمادے گا اگر تم گناہ میں ملوث ہو گئی ہو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور توبہ کرلو' کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اقرار کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔

حضرت صدیقہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ارشاد فرما چکے تو میں نے اپنے والد محترم سے عرض کی کہ آپ رسول اللہ کو کوئی جواب دیں۔ والد ماجد نے فرمایا خدا کی قسم' میری سمجھ میں نہیں آتا کہ رسول اللہ ﷺ کو کیا جواب دوں۔ پھر میں نے اپنی والدہ محترمہ سے گزارش کی آپ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کا جواب دیں۔ میری والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم' میرے ذہن میں نہیں آتا کہ میں رسول اللہ کی خدمت میں کیا عرض کروں۔ پس میں خود عرض گزار ہوئی حالانکہ نو عمر لڑکی تھی اور قرآن کریم بھی میں نے زیادہ نہیں پڑھا ہوا تھا بے شک خدا کی قسم' میرے علم میں وہ بات آگئی جو آپ حضرات نے سنی ہے۔ اب جبکہ وہ بات آپ کے دلوں میں سماگئی اور آپ نے اسے حقیقت پر مبنی سمجھ لیا تو اگر میں یہ کہوں بھی کہ میں اس بہتان سے پاک ہوں تب بھی لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں اس گناہ کا اعتراف کرلوں اور اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے کہ میں اس سے پاک ہوں تو ضرور میری تصدیق کی جائے گی' پس خدا کی قسم' میری اور آپ حضرات کی مثال حضرت یوسف کے والد محترم جیسی ہے جبکہ انہوں نے کہا تھا کہ۔ تو صبر اچھا اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو بتا رہے ہو۔ (سورۂ یوسف آیت ۱۸) پھر میں نے منہ دوسری جانب کرلیا اور خاموش ہو کر بستر پر لیٹ گئی اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس جرم سے بری ہوں اور اللہ تعالیٰ میری پاکدامنی ظاہر فرمادے گا لیکن خدا کی قسم' یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ میری شان میں وحی نازل فرمائے گا اور میری شان کے خطبے پڑھوائے جائیں گے' کیونکہ میری حیثیت اتنی تو نہیں کہ باری تعالیٰ میرے بارے میں کلام فرمائے۔ ہاں مجھے یہ امید ضرور تھی کہ اللہ جل مجدہ خواب میں رسول اللہ کو میری پاکدامنی دکھادے گا۔ پس خدا کی قسم' اسی

marfat.com

دوران میں کہ رسول اللہ ہمارے درمیان جلوہ افروز تھے اور ہمارے گھر کا کوئی فرد باہر نہیں گیا تھا کہ آپ پر وحی کا نزول ہونے لگا اور وہی حالت آپ پر طاری ہو گئی جو وحی کے وقت ہوا کرتی تھی اور کلام کی ثقالت کے باعث سردی کے دنوں میں بھی پسینہ موتیوں کی طرح جاری ہو جاتا تھا۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ مسرور اور تبسم ریز نظر آ رہے تھے' چنانچہ سب سے پہلا کلام آپ نے یہ فرمایا کہ اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس الزام سے بری فرمادیا وہ فرماتی ہیں کہ اس وقت میری والدہ ماجدہ نے مجھ سے فرمایا کہ کھڑی ہو کر رسول خدا کا شکریہ ادا کرو۔ پس میں عرض گزار ہوئی کہ خدا کی قسم میں ان کا شکریہ کیوں ادا کروں میں صرف اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں (جس نے میری پاک دامنی کا اعلان فرمایا ہے) ان کا بیان ہے کہ اللہ نے فرمایا۔ بے شک جن لوگوں نے بہتان باندھا (سورہ النور دس آیتیں) اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مجھے اس بہتان سے پاک قرار دیا ہے۔ حضرت ابوبکر فرماتے ہیں کہ میں قرابت کے باعث مسطح بن اثاثہ کے ساتھ مالی سلوک کیا کرتا تھا کیونکہ وہ غریب تھے۔ پس میں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ خدا کی قسم' اب مسطح کے ساتھ کبھی بھی کوئی مالی سلوک نہیں کروں گا کیونکہ وہ بھی حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت لگانے والوں کے ہمنوا ہو گئے تھے۔ پس ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم پر فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں' قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی اور چاہیے کے معاف کریں اور درگذر کریں۔ کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورہ النور آیت ۲۲) حضرت ابوبکر کہنے لگے 'کیوں نہیں' خدا کی قسم میں تو یہی چاہتا ہوں کہ اللہ میری مغفرت فرمادے۔ پس آپ حضرت مسطح کی اسی طرح مالی امداد فرماتے رہے جس طرح پہلے فرماتے تھے اور فرمایا کہ خدا کی قسم' اب میں اسے کبھی بند نہیں کروں گا رسول اللہ ﷺ نے میرے متعلق حضرت زینب بن جحش سے بھی دریافت فرمایا تھا کہ تمہارا عائشہ کے بارے میں کیا خیال ہے یا اسے کیسا دیکھا ہے؟ وہ عرض گزار ہوئیں کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں کو برائی سے بچانا چاہتی ہوں'

marfat.com

میرے علم میں تو ان سے بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات میں سے حضرت زینب ہی میری ہم عمر تھیں، تو اللہ نے انہیں ان کی پرہیزگاری کے باعث گناہ میں مبتلا ہونے سے بچالیا۔ آپ فرماتی ہیں کہ ان کی بہن حمنہ اس بارے میں جھگڑتی رہتی اور تہمت لگانے والوں کے ساتھ وہ بھی ہلاکت میں پڑ گئی۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مجھے مذکورہ چاروں حضرات سے پہنچی ہے۔ علاوہ بریں عروہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ بے شک جس آدمی کے متعلق یہ بات بنائی گئی وہ (حضرت صفوان) ان باتوں کو سن کر از راہ تعجب کہتے سبحان اللہ! کیونکہ خدا کی قسم، جس کے قبضے میں میری جان ہے میں نے تو کسی عورت کا سر بھی آج تک نہیں کھولا۔ آپ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد (حضرت صفوان) راہ خدا میں جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔

اسی باب کی آگے حدیث میں ہے کہ جب ایک عورت نے حضرت عائشہ صدیقہ کو بہتان کا سارا واقعہ بیان کیا تو حضرت عائشہ نے دریافت کیا۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے بھی یہ بات سنی ہے؟ جواب دیا ہاں۔ دریافت کیا کہ حضرت ابوبکر نے بھی سنی ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں۔ پس اتنا سنتے ہی حضرت صدیقہ بے ہوش ہو کر گر پڑیں اور جب انہیں ہوش آیا تو لرزہ کے ساتھ بخار چڑھا ہوا تھا۔ پس میں نے (حضرت ام رومان والدہ ماجدہ حضرت عائشہ صدیقہ) اوپر کپڑا ڈال کر اسے اچھی طرح لپیٹ دیا۔ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے اور دریافت فرمایا کہ اس کا کیا حال ہے؟ میں عرض گزار ہوئی۔ یا رسول اللہ! اسے لرزہ کے ساتھ بخار چڑھ گیا ہے فرمایا شاید اس تہمت کے باعث ہے جو گھڑی گئی ہے۔

اسی باب کی آگے حدیث میں ہے۔

مسروق فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے پاس حضرت حسان بن ثابت موجود تھے جو ان کی شان میں اشعار سنا رہے تھے چنانچہ انہوں نے تشبیب کے اشعار پڑھتے ہوئے یہ بھی کہا

حِصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيبَةٍ

marfat.com

وَتَصۡبِحُ غَرۡثٰی مِنۡ لَحُوۡمِ الۡغَوَافِلِ

زبان عفیفه و سنجیده نکو کار

نہیں اس سے یہ کہ ہو غیبت سے گنہگار

حضرت عائشہ نے ان سے فرمایا لیکن آپ ایسے نہیں ہیں۔ مسروق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے گزارش کی کہ آپ انہیں اپنے پاس آنے کی اجازت کیوں دیتی ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ۔ اور ان میں وہ جس نے سب سے زیادہ حصہ لیا اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔ (سورہ النور آیت ۱۱) آپ نے فرمایا کہ دنیا میں اندھا ہو جانے سے اور کون سا عذاب سخت ہے لیکن یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کفار کا (شاعری کے میدان میں مقابلہ کرتے یا ان کی ہجو کہا کرتے تھے)

حضرت عائشہ صدیقہ پر بہتان تراشی کا واقعہ کتب حدیث میں کہیں اختصار اور کہیں تفصیل کے ساتھ مختلف جگہوں پر بیان ہوا ہے۔ چند ایک حوالے نوٹ فرمائیں۔

صحیح بخاری شریف کتاب التفسیر سورہ النور باب قوله ولو لآ اذاسمعتموه اس کے شروع میں ہے کہ یہ بڑا بہتان ہے اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے تو جب گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں اور آگے پہلے بیان کیا واقعہ تفصیل سے بیان ہوا ہے۔

اور صحیح بخاری شریف کتاب الشهادات کے باب اِذَا عَدَّلَ رَجُلٌ اَحَداً فَقَالَ لَاتَعۡلَمُ اِلَّا خَيۡرًا اَوۡ قَالَ مَاعَلِمۡتُ اِلَّا خَيۡراً میں یہ واقعہ اختصار کے ساتھ بیان ہوا ہے جس کے آخر میں ہے۔

فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ مَنۡ يُّعۡذِ رُنَا مِنۡ رَّجُلٍ بَلَغَنِیۡ اَذَاهُ فِیۡ اَهۡلِ بَيۡتِیۡ فَوَاللّٰهِ مَاعَلِمۡتُ مِنۡ اَهۡلِیۡ اِلَّا خَيۡرًا وَلَقَدۡ ذَكَرُوۡا رَجُلًا مَّا عَلِمۡتُ عَلَيۡهِ اِلَّا خَيۡراً۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں کون میری مدد کرتا ہے جس نے میری بیوی کے سلسلے میں مجھے اذیت پہنچائی ہے؟ خدا کی قسم، میں اپنی بیوی میں بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتا اور انہوں نے ایسے فرد کے

marfat.com

متعلق یہ کہا جس کو میں بھلا ہی سمجھتا ہوں۔

اور مسلم شریف کتاب التوبہ باب فی حدیث الافک وقبول توبۃ القاذف (تہمت کی حدیث اور تہمت لگانے والوں کی توبہ قبول ہونا) میں اس واقعہ کی تفصیلی اور مختصر احادیث ہیں۔

یہ واقعہ ترمذی شریف ابواب تفسیر القرآن "ومن سورۃ النور" میں بھی ہے۔

یہ واقعہ بخاری شریف کتاب الشہادات باب تعدیل النسآء بعضھن بعضا میں بھی ہے۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ کو علم غیب ہوتا تو آپ کو پہلے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ پر لگائی جانے والی تہمت جھوٹ ہے۔ آپ کو علم غیب نہیں تھا اسی لیے تو آپ پریشان رہے اور آپ کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کے لیے صحابہ کرام سے صلاح مشورہ کرنا بھی یہ ثابت کر رہا ہے کہ آپ کو قطعاً علم غیب حاصل نہیں تھا۔

جواب: میں پچھلے صفحات میں درج شدہ پانچ قواعد کی روشنی میں ہی ان اعتراضات کے جوابات پیش کرتا ہوں۔

قاعدہ نمبر۱ کے مطابق آپ اس کو دلیل میں پیش نہیں کر سکتے کہ یہ حدیث متواتر درجہ کی نہ ہے بلکہ خبر احاد ہے اور آیات قطعیہ کے خلاف پیش نہیں کی جا سکتی۔

قاعدہ نمبر۲ کے مطابق بھی آپ اس کو دلیل میں پیش نہیں کر سکتے کیونکہ قرآن پاک میں ہی اس غیب کا علم دے دیا گیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت کی آیات نازل ہوئیں اور ہم عطائی اور مسلسل اضافے کے ساتھ علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں اس لیے آپ اس واقعہ کو قبل از وقت عدم علم غیب میں پیش کر رہے ہیں۔

قاعدہ نمبر٤ کے مطابق بھی آپ اس کو دلیل میں پیش نہیں کر سکتے کیونکہ آپ نے پورے واقعہ کے دوران کہیں بھی یہ نہ فرمایا کہ مجھے حضرت عائشہ پر لگائی جانے والی تہمت کے جھوٹا نہ ہونے کا یقین نہیں اور ظاہر نہ فرمانے میں یہ مصلحت بھی موجود تھی کہ خود

marfat.com

تہمت کے جھوٹا ہونے کا اعلان کرنے کی بجائے اس کو وحی الٰہی پر موقوف کر دیا تا کہ کسی کے اعتراض کرنے کا جواز ہی نہ رہے۔

علماء اہلسنت و جماعت نے معترضین کے اس اعتراض پر بڑی اثر انگیز اور دل گداز گفتگو کی ہے۔ علماء اہل سنت و جماعت کی کتابیں اس کی گواہ ہیں۔ میں حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمتہ اللہ علیہ شارح بخاری شریف کے اس اعتراض کے رد میں وہ ایمان افروز دلائل پیش کرتا ہوں جو آپ نے اپنے علم غیب پر مشہور رسالہ "علم غیب رسول ﷺ" میں پیش کئے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

واقعہ افک اور منکرین شان نبوت : (۱) ام المومنین سیدہ عفیفہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ذات اقدس پر منافقین نے جو تہمت لگائی اس کا مقصد وحید حضور سرور عالم ﷺ کی نبوت اور دین اسلام کی حقانیت میں تشکیک پیدا کر کے اسلام کی بنیاد کو منہدم کرنا تھا۔ منافقین یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ جن نبی کے گھر کا یہ حال ہے اس کی نبوت و رسالت کی صداقت و حقانیت کو کیسے تسلیم کر لیا جائے۔ مگر حیرت و افسوس ہوتا ہے ان نام کے مسلمانوں پر جو منافقین کے اس ذلیل و رکیک الزام کے واقعہ سے بھی حضور اقدس ﷺ کے علم و فضل کے انکار کی راہیں نکالنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں۔

(۲) ان سفہا کا کہنا ہے کہ اگر حضور علیہ السلام کو اپنی اہلیہ محترمہ کی پاکدامنی کا نزول وحی سے پہلے علم ہوتا تو آپ اضطراب و پریشانی میں کیوں مبتلا رہتے۔ سینتیس روز تک آپ اہل سے کیوں جدا رہتے۔ جب قرآن مجید نے جناب عائشہ کو پاکدامن اور منافقوں کو جھوٹا قرار دے دیا تب جا کر اصل حقیقت آپ پر منکشف ہوئی۔ (نصیحتہ المسلمین خرم علی دیوبندی)

(۳) لیکن ان تمام امور کو حضور اقدس ﷺ کی لاعلمی کی دلیل بنانا عقلاً و شرعاً ہر طرح باطل ہے۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام کی ازواج مطہرات کافرہ تو ہو سکتی ہیں (جیسے حضرت لوط اور حضرت نوح علیہ السلام کی) مگر انبیائے کرام کی ازواج

marfat.com

مطہرات فاجرہ (بدکارہ) نہیں ہو سکتیں کیونکہ کفر نفرت دینے والی چیز نہیں ہے مگر بی بی کا فاجرہ (بدکار) ہونا باعث نفرت اور سخت بدنامی کا باعث ہوتا ہے یہ ایسی اخلاقی خرابی ہے جسے کوئی بھی غیرت مند برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لیے انبیائے کرام کی ازواج فاجرہ نہیں ہو سکتیں۔ (تفسیر کبیر جلد ۶) اس ضابطہ کو بیان کرنے کے بعد ان کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے تصریح کی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کفار کی نامعقول باتوں کو سن کر تنگدل اور مغموم ہو جایا کرتے تھے حالانکہ نبی علیہ السلام کو معلوم تھا کہ کفار کے اقوال باطل محض ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ۔ (پ ۱۴، سورہ الحجر ۹۷)	بے شک ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے تم دل تنگ کرتے ہو۔

یعنی دعوت اسلام کے مقابل کفار کے لغو اور بے کار اعتراضوں پر رنجیدہ ہوتے تھے حالانکہ حضور کو بالیقین معلوم ہے کہ کفار جو کہتے ہیں وہ غلط اور باطل ہے۔ واقعہ افک کی بھی یہی کیفیت ہے۔ حضور اقدس ﷺ کو بالیقین معلوم تھا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پاکدامن ہیں اور منافقین کی تہمت غلط اور واقعہ کے خلاف ہے مگر اس کے باوجود حضور کا تنگ دل اور رنجیدہ ہونا محض کفار کی بیہودہ گوئی اور جھوٹی تہمت کی وجہ سے تھا۔ حضور کے رنجیدہ ہونے کی یہ وجہ نہ تھی کہ آپ کو جناب عائشہ صدیقہ کی پاک دامنی پر شک یا بدگمانی تھی۔

(۴) نیز جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اس واقعہ سے پیشتر کے حالات اور سیرت و کردار سے بھی ظاہر تھا کہ آپ فسق و فجور سے پاک و صاف ہیں تو جس کی یہ کیفیت ہو اس کے ساتھ بدگمانی کی کیا گنجائش۔

(۵) اور یہ بھی واضح ہے تہمت لگانے والے منافق تھے۔ ظاہر ہے کہ مفتری دشمن کی زبان ہذیان سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ یعنی منافقین کا آپ کی پاکدامنی پر حرف زنی کرنا ہی ان کے مفتری و کذاب ہونے کی دلیل تھا۔ اس لیے ان قرائن واضحہ کی موجودگی میں نزول وحی سے قبل بھی منافقین کے الزام کا غلط اور بہتان ہونا واضح تھا۔

marfat.com

(٦) منافقین نے جو تہمت لگائی تھی۔ حضور نبی کریم علیہ السلام کو نزول وحی سے قبل ہی اس کے باطل و بہتان ہونے کا علم و یقین تھا۔ کسی بھی شخص پر جھوٹی تہمت لگائی جائے خصوصاً اس کی بیوی پر تو اس کے غلط اور بہتان ہونے کے علم کے باوجود ایک غیرت مند انسان کو رنج و غم ہونا بالکل فطری بات ہے نہ صرف اس کو بلکہ اس کے عزیز و اقارب اور دوست و احباب کو بھی پریشانی ہوتی ہے۔

(٧) تو نبی کریم ﷺ کے مغموم و پریشان ہونے کی وجہ یہ نہ تھی کہ آپ کو حقیقت کا علم نہ تھا بلکہ پریشانی کی وجہ محض منافقین کا ایک ایسی ہستی کو متہتم کرنا تھا جس کی سیرت و کردار کی طہارت و پاکیزگی پہلے ہی سے معلوم تھی۔

(٨) علاوہ ازیں انبیاء کرام کی ازواج کا فاجرہ نہ ہونا بھی حضور کے علم میں تھا اور یہ بھی واضح ہے کہ کوئی اپنے ذاتی قضیہ و معاملہ کا فیصلہ خود نہیں کرتا۔ اگر حضور علیہ السلام خود ہی منافقین کے اتہام کے غلط ہونے کا عدالتی فیصلہ فرما دیتے تو پھر منافقین کو یہ کہنے کی گنجائش ہو جاتی کہ گھر کا معاملہ تھا اس لیے رفع دفع کر دیا۔

(٩) احادیث سے واضح ہے اور حضرت عائشہ نے خود بھی بطور تحدیث نعمت اپنی اس فضیلت کو بیان فرمایا ہے کہ دوسری عورتوں کا نکاح زمین پر ہوا اور میرا نکاح حضور کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر فرمایا اور بخاری شریف کی حدیث میں حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ خواب میں مجھے حضرت عائشہ کو ریشمی لباس میں پیش کیا گیا اور کہا گیا کہ یہ آپ کی زوجہ ہیں اور انبیائے کرام کے خواب کا وحی ہونا کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے خواب کی بنیاد پر ہی اپنے مقدس بیٹے کی قربانی دی تھی اور بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ انبیاء کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں تو جس مقدس خاتون کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے نکاح میں دیا ہو اس کے متعلق خود حضور سرور عالم ﷺ محض منافقین کی جھوٹی تہمت کی بنا پر بدظن ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں لہذا واقعہ افک کو حضور کے عدم علم کی دلیل بنانا باطل محض ہے۔

marfat.com

(۱۰) افسوس منکرین شان رسالت نے واقعہ افک کو حضور کے عدم علم کی دلیل بنا کر نہ صرف حضور کی ذات اقدس پر دو غلط الزام لگا دیئے۔ ایک عدم علم اور دوسرا یہ کہ حضور کا حضرت عائشہ سے بدگمان ہونا (حالانکہ شرعاً کسی مسلمان پر بدگمانی حرام ہے) بلکہ ان سفہاء نے اس ذلیل استدلال سے اللہ رب العزت جل مجدہ کی شان ارفع و اعلیٰ کو بھی مجروح کر دینے کی ناپاک کوشش کی کہ معاذ اللہ اس عالم الغیب والشہادۃ نے ایک ایسی ویسی خاتون کو اپنے مقدس رسول کے عقد میں دے دیا۔

(۱۱) رہا یہ سوال کہ وحی کا انتظار کیوں فرمایا؟ تو اس میں جو حکمتیں تھیں ان کے اظہار و بیان کے لیے دفتر درکار ہے۔ وحی کے انتظار فرمانے اور خود عدالتی فیصلہ نہ فرمانے میں ایک تو یہ حکمت تھی۔ اپنے ذاتی معاملہ کا خود فیصلہ نہیں کیا جاتا ورنہ منافقین کو مزید شبہات پیدا کرنے کی گنجائش نکل آتی جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا۔

(۱۲) ایک حکمت یہ تھی کہ بذریعہ وحی فیصلہ ہونا قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت قرار پا گیا اور قرآن مجید کے منافقوں کو جھوٹا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو عفیفہ پارسا پاکدامن قرار دینے سے اس مسئلہ کی حیثیت ایسی ہو گئی۔ اب جو معاذ اللہ ذرا بھی جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق دل میں شبہ رکھے اور ان کی پاکدامنی اور منافقین کے جھوٹا ہونے پر ایمان نہ لائے وہ قرآن کا منکر اور اسلام کے دائرہ سے خارج ہو کر کافر قرار پاتا ہے۔

(۱۳) نیز اس واقعہ میں حضور سرور عالم ﷺ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے صبر و شکر کا امتحان بھی تھا کہ تہمت کے جھوٹا ہونے کے باوجود آپ نے معاملہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ یہ اور اس نوع کی متعدد حکمتیں تھیں جن کی بنا پر حضور اقدس ﷺ نے خود جج بن کر عدالتی فیصلہ نہ فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ فرمانے کا انتظار فرمایا۔

(۱۴) ورنہ جہاں تک حقیقت حال کا تعلق ہے تو وہ آفتاب کی طرح حضور پر واضح تھا اور آپ کو تہمت کے جھوٹے ہونے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے طیبہ طاہرہ عفیفہ پارسا ہونے کا ایسا یقین تھا کہ آپ نے نزول وحی سے قبل اللہ تعالیٰ کے نام اقدس کی قسم کھا کر فرمایا۔

marfat.com

مَنْ يَّعْذُرُنِیْ مِنْ رَّجُلٍ بَلَغَنِیْ اَذَاهُ فِیْ اَهْلِیْ فَوَاللّٰهِ مَاعَلِمْتُ عَلٰی اَهْلِیْ اِلَّا خَیْرًا۔(بخاری شریف)

کون ہے جو ایسے شخص کے متعلق میری طرف سے خیر خواہی کرے جس نے میری زوجہ کے متعلق مجھے رنج اور اذیت پہنچائی ہے۔ خدا کی قسم میں اپنی زوجہ میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔

اہل ایمان اپنے ضمیر سے پوچھیں کہ نزول وحی سے قبل حضور علیہ السلام قسم کھا کر تہمت کے جھوٹے ہونے کا اعلان فرمار ہے ہیں اور واضح لفظوں میں فرمار ہے ہیں کہ خدا کی قسم مجھے اپنی زوجہ میں خیر کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

حضور علیہ السلام کے اس ارشاد سے قطعی و حتمی طور پر واضح ہو گیا کہ نہ تو آپ کو حضرت عائشہ پر بدگمانی تھی اور نہ ہی آپ اصل حقیقت سے بے خبر تھے۔ مومن مسلمان کے لیے تو صرف حضور کا ارشاد ہی کافی ہے۔ اب اگر کوئی حضور کے قسم کھا کر ارشاد پر اعتبار نہ کرے اور یہی رٹ لگاتا رہے کہ حضور سید عالم ﷺ کو علم نہ تھا تو ایسے متعصب منکر کے لیے تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ انشاء اللہ میدان حشر میں اس کو اس بے باکی و گستاخی کی ضرور سزا ملے گی۔

ذکر رو کے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

اور حضرت علامہ مفتی الحاج احمد یار خاں صاحب نعیمی رحمتہ اللہ علیہ اپنی مشہور و معروف کتاب ''جاء الحق'' میں اوپر مذکورہ دلائل میں سے چند کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ

(۱) اور یہ تو مسئلہ عقائد کا ہے کہ نبی کی بیوی بدکار نہیں ہو سکتی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ۔

گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے۔

اس گندی سے مراد گندگی زنا ہے یعنی نبی کی بیوی زانیہ نہیں ہو سکتی۔ ہاں کافرہ ہو سکتی ہے۔

(۲) مرضی الٰہی یہ تھی کہ محبوبہ محبوب علیہ السلام کی عصمت کی گواہی ہم براہ راست دیں

marfat.com

اور قرآن میں یہ آیات اتار کر قیامت تک کے مسلمانوں سے تمام دنیا میں ان کی پاکدامنی کے خطبے پڑھوالیں کہ نمازی نمازوں میں ان کی عفت کے گیت گائیں۔ اب اگر حضور علیہ السلام خود ہی بیان فرمادیتے تو یہ خوبیاں حاصل نہ ہوتیں۔ غرضیکہ علم تو تھا اظہار نہ تھا۔

لطف یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے تہمت لگائی تو رب تعالیٰ نے ان کی صفائی خود بیان نہ فرمائی بلکہ ایک شیر خوار بچہ کے ذریعہ چاکدامنی سے پاکدامنی ظاہر فرمادی۔

حضرت مریم علیہ السلام کی تہمت لگی تو شیر خوار روح اللہ سے ان کی عصمت ظاہر کی مگر محبوب علیہ السلام کی محبوبہ زوجہ کو الزام لگا تو کسی بچہ یا فرشتہ سے عصمت کی گواہی نہ دلوائی بلکہ یہ گواہی خود خالق نے دی اور اس گواہی کو قرآن کا جزو بنایا تاکہ یہ گواہی ایمان کا رکن بنے اور مخلوق کو حضور علیہ السلام کی محبوبیت کا پتہ چلے۔

یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں جو واضح کرتی ہے کہ حضور کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا پہلے سے ہی یقین تھا۔ حضور سید یوم النشور ﷺ فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ اَبٰى لِیْ اَنْ اَتَزَوَّجَ اَوْ اُزَوِّجَ اِلَّا اَهْلَ الْجَنَّةِ

بے شک اللہ عزوجل نے میرے لیے نہ مانا کہ میں نکاح میں لانے یا نکاح میں دینے کا معاملہ کروں مگر اہل جنت سے۔

رواہ ابن عساکر عن ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ۔ (الجامع الصغیر (بیروت) ۲ / ۱۹۹)

شارح مسلم شریف صاحب تفسیر "التبیان" مصنف کتب کثیرہ علامہ غلام رسول سعیدی "توضیح البیان" صفحہ ۲۴۹ میں فرماتے ہیں۔

"انتہائی افسوسناک امر یہ ہے کہ متبدعین دیوبند ۔۔۔۔ حضور ﷺ کی بے علمی ثابت کرنے کے لیے ہمیشہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی تہمت کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ بر سر عام بازروں میں، مساجد کے منبروں حتی کہ کتاب کے صفحات پر کہیں یہ لوگ اس واقعہ کو بیان کرنے سے نہیں چوکتے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر ان کی ماں پر اس قسم کی تہمت لگائی جاتی تو یہ اس بات کو پسند کرتے کہ وہ تہمت خواہ غلط ہی ہو اس کو بر سر عام بیان کیا جائے پھر ام المومنین

marfat.com

کے اس واقعہ کو بیان کرنے میں انہیں کوئی حیاء کیوں نہیں آتی۔ کیا اس طرز عمل سے ام المومنین اور نبی علیہ السلام کو ایذا نہیں پہنچتی؟"

علامہ فیض احمد اویسی صاحب اپنی کتاب "تحقیق حاضر و ناظر یعنی دلوں کا چین" کے صفحہ ۷۴۵ میں فرماتے ہیں۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے افک میں تین فریق ہیں۔

(۱) بہتان تراش منافقین جنہوں نے افک بنا کر خبر اڑائی ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے عذاب عظیم کی وعید فرمائی۔

(۲) حضرت صدیقہ و آنحضرت ﷺ و ابو بکر و صفوان رضی اللہ عنہما انہیں خیر و ثواب عظیم کا وعدہ فرمایا۔

(۳) عوام اہل اسلام جنہوں نے یہ واقعہ سنا پھر یہی عوام اہل اسلام تین گروہ ہوئے۔

و۔ سنتے ہی واقعہ کی تکذیب کی۔

ب۔ بعض ان میں سے سن کر خاموش رہے لیکن دل سے اس واقعہ کے خلاف تھے۔

ج۔ واقعہ افک کو نقل کیا جیسے حضرت مسطح اور بی بی حمنہ بنت جحش اور حضرت حسان رضی اللہ عنہم مولانا اللہ دتہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ تنویر الخواطر صفحہ ۱۴۳ میں فرماتے ہیں۔

"سورہ نور جس کی بعض آیات واقعہ افک کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اس سورہ سے پہلے سورہ احزاب نازل ہو چکی تھی جس میں ازواج مطہرات کی شان میں آیت تطہیر نازل ہو چکی تھی۔

دیکھو تفسیر اتقان لامامنا السیوطی رحمتہ اللہ علیہ صفحہ ۲۵

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۝ (پ ۲۲ الاحزاب ع ۴ آیت نمبر ۳۴)	اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ اے میرے نبی علیہ السلام کی ازواج تمہیں ہر قسم کی نجاست سے پاک فرمادے جیسا کہ پاک کرنے کا حق

marfat.com

ہوتا ہے۔

لہذا ثابت ہوا کہ واقعہ افک سے پہلے ازواج پاک کے حق آیت تطہیر نازل ہو چکی تھی۔ کیا سیدالانبیاء علیہ السلام واقعہ افک کے موقع پر یہ آیت بھول گئے تھے۔ جو کہ ازواج کی پاکیزگی کی قطعی دلیل ہے۔ کیا اس آیت کے ہوتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی کا یقین نہ تھا؟

باقی رہا نبی ﷺ کا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمانا

فَاِنۡ کُنۡتِ بَرِیۡئَةً فَسَیُبَرِّئُکِ اللّٰهُ وَاِنۡ کُنۡتِ اَلۡمَمۡتِ بِذَنۡبٍ فَاسۡتَغۡفِرِی اللّٰهَ۔ (بخاری شریف جلد ۲، صفحہ ۵۹۶)

اگر تو بری ہے تو عنقریب اللہ تعالیٰ تیری برأت ظاہر کردے گا اگر تجھ سے کوئی گناہ (صغیرہ) سرزد ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ۔

اصل میں مترجمین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جلالت شان کو مدنظر نہیں رکھتے اور ذنب کا عام لفظی ترجمہ گناہ کر دیتے ہیں حالانکہ اس کے کئی اور معنی بھی ہیں اور حضور ﷺ نے وہی معنی مراد لئے ہیں۔

قرآن کریم میں ذنب کا لفظ الزام کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں۔

ولھم علی ذنب فاخاف ان یقتلون۔ (الشعراء : ۱۴)

انہوں نے مجھ پر الزام قتل لگا رکھا ہے پس مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

اگر ذنب کے اس معنی کو مدنظر رکھا جائے تو مفہوم بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تیری برأت ظاہر کردے گا اور یہ جو الزام تجھ پر لگا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو کیونکہ جب تم اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرو گی تو اللہ اس کو قبول فرمائے گا اور برأت ظاہر فرمادے گا جس پر کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ رہے گی۔

ذنب کے معنی خلاف اولیٰ، خلاف افضل، ترک افضل اور سہو وغیرہ کے بھی کئے گئے ہیں۔

marfat.com

آخر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی تمام کھانوں پر۔

۱۔بخاری شریف کتاب الانبیاء

۲۔بخاری شریف کتاب المناقب باب فضل عائشہ رضی اللہ عنہا

مروی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

(۲) بخاری شریف کتاب المناقب "باب فضل عآئشة رضی اللّٰه عنہا" میں ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مردوں میں سے کامل بہت سے افراد ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں سے مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے سوا کوئی کامل نہ ہوئی اور عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر اس طرح ہے جیسے ثرید کی تمام کھانوں پر۔

اسی مفہوم کی حدیث مسلم شریف کتاب فضائل الصحابة کے باب فی فضل عآئشة رضی اللّٰه عنہا میں بھی ہے۔

(۳) بخاری شریف کتاب المناقب کے اسی باب میں ہے۔

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ لوگ رسول خدا کی خدمت میں ہدیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے روز پیش کیا کرتے تھے۔ اس پر تمام ازواج مطہرات حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جمع ہوئیں اور کہنے لگیں: اے ام سلمہ! خدا کی قسم 'لوگ اپنے ہدیے بارگاہ رسالت میں اس روز پیش کرتے ہیں جب عائشہ صدیقہ کے ہاں باری ہوتی ہے حالانکہ مال کی ہمیں بھی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو ہے۔ لہذا آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کریں کہ رسول خدا لوگوں کو یہ حکم فرمادیں کہ میری خدمت میں ہدیے پیش کردیا کرو خواہ میں کسی جگہ یا کسی مکان میں ہوں۔ پس حضرت ام سلمہ

marfat.com

نے نبی کریم ﷺ سے اس بات کا ذکر کر دیا۔ تو آپ نے منہ پھیر لیا جب انہوں نے دو تین مرتبہ یہ بات دہرائی تو آپ نے فرمایا: اے ام سلمہ! مجھے عائشہ کے بارے میں تکلیف نہ پہنچاؤ کیونکہ خدا کی قسم، عائشہ کے سوا تم میں سے کسی کے لحاف کے اندر مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔

(٤) بخاری شریف کتاب المناقب کے باب "تَزْوِیجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَآئِشَةَ وَقُدُوْمِهَا الْمَدِیْنَةَ وَبِنَآئِهِ بِهَا" میں ہے۔

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ میں نے خواب میں دو مرتبہ تمہیں دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ تم ریشمی کپڑوں میں لپٹی ہوئی ہو اور کہا گیا کہ یہ تمہاری بیوی ہے۔ جب کپڑا اٹھا کر دیکھا گیا تو تم تھیں۔ پس میں نے کہا کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ایسا ہی ہو کر رہے گا۔"

اور مشکوٰۃ شریف کے باب "مناقب ازواج النبی ﷺ" میں تین راتوں تک خواب میں دیکھنے کا ذکر ہے۔ (متفق علیہ)

﴿٣﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہار گم ہونے اور آیات تیمم کے نازل ہونے کا واقعہ صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف، سنن ابو داؤد شریف، سنن نسائی شریف، موطا امام مالک میں تیمم کے متعلق باب میں بیان ہوا ہے میں اس کو صحیح بخاری شریف "کتاب التیمم" کے شروع میں درج حدیث کے حوالہ سے بیان کرتا ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کسی سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے۔ یہاں تک کہ جب بیداء یا ذات الجیش کے مقام پر تھے تو میرا ہار ٹوٹ گیا۔ پس اس کی تلاش میں رسول اللہ ﷺ ٹھہر گئے اور آپ کے ساتھ لوگ بھی ٹھہرے اور وہ پانی کی جگہ نہ تھی۔ لوگ حضرت ابو بکر صدیق کے پاس آئے اور کہا: دیکھتے نہیں کہ عائشہ نے یہ کیا

marfat.com

کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو ٹھہرا دیا اور لوگوں کو بھی جب کہ وہ پانی کی جگہ پر نہیں ہیں اور نہ ان کے پاس پانی ہے۔ حضرت ابو بکر آئے اور رسول اللہ ﷺ میرے زانو پر سر رکھ کر سو رہے تھے فرمایا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ اور لوگوں کو روک لیا جب کہ وہ پانی کی جگہ پر نہیں ہیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر نے مجھے ڈانٹا اور جو اللہ نے چاہا میرے لیے کہتے رہے بلکہ میری کوکھ میں گھونسا مارا۔ میں حرکت کرنے سے رکی رہی کیونکہ رسول اللہ ﷺ میرے زانو پر آرام فرما رہے تھے۔ جب صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور پانی نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمادی۔ حضرت اسید بن حضیر نے کہا: یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ ہم نے اونٹ کو اٹھایا جس پر میں تھی تو ہم نے ہار کو اس کے نیچے پایا۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الانبیآء حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دیگر فضائل کے باب میں بھی ہے۔

یہ حدیث اختصار کے ساتھ بخاری شریف کتاب المناقب باب فضل عائشہ رضی اللہ عنہا میں بھی ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب التفسیر "المائدۃ" کے باب قولہ فَلَمْ تَجِدُوا مَآءً" میں بھی ہے۔

اور بخاری شریف کتاب التیمم کے باب "اِذَا لَمْ یَجِدْ مَآءً وَّلَا تُرَابًا" میں یہ حدیث اس طرح ہے۔

عروہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ہار مستعار لیا جو ٹوٹ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی بھیجا تو وہ مل گیا۔ نماز کا وقت ہو گیا اور لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمادی۔ حضرت اسید بن حضیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر جزا دے۔ خدا کی قسم، آپ پر کوئی بات نہیں اتری جس کو آپ نے ناپسند کیا ہو مگر اللہ تعالیٰ نے اسے آپ کے اور مسلمانوں کے لیے بہتری بنادیا۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ کو ماکان وما یکون کا علم ہوتا تو آپ ہار کی تلاش کے لیے کیوں

marfat.com

قیام فرماتے ؟اور لوگ کیوں قیام کرنے پر مجبور ہوتے ؟اور ہار کی تلاش کے لیے آپ بعض حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کرام کو کیوں بھیجتے ؟

اگر حضور ﷺ حاضر و ناظر ہوتے تو ہار ضرور نظر آجاتا۔

جواب: پچھلے صفحات میں درج قواعد کی روشنی میں اس کا جواب پیش کرتا ہوں۔

قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے جو کہ آیات قطعیہ کے خلاف پیش نہیں ہو سکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے اس کا علم آپ کو حاصل ہو گیا کیونکہ ہم بتدریج مسلسل اضافہ کے ساتھ عطائی علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

نیز بخاری شریف کتاب التیمم کے باب اذالم یجد ماء ولا ترابا کی حضرت عروہ سے مروی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک آدمی کو بھیجا تو وہ مل گیا۔

نیز قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس میں مصلحت کا پہلو بھی تھا اسی لیے آپ صبح کے وقت تک آرام سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے زانو مبارک پر آرام سے سوئے رہے اور جب صبح کے وقت بیدار ہوئے اور پانی نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت نازل فرمائی۔

پ ۵ سورہ النساء آیت نمبر ۴۳ میں ہے۔

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا۔

اور پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو۔ بے شک اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔

نیز اس واقعہ سے بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عظمت کا اظہار ہو رہا ہے۔ ابن ابی ملیکہ کی روایت میں ہے کہ خود جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا

ماکان اعظم برکۃ قلادتک اے عائشہ! تمہارے ہار کی کیسی عظیم الشان برکت ہے قیامت تک کے مسلمان ان کے صدقہ میں سفر اور بیماری اور مجبوری کی حالتوں میں تیمم سے طہارت سے حاصل کرتے رہیں گے۔

marfat.com

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خود حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تین مرتبہ یوں فرمایا

یاعائشه اِنَّکَ لَمُبَارَکَۃَ اے عائشہ! تم یقیناً بے شک بڑی برکت والی ہے۔

جب حضور ﷺ کے لیے علم ثابت ہو گیا تو صفت شاہد و شہید بھی ثابت۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ارشاد فرماتے ہیں۔

"لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء اور اولیاء کو نہیں ہوتا' میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت اور ادراک غیبات ان کو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت ﷺ کو حدیبیہ و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملات سے خبر نہ تھی' اس کی دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے۔"

(شمائم امدادیہ صفحہ ٦١)

﴿۴﴾

حضور ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش سے ۳ھ میں نکاح کیا اور صحابہ کرام کو ولیمہ پر مدعو کیا۔ یہ واقعہ کتب احادیث میں درج ہے۔ بخاری شریف کتاب التفسیر سورہ الاحزاب کے باب قوله لاتدخلوا بیوت النبی میں اس کے متعلق چار احادیث درج ہیں۔

آخری ملاحظہ ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینت بنت جحش کے ساتھ نکاح کیا تو دعوت ولیمہ کا انتظام فرمایا۔ چنانچہ لوگ روٹی گوشت سے شکم سیر ہو گئے پھر آپ امہات المومنین کے حجروں کی طرف نکلے جیسا کہ شب زفاف کی صبح کو آپ کا معمول تھا۔ پس آپ انہیں سلام کرتے اور انہیں دعائیں دیتے اور وہ بھی سلام ودعا کا جواب دیتیں اس کے بعد جب آپ دولت خانے کی جانب واپس تشریف لائے تو دو آدمیوں کو وہاں باتیں کرتے دیکھا۔ انہیں دیکھ کر آپ گھر سے واپس لوٹ گئے۔ جب ان دونوں آدمیوں نے

marfat.com

نبی کریم ﷺ کو کاشانۂ اقدس سے واپس لوٹتے دیکھا تو وہ جلدی سے کھسک گئے۔ یہ مجھے معلوم نہیں کہ ان دونوں کے چلے جانے کی بابت میں نے آپ کو بتایا یا کسی اور شخص نے۔ پس آپ واپس گھر لوٹے' یہاں تک کہ اندر داخل ہو گئے پھر میرے اور اپنے درمیان پردہ لٹکا دیا اور اس کے بعد پردے کی آیت نازل ہو گئی۔

اس واقعہ کی احادیث صحیح مسلم شریف کتاب النکاح کے "باب زواج زینب بنت جحش ونزول الحجاب واثبات الولیمۃ" میں بھی ہیں۔

اور دوسری احادیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ	اے ایمان والو نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو
النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ	جب تک کہ اذن نہ پاؤ مثلاً کھانے کے لیے
غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ	بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ
فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا	تکو' ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کھا
وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ	چکو تو متفرق ہو جاؤ نہ کہ بیٹھے باتوں میں دل
كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ	بہلاؤ بے شک اس میں نبی کو ایذا ہوتی ہے تو وہ
وَ اللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ	تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں
(پ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۵۳)	نہیں شرماتا۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ کو ماکان ومایکون کا علم ہوتا تو آپ پہلی دفعہ ہرگز یہ خیال نہ فرماتے کہ لوگ جا چکے ہیں اور دوسری دفعہ حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ کو ان کے چلے جانے کی خبر اور اطلاع نہ دیتے۔ حضور ﷺ کو ۵ھ تک اپنے بعض مخلص حضرات صحابہ کرام کے پورے حالات کو کیا علم ہوتے' اپنے حجرہ سے ان کے باہر چلے جانے کا بھی علم نہ تھا اور نہ آپ ان کے حق میں حاضر وناظر تھے اور جب آپ دور نہیں مدینہ طیبہ ہی میں اور عام نہیں صرف اپنے حضرات صحابہ کرام کے لیے حاضر وناظر اور عالم نہیں تو اور کس کے لیے ہوں گے؟

marfat.com

جواب: پچھلے صفحات میں درج قواعد کی روشنی میں اس کا جواب پیش کرتا ہوں۔

قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے جو کہ آیات قطعیہ کے خلاف پیش نہیں کی جا سکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے اس کا علم آپ کو حاصل ہو گیا اور ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو بتدریج مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب عطا ہوا۔

قاعدہ نمبر ۳ کے مطابق ایسا عدم توجہ کی بنا پر بھی ہو سکتا ہے جو علم کے ہرگز منافی نہیں۔

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس میں حکمت یہ تھی کہ پردے کا حکم نازل ہوا نیز حضور کے گھر حاضری کے آداب اور دعوت کے آداب بتائے گئے نیز سورہ الاحزاب کی آیت کے آخر میں حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت و مقام کا بیان بھی ہے۔

نیز جس واقعہ کے متعلق آیت قرآن پاک میں موجود ہو اس کے سیاق و سباق کا مکمل علم صاحب قرآن کو ہے۔ اس لیے آپ اس واقعہ کو عدم علم میں نہیں پیش کر سکتے۔

حدیث میں یہ الفاظ ضرور ملاحظہ فرمائیں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "مجھے معلوم نہیں کہ ان دونوں کے چلے جانے کی بابت میں نے آپ کو بتایا یا کسی اور شخص نے۔"

اور جس واقعہ کے متعلق آپ کا علم ثابت ہو۔ اس کے متعلق آپ کی صفت شاہد بھی ثابت۔

اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد تو آپ ان کی صفت شاہد و شہید میں کوئی اعتراض بھی نہیں کیونکہ حدیث صحیح جید سے یہ ثابت ہے کہ آپ کو اعمال امت پیش ہوتے ہیں۔

کیونکہ آپ کو قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے نبی اور رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اس لیے ان تمام کے اعمال پیش ہوتے ہیں اس کے متعلق بڑی نفیس بحث ملک المدرسین حضرت علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "مسئلہ حاضر و ناظر" سے ملاحظہ فرمائیں۔

نیز پیچھے احادیث بیان کی گئیں ہیں کہ آپ نے اپنی تمام امت ان کے نیک و بد اعمال سمیت ملاحظہ فرمائی۔

marfat.com

اس میں بھی وہ ساری امت ہے جو آپ پر ایمان لائی اور نہ لائی۔

نوٹ: حاضر و ناظر کے بارے میں ہمارا عقیدہ ظنی عقیدہ ہے اور ظنی عقیدہ وہ ہوتا ہے جسے دلائل سے ثابت کیا جائے اور ہم حضور ﷺ کے لیے نورانیت و روحانیت کے اعتبار سے حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھتے ہیں نا کہ جسمانیت کے اعتبار سے۔

صحیح بخاری شریف کتاب المغازی "باب غَزْوَةِ الرَّجِيْعِ وَرِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ............" میں ہے۔

﴿۵﴾

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ (جاسوسی ٹولی) روانہ فرمایا اور ان پر حضرت عاصم بن ثابت انصاری کو امیر مقرر کر دیا جو حضرت عاصم بن عمر بن خطاب کے ماموں تھے۔ جب یہ حضرات عسفان اور مکہ مکرمہ کے درمیان ہدہ کے مقام پر پہنچے۔ قبیلہ لحیان والوں کو کسی نے ان کے متعلق بتا دیا یہ ہذیل قبیلہ کی ایک شاخ ہے۔ پس انہوں نے سو کے قریب تیر انداز ان کی تلاش میں بھیج دیئے۔ وہ ان کے پیروں کے نشانات کی تلاش میں تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ان حضرات کے ٹھہرنے کی ایک جگہ پر کھجوروں کی گھٹلیاں دیکھ کر کہا یہ تو یثرت (مدینہ طیبہ) کی کھجوریں معلوم ہوتی ہیں۔ پس وہ قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے پیچھے چلتے گئے۔ جب حضرت عاصم اور ان کے ساتھیوں نے دیکھا کہ وہ لوگ قریب آگئے ہیں تو یہ ایک پہاڑی پر چڑھ گئے۔ کافروں نے پہاڑی کو گھیر لیا اور ان سے کہنے لگے کہ اگر تم نیچے اتر آؤ اور خود کو ہمارے سپرد کر دو تو ہم یہ عہد و پیمان کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی ایک کو بھی قتل نہیں کریں گے۔ حضرت عاصم نے کہا: ساتھیو! میں تو کافروں کی پناہ میں جانے کے لیے مطلقاً تیار نہیں۔ پھر دعا کی

اَللّٰهُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ — اے اللہ! ہمارے حال سے نبی کریم ﷺ کو مطلع فرما۔

marfat.com

دشمنوں نے تیر برسانے شروع کر دیئے جس سے حضرت عاصم اور ان کے سات ساتھی شہید ہو گئے اور باقی تین حضرات ان کے عہد و پیمان کا یقین کرتے ہوئے نیچے اتر آئے یعنی حضرت خبیب' حضرت زید بن دشنہ' تیسرے کوئی اور (حضرت عبداللہ بن طارق) جب انہوں نے خود کو ان کے سپرد کر دیا تو وہ کمانوں سے تانت نکال کر ان کی مشکیں باندھنے لگے۔ تیسرے ساتھی نے دیکھا کہ یہ تو شروع میں ہی دغابازی کرنے لگے تو فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤں گا' مجھے اس کی نسبت اپنے مقتول بھائیوں کے پاس پہنچ جانا زیادہ پسند ہے۔ کافروں نے ان کے ساتھ بہت کھینچا تانی کی لیکن یہ مطلقاً آمادہ نہ ہوئے تو آخر وہ (انہیں قتل کر کے) حضرت خبیب اور حضرت زید کو لے کر چلے گئے۔ یہاں تک کہ دونوں حضرات کو فروخت کر دیا گیا۔

یہ واقعہ جنگ بدر سے بعد کا ہے چنانچہ حضرت خبیب کو بنو حارث بن عامر بن نوفل نے خرید لیا کیونکہ غزوہ بدر میں انہوں نے حارث بن عامر بن نوفل کو قتل کیا تھا۔ حضرت خبیب کافی دنوں تک ان کی قید میں رہے تو انہوں نے قتل کرنے کی ٹھان لی لہذا انہوں نے حارث کی ایک بیٹی سے استرا مانگا۔ عورت نے استرا دے دیا اور اپنے بچے کی طرف سے غافل ہو گئی اور بچہ ادھر جاتا ہوا حضرت خبیب کے پاس چلا گیا۔ انہوں نے اسے اپنی ران پر بٹھالیا۔ جب اس نے بچے کو ان کے پاس دیکھا تو بہت گھبرائی۔ حضرت خبیب نے اس کی پریشانی کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا کیا تم اس لیے ڈر رہی ہو کہ میں بچے کو قتل کر دوں گا؟ میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا' انشاء اللہ تعالیٰ۔ وہ عورت کہتی تھی کہ میں نے خبیب سے زیادہ نیک کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ بے شک میں نے ایک روز انہیں انگور کھاتے ہوئے دیکھا اور گچھا ان کے ہاتھ میں تھا۔ حالانکہ ان دنوں مکہ مکرمہ میں کوئی پھل نہیں ملتا تھا اور ویسے وہ زنجیروں مین جکڑے ہوئے تھے پس یہ وہ روزی تھی جو اللہ تعالیٰ انہیں مرحمت فرماتا تھا۔ جب بنی حارث انہیں قتل کرنے کی خاطر حرم کی حدود سے باہر لے گئے تو اس وقت حضرت خبیب نے کہا" مجھے دو رکعتیں پڑھنے کی اجازت دے دیجئے۔ پس انہوں نے یہ چھوڑ دیئے تو انہوں نے دو رکعت

marfat.com

نماز پڑھی اور فرمایا: خدا کی قسم، میں یہ رکعتیں کافی دیر میں پڑھتا لیکن اس وجہ سے دیر نہ کی کہ کہیں تم یہ نہ سمجھنے لگو کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں۔ پھر دعا مانگی۔

اللهم احصهم عدداً — اے اللہ! انہیں گن گن کر تباہ کر، چن چن کر قتل کر اور ان میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑ۔

پھر یہ اشعار پڑھے۔

مَا اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِماً	ہو جاؤں قتل صدق و صفا پر تو کیا الم
عَلٰی اَیِّ شَقٍّ کَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِیْ	جاؤں پچھاڑا راہ خدا میں تو کیا ہو غم
وَذٰلِكَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ یَّشَآءُ	ہے میری جاں سپرد یہ یزدان ذی الکرم
یُبَارِكْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعٍ	برکت سے بھر دے جو مرا اعضائی کیف و کم

پھر عقبہ بن حارث نے کھڑے ہو کر انہیں قتل کر دیا اور قریش نے حضرت عاصم بن ثابت کی طرف چند آدمی بھیجے تاکہ ان کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ لائیں جس سے ان کی پہچان ہو سکے کیونکہ انہوں نے ان کے بڑوں میں سے غزوہ بدر میں ایک کو جہنم واصل کیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی لاش کے پاس بھڑوں کی مثل جانور بھیج دیئے جنہوں نے کسی کو ان کی لاش کے پاس پھٹکنے بھی نہیں دیا اور وہ ان کے جسم کا کوئی حصہ بھی لیجانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ یہ واقعہ اختصار کے ساتھ سنن ابو داؤد شریف کتاب الجہاد "باب فی الرجل یستاسر" میں بھی ہے۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ کو ماکان و مایکون کا علم ہوتا یا آپ حاضر و ناظر ہوتے تو آپ ان حضرات صحابہ کرام کو جاسوسی کے لیے نہ بھیجتے؟ خود ہی مدینہ منورہ مین دشمن کے حالات بیان فرما دیتے، اور پھر یہ دس صحابہ کس بے دردی اور بے جگری سے تہ تیغ کئے گئے۔ کیا آپ نے دیدہ دانستہ ان کو قتل کرا دیا تھا؟

جواب: پچھلے صفحات میں درج قواعد کی روشنی میں اس کا جواب پیش کرتا ہوں۔

قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر

marfat.com

واحد ہے جو کہ آیات قطعیہ کے خلاف پیش نہیں کی جا سکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے اس کا علم آپ کو حاصل ہو گیا اور ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ ﷺ کو بتدریج مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب حاصل ہوا۔

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس واقعہ میں چند مصلحتیں اور حکمتیں بھی ہیں۔

حضور علیہ ﷺ کا نظام جاسوسی کی تربیت دینا۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے جذبہ شہادت کو واضح فرمانا۔

حضرات صحابہ کرام کی اطاعت و فرمانبرداری اور تبلیغ اسلام کے لیے ان کی قربانیوں کو واضح کرنا۔

حضرات صحابہ کرام کا ظلم و ستم کے مقابلہ میں رضائے الٰہی پر راضی رہنے کا بے مثال نمونہ قائم کرنا۔

حضرت خبیب کی عظمت و شان کا اظہار کہ قید میں بے موسم پھل (انگور) کھانے کو ملنا جیسا کہ حضرت مریم علیہ السلام کو ملتے تھے۔

حضرت عاصم بن ثابت کی عظمت و شان کا اظہار کہ اللہ تعالیٰ نے بھڑوں کے ذریعہ ان کے جسم کی بے حرمتی کو بچایا۔

نیز انبیاء کرام کا ہر ہر حکم رضائے الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔ آپ کا ان صحابہ کرام کو بھیجنا بھی رضائے الٰہی کے مطابق ہے جیسے کہ قرآنی آیت سے واضح ہے۔

پ ۲۷ سورہ النجم آیت نمبر ۳، ۴ میں ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىؕ — اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰىؕ — وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

نیز معترض نے یہ جو اعتراض کیا کہ کیا آپ نے دیدہ دانستہ قتل کروایا۔ تو لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بھی بعض انبیاء کرام علیہم السلام کی شہادت سے بے علم سمجھتے ہوں گے جیسا کہ قرآن میں ظاہر ہے۔

marfat.com

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّ یَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ۔	وہ جو اللہ کی آیتوں سے منکر ہوئے اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے اور انصاف کا حکم کرنے والوں کو قتل کرتے ہیں۔ انہیں خوش خبری دو دردناک عذاب کی' یہ ہیں وہ جن کے اعمال اکارت گئے دنیا و آخرت میں اور ان کا کوئی مدد گار نہیں۔

(پ ۳ سورہ ال عمران آیت نمبر ۲۱'۲۲)

اب بتائیں کیا رضائے الٰہی یہی نہ تھی اگر نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ وحی بھیج کر انہیں روک دیتا؟

علامہ فیض احمد اویسی صاحب اپنی کتاب "دلوں کا چین" کے صفحہ ۵۶۴ میں فرماتے ہیں۔

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سارا واقعہ راوی حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کو کیسے معلوم ہو گیا نہ تو حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرم میں شریک تھے اور نہ ہی ان مصیبت زدہ صحابہ کرام میں سے کسی نے آکر سنایا۔ لامحالہ آپ نے یہ سارا واقعہ نبی اکرم علیہ السلام سے ہی سنا ہے۔

غور فرمائیں کے عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی دعا سے ماقبل کے واقعات اور دعا سے مابعد کے واقعات حضور نبی کریم ﷺ نے ہی بیان فرمائے ہیں۔(اور انہیں کے علم غیب کی نفی کی جا رہی ہے)" اویسی صاحب نے یہ تنویر الخواطر صفحہ ۷۶ سے اخذ کیا ہے۔

جب حضور ﷺ کے لیے علم ثابت ہو گیا تو صفت شاہد و شہید پر بھی اعتراض ختم ہو گیا۔

فریق مخالف نے بھی اس بات کو اپنی کتب میں تسلیم کیا ہے۔ مثلاً

"اگرچہ لفظ حاضر و ناظر اور علم غیب میں الفاظ و مفہوم کے لحاظ سے کچھ فرق ہے لیکن مآل کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں اور یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔" (تفریح الخواطر صفحہ ۲۱)

marfat.com

﴿٦﴾

بخاری شریف باب غزوۃ الرجیع ورعل وذکوان وبئرمعونۃ ۔۔۔۔۔۔ ''میں ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبائل رعل' ذکوان' عصیہ اور بنی لحیان والے اپنے دشمنوں کے خلاف رسول اللہ ﷺ سے امداد کے طلب گار ہوئے۔ آپ نے ستر انصار کے ساتھ ان کی مدد فرمائی۔ اس زمانے میں ہم انہیں قاری حضرات کہا کرتے تھے۔ جب یہ حضرات بئر معونہ کے پاس پہنچے تو انہیں قتل کر دیا گیا اور ان کے ساتھ دھوکہ کیا۔ جب یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ نے ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں قبائل عرب سے قبیلہ رعل' قبیلہ ذکوان' قبیلہ عصیہ' اور قبیلہ بولحیان کے لیے قنوت پڑھی۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم ان کے متعلق قرآن کریم کی ایک آیت پڑھا کرتے تھے جو بعد میں منسوخ ہو گئی یعنی ''ہماری یہ خبر قوم کو پہنچادی جائے کہ ہم اپنے رب کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ وہ ہم سے راضی ہے اور اس نے ہمیں راضی کر دیا ہے۔''
آگے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ بئر معونہ کے روز جب حضرت حرام بن ملحان میرے ماموں جان کو نیزہ مارا گیا تو انہوں نے اپنا خون لے کر اپنے منہ اور اپنے سر پر مل لیا اور فرمایا: رب کعبہ کی قسم' یقیناً میں تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہوں
آگے کی حدیث میں حضرت عائشہ سے مروی غار ثور کا واقعہ اور اس دوران حضرت عامر بن فہیرہ کے روزانہ صبح و شام دودھ والی اونٹنیاں حضرت ابوبکر کے پاس لے جانے اور رات بھر وہاں رہ کر صبح واپس آنے کا تذکرہ ہے اور آخر میں واقعہ بئر معونہ میں آپ کی فقید المثال شہادت کا تذکرہ اس طرح ہے۔
''حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ جب بئر معونہ والے حضرات کو شہید کر دیا گیا اور حضرت عمرو بن امیہ ضمری قید کر لئے گئے تو ایک لاش کی جانب اشارہ کر کے عامر بن طفیل نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کس کی لاش ہے؟ عمرو بن امیہ نے جواب دیا کہ یہ حضرت عامر

marfat.com

بن فہیرہ ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ میں نے ان کو شہادت کے بعد دیکھا کہ آسمان کی طرف اٹھالئے گے تھے۔ یہاں تک کہ میں نے ان کو زمین و آسمان کے درمیان معلق دیکھا تھااور پھر نیچے رکھ دیئے گئے۔ پس نبی کریم کو اس واقعہ سے اللہ نے مطلع فرمادیااور آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ تمہارے بھائی جام شہادت نوش کر گئے ہیں اور انہوں نے آخری وقت اپنے پروردگار سے یہ دعا کی تھی کہ ہمارے بھائیوں کو اس بات کی خبر پہنچادی جائے کہ ہم تجھ (خدا) سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہے۔ پس صحابہ کرام کو ان حضرات کی خبر پہنچادی گئی اور ان قبائل کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔

(مذکورہ بالا حدیث سے اگلی حدیث ملاحظہ فرمائیں)

اعتراض: اگر آنحضرت ﷺ حاضر و ناظر اور ماکان ومایکون کے عالم ہوتے تو آپ نے مشرکوں کو سازش کرتے دیکھااور سنا ہوتااور ان کے ناپاک ارادوں سے مطلع ہوئے ہوتے۔ پھر آپ نے کیوں اپنے مخلص صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان وحشی درندوں کے سپرد کردیا؟ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اعتقاد بھی یہ تھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نہ تو ماکان ومایکون کے عالم اور نہ ہی حاضر و ناظر۔

جواب: قاعدہ نمبر۱ کے مطابق آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے جو کہ آیات قطعیہ کے خلاف پیش نہیں کی جاسکتی۔

قاعدہ نمبر۲ کے مطابق نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے اس کا علم آپ کو حاصل ہو گیا اور ہم مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب کے بتدریج عطا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

قاعدہ نمبر٤ کے مطابق اس واقعہ میں چند مصلحتیں اور حکمتیں بھی تھیں۔

اشاعت و تبلیغ اسلام کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہ کرنا چاہیے۔

حضرات صحابہ کرام کے جذبہ شہادت کو واضح کرنا وہ شہادت کو سعادت عظیم اور نعمت کبریٰ خیال کرتے تھے۔ حضرات صحابہ کرام کا ظلم و ستم کے مقابلہ میں رضائے الٰہی پر راضی رہنے کا

marfat.com

بے مثال نمونہ قائم کرنا' حضرت عامر بن فہیرہ کی عظمت و شان کا اظہار اور اس کا نمونہ پیش کرنا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی طرح آسمانوں پر اٹھایا گیا اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ زمین پر نازل فرمایا جائے گا۔

حضور ﷺ نے مشیئت الٰہی کے مطابق ہی ان کو روانہ فرمایا اور آپ نے حکم الٰہی کے مطابق ہی ان کو روانہ کیا کیونکہ قرآن پاک میں ہے۔

"اور وہ کوئی بات اپنی خواہش نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔" دیدہ دانستہ قتل کروانے کے اعتراض کا جواب پچھلی حدیث کے جواب میں دیا جا چکا ہے نیز جب موت کا وقت اور جگہ متعین ہے تو پھر حضور کو علم ہوتے ہوئے بھی آپ کس طرح انکو اپنی جائے شہادت جانے سے روک سکتے تھے؟ مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان باب الایمان بالقدر کی دوسری فصل میں ہے۔ "حضرت مطر بن عکاس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب کسی کی موت کسی دوسرے خطہ پر مقرر فرماتا ہے تو اس خطہ زمین کی طرف اس کی کوئی غرض وابستہ کر دیتا ہے۔(احمد و ترمذی)

سنن نسائی شریف کتاب الجہاد کے باب "مایقول من یطعنه العدو" میں ہے۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ غزوۂ احد کو جب تمام لوگ بکھر گئے تو ایسی حالت میں حضور سرور کونین ﷺ اپنے بارہ انصاریوں کے ساتھ ایک کونہ میں تھے اور ان میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ بھی تھے۔ مشرکین نے انہیں اس خیال سے گھیرا کہ (وہ تھوڑے سے آدمی ہیں لہذا انہیں مار دو) حضور سرور کونین ﷺ نے انہیں دیکھ کر ارشاد فرمایا: ان کی طرف سے کون جہاد کرے گا؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' میں۔ حضور سرور کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے حال پر رہو۔ ایک انصاری شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں۔ تو پھر حضور سرور کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کا مقابلہ کون کرے گا؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا' میں۔ آپ نے فرمایا: نہیں تم ابھی نہیں۔ پھر ایک انصاری نے کہا کہ میں' تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا' ہاں۔ پھر وہ لڑا یہاں تک کہ

marfat.com

شہید ہو گیا۔ بعد ازاں حضور سرور کونین ﷺ اسی طرح فرماتے رہے اور ایک ایک مرد انصاری لڑائی کے لیے نکلتا چلا گیا اور شہید ہو تا رہا۔ یہاں تک کہ فقط حضور سرور کونین ﷺ اور حضرت طلحہ رہ گئے۔ اس وقت حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اب کون ان کا مقابلہ کرے گا؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بعد ازاں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی پہلے گیارہ اشخاص کی طرح جہاد فرمایا حتی کہ آپ کے دست مبارک پر ایک ضرب لگی اور ان کی انگلیاں کٹ گئیں تو انہوں نے کلمہ درد کہا۔ اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تجھے زخم لگا تھا تو اگر اس وقت بسم اللہ کہتا تو فرشتے تجھے اٹھا لیتے اور لوگ دیکھتے رہتے۔ بعد ازاں اللہ رب العزت نے مشرکوں کو پھیر دیا۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ رواۃ ثقات۔ سیر أعلام النبلاء جلد ا ص ۲۷

اب بھی کہو کہ حضور سرور کونین ﷺ نے ان بارہ صحابہ کرام کو خود ان وحشی درندوں کے سپرد کر دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کو علم تھا اسی لیے حضرت طلحہ کو روکتے رہے اور دوسرے گیارہ صحابہ شہید ہو گئے۔

﴿ ۷ ﴾

مشکوٰۃ شریف بَابُ الْحَوْضِ وَالشَّفَاعَۃِ کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب قیامت کا روز ہو گا تو لوگ ایک دوسرے کے پاس پھرتے پھراتے حضرت آدم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوں گے: اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمایئے۔ فرمائیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ ہاں تم حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ کہ وہ خلیل اللہ ہیں۔ لوگ حضرت ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ فرمائیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہاں تم حضرت موسیٰ کے پاس جاؤ کیونکہ وہ کلیم اللہ ہیں۔ وہ فرمائیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں، ہاں تم حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ کیونکہ وہ روح اللہ اور اس کا کلمہ ہے۔ لوگ

marfat.com

حضرت عیسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ فرمائیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں' ہاں تم محمد مصطفیٰ کی بارگاہ میں جاؤ۔ پس وہ میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا کہ یہ میرا ہی کام ہے۔ پس میں اپنے رب سے اجازت لوں گا تو مجھے اجازت مل جائے گی اور مجھے ان بعض حمدوں کا الہام کیا جائے گا جن کے ساتھ میں حمد و ثناء کروں گا اور آج وہ میرے ذہن میں نہیں ہیں۔ پس میں ان محامد کے ساتھ حمد بیان کروں گا اور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ کہا جائے گا کہ اے محمد! ﷺ اپنا سر اٹھاؤ' کہو کہ تمہاری بات سنی جائے گی۔ مانگو کہ تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا کہ اے رب! میری امت' میری امت۔ فرمائے گا کہ جاؤ اور جس کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اسے نکال لو۔ میں جا کر یہی کروں گا پھر میں واپس آ کر بھی انہیں محامد کے ساتھ حمد کروں گا اور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ فرمایا جائے گا کہ اے محمد! سر اٹھاؤ اور کہو کہ تمہاری سنی جائے گی' مانگو کہ تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کرو کہ قبول فرمائی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے رب! میری امت' میری امت۔ فرمایا جائے گا کہ جا کر اسے نکال لو جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان ہو۔ پس میں جا کر یہی کروں گا۔ پھر میں آ کر اللہ تعالیٰ کے وہی محامد بیان کروں گا۔ پھر سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ فرمائے گا کہ اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور کہو کہ تمہاری سنی جائے گی' مانگو کہ تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کرو کہ قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا کہ اے رب! میری امت' میری امت۔ فرمائے گا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے سے بھی بہت کم ایمان ہو اسے بھی جہنم سے نکال لو۔ پس میں جا کر یہی کروں گا۔ پھر چوتھی دفعہ واپس آ کر وہی محامد بیان کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ فرمائے گا کہ اے محمد! سر اٹھاؤ اور کہو کہ تمہاری سنی جائے گی مانگو کہ تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کرو کہ قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا کہ اے رب! مجھے اس کے لیے بھی اجازت مرحمت فرما جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہو فرمایا کہ اس کا تمہیں حق نہیں ہے لیکن مجھے اپنی عزت' اپنے جلال' اپنی کبریائی اور اپنی عظمت کی قسم ہے جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہے اسے ضرور نکال دوں گا۔

marfat.com

(متفق علیہ)(صحیح بخاری کتاب التوحید، صحیح مسلم کتاب الایمان)

اعتراض: اس سے ثابت ہوا کہ یہ خاص تعریفیں، ثنائیں اور محامد اس وقت آنحضرت ﷺ کو معلوم نہیں تھے اگر آپ کو ماکان و مایکون کا علم ہوتا تو یہ تعریفیں اور محامد بھی آپ کے علم میں ہوتے؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے "الدولۃ المکیہ" میں اس اعتراض کا جواب اس طرح دیا ہے۔

وہابیہ کی جہالتوں سے ایک جہالت ہے کہ یہاں "حدیث شفاعت" تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی وہ حمد و ثناء کروں گا جو وہ مجھے تعلیم فرمائے گا، استدلال کرتے ہیں کہ اس کی حمد و ثنا اس کے اوصاف جمیلہ سے ہوگی تو حدیث نے افادہ فرمایا کہ حضور پر اس وقت وہ صفات الٰہی منکشف ہوں گی جنہیں وہ اب تک نہیں جانتے تھے اور اسے محل نزاع سے کچھ لگاؤ نہیں کیونکہ ہم تمہیں آگاہ کر چکے کہ حضور ﷺ کا علم ذات و صفات الٰہی کو محیط نہیں اور نہ اس میں اصلاً کسی چیز کا کبھی احاطہ ہو سکے کہ متناہی کا لامتناہی کو گھیر لینا محال ہے تو حضور ﷺ کے علوم جدیدہ تا ابدلآباد ذات و صفات الٰہی کے متعلق زائد ہوتے رہیں گے اور کنہ الٰہی تک کبھی نہ پہنچیں گے اور کبھی محیط نہ ہوں گے کہ حاصل ہمیشہ متناہی۔

﴿۸﴾

بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ کے باب "تَشْبِيْكِ الْاَصَابِعِ فِى الْمَسْجِد" میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بعد زوال کی دونوں نمازوں میں سے ایک پڑھائی۔ ابن سیرین کا بیان ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے بتائی لیکن میں بھول گیا۔ چنانچہ ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں اور سلام پھیر دیا۔ پس مسجد میں گاڑی ہوئی ایک لکڑی کے پاس جا کھڑے ہوئے اور اس سے ٹیک لگائی گویا غصے میں تھے۔ دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ لیا اور انگلیوں میں انگلیاں ڈال لیں اور دایاں رخسار اپنے بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ

marfat.com

لیا اور جلدی جانے والے مسجد کے دروازوں سے نکل گئے۔ لوگوں نے کہا کہ نماز کم ہو گئی ہے اور لوگوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے مگر انہیں کلام کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ لوگوں میں ایک صاحب لمبے ہاتھوں والے بھی تھے جنہیں ذوالیدین کہا جاتا تھا۔ وہ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ آپ بھول گئے یا نماز کم ہو گئی ہے ؟ فرمایا کہ نہ میں بھولا اور نہ نماز کم ہوئی۔ پھر فرمایا: کیا یہی بات ہے جو ذوالیدین کہتے ہیں ؟ لوگ عرض گزار ہوئے' ہاں۔ آپ آگے بڑھے اور چھوڑی ہوئی نماز پڑھی پھر سلام پھیرا' پھر تکبیر کہی اور اپنے سجدوں جیسا سجدہ کیا ان سے بھی لمبا۔ پھر سر اٹھا کر تکبیر کہی بعض اوقات لوگوں نے پوچھا' پھر سلام پھیرا تو فرماتے: مجھے بتایا گیا ہے کہ حضرت عمران بن حصین نے فرمایا: پھر سلام پھیرا۔ اور صحیح بخاری شریف کتاب الاذان کے باب هَلْ یَاخُذُ الْاِمَامُ اِذَا شَكَّ بِقَوْلِ النَّاسِ میں ہے۔

محمد بن سیرین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ دو رکعتوں پر فارغ ہوئے۔ ذولیدین عرض گزار ہوئے کہ یارسول! نماز کم ہو گئی یا آپ بھول گئے ؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا ذوالیدین سچ کہتا ہے ؟ لوگ عرض گزار ہوئے' ہاں۔ پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور آخری دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر سلام پھیرا' پھر تکبیر کہہ کر سجدہ کیا' اپنے سجدوں کی طرح یا ان سے لمبا۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الادب کے باب "مایحوز من ذکر الناس نحو" میں بھی ہے۔

اعتراض: جب ذوالیدین نے آپ سے استفسار فرمایا: کیا آپ کو نماز میں سہو ہو گیا ؟ اور آپ نے صحابہ سے دریافت کیا تو پھر نماز کو پورا کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کے علم مشاہدہ میں نقصان ثابت ہو گیا' علم غیب پر اطلاع ابھی دور ہے۔

جواب: اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ نے "ازاخة العیب لسیف الغیب" میں اس اعتراض کا جواب دیا ہے۔ اختصار کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔

marfat.com

قاعدہ نمبر ۱ کی رو سے اس کو دلیل میں پیش نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ حدیث خبر احاد ہے اور حدیث متواتر قطعی الدلالۃ نہیں اور حدیث احاد عموم قرآن کی تخصیص نہیں کر سکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کی رو سے بھی اس کو دلیل میں پیش نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ واقعہ تمامی نزول قرآن سے پہلے کا ہے اور ہم بتدریج مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب عطا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۳ کی رو سے بھی اس کو دلیل میں پیش نہیں کیا جاسکتا کہ یہ صریح بدیہی یقینی ذہول تھا' نماز فعل اختیاری ہے اور افعال اختیار یہ بے علم وشعور ناممکن مگر وہابیہ بدیہات میں بھی انکار رکھتے ہیں۔

ذہول ہونا حضور علیہ السلام کے یہ فرمانے سے بھی ثابت ہے کہ نہ میں بھولا اور نہ نماز کم ہوئی۔

﴿۹﴾

ترمذی شریف ابواب حدود کے باب "مَاجَاءَ فِی الْمَرْاَۃِ اِذَا اسْتَکْرِھَتْ عَلَی الزِّنَا" میں ہے۔

علقمہ بن وائل کندی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ نبی کریم علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں ایک عورت نماز پڑھنے کے ارادہ سے باہر نکلی۔ ایک آدمی اسے ملا اور اس نے اسے ڈھانک لیا پھر اس سے اپنی حاجت پوری کی۔ وہ چلائی لیکن وہ چلا گیا۔ ایک دوسرا آدمی گزرا تو اس عورت نے کہا فلاں آدمی نے میری ساتھ ایسا ایسا کیا ہے پھر وہ مہاجرین کی ایک جماعت کے پاس سے گزری اور کہا فلاں نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے۔ وہ گئے اور اس آدمی کو پکڑ لائے جس کے متعلق اس عورت کا گمان تھا کہ اس نے اس سے زنا کیا ہے۔ جب اس کے سامنے لائے تو اس نے کہا ہاں یہی ہے۔ پھر وہ اسے رسول اکرم علیہ السلام کے پاس لے آئے جب آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا تو اصل زانی کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا یارسول اللہ! اس عورت سے میں نے زنا کیا ہے۔ نبی پاک علیہ السلام نے عورت سے فرمایا: جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دیا ہے۔

marfat.com

پہلے آدمی سے اچھا کلام کیا اور زانی کے بارے میں فرمایا اسے سنگسار کردو۔ پھر فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی اگر تمام اہل مدینہ یہ توبہ کریں تو ان سے قبول کی جاتی۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

اعتراض: ایک عورت کے ساتھ زنا ہو گیا اکراہ کے ساتھ تو اس عورت نے ایک شخص پر ہاتھ رکھا آپ نے اس شخص کو رجم کا حکم فرمایا' پس دوسرا شخص آیا اور اس نے اقرار زنا کرلیا' پہلے شخص کو چھوڑا اور دوسرا مرجوم ہو گیا' آپ نے فرمایا: تاب توبۃ (الخ) اگر شخص ثانی اقرار نہ کرتا تو پہلے شخص کی گردن اڑادیتے یہ اچھی غیب دانی ہے؟

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کی روسے آپ اس کو دلیل میں پیش نہیں کر سکتے کیونکہ یہ حدیث متواتر قطعی الدلالۃ نہیں۔

قاعدہ نمبر ۲ کی روسے بھی یہ اعتراض مردود ہے کیونکہ یہ واقعہ تمامی نزول قرآن سے پہلے کا ہے۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں ازاختہ العیب لسیف الغیب میں فرماتے ہیں۔

اس شبہ کے دور دگزرے قاعدہ نمبر ۱ اور قاعدہ نمبر ۲ کی روسے ثالثاً حدیث ترمذی جس سے محمد رسول اللہ ﷺ پر بھاری شدید اعتراض جمانا چاہا **و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔** اصول محدثین پر محل کلام اور اصول دین پر قطعاً حجیت سے ساقط ہے۔

آگے سند پر بحث کے بعد فرماتے ہیں۔

اس لفظ ترمذی میں اصل علت یہ ہے کہ اگر کوئی عورت دھوکے سے کسی مرد پر زنا کی تہمت رکھ دے اور حاکم کے حضور نہ وہ مرد اقرار کرے نہ اصلاً کوئی شہادت معائنہ گزرے' چار درکنار ایک گواہ بھی نہ ہو تا تو کیا ایسی صورت میں حاکم کو روا ہے کہ صرف عورت کے نام لے دینے سے اس کے رجم و قتل کا حکم دے دے' حاشا ہرگز نہیں۔ ایسا حکم قطعاً یقیناً اجماعاً قرآن عظیم و شریعت مطہرہ کے بالکل خلاف اور صریح باطل و ظلم و خون انصاف ہے اس سے کوئی

marfat.com

شخص انکار نہیں کر سکتا اور یہاں اسی قدر واقعہ تمہارے آئمہ کے یہاں مقبول ہے۔ مگر انقطاع باطن باجماع علم مردود و باطل و مخذول ہے۔ اگرچہ کیسی ہی سند لطیف و صحیح سے آئے نہ کہ یہ سند بوجوہ محل نظر ہے۔

﴿۱۰﴾

جب حضور ﷺ نے خیبر فتح کیا تو مرحب کی بہن زینب بن الحارث نامی ایک یہودی عورت نے حضور ﷺ کی دعوت کی اور بکری کے گوشت میں زہر ملا دیا۔ پہلا لقمہ کھانے کے بعد گوشت کے ٹکڑے نے آپ کو اطلاع دی کہ مجھ میں زہر ملا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تو اس کے اثر سے محفوظ رکھا لیکن آپ کے ایک صحابی حضرت بشر بن براء بن معرور اس کے اثر سے شہید ہو گئے۔

بخاری شریف کتاب المغازی کے باب "الشَّاةِ الَّتِي سُمَّتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ" میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر بکری کا گوشت پیش کیا گیا جس میں زہر تھا۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ کو ماکان و مایکون کا علم ہوتا تو یہ المناک اور افسوسناک واقع ہرگز پیش نہ آتا اور آپ کو پہلے ہی سے اس یہودیہ کی یہ ناشائستہ حرکت معلوم ہو جاتی؟ کیا حضور ﷺ نے خود اپنے صحابی کو عمداً زہر آلود گوشت کھلایا تاکہ اس کی شہادت ہو جائے؟

اگر جناب رسول اللہ ﷺ حاضر و ناظر ہوتے تو یہودی عورت کو زہر ڈالتے دیکھا ہوتا۔

خود بھی نہ کھاتے اور صحابہ کرام کو بھی منع فرما دیتے۔ کیا دیدہ دانستہ آپ نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو زہر کھلا کر مروایا تھا؟

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے جو کہ آیات قرآنی کی ہرگز تخصیص نہیں کر سکتی۔ اور آیت قرآنی کی

marfat.com

تخصیص آیت قطعیہ الدلالۃ یا حدیث متواتر سے ہی ہو سکتی ہے۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق بھی آپ اس کو اپنی دلیل میں پیش نہیں کر سکتے کیونکہ نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے آپ کو اس کا علم حاصل ہو گیا اور یہ ہمارے تدریجاً مسلسل اضافہ کے ساتھ علم عطا ہونے کے عین مطابق ہے۔

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس بات کا لقمہ کھانے سے پہلے ظاہر نہ فرمانا علم کی نفی میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ مصلحت اسی میں تھی اور آپ ﷺ کا ایسا کرنا مشئت الٰہی کے عین مطابق تھا۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان کے باب الایمان بالقدر کی آخری حدیث میں ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کو زہر آلود بکری کا گوشت کھا لینے کی وجہ سے ہر سال تکلیف ہوتی ہے۔ سرکار نے فرمایا وہ میرے لیے اس وقت مقرر کر دی گئی تھی جب کہ جناب آدم (علیہ السلام) کے پتلے کے لیے مٹی خمیر ہو رہی تھی۔ (احمد)

مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان کے باب الایمان بالقدر کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آدم و موسیٰ علیہما السلام آپس میں رب تعالیٰ کے سامنے مصروف مذاکرہ ہوئے اور اس مذاکرہ میں جناب آدم موسیٰ پر غالب ہوئے۔ جناب موسیٰ نے حضرت آدم سے کہا: اے آدم! آپ وہ شخصیت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا' اپنی روح پھونکی پھر فرشتوں کا مسجود بنایا' اپنی جنت میں رکھا لیکن آپ کی لغزش کی وجہ سے بندوں کو زمین کی طرف اتار دیا۔ جناب آدم نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ اے موسیٰ! آپ بھی وہ شخصیت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور کلام کے شرف سے مشرف فرمایا' آپ کو الواح توریت ملیں جن میں ہر چیز کا بیان تھا اور سرگوشی کے لیے آپ کو تقرب عطا ہوا اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ میری تخلیق سے کتنے سال قبل اللہ رب العالمین نے الواح توریت

marfat.com

لکھیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: چالیس سال۔ تب آدم علیہ السلام نے جناب موسیٰ سے دریافت کیا کہ آپ کو توریت میں یہ آیت نہ ملی و عصیٰ آدم ربه فغوی جب موسیٰ نے فرمایا: یہ آیت ملی۔ جناب آدم نے فرمایا: کیا آپ مجھے ایسے عمل پر ملامت کرتے ہیں جو میری تخلیق سے چالیس سال قبل کہا جا چکا ہے اور اللہ نے لکھ دیا تھا کہ میں یہ کام کروں گا۔ سرکار نے فرمایا کہ آدم موسیٰ پر غالب آئے۔ (مسلم شریف کتاب القدر)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب التفسیر سوره طه باب قوله واصطنعتك لنفسی میں بھی ہے۔ یہ حدیث بخاری شریف کتاب القدر کے باب تحاج ادم و موسیٰ عندالله میں بھی ہے۔

❖ اس اعتراض کے جواب کے آخر میں نوٹ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

صحابہ کرام کی موت شہادت تقدیر الٰہیہ میں اسی طرح تھی جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا

اور کوئی جان بے حکم خدا مر نہیں سکتی سب کا وقت لکھا رکھا ہے۔

(پ ۴ سورہ ال عمران آیت نمبر ۱۴۵)

اور اسی سورہ کی آیت نمبر ۱۴۰ میں ہے۔

وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ

اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے

لہٰذا یہ اعتراض بے جا ہے کہ آپ نے صحابی (یا صحابہ) کو عمداً شہید کروا دیا۔

نیز اس واقعہ میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ آپ ﷺ کو بوقت وصال شہادت کا عظیم مرتبہ حاصل ہو۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی مرض آخری میں فرمایا کرتے تھے اے عائشہ! جو میں نے خیبر میں کھایا تھا یعنی زہر آلود بکری کا گوشت۔ اب وہ وقت ہے کہ اس کے زہر کے اثر سے میری رگ جان کاٹی جائے۔ (مشکوٰۃ شریف)

marfat.com

نیز بخاری شریف میں ایک اور حدیث آتی ہے کہ فتح خیبر کے بعد کچھ یہودیوں نے ایک بھنی ہوئی بکری حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کی جس میں زہر ملایا ہوا تھا۔ تو آپ نے ان تمام یہودیوں کو بلا کر فرمایا: تمہارے قبیلہ و دادا کا نام کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا: فلاں فلاں۔ آپ نے فرمایا:

قَالَ كَذَّبْتُمْ بَلْ اَبُوْكُمْ فُلَانٌ قَالُوْا صَدَقْتَ — تم جھوٹ بولتے ہو تمہارے باپ دادا کا نام تو فلاں فلاں ہے۔

تو یہودیوں نے کہا آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا:

قَالَ هَلْ جَعَلْتُمْ فِیْ هٰذِهِ الشَّاةَ سَمًّا — کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے۔

تو وہ بولے: نعم۔ ہاں ہم نے اس میں زہر ملایا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہاں پر ان یہودیوں کے زہر ملانے کا اظہار مقصود تھا اور جہاں یہودی عورت نے زہر ملایا تھا وہاں اظہار مقصود نہ تھا کیونکہ اس میں حکمت تھی۔ جبھی تو آپ نے یہودیہ عورت کو باوجودیکہ صحابہ شہید ہوئے کچھ نہ کہا بلکہ **فعفاھا**۔ حضور ﷺ نے معاف فرمادیا نیز یہودیوں کو نبوت کی تصدیق بھی فرمادی اور آپ کے حق میں معجزہ کا ظہور بھی ثابت ہے۔

نوٹ: ایک واعظ نے حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے زمین پر آنے کا واقعہ بیان کیا اور اپنے خیال میں نہایت متانت کے ساتھ لوگوں کو تنبیہ کے لیے کہہ دیا کہ حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام کو ایک غلطی اور خطا کے نتیجہ میں جنت کے آرام چھوڑنا اور زمین پر آنا پڑا یہاں آکر اس قدر مشقتیں برداشت کرنی پڑیں۔

ایک اللہ والے (رحمتہ اللہ علیہ) بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ جوش میں آگئے 'فرمانے لگے "برخوردار! واعظ کا شوق ہو تو پہلے علم حاصل کرنا چاہیے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں۔ غلطی اور گناہ کو ان کی ذات سے کیا نسبت؟ یہ کہنا تو بہت بڑی بات ہے۔ یہ خیال

marfat.com

بھی دل میں لانا غیرت ایمانی کے خلاف ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام کسی گناہ کی سزا میں زمین پر اتارے گئے تھے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) قرآن مجید پڑھ کے دیکھو۔ آپ کو پیدا ہی زمین کی خلافت کے لیے کیا گیا تھا۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (اور یاد کرواے محبوب ﷺ وہ وقت جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں)۔ وہ حضرات اللہ تعالیٰ کے محبوب اور منتخب ہیں۔ ان کے اور ان کے خالق کے باہمی رازوں میں دخل دینا اپنے ایمان کے نقصان اور اپنی حماقت کا بیان ہے۔ اپنی حیثیت دیکھ اور اپنی حد سے باہر قدم نہ رکھ۔

ع گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

اگر معجزہ کا ظہور ہونا اور نبوت کی صداقت مقصود نہ ہوتی تو زہر خورانی کے بعد اطلاع دینا بے معنی نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکم مطلق کی مشیّت اسی میں تھی ورنہ اللہ تعالیٰ پر بھی یہ الزام آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے گوشت کی بوٹی کو قوت گویائی قبل از وقت کیوں نہ دی کہ صحابی (صحابہ) کی شہادت کا واقعہ رونما نہ ہوتا۔

جب پورا واقعہ 'اس کا پس منظر' پیش منظر کا علم ہونا ثابت ہے تو آپ کی اس واقعہ کے متعلق صفت شاہد و شہید کا اعتراض بھی بے معنی۔

﴿۱۱﴾

صحیح بخاری شریف کتاب المغازی کے "باب فضل من شھد بدرا" میں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے' حضرت ابو مرثد اور حضرت زبیر کو حکم فرمایا کہ سوار ہو کر جاؤ۔ یہاں تک کہ جب روضۂ خاخ کے پاس پہنچو گے تو مشرکین کی ایک عورت ملے گی جس کے پاس حاطب بن ابو بلتعہ کا خط ہے جو مشرکین کے لیے لکھا گیا ہے۔ چنانچہ جب وہ عورت ہمیں مل گئی اور وہ اونٹ پر سوار ہو کر جا رہی تھی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ پس ہم نے اس سے خط کے لیے کہا وہ کہنے لگی کہ میرے پاس تو

marfat.com

کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے اونٹ کو بٹھا کر اس کی تلاشی لی۔ پھر بھی کوئی خط نہ ملا۔ پس ہم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمانا ہرگز غلط نہیں ہو سکتا لہذا یا تو خط نکال دے ورنہ ہم تجھے ننگی کر دیں گے۔ جب اس نے ہماری سختی دیکھی تو اپنے نیفے کے اندر سے ایک خط نکالا جو کپڑے میں لپٹا ہوا تھا۔ ہم اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! اس نے اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور مسلمانوں کی خیانت کی ہے۔ پس مجھے اجازت مرحمت فرمایئے کہ اس کی گردن اڑا دوں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت حاطب سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت حاطب عرض گزار ہوئے کہ خدا کی قسم مجھے کچھ بھی نہیں ہوا بلکہ دل و جان سے اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہوں۔ میرا ارادہ ہوا کہ ان لوگوں پر کوئی احسان کردوں تاکہ میری جانوں (قرابت داروں) اور مال کو وہ لوگ تباہ نہ کریں جبکہ حضور کے اصحاب میں سے ایسا ایک بھی شخص نہیں جس کے وہاں رشتہ دار نہ ہوں جو ان کے اہل و عیال اور مال و منال کی حفاظت کر رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کا بیان سن کر فرمایا کہ یہ سچ کہتے ہیں لہذا کوئی انہیں برا نہ کہے۔ حضرت عمر پھر عرض گزار ہوئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مسلمانوں سے خیانت کی ہے لہذا مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اتار دوں۔ آپ نے فرمایا: کیا اس نے جنگ بدر میں حصہ نہیں لیا تھا؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اہل بدر کے حالات پر مطلع ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا تھا کہ اب تم جو چاہو کرو' تمہارے لیے جنت واجب ہو گئی ہے یا تمہیں بخش دیا گیا ہے۔ اس پر حضرت عمر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کہنے لگے کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔

اور جو حدیث کتاب المغازی "باب غزوۃ الفتح ---------" میں ہے اس کے آخر میں ہے اور پھر یہ سورت نازل فرمائی۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ عَدُوِّى	اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو
وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم	دوست نہ بناؤ تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی

marfat.com

بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ۝

(پ ۲۸ سورہ الممتحنہ آیت ۱)

سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کو اور تمہیں اس پر کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا چاہنے کو تو ان سے دوستی نہ کرو تم انہیں خفیہ پیام محبت کا بھیجتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاؤ اور جو تم ظاہر کرو اور تم میں جو ایسا کرلے بے شک وہ سیدھی راہ سے بھکا۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الجہاد و السیر کے باب الجاسوس میں بھی ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب التفسیر باب الممتحنة میں بھی ہے۔

یہ حدیث بخاری کتاب الاستئذان کے باب مَنْ نَظَرَفِی كِتَابِ مَنْ يُحْذَرُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ لِيَسْتَبِيْنَ اَمْرُهٗ میں بھی ہے۔ یہ حدیث بخاری شریف کتاب استتابۃ المرتدین میں بھی ہے۔ یہ حدیث مسلم شریف کتاب فضائل الصحابة کے باب من فضائل اهل بدر رضی الله عنهم وحاطب بن ابی بلتعه میں بھی ہے۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ کو ماکان و مایکون کا علم ہوتا یا حاضر و ناظر ہوتے تو حضرت حاطب کو خط لکھتے وقت ہی دیکھ اور جان لیتے۔ پھر اس خط کو دور کیوں نکلنے دیا؟ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت حاطب (جن کو گناہ کی معافی اور جنتی ہونے کا پروانہ باذن الٰہی جناب رسول اللہ ﷺ سے مل چکا تھا) کا بھی یہ عقیدہ نہ تھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو ماکان و مایکون کا علم ہے۔ یا آپ حاضر و ناظر ہیں۔ ان کا تو یہی خیال تھا کہ شاید میرا خط اہل مکہ کو پہنچ جائے۔ آسمان سے وحی نازل ہوئی تو بھانڈا پھوٹا۔ ورنہ حضرت حاطب کو یہ وہم بھی نہ ہوگا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں احباب کی موجودگی میں میری یوں رسوائی ہوگی۔

marfat.com

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے جو عموام قرآنی کی مخصص نہیں ہو سکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کے رو سے نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے آپ کو اس کا علم ہو گیا۔ اس لیے بھی یہ دلیل آپ کے حق میں نہیں۔ ہم حضور ﷺ کے لیے تدریجاً مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب عطا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۳ کے مطابق عدم توجہ کی وجہ سے خط لکھتے وقت اور روانہ کرتے وقت کا علم نہ ہوا اور عدم توجہ ہرگز علم کے منافی نہیں۔

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس میں مصلحت کا پہلو بھی ہوگا کہ ملزم کو رنگ ہاتھوں پکڑا جائے اور کسی قسم کے انکار کی گنجائش باقی نہ رہے اور مصلحت اور مشیئت الٰہی کے مطابق کسی کام کو کرنا قطعاً علم کے منافی نہیں۔

علامہ فیض احمد اویسی صاحب اپنی "تحقیق حاضر و ناظر یعنی دلوں کا چین" میں فرماتے ہیں۔

(۱) خاخ تک پہنچ جانے والی عورت کے پاس خط لے جانے کی خبر دینا علم نہیں تو اور کیا ہے۔

(۲) حضرت حاطب کو منافق کہنے سے روک دینا یہ ان کے اندرونی امور کی تصدیق علم غیب نہیں تو پھر کوئی اور نام بتائیے۔

(۳) حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو جیتے جی بہشت کا ٹکڑا عطا فرمادیا یہی علم تو ہے لیکن

دیدہ کور کو نظر نہ آئے تو میں کیا کروں

حضور ﷺ کے لیے اس واقعہ کے پس منظر، پیش منظر کا علم حدیث شریف سے واضح ہے پھر اس واقعہ سے آپ کی صفت شاہد و شہید پر اعتراض بھی بے معنی

نوٹ: حضور ﷺ کے ہر فرمان میں مصلحت اور اچھائی کا پہلو ہوتا ہے اس کی مثال ملاحظہ فرمائیں۔

بخاری شریف کتاب المغازی کے باب "غزوۃ الطائف۔۔۔" میں ہے۔

marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا اور فائدہ کچھ حاصل نہ ہوا تو فرمایا کہ ان شاء اللہ ہم کل واپس لوٹ جائیں گے۔ لوگوں پر یہ بات گراں گزری اور کہنے لگے کہ بغیر فتح کئے چلے جائیں گے۔ کبھی کہتے ہم ناکام لوٹ جائیں گے۔ کہنے لگے کہ کل ہم پھر لڑیں گے۔ پس انہوں نے جہاد کیا اور بہت سے افراد زخمی ہو گئے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ کل ان شاء اللہ تعالیٰ ہم یہاں سے واپس لوٹ جائیں گے۔ اب ساتھیوں کو یہ بات بہت بھلی معلوم ہوئی تو نبی کریم ﷺ ہنس پڑے۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الجہاد کے باب غزوۃ الطائف میں بھی ہے۔

﴿۱۲﴾

اعتراض: قرآن مجید میں حضور علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ آپ فرما دیجئے۔

قُلْ مَاكُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ أَدْرِي مَايُفْعَلُ بِي وَلَابِكُمْ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَايُوحَىٰٓ إِلَيَّ وَمَآ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ۔ (پ ۲۶ سورۃ الاحقاف آیت نمبر ۹)

تم فرماؤ میں کوئی انوکھا رسول نہیں (مجھ سے پہلے بھی رسول آ چکے ہیں) اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا، میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے اور میں نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا۔

اس آیت کریمہ سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ جو جو واقعات جناب رسول اللہ ﷺ سے اور قوم سے پیش آنے والے تھے آپ کو ان کا علم اور درایت نہ تھی۔ اگر آپ کو علم غیب ہوتا اور آپ ماکان ومایکون کے عالم ہوتے تو آپ کو ضرور ان حوادثات اور واقعات کی تفصیل معلوم ہوتی اور حدیث بخاری میں بھی حضور ﷺ نے اپنی ذات کے لیئے مادری کا لفظ استعمال کیا ہے چنانچہ بخاری شریف کی ایک حدیث کا مضمون ہے کہ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت ام العلاء انصاریہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اللہ نے تم کو عزت دی یعنی تم جنتی ہو۔ اس پر حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ نے ان کو

marfat.com

عزت دی ہے ؟اور فرمایا :

وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَارَجُوْلَہُ الْخَیْرَ وَاللّٰہِ مَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ مَایَفْعَلُ بِیْ۔

خدا مجھے بارگاہ خداوندی سے عثمان کے لیے خیر کی ہی امید ہے اور خدا کی قسم میں (قیاس) سے نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا۔

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ نے "انبآء المصطفیٰ بحال سرہ اخفیٰ" میں اس کا مختصر جواب اس طرح دیا ہے کہ

خود قرآن عظیم واحادیث صحیحہ بخاری وصحیح مسلم میں اس کا ناسخ موجود کہ جب آیت کریمہ

لِیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ

تاکہ اللہ بخش دے تمہارے واسطے سے سب اگلے پچھلے گناہ

صحابہ نے عرض کی

ھَنِیْأًلَکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لَقَدْ بَیَّنَ اللّٰہُ لَکَ مَاذَا یَفْعَلُ بِکَ فَمَاذَا یَفْعَلُ بِنَا۔

یارسول اللہ آپ کو مبارک ہو، خدا کی قسم! اللہ عزوجل نے یہ توصاف بیان فرمادیا کہ حضور کے ساتھ کیا کرے گا۔اب رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔

اس پر یہ آتی اتری۔

لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ (الی قولہ تعالیٰ) فَوْزًا عَظِیْماً۔

تاکہ داخل کرے اللہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ رہیں گے ان میں اور مٹادیئے ان سے ان کے گناہ اور یہ اللہ کے یہاں بڑی مرادانا ہے۔

حضرت مولانا ابوالباسط محمد عبدالسلام رضوی نقشبندی نے حضور ﷺ کے علم غیب پر ایک

marfat.com

مدلل کتاب بنام ''علم خیر الانام بعطاء رب الانام'' لکھی ہے جن میں منکرین علم غیب کے تمام اعتراضات کے بڑے تفصیلی جوابات دیئے ہیں۔ اس سے اس آیت کے منسوخ ہونے کے بارے میں دلائل بیان کرتا ہوں۔

علامہ علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

ولما نزلت هذه الاية فرح المشركون وقالوا وللات والعزى مالمرنا وامر محمد عندالله الا واحدوماله علينا من مزيد وفضل ولولا انه ابتدع مايقوله من ذات نفسه لاخير. الذى بعثه بما يفعل به فانزل الله عزوجل ليغفرلك الله ماتقدم من ذنبك وما تاخر فقالت الصحابة هينالك يانبى الله قد علمت مايفعل بك فما ذا يفعل بنا فانزل الله عزوجل ليدخل المومنين والمومنات جنت تجرى من تحتها الانهر الاية وانزل وبشر المومنين بان لهم فضلا كبيرا بين الله مايفعل به وبهم وهذا قول انس وقتاده والحسن وعكرمه قالوا انما قبل ان يخير يغفران ذنبه وانما اخبريغفران ذنبه عام الحديبية فنسخ ذالك.

جب یہ آیت وما ادری یفعل بی ولا بکم نازل ہوئی تو مشرک لوگ خوش ہوئے اور کہنے لگے لات وعزیٰ کی قسم کہ ہمارا اور نبی کا حال یکساں ہے اور ان کو ہم پر کوئی زیادتی اور بزرگی نہیں اگر وہ قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ کر نہ کہتے ہوتے تو ان کو بھیجنے والا خدا نہ بتادیتا کہ ان سے کیا معاملہ کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک پس صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ! آپ کو مبارک ہو آپ نے تو جان لیا جو آپ کے ساتھ ہوگا ہم سے کیا معاملہ کیا جائے گا تو یہ آیت نازل ہوئی: لید خل المومنین والمومنات جنت تجری من تحتها الانهر۔ حضرت انس وقتادہ وعکرمہ کا قول ہے کہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس آیت سے پہلے کی ہے جبکہ مغفرت کی خبر دی گئی۔ مغفرت کی خبر حدیبیہ کے سال دی گئی تو یہ آیت وما ادری

marfat.com

(التفسیر خازن جزء السادس مطبوعہ مصر) مایفعل بی ولا بکم منسوخ ہو گئی۔
آگے اس آیت کے منسوخ ہونے کا ایک اور حوالہ اسطرح بیان فرماتے ہیں۔
علامہ عبدالرحمٰن بن محمد دمشقی علیہ الرحمتہ رسالہ "ناسخ ومنسوخ" میں فرماتے ہیں۔
قوله تعالیٰ ماادری مایفعل بی ولا بکم الآیه نسخ بقوله تعالیٰ انا فتحنالك فتحاً مبینا لیغفرلك الله ماتقدم من ذنبك وما تاخر۔
اس سے آگے چل کر فرماتے ہیں۔
وفیها ناسخ ولیس فیها منسوخ فالناسخ قوله تعالیٰ لیغفرلك الله ماتقدم من ذنبك وما تاخر والمنسوخ قوله تعالیٰ
آیہ مادری مایفعل بی ولا بکم منسوخ ہے اور اس کا ناسخ انا فتحنالك فتحا مبینا ہے
ثابت ہو گیا کہ ماادری مایفعل بی ولا بکم منسوخ ہے اور اس کا ناسخ انا فتحنالك فتحاً مبینا ہے جس کے ذریعے دنیا میں فتح مبین اور آخرت میں غفران کا مژدہ عطا فرمادیا گیا۔
اب رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی آیت کو منسوخ فرما کر اس سے بہتر آیت نازل فرمانے پر بھی قادر ہے۔ہاں ملاحظہ فرمائیے

وَاِذَا بَدَّلْنَا اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔	اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو اتارتا ہے کافر کہیں تم تو دل سے بنالیتے ہو بلکہ ان میں اکثر کو علم نہیں۔

(پ ۱۴، ع ۱۹، س النمل)

اس آیت شریفہ سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی آیت کے بدلے دوسری آیت نازل فرمائے تو اس کی حکمت وہی جانتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی خوشی کو پامال کر کے آیت انافتحنالك فتحاً مبینا نازل فرمائی۔
ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیے۔

marfat.com

مَانَنسَخۡ مِنۡ اٰیَةٍ اَوۡنُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡهَآاَوۡ مِثۡلِهَا اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔ (پ ۱ ع ۱۲ س البقرہ)

جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلادیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے۔

اس آیت شریفہ سے بھی صاف واضح ہو گیا کہ منسوخ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ناسخ بھی۔ دونوں عین حکمت ہیں اور ناسخ کبھی منسوخ سے زیادہ نافع ہوتا ہے۔ لہذا یہ کوئی تعجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کہ ایک آیت کو منسوخ فرما کر دوسری آیت اس کی ناسخ بیان فرمادے۔

ثابت ہو گیا کہ مخالفین جو آیت پیش کرتے ہیں یہ منسوخ ہے اور اس کا ناسخ انا فتحنالك قرآن میں موجود ہے۔ اس لیے منسوخ آیت سے نفی علم نبی ﷺ مراد لینا بالکل جہالت اور غلطی ہے۔ اگر بالفرض کوئی مذکورہ آیت کو منسوخ نہ جانے تو پھر بھی اہل علم و دریافت کے لیے کوئی مشکل نہیں کیونکہ آیت وما ادری جو آیا ہے درایۃ سے مشتق ہے اور درایت اٹکل و قیاس سے کسی بات کو جان لینے کو کہتے ہیں۔

جیسا کہ ردالمختار میں ہے۔

الدراية اى ادراك العقل بالقياس علی غیرہ

آیت کے صاف معنی یہ ہوئے کہ میں اپنی عقل سے نہیں جانتا اور بتعلیم الٰہی جاننے کا انکار کسی آیت یا حدیث سے نہیں نکلتا۔ لیکن تعجب ہے کہ مخالفین نے یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کو معلوم نہیں تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہو گا۔ (استغفر اللہ)

حالاں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَلۡاٰخِرَةُ خَیۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰی۔ وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰی۔ (پ ۳۰ ع ۱۷ س الضحیٰ)

(اے پیارے محبوب) آپ کی پچھلی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہے۔ قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جاؤ گے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا

marfat.com

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ (اے محبوب) قریب ہے کہ آپ کا رب آپ
(پ ۱۵، ع ۸، س بنی اسرائیل) کو ایسی جگہ کھڑا کرے گا جہاں سب آپ کی حمد
کریں گے۔

ایک اور جگہ فرمایا ہے۔

یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَ بِاَیْمَانِھِمْ۔ (پ ۲۸، ع ۱۹، س التحریم) اس دن اللہ رسوا نہ کرے گا۔ نبی اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے داہنے۔

غلامان مصطفےٰ ﷺ کے متعلق ارشاد باری ہے۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ وَمَنْ یَّتَوَلَّ یُعَذِّبْہُ عَذَابًا اَلِیْمًا۔ (پ ۲۶، ع ۹، س الفتح) اور جس نے اللہ ورسول کی اطاعت کی اللہ تعالیٰ اس کو باغوں میں لے جائے گا جس کے نیچے نہریں ہوں گی اور جو اطاعت نہ کرے گا اس کو دردناک عذاب ہے۔

ان آیات طیبات سے واضح ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا اور اپنے صحابہ اور اپنے منکرین کے احوال کا علم ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے کیا سلوک فرمائے گا لیکن ان لوگوں کو کون سمجھائے جن کے عقائد بگڑ چکے ہیں۔ مخالفین کا عقیدہ ہے کہ نبی کو اپنے خاتمے کا بھی علم نہیں چنانچہ منکرین کے امام مولوی اسماعیل قتیل دہلوی اپنی کتاب "تقویۃ الایمان" میں رقمطراز ہیں۔

(بلفظہٖ) "جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں۔ سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں۔ نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسروں کا۔"

(تقویت الایمان ص ۳۱)

دیکھئے کیسی بے ادبی اور گستاخی ہے۔۔۔۔۔ ان سب آیات کثیرہ کو پس پشت ڈال کر یہ کہتے ہیں کہ نبی کو دنیا و آخرت کا حال نہ اپنا معلوم نہ کسی اور کا۔ یعنی اپنے خاتمہ اور نجات کی بھی خبر

marfat.com

نہیں۔

اس کے بعد تین احادیث بیان کی ہیں جن میں حضور نبی کریم ﷺ کے درجات و مراتب اور آخرت میں آپ کی شان و شوکت کو بیان کیا ہے۔

اور آخر میں دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کا ایک ارشاد ان کی کتاب ''ارواح ثلثہ'' سے اس طرح ہے۔

چوتھی بات یہ ارشاد فرمائی کہ جب ہم جنت میں جائیں گے اور یہ ایسے طور پر فرمایا جیسے یقین ہو کہ جنت میں جائیں گے۔'' (ارواح ثلثہ ص ۳۵)

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی شارح بخاری شریف اپنے رسالہ ''علم غیب رسول ﷺ'' میں اس اعتراض میں مذکور حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

(۱) اس حدیث کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ کسی مسلمان کے متعلق محض قیاس اور ظن و تخمین سے یہ حکم لگا دینا کہ وہ جنتی ہے درست نہیں ہے۔

حضرت ام العلا نے حضرت عثمان بن مظعون کے متعلق جو جنتی ہونے کا حکم لگایا تھا وہ محض قیاس سے لگایا تھا کہ وہ نیک اور پارسا ہیں لہذا جنتی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے انہیں ہدایت کی کہ کسی نیک بندے کے متعلق یہ امید تو ظاہر کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا مگر کسی کے حق میں قطعی طور پر یہ حکم لگا دینا کہ وہ جنتی ہے، درست نہیں ہے۔ جب تک کہ کتاب و سنت میں اس کی تصریح نہ آجائے جیسا کہ عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی احادیث میں تصریح ہے تو عشرہ مبشرہ کے متعلق تو یقیناً یہ کہا جائے گا کہ وہ جنتی ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ جو مسلمان ہیں ان کے متعلق اٹکل یا قیاس یا ظن و تخمین سے جنتی یا دوزخی ہونے کا حکم لگا دینا درست نہیں ہے۔

(۲) منکرین شان رسالت اس حدیث کے جملے ما ادری سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو تو معاذ اللہ اس کا علم بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آپ کے ساتھ کیا سلوک فرمائے گا؟ لیکن یہ استدلال شرعاً و عقلاً باطل محض ہے اور ایمان کے تقاضوں کے منافی ہے۔

marfat.com

آگے مذکورہ بالا بیان کے دلائل بیان فرمائے ہیں۔

(۳) جب بات بنتی نہیں تو پھر منکرین عظمت نبوت یہ کہہ دیتے ہیں کہ مادری کے جملہ سے یہ نتیجہ نکالنا تو واقعی غلط اور باطل ہے کہ معاذاللہ حضور کو یہ معلوم نہ تھا کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا بلکہ مادری کا مطلب یہ ہے کہ حضور کو اس بات کا علم نہ تھا کہ دنیا میں آپ کی تحریک کامیاب ہو گی؟ دین اسلام کا غلبہ ہو گا؟ اور اس راہ میں آپ کن مشکلات سے دوچار ہوں گے؟ لیکن مادری کے جملہ سے ان امور کی نفی مراد لینا بھی درست نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں واضح طور پر نبی علیہ السلام کی کامیابی و کامرانی کا اظہار ہے اور یہ کہ اسلام غالب ہو گا۔ کفار آپ کو قتل نہیں کر سکیں گے جیسا کہ بعض انبیاء سابقین کو کفار نے شہید کیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

(۱) اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا لِیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ (الفتح) بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلے کے۔

(۲) وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ۔ (الفتح) اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔

(۳) وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَهُمۡ وَاَنۡتَ فِیۡهِمۡ۔ (الانفال) اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

(٤) وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَهُمۡ وَهُمۡ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ۔ (الانفال) اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں۔ جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔

(٥) وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ۔ (المائدہ) اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے

(٦) وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا۔ (نصر) اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں۔

marfat.com

(۷) وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ۔ (صف) اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے برا مانیں کافر۔

(۸) عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ (بنی اسرائیل) قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

(۹) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ (انشراح) اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

ان آیات میں صاف و صریح طور پر اس کا اظہار ہے کہ دنیا میں فتح مبین اور آخرت میں غفران آپ کا حصہ ہے۔ دنیا میں بھی آپ کامران و کامیاب ہوں گے۔ فتح و ظفر آپ کے قدم چومے گی۔ اسلام کو غلبہ ہو گا اور کفار و مشرکین ذلیل و خوار ہوں گے۔

الغرض ما ادری کے جملہ کو حضور علیہ السلام کی فضیلت علمی کی نفی کی دلیل بنانا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مقام نبوت کا صحیح عرفان اور حضور کے فضل و شرف کے اقرار کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ آگے لکھتے ہیں کہ " مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ دیوبندی مکتبہ فکر کے معتبر اور مشہور عالم مولوی انور شاہ کشمیری نے حدیث کے جملے لا ادری کی توضیح میں نبی علیہ السلام کے لیے نہ صرف کلی (عطائی) علم غیب کا انکار کیا ہے بلکہ حضور کے لیے بعض علوم غیبیہ کا بھی صاف انکار کیا ہے بلکہ جو آئمہ دین مفسرین محدثین نبی علیہ السلام کے لیے علم غیب کا اثبات کرتے ہیں ان کو سفہا قرار دیا ہے۔ کاشمیری صاحب کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

قوله (فَلَا اَدْرِیْ) فِيْهِ رَدٌّ عَلٰى مَنِ ادَّعٰى الْغَيْبَ كُلِيًّا وَجُزْئِيًّا لِنَفْسِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَجَبُ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ السُّفَهَاءِ اَنَّهُمْ كَيْفَ يَعْزُوْنَ اِلَيْهِ اَمْرًا لَا يَدَّعِيْهِ هُوَ لِنَفْسِهٖ بَلْ يَنْفِيْهِ فَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا يَصِفُوْنَ۔ (فیض الباری ج ۳، ص ۳۲۱)

حیرت اس لیے کہ نبی کریم علیہ السلام کا بعض علوم غیبیہ پر مطلع ہونا تو قطعی اجماعی مسئلہ ہے اور ضروریات دین سے ہے۔ کتاب و سنت کی صریح نصوص سے ثابت وواضح ہے۔ خدا جانے

marfat.com

ان حضرات کو حضور اقدس ﷺ کی عظیم و جلیل فضیلت علمی کے انکار میں کیا مزہ آتا ہے۔ کیا ایمان کا یہی تقاضا ہے کہ اللہ نے اپنے حبیب کو جو قوت علمی عطا فرمائی ہے اس کا انکار کیا جائے اور رسول کریم ﷺ کو بے علم ثابت کرنے کے لیے رکیک استدلال کا سہارا لیا جائے حالانکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے علمك مالم تكن فرما کر آپ کے علم و فضل کا اثبات فرمایا ہے اور خود حضور اقدس ﷺ نے صحیح احادیث میں اپنی علم ورویت کا اظہار فرمایا۔"

آگے آئمہ دین، مفسرین ومحدثین کی عبارات نقل کی ہیں۔

معترض نے ازالۃ الریب کے صفحہ ۲۷۸ پر یہ تسلیم کیا ہے کہ بعض مفسرین کرام سے (جن میں حضرت ابن عباس، حضرت عکرمہ، حضرت حسن اور حضرت قتادہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) وغیرہ کا نام بھی آیا ہے) یہ مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو پہلے آخرت میں اپنی نجات کا علم نہ تھا حتی کہ سورہ الفتح نازل ہوئی اور اس میں لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تاخر کا ارشاد نازل ہوا تو آپ کو اپنی نجات کا علم ہوا اور یہ آیت منسوخ ہو گئی۔

لیکن آگے اس کے منسوخ نہ ہونے پر دلائل دیئے ہیں کہ

اگرچہ اس آیت کے منسوخ ہونے کے متعلق بعض مفسرین کرام نے دعویٰ کیا ہے مگر اس میں چند وجوہ سے کلام ہے۔ (مختصراً بیان کرتا ہوں)

(۱) اس لیے کہ نص قرآنی میں وما ادری مایفعل بی ولا بکم خبر ہے اور خبر میں نسخ جائز نہیں اور حافظ ابن کثیر، ملاجیون، نواب صاحب، علامہ سیوطی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں اور حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب کی عبارات سے یہ ثابت کیا ہے کہ "اخبار کا نسخ ناممکن ہے۔" اور لاادری الآیہ خبر ہے لہذا اس کا نسخ کیسے؟

(۲) اگر اس آیت کا منسوخ ہونا سورہ فتح کے نازل ہونے پر تسلیم کیا جائے جو حدیبیہ کے سال نازل ہوئی یعنی ۶ھ میں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو نبوت کے بعد انیس سال تک (تیرہ سال بعد از نبوت مکی زندگی میں اور چھ سال مدنی زندگی میں) اپنی اخروی نجات

marfat.com

کا علم نہیں تھا۔ (معاذ اللہ) اگر آپ کو اپنی اخروی فلاح کا یقین نہ تھا تو آپ لوگوں کو کس فلاح کی دعوت دیتے تھے؟ کیا ایسا نظریہ رکھنے میں جناب رسول اللہ ﷺ کی توہین نہ ہو گی؟

(۳) اس آیت کا صحیح مفہوم اور مطلب ہی صرف یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ دنیاوی امور کے متعلق یہ فرمارہے ہیں لاادری مایفعل وبی ولابکم کہ مجھے معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا کیا واقعات پیش آئیں گے اور تمہارے ساتھ کیا کیا پیش آئیں گے اور آگے مفسرین کے حوالے پیش کئے ہیں جن کا مختصر مفہوم یہ ہے کہ

(ا) آپ نے یہ فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ دنیا میں میرے ساتھ کیا پیش آئے گا' کیا میں ملک سے نکال دیا جاؤں گا جیسے پہلے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نکالے گئے؟ یا قتل کیا جاؤں گا جیسے کہ پہلے بہت سے حضرات انبیاء علیہم السلام قتل کئے گئے؟ اور میں یہ نہیں جانتا کہ کیا تمہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا یا تم پر پتھر برسائے جائیں گے اور اسی قول پر امام ابن جریر نے اعتماد کیا ہے اور یہ کہ اس کے بغیر کوئی قول جائز ہی نہیں اور کوئی شک نہیں کہ یہی آنحضرت ﷺ کی شان رفیع کے لائق ہے کیونکہ آخرت کے بارے میں تو آپ کو یقین تھا کہ آپ بھی اور آپ کے پیروکار بھی جنت میں جائیں گے ہاں البتہ دنیاوی امور کا علم آپ کو نہ تھا کہ آپ کا انجام کیا ہو گا؟ اور مشرکین مکہ کا کیا حشر ہو گا؟ کیا وہ ایمان لائیں گے یا کفر کریں گے اور عذاب میں مبتلا کر کے ان کا استیصال کر دیا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴' ص ۱۵۵)

(ب) ملا علی ن القاری نے بھی مرقات ہامش مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۴۶۵ انہیں سے ملتے جلتے الفاظ سے تفسیر کی ہے اور امام بغوی تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کا شان نزول ہجرت کے مقام کے متعلق حضرات صحابہ کرام کے سوال کو بتایا ہے۔ جو آپ کے خواب میں شور اور بکثرت کھجوروں والی جگہ دیکھنے کے متعلق تھا۔ (معالم التنزیل ج ۴' ص ۵۹' ۶۰)

لیکن یہ دلائل بھی آپ کے حق میں نہیں جاتے کیونکہ اوپر مذکور نو آیات میں ان کا علم دے دیا گیا ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو تدریجاً مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب عطا فرمایا گیا۔ لیکن صحابہ کرام کے متعلق زمین میں دھنسائے جانے یا پتھر برسائے جانے کا حضور ﷺ

marfat.com

کا خیال ہر گز نہ تھا۔ کیا اسلام قبول کرنے کے صلہ میں یہ ان کو انعام دیا جاتا؟ نیز خواب میں جب جائے ہجرت دکھادی گئی تو ہجرت کا مقام معلوم ہو گیا کیونکہ انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں۔ ہجرت کے دوران ہی آپ نے سراقہ بن جعشم کو کسریٰ بادشاہ کے کنگن پہننے کی بشارت دی۔ جو حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں پہنے۔ اس کا مطلب ہے آپ کو ان حالات کا علم تھا۔

ہجرت کے بعد حق وباطل کا جو پہلا معرکہ ہوا وہ جنگ بدر ہے اور جنگ بدر میں فتح کا علم آپ کو دیا گیا آپ نے ایک دن پہلے ہی ان تمام بڑے بڑے کفار کی جائے قتل کی نشاندہی فرمادی تھی۔ نیز فرشتوں سے آپ کی مدد کیا جانا قرآن مجید سے ثابت ہے۔

اس کے بعد غزوہ احد ہوا تو اس کے واقعات کا علم بھی آپ کو خواب (یعنی وحی) کے ذریعے عطا فرمادیا گیا تھا۔

بخاری شریف کتاب المغازی کے باب "من قتل من المسلمین یوم احد ...." میں ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے ایک خواب میں دیکھا کہ تلوار ہلائی تو اس کی نوک ٹوٹ گئی۔ اس کی تعبیر وہی صدمہ ہے جو مسلمانوں کو بروز غزوہ احد اٹھانا پڑا۔ پھر میں نے دوبارہ ہلائی تو وہ پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت ہو گئی۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے بعد میں فتح رحمت فرمائی اور ان سے اتفاق پیدا کر دیا۔ اسی خواب کے اندر میں نے گائیں دیکھیں اور اس کی تعبیر وہی ہے جو غزوہ احد میں مسلمانوں کے سامنے آئی اور بخاری شریف ابواب المغازی کے باب غزوۃ الخندق میں حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ احزاب (خندق) کے وقت جب کافروں کی فوجیں نظر آئیں تو میں نے اس وقت نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اب ہم ان پر چڑھائی کیا کریں یہ ہم پر چڑھائی نہیں کر سکیں گے اور ہم ان کی جانب چل کر جایا کریں گے۔"

اسی مفہوم کی حدیث ترمذی ابواب الفتن میں بھی ہے۔

بخاری شریف کتاب الجہاد والسیر کے باب "الحرب خدعۃ" میں ہے۔

marfat.com

''حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کسریٰ ہلاک ہو گیا اور اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہو گا اور عنقریب قیصر بھی ہلاک ہو جائے گا پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہو گا اور تم ان کے خزانوں کو راہ خدا میں تقسیم کرو گے۔''

اور حضرت سراقہ بن جعشم رضی اللہ عنہ کو کنگن پہننے کی پیشین گوئی کو بھی مد نظر رکھیں تو واضح ہو گا کہ آپ کو اپنے اور اپنے صحابہ کے مستقبل کے متعلق واضح علم دیا گیا تھا۔

پھر جب غزوہ خیبر ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کل یہ جھنڈا میں ایسے شخص کو دوں گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔

فتح مکہ کے بعد بتوں کے ساتھ کاروائی کرتے ہوئے تو واضح طور پر فرمادیا کہ ''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا'' اور جنگ موتہ کا واقعہ بھی ذہن میں لاؤ کہ حضور ﷺ نے غزوۂ موتہ کا واقعہ اپنے منبر شریف پر بیٹھ کر بیان فرمادیا۔

معترض پر یہ واضح ہو گیا ہو گا کہ آپ ﷺ کو اس بات کا علم تھا کہ آپ اور آپ کے صحابہ کے ساتھ کیا پیش آئے گا۔ نیز معترض کا یہ کہنا کہ خبر میں نسخ جائز نہیں' درست نہیں کیونکہ علمائے کرام نے خبر کی قسمیں بیان کی ہیں کہ کس کا نسخ جائز ہے اور کس کا نہیں۔ معترض کو چاہیے تھا کہ اس کو واضح طور پر بیان کرتا لیکن ایسا نہ کیا۔

﴿۱۳﴾

اعتراض: ابو داؤد شریف میں ہے کہ سید عالم ﷺ نے نماز پڑھائی تو پاپوش مبارک قدم سے اتار دی۔ یہ دیکھ کر صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) نے بھی اپنی اپنی پاپوشیں (جوتے) اتار دیں۔ سرور اکرم ﷺ نے بعد فراغِ نماز صحابہ سے دریافت فرمایا کہ تم نے کس سبب سے اپنی اپنی پاپوش کو اتار دیا۔ عرض کیا کہ حضور ﷺ نے قدم مبارک سے اپنی پاپوش مبارک اتار دی ہے لہذا ہم نے بھی ایسا ہی کیا۔ فرمایا حضور اقدس ﷺ نے کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی تھی کہ ان میں نجاست ہے تو اگر رسول اللہ ﷺ غیب جانتے ہوتے

marfat.com

تو کیوں نجاست والی جوتیوں سے نماز پڑھتے؟

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے جو عموم قرآنی کی مخصص نہیں ہو سکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کی رو سے نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے آپ کو اس کا علم حاصل ہو گیا۔ اس لیے بھی یہ دلیل آپ کے حق میں نہیں۔ ہم حضور ﷺ کے لیے تدریجاً مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب عطا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۳ کے مطابق ایسا عدم توجہ کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے جو کہ علم کے ہرگز منافی نہیں۔

حضر سید نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ "الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ ﷺ" میں فرماتے ہیں۔

"معترض کا یہ کہدینا کہ نجاست والے جوتے سے نماز پڑھی۔ خلاف ادب اور اس کی نافہمی پر دال ہے پاپوش مبارک میں کوئی ایسی نجاست نہ لگی تھی جس سے نماز جائز نہ ہوتی ورنہ سید عالم ﷺ پاپوش مبارک اتارنے پر اکتفانہ فرماتے بلکہ نماز ہی از سر نو پڑھتے مگر جب ایسا نہ کیا تو معلوم ہوا وہ کچھ ایسی نجاست ہی نہ تھی جس سے نماز درست نہ ہوتی بلکہ جبرئیل علیہ السلام کا خبر دینا اظہار عظمت و رفعت شان حضور اقدس ﷺ کے لیے ہے کہ کمال تنظیف و تطہیر حضور کے حال شریف کے لائق ہے اس سے عدم علم آں سرور ﷺ پر استدلال ایک خام خیال ہے۔

اور مناظر اسلام مولانا محمد عمر اچھروی رحمتہ اللہ علیہ مقیاس حنفیت میں فرماتے ہیں۔

"تمہیں اس حدیث پاک سے عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ جب اللہ پاک اپنے محبوب ﷺ کے جوڑہ پاک کو ذرا سا میل آلود بھی پسند نہیں فرماتے تو کیا تمہارا نبی ﷺ کو بے علمی سے یا کسی اور نقائص سے میل آلود کرنا پسند فرمائے گا۔ ع باز آباز آہر آنچہ کردی باز آ

حضرت مولانا عبد الباسط محمد عبد السلام رضوی نقشبندی "علم خیر الانام" میں فرماتے ہیں۔

marfat.com

"(حضور ﷺ کو) بارگاہ الٰہی سے ویزکیھم کا مژدہ ملا ہے اس لیے ایسے بے محل اعتراضات کو پیش کرنا خلاف ادب بھی ہے۔"

نوٹ: اگرچہ حدیث شریف میں جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا ذکر آیا ہے مگر یہ صحابہ کے لیے اس وجہ سے درست تھا کہ ان کے جوتے نہایت پاک تھے اور نیز اس وقت تک مسجد میں فرش نہ بنا تھا مگر اب عام طور سے جوتے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں مسجد کی تلویث ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسجد کی تطہیر کا حکم فرمایا ہے۔ (کذافی ردالمختار)

﴿۱۴﴾

سنن ابی داؤد کتاب الادب کے باب فی الغناء میں ہے۔

خالد بن ذکوان کا بیان ہے کہ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میری شادی کی اگلی صبح کو رسول اللہ ﷺ میرے پاس صبح سویرے تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھ گئے جیسے تم بیٹھے ہو۔ کچھ لڑکیاں اپنی دف بجا کر اپنے آباؤاجداد کے کارنامے گانے لگیں جو غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے کہا: "اور ہم میں ایسے نبی جلوہ افروز ہیں جو کل کی بات بھی جانتے ہیں۔" آپ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اور وہی باتیں کہو جو تم کہہ رہی تھی۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب المغازی میں بھی ہے۔

اسی مفہوم کی حدیث سنن ابن ماجہ شریف باب الغناء والدف میں بھی ہے۔

نیز مشکوٰۃ شریف باب اعلان النکاح میں بھی ہے۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ کو علم غیب ہوتا تو آپ ان لڑکیوں کو اس سچی بات کے کہنے سے ہرگز نہ روکتے؟

جواب: **قاعدہ نمبر ۱** کے مطابق آپ اسی حدیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ حدیث متواتر قطعی الدلالۃ نہیں۔

marfat.com

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق بھی آپ اس کو اپنی دلیل میں پیش نہیں کر سکتے کیونکہ یہ واقعہ تمامی نزول قرآن سے پہلے کا ہے۔

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس میں مصلحت اور حکمت کا پہلو بھی تھا۔

حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمتہ اللہ علیہ اپنی مشہور و معروف کتاب "جاء الحق" میں فرماتے ہیں کہ اولاً تو غور کرنا چاہیے کہ یہ مصرع خود ان بچیوں نے تو بنایا ہی نہیں کیونکہ بچیوں کو شعر بنانا نہیں آتا اور نہ کسی کافر و مشرک نے بنایا۔ وہ حضور علیہ السلام کو نبی نہیں مانتے تھے۔ لامحالہ یہ کسی صحابی کا شعر ہے۔ بتاؤ وہ شعر بنانے والے صحابی معاذاللہ مشرک ہیں یا نہیں؟ پھر حضور علیہ السلام نے نہ تو اس شعر بنانے والے کو برا کہا نہ شعر کی مذمت کی بلکہ اس کو گانے سے روکا، کیوں روکا؟ چار وجہ سے اولاً تو یہ کہ اگر کوئی ہمارے سامنے ہمارے تعریف کرے تو بطور انکسار کہتے ہیں۔ ارے میاں! یہ باتیں چھوڑو، وہ ہی باتیں کرو۔ یہ بھی انکساراً فرمایا۔ دوم یہ کہ کھیل کود، گانے بجانے کے درمیان نعت کے اشعار پڑھنے سے ممانعت فرمائی۔ اس کے لیے ادب چاہیے۔ تیسرے یہ کہ غیب کی نسبت اپنی طرف کرنے کو ناپسند فرمایا۔ چوتھے یہ کہ مرثیہ کے درمیان نعت ہونا ناپسند فرمایا جیسا کہ آج کل نعت خواں کرتے ہیں کہ نعت و مرثیہ کو ملا کر پڑھتے ہیں۔

چنانچہ حضرت علامہ ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ مرقات المفاتیح شرح مشکوۃ میں اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

مَکَرَاهَةِ نِسبَةِ عِلمِ الْغَیبِ اِلَیهِ لَاَنَّهٗ لَا یَعْلَمُ الْغَیبَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّمَا یَعْلَمُ الرَّسُوْلُ مِنَ الْغَیبِ مَا اَعْلَمَهٗ اَوْ الکَرَاهَةِ اَنْ یَّذْکَرَ فِیْ اِثْنَاءِ ضَرْبِ الدَّفِّ وَاَثْنَاءِ مَرْثِیَةِ الْقَتْلٰی لِعُلُوِّ مَنْصَبِهٖ عَنْ ذَالِكَ۔

منع فرمایا اس واسطے کہ انہوں نے غیب کی نسبت مطلقاً حضور ﷺ کی طرف کر دی تھی درانحالیکہ حضور ﷺ بتعلیم الٰہی جانتے ہیں یا اس واسطے کہ حضور ﷺ نے مکروہ جانا کہ دف بجانے میں آپ کا ذکر کیا جائے یا مقتولین کا مرثیہ گانے میں آپ کی ثنا کی جائے۔ اس

marfat.com

لیے کہ یہ آپ کے علوے منصب کے خلاف ہے۔

اور علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کو یوں شرح فرماتے ہیں۔

گفتہ اند کہ منع کرد آں حضرت ازیں قول — یعنی شارحین نے لکھا ہے کہ آپ کا منع فرمانا
بجہت آں است کہ دردے اسناد علم غیب — اس لیے ہے کہ علم غیب کی نسبت مطلقاً آپ
است بہ آنحضرت پس آں حضرت را ناخوش — کی طرف تھی جو آپ کو پسند نہ آئی اور بعض
آمد و بعضے گویند کہ بجہت آنست کہ ذکر شریف — کہتے ہیں کہ آپ کا ذکر پاک لہو ولعب میں
وے در اثنائے لہو مناسب نباشد۔ — مناسب نہیں۔

(اشعۃ اللمعات بار ۳، ص ۱۱۷)

اور حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ اس اعتراض کے تحت فرماتے ہیں۔

"اس سے یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت کو مافی غد کا علم نہ تھا یا حسب مزعوم مخالف عنید رسول اکرم ﷺ کے لیے علم مافی غد ثابت کرنا شرک ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور سرور اکرم ﷺ ان جواری سے توبہ بلکہ تجدید اسلام کراتے پس جب حضرت نے تجدید اسلام نہ کرائی تو اس سے خود ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد ہرگز شرک نہیں۔

زرقانی جلد ۶، صفحہ ۲۲۹ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا ارشاد موجود ہے۔

نَبِيٌّ يَرَى مَالَا يَرَى النَّاسُ حَوْلَهٗ — وَيَتْلُوْا كِتَابَ اللّٰهِ فِيْ كُلِّ مَشْهَدٍ
فَاِنْ قَالَ فِيْ يَوْمٍ مَقَالَتَهٗ غَائِبٍ — فَتَصْدِيْقُهَا فِيْ ضَحْوَةِ الْيَوْمِ اَوْ غَدٍ

(زرقانی جزء السادس ص ۲۲۹، مطبوعہ مصر)

اس کو حضرت حسان سے سن کر رسول اللہ ﷺ کا انکار نہ فرمانا اور جس طرح لڑکیوں کو منع فرمایا تھا منع نہ فرمانا صحت پر دال ہے علم مافی غد کا تو اس میں بھی اثبات ہے جیسا کہ جواری کے کلام میں تھا کہ صاف فرما رہے ہیں۔

marfat.com

فان قال فی یوم الخ یعنی وہ اگر کوئی غیب کی بات فرمائیں تو اس کی تصدیق کل ہو جائے گی یعنی حضور آج اور کل کے واقعات قبل از وقت بتا دیتے ہیں پھر حضور اقدس ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو اس سے منع نہ فرمایا اگر یہ مضمون صحیح نہ ہوتا یا حسب مزعوم مخالف شرک ہوتا تو حضور کیوں سنتے اور منع نہ فرماتے۔"

﴿۱۵﴾

صحیح مسلم شریف کتاب الجہاد باب غزوۃ الاحزاب میں ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا اگر میں رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ہوتا تو آپ کی معیت میں جہاد کرتا' اور خوب لڑتا' حضرت حذیفہ نے فرمایا: تم ایسا کرتے! مجھے وہ منظر یاد ہے کہ غزوہ احزاب (جنگ خندق) کی رات ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے وہ ایک سرد رات تھی اور ہوا بہت تیز چل رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص ہے جو جا کر کفار کی معلومات حاصل کر کے آئے' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو میری رفاقت عطا فرمائے گا' ہم خاموش رہے اور ہم میں سے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ نے پھر فرمایا کوئی ایسا شخص ہے جو کفار کی معلومات حاصل کر کے آئے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو میری رفاقت عطا فرمائے گا۔ ہم خاموش رہے اور ہم میں سے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ نے پھر فرمایا کوئی ایسا شخص ہے جو کفار کے بارے میں معلومات حاصل کر کے آئے' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو میری رفاقت عطا فرمائے گا' ہم خاموش رہے اور ہم میں سے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے حذیفہ! تم جا کر کفار کی معلومات حاصل کر کے آؤ۔ جب آپ نے میرا نام لے کر پکارا تو میرے لیے اٹھنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ آپ نے فرمایا جاؤ کفار کی معلومات حاصل کرو اور انہیں میرے خلاف غصہ میں نہ لانا۔ جب میں آپ کے پاس سے اٹھ کر گیا تو یوں لگتا تھا جیسے میں حمام میں چل رہا ہوں۔ حتیٰ کہ میں ان کے پاس پہنچا' میں نے دیکھا کہ ابو سفیان اپنی پیٹھ کو آگ

marfat.com

سے سینک رہا ہے' میں نے کمان پر تیر چڑھا کر اس کو مارنے کا ارادہ کیا۔ پھر مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد یاد آیا کہ انہیں میرے خلاف غصہ میں نہ لانا' اگر میں اس وقت تیر پھینک دیتا تو وہ بلاشبہ نشانہ پر لگتا' میں واپس لوٹا در آں حالیکہ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں حمام میں چل رہا ہوں۔ پھر جب میں آپ کے پاس پہنچا تو میں نے آپ کو کفار کے احوال بیان کئے جب میں فارغ ہوا تو مجھے ٹھنڈ لگنے لگی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنا ایک زائد کمبل اوڑھا دیا جس کو اوڑھ کر آپ نماز پڑھتے تھے۔ میں اس کو اوڑھ کر صبح تک سوتا رہا' جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے بہت سونے والے اٹھ جا۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الجہاد کے باب غزوہ الاحزاب میں بھی ہے۔

صحیح بخاری شریف ابواب المغازی کے باب "غزوۃ الخندق وھی الاحزاب" میں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ احزاب کے موقع پر فرمایا کون ہے جو کافروں کی خبر لا کر دے؟ حضرت زبیر عرض گزار ہوئے' میں حاضر ہوں۔ پھر فرمایا کافروں کی خبر کون لائے گا؟ حضرت زبیر نے جواب دیا میں۔ پھر ارشاد ہوا کافروں کی خبر کون لا کر دے گا؟ پس حضرت زبیر بولے' میں لاؤں گا۔ آپ نے فرمایا ہر نبی کا ایک حواری (خاص ساتھی) ہوا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔ (رضی اللہ عنہ)

بخاری شریف کے اسی باب میں ہے۔

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ احزاب کے وقت جب کافروں کی فوجیں نظر آئیں تو میں نے اس وقت نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اب ہم ان پر چڑھائی کیا کریں گے یہ ہم پر چڑھائی نہیں کر سکیں گے اور ہم ان کی جانب چل کر جایا کریں گے۔"

یہ حدیث سنن ابن ماجہ شریف ابواب فضائل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باب فضل الزبیر رضی اللہ عنہ میں بھی ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الجہاد والسیر کے باب "فضل الطلیعة" (جاسوسی کے دستوں کی

marfat.com

فضیلت) میں بھی ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب اخبار الاحاد میں بھی ہے۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ عالم ماکان وما یکون یا حاضر و ناظر ہوتے تو آپ کو دشمن قوم کے حالات خود معلوم ہوتے کسی کو بھیجنے کا کیا مطلب تھا؟ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام کا بھی یہ عقیدہ نہ تھا کہ آپ عالم ماکان وما یکون یا حاضر و ناظر ہیں۔ ورنہ وہ کہہ دیتے کہ حضرت! آپ کو تو ہر چیز معلوم ہے اور ہر چیز نظر آتی ہے۔ آپ اتنے پریشان کیوں ہوتے ہیں کہ بار بار یہ فرماتے ہیں کہ کون تم میں سے جا کر دشمن قوم کے حالات سے ہمیں آگاہ کرتا ہے؟

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ ان احادیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ اخبار احاد ہیں اور اخبار احاد عموم قرآنی آیات کے مقابل پیش نہیں کی جا سکتیں۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے آپ کو اس کا علم حاصل ہے۔

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس میں حکمت اور مصلحت کا پہلو بالکل واضح ہے۔

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہر قربانی دینے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

صحابہ کرام کے عشق رسول کو واضح کرنا۔

حضور ﷺ کا صحابہ کرام کو نظام جاسوسی کی تربیت دینا۔

حضور ﷺ کے نظام جاسوسی پر باقاعدہ کتب تحریر شدہ موجود ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حواری رسول کے باوقار لقب سے نوازنا۔

حضور ﷺ کا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو فرمانا کہ "جاؤ کفار کی معلومات لاؤ اور انہیں میرے خلاف غصہ میں نہ لانا" اور حضور ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے ابو سفیان کو تیر مارنے سے باز رہنا حالانکہ ان کا سالار اعلیٰ بالکل نشانے کی زد میں تھا۔ واضح کرتا ہے کہ حضور کو اس کا علم تھا۔

marfat.com

نیز دوسری حدیث میں حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کا بیان واضح کرتا ہے کہ آپ کو علم غیب عطا ہوا ہوا تھا۔

پہلی حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بھیجنے کے متعلق ہے اور دوسری حدیث حضرت زبیر کے جاسوسی کے لیے جانے سے متعلق ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ہی غزوہ میں مختلف صحابہ کرام کو جاسوسی کے لیے بھیجا جاتا۔ ایک سے زیادہ دفعہ بھیجنا بھی جاسوسی کی تربیت دینے کو ثابت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں آپ کی حیات مبارکہ کے ہر ہر پہلو کو مسلمانوں کے لیے اسوۂ حسنہ (بہترین نمونہ) قرار دیا ہے اور کوئی نظام حیات ایسا نہیں جس کی آپ نے واضح طور پر اپنی زندگی میں مثال قائم نہ کی ہو اور اس نظام کے قواعد و ضوابط بیان نہ فرمائے ہوں۔

جب حضور ﷺ کے لیے اس واقعہ کے پس منظر، پیش منظر کا علم ہونا ثابت ہے تو آپ کی صفت شاہد و شہید پر بھی اعتراض نہ رہا۔

حضور ﷺ کے نظام جاسوسی کی جھلک مندرجہ ذیل حدیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

بخاری شریف کتاب الجہاد والسیر کے باب "اَلْحَرْبِی اِذَا دَخَلَ دَارَالْاِسْلَامِ بِغَیْرِ اَمَانٍ" میں ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حالت سفر میں تھے کہ آپ کے پاس مشرکوں کا ایک جاسوس آگیا اور آپ کے اصحاب سے گفتگو کرنے لگا جب وہ چلا گیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسے ڈھونڈو اور قتل کر ڈالو چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا اور اس کا سامان قاتل کو دیا گیا۔

﴿۱۶﴾

بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ کے باب "نَوْمِ الرِّجَالِ فِی الْمَسْجِدِ" میں ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ رضی

marfat.com

اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو گھر میں حضرت علی کو نہ پایا۔ فرمایا کہ تمہارے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ عرض گزار ہوئیں کہ میرے اور ان کے درمیان کچھ شکر رنجی ہو گئی ہے لہذا مجھ سے ناراض ہو کر چلے گئے اور میرے پاس قیلولہ نہیں فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی سے فرمایا کہ دیکھو وہ کہاں ہیں؟ وہ گیا اور عرض گزار ہوا: یارسول اللہ ﷺ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو لیٹے ہوئے تھے اور ایک پہلو سے چادر گر گئی تھی اور مٹی لگ گئی تھی۔ رسول اللہ ان سے مٹی جھاڑتے اور فرماتے جاتے: ابوتراب! کھڑے ہو جاؤ ابوتراب کھڑے ہو جاؤ۔

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نظر نہ آئے تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہما سے دریافت فرمایا:

من احس الفتیٰ الدوسی۔ یعنی دوسی نوجوان کا کس کو علم ہے؟

(ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۵)

اعتراض: کیا عالم ماکان ومایکون اور حاضر وناظر کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ کسی کے متعلق دوسروں سے کہے یا دوسرے سے پوچھے؟

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے جو کہ عموم قرآنی آیات کے مقابل پیش نہیں کی جاسکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق نزول قرآنی کی تکمیل سے قبل اس قسم کے ہر واقعہ کا علم آپ کے لیے ثابت ہے اور ہم حضور ﷺ کے لیے تدریجاً مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس میں حکمت اور مصلحت کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔

کیونکہ حضور ﷺ کی زندگی قیامت تک کے انسانوں کے لیے مکمل ضابطۂ حیات ہے اور زندگی کے ہر شعبہ اور پہلو کے لیے آپ کی زندگی میں اسوۂ حسنہ موجود ہے۔ حقوق العباد کے

marfat.com

شعبہ میں بھی آپ نے ایک ضابطہ پیش کیا کہ نبی کریم ﷺ تین دن کسی کو نہ دیکھتے تو اس کا حال دریافت فرماتے' اگر وہ کہیں باہر گیا ہوتا تو دعائے خیر فرماتے' اگر گھر پر بیمار ہوتا تو خود تشریف لے جاکر حال دریافت فرماتے اور بیمار پرسی کرتے۔ مذکورہ بالا احادیث میں بھی حقوق العباد کے ادا کرنے کے متعلق عملی نمونہ ہے۔

مولانا محمد عمر اچھروی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ملائکہ صبح شام کے وقت بدلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ملائکہ سے سوال کرتا ہے کیف ترکتم عبادی تو کیا خداوند کو علم نہیں ہوتا جو اپنے بندوں کا حال دریافت فرماتا ہے نیز مسجد میں سونے کے متعلق حکم کا بھی پتہ چلتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جو اس واقعہ کے نتیجہ یں جو کنیت ملی اس سے ان کی خوشی کا اندازہ درج ذیل حدیث سے لگائیں۔

بخاری شریف کتاب الادب کے باب "التكنى بابى تراب و ان كانت له كنية اخرى" میں ہے ابو حازم کا بیان ہے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی کو اپنے ناموں میں ابو تراب سب سے زیادہ پسند تھا جب انہیں اس کے ساتھ پکارا جاتا تو بہت خوش ہوتے اور ان کا ابو تراب نام نبی کریم ﷺ ہی نے رکھا تھا کہ ایک روز فاطمہ سے ناراض ہو کر باہر نکل آئے اور مسجد میں دیوار کے ساتھ لیٹ گئے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ ان کے پیچھے آئے تو راوی کا بیان ہے کہ وہ اسی طرح دیوار کے ساتھ لیٹے ہوئے تھے چنانچہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ان کی پیٹھ مٹی سے بھری ہوئی تھی۔ پس نبی کریم ﷺ ان کی پیٹھ سے مٹی جھاڑتے جاتے اور فرماتے کہ اے ابو تراب! اٹھ بیٹھو۔

اس واقعہ کے نتیجہ سے ملنے والی کنیت سے آپ قیامت تک مشہور رہیں گے اور یہی نوعیت دوسرے واقعات کی ہے جیسے ابو ھریرہ حضور ﷺ کی عطا فرمائی ہوئی کنیت سے ہی مشہور ہیں۔

۱۷

مسلم شریف کتاب الزکوٰۃ "باب تحريم الزكوٰة على رسول الله صلى الله عليه

marfat.com

وسلم وعلى اله وهم بنوهاشم وبنو المطلب دون غير هم" میں ہے۔
"حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے گھر جاتا ہوں اور وہاں اپنے بستر پر ایک کھجوڑ پڑی ہوئی دیکھتا ہوں اسے کھانے کے لیے اٹھاتا ہوں پھر اس خدشہ سے اس کو پھینک دیتا ہوں کہ کہیں یہ کھجور صدقہ کی نہ ہو۔"

مسلم شریف کے اسی باب میں ہے۔

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک کھجور پائی آپ نے فرمایا اگر یہ صدقہ کی نہ ہوتی تو میں کھالیتا۔ یہ حدیث بخاری شریف کتاب اللقطہ میں بھی ہے۔

مسلم شریف کے اسی باب میں ہے۔

"حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر اپنے منہ میں ڈال لی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تھو! تھو! اسے پھینک دو کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔"

بخاری شریف کتاب الھبۃ کے باب "قبول الھدیۃ" میں ہے۔

محمد بن زیاد کا بیان ہے کہ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب کھانا پیش کیا جاتا تو آپ دریافت فرمالیتے کہ یہ ہدیہ ہے یا صدقہ۔ اگر یہ کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو اپنے اصحاب سے فرماتے کہ کھالو اور خود تناول نہ فرماتے اور اگر کہا جاتا کہ ہدیہ ہے تو رسول اللہ ﷺ بھی ہاتھ بڑھادیتے اور لوگوں کے ساتھ تناول فرماتے۔

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الزکوٰۃ کے "باب اباحة الهدية النبى صلى الله عليه وسلم ...." میں بھی ہے۔

اعتراض: اگر حضور کو علم غیب ہوتا تو حضور کو یہ علم ہوتا کہ یہ کھجور صدقہ کی ہے یا نہیں؟ آپ واضح طور پر اس کے صدقے کے ہونے یا نہ ہونے کے متعلق لاعلمی کا اظہار فرما رہے ہیں۔

marfat.com

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ ان احادیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ اخبار احاد ہیں اور اخبار احاد قرآنی آیات کے عموم کے مقابل پیش نہیں کر سکتے۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق اس قسم کے واقعات نزول قرآن کی تکمیل سے قبل کے ہیں اور یہ قطعاً ثابت نہیں کرتے کہ آپ کو ان کے متعلق علم حاصل ہی نہ ہوا۔

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق ان میں حکمت اور مصلحت کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔

کیونکہ حضور ﷺ کی زندگی تمام شعبوں کے لیے ایک ضابطۂ حیات ہے اس لیے اس شعبہ ہائے زندگی میں بھی آپ نے ایک ضابطہ مقرر فرمادیا کہ کوئی گری ہوئی چیز ملے تو اسے ہڑپ نہیں کر جانا چاہیے اور کوئی چیز اس کے مالک کی اجازت کے بغیر نہیں کھائی جاسکتی نیز اس بات کی بھی تعلیم دی کہ حضور ﷺ اور آپ کے آل مبارک کے لیے صدقہ جائز نہیں' ہاں ہدیہ جائز ہے۔ اسی لیے محدثین نے باب تحریم زکوٰۃ' باب اباحة الهديه النبی ﷺ میں پیش کیا۔

﴿۱۸﴾

مسلم شریف کتاب اللباس والزینة کے باب تحریم تصویر صورة الحیوان میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے ایک معین وقت میں ملاقات کا وعدہ کیا' وہ وقت آن پہنچا لیکن جبرئیل علیہ السلام نہیں آئے' اس وقت آپ کے دست اقدس میں ایک عصا تھا آپ نے اس کو اپنے ہاتھ سے پھینک دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اپنے وعدہ کی مخالفت نہیں کرتے' پھر آپ نے (ادھر ادھر) دیکھا تو تخت کے نیچے ایک کتے کا پلا دکھائی دیا' آپ نے پوچھا اے عائشہ یہ کتا یہاں کب آیا؟ حضرت عائشہ نے کہا خدا مجھے کوئی پتا نہیں۔ آپ نے اس کتے کو نکالنے کا حکم دیا سو اس کو نکال

marfat.com

دیا گیا، پھر جبرئیل علیہ السلام آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے مجھ سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا، میں تمہارے انتظار میں بیٹھا رہا اور تم نہیں آئے، انہوں نے کہا آپ کے گھر میں جو کتا تھا اس نے مجھ کو داخل ہونے سے روک دیا ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

مسلم شریف کے اسی باب میں ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ صبح کے وقت غمزدہ اٹھے، حضرت میمونہ نے کہا: یا رسول اللہ! آج میں آپ کو کچھ پریشان دیکھ رہی ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت جبرئیل نے آج رات مجھ سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا لیکن وہ نہیں آئے ارے خدا انہوں نے مجھ سے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی۔ پھر اس روز سارا دن رسول اللہ ﷺ اسی طرح غمزدہ رہے، پھر آپ کے دل میں ایک کتے کے پلے کا خیال آیا، جو ہمارے تخت کے نیچے تھا، آپ نے اس کو نکالنے کا حکم دیا، سو اس کو نکال دیا گیا، پھر آپ نے پانی لے کر اس جگہ چھڑک دیا، جہاں وہ کتا تھا۔ جب شام ہوئی تو جبرئیل علیہ السلام نے ملاقات کی، آپ نے ان سے کہا تم نے مجھ سے گذشتہ رات ملاقات کا وعدہ کیا تھا، انہوں نے کہا ہاں، لیکن ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں کتا یا تصویر ہو، پھر جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا حتی کہ آپ نے چھوٹے باغ کے کتے کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا اور بڑے باغ کے کتے کو چھوڑ دیا۔

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب اللباس باب التصاویر کی پہلی فصل میں بھی ہے۔

اسی مفہوم کی حدیث بخاری شریف کتاب اللباس کے "باب لاتدخل الملائكة بيتافيه صورة" میں بھی ہے۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ عالم ماکان و مایکون اور حاضر و ناظر ہوتے تو آپ کو اس کتے کے داخل ہونے اور چھپنے کا علم ہوتا۔ اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ میرے دیکھتے دیکھتے یہ کتا فلاں وقت آیا تھا اور اس مقام پر چھپ کر بیٹھا ہے۔

marfat.com

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے جو کہ عموم قرآنی آیات کے مقابل پیش نہیں کی جا سکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق بھی آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش نہیں کر سکتے کیونکہ نزول قرآن کی تکمیل سے قبل آپ کے لیے اس کا علم ثابت ہے اور ہم حضور ﷺ کے لیے تدریجاً مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب عطا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۳ کے مطابق اس میں عدم توجہ کا پہلو بھی پایا جاتا ہے کیونکہ کتے کے متعلق آپ کے علم میں تھا اسی لیے بعد میں آپ نے اس کو تخت کے نیچے سے نکلوایا۔

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس میں حکمت اور مصلحت کا پہلو بھی پایا جاتا ہے کیونکہ اس واقعہ کے بعد آپ نے آوارہ کتوں کے قتل کا حکم ارشاد فرمایا۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ فرشتے (رحمت کے فرشتے) اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا ہو یا کسی جاندار کی تصویر ہو اور موجودہ دور میں تو ہر گھر میں کسی نہ کسی جاندار کی تصویر ضرور پائی جاتی ہے اس لیے یہ واقعہ ان حضرات کے لمحہ فکریہ ہے جو خیر و برکت کے لیے اپنے گھروں میں اپنے پیر و مرشد کی تصویر رکھتے ہیں اور ان نام نہاد پیر و مرشدوں کے لیے مقام غور و فکر ہے جو آج کل اپنی تصویر اتروانے سے قطعاً نہیں ہچکچاتے۔

ان احادیث سے کسی محدث یا مفسر نے آپ کے لیے علم کی نفی ثابت نہیں کی۔ محدثین نے ان احادیث کو باب التصاویر' باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان وغیرہ میں رکھا ہے۔

معترض اگر سمجھ دار ہو تو بات سمجھ لینے سے یہ امر واضح ہو جاتا کہ بعض امور کی بابت سوال کرنا علم کی نفی نہیں کرتا۔ معترض کے نزدیک یہ بات تو مسلمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے تو حضرت جبرئیل امیں علیہ السلام وعدہ کرنے کے باوجود کیوں نہ حاضر خدمت ہوئے؟ اگر کتے کا گھر میں موجود ہونا ان کے داخلے کو مانع تھا تو وعدہ ہی نہ کرتے' اللہ تعالیٰ تو علیم و خبیر ہے وہ ہی جبرئیل علیہ السلام کو بتا دیتا کہ ایسے وقت میں تو کتا گھر میں ہو گا تو وعدہ نہ کر؟

marfat.com

جب حضور ﷺ کے لیے اس واقعہ کے پس منظر اور پیش منظر کا علم ثابت ہے تو پھر اس واقعہ سے آپ کی صفت شاہد و شہید کا اعتراض بھی بے معنی۔

﴿۱۹﴾

صحیح بخاری شریف کتاب المغازی غزوہ حنین کے بیان کے باب میں ہے۔

جب ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو انہوں نے مطالبہ کیا کہ ان کا مال اور قیدی واپس کر دیئے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جتنے لوگ میرے ساتھ ہیں انہیں تم دیکھ رہے ہو اور سچی بات مجھے سب سے زیادہ پسند ہے تم دو میں سے ایک چیز اختیار کر لو۔ قیدی لینے چاہتے ہو یا مال؟ میں نے تو تمہاری وجہ سے تقسیم میں تاخیر بھی کی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے ان کا دس روز سے زیادہ انتظار فرمایا تھا۔ یہاں تک کہ آپ طائف سے بھی لوٹ آئے تھے جب ان پر بخوبی واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ دونوں میں سے صرف ایک ہی چیز واپس لوٹائیں گے تو انہوں نے عرض کی کہ ہمیں قیدی واپس دے دیجئے۔ پس رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی جو اس کی شان کے لائق ہے اس کے بعد فرمایا کہ تمہارے بھائی ہمارے پاس تائب ہو کر آئے ہیں میری رائے یہ ہے کہ ان کے قیدی انہیں واپس دے دوں۔ پس تم میں سے جو کوئی اپنے حصے کے قیدی کو دینا چاہے وہ چھوڑ دے اور جو تم میں سے اپنے حصے کی قیمت لینا چاہے تو اللہ تعالیٰ فئے کے مال سے جو ہمیں سب سے پہلے عطا فرمائے گا اس میں سے اسے دے دیا جائے گا۔۔۔ سب عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ! ہم برضا و رغبت چھوڑنے کے لیے تیار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیں معلوم نہیں کہ کس نے دل سے کہا اور کس نے دل سے نہیں کہا۔ تم جاؤ اور گفتگو کر کے اپنے سرداروں کو ہمارے پاس بھیجو۔ پس لوگ واپس گئے اور اپنے سرداروں سے گفتگو کی پھر سرداروں نے حاضر بارگاہ ہو کر بتایا کہ لوگ تہ دل سے اجازت دے رہے ہیں۔

marfat.com

اور بخاری شریف کتاب الاحکام کے باب "العرفآء للناس" میں ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ انہیں مروان بن حکم اور حضرت مسور بن مخزمہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مسلمانوں سے ہوازن کے قیدیوں کو آزاد کرنے کے لیے کہا تو فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ تم سے کس نے آزاد کردیئے اور کس نے آزاد نہیں کیئے ہیں پس تم جاؤ اور ہمارے پاس اپنے معروف لوگوں کو بھیجو جو تم سے بخوبی واقف ہوں۔ پس لوگ واپس لوٹ گئے اور اپنے سرکردہ حضرات سے بات کی تو وہ حضرات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ لوگوں نے بطیب خاطر اجازت دی ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الوکالہ میں بھی ہے۔

اعتراض: آنحضرت ﷺ کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ تجویز کس کو منظور ہے اور کس کو نہیں اور اسی لیے آپ نے یہ معاملہ عرفاء قوم کے حوالے کیا۔ اگر آپ عالم جمیع ماکان و مایکون ہوتے تو لامحالہ آپ کو ان تمام لوگوں کے قلبی میلانات کا علم ہوتا اور آپ یہ نہ فرماتے کہ انی لاادری۔الخ (میں نہیں جانتا)

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے جو کہ عموم قرآنی آیات کے مقابل پیش نہیں کی جا سکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق نزول قرآن کی تکمیل سے قبل آپ کو اس کا علم حاصل ہو گیا جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے اور ہم حضور ﷺ کے لیے تدریجاً مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب عطا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس میں حکمت اور مصلحت کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔

جب کوئی چیز کسی کو دے دی جاتی ہے تو اس میں تصرف کا اختیار حاصل نہیں رہتا۔ اسی لیے آپ نے ہر ایک کی رائے عرفاء قوم کے ذریعے سے معلوم کی۔

حضور ﷺ کی زندگی تمام بنی نوع انسان کے لیے ایک ضابطۂ حیات ہے اس لیے اس واقعہ

marfat.com

سے بھی آپ نے صلح رحمی کی تعلیم فرمائی۔

حضور ﷺ نے اس بات کی بھی تعلیم فرمائی کہ مال فئے کے بدلے میں کسی سے کوئی چیز لی جاسکتی ہے۔

نیز حضور ﷺ نے اس قسم کے معاملہ کے لیے ایک ضابطہ بھی مقرر فرمادیا کہ جب فوج مختلف قبائل پر مشتمل ہو تو کوئی معاملہ درپیش ہو جو تمام قبائل سے متعلق ہو تو ہر قبیلہ کے سردار کے ذریعے سے اس معاملہ کو طے کیا جائے تاکہ کسی قسم کا انتشار پیدا نہ ہو۔

قرآن پاک میں بھی آپ کو مشورہ سے معاملات طے کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

قرآن پاک کے احکامات کے مطابق آپ نے ہر قبیلہ کے سردار سے اس کی رائے معلوم کی۔

نیز حضور اقدس ﷺ صاحب اختیار ہیں جس کے لیے جو چاہیں حکم فرمادیں اس کے باوجود آپ کے اخلاق کریمانہ کی جھلک ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے مشورہ کی اجازت فرمائی جس میں ارباب اقتدار کو تعلیم فرمائی گئی کہ اجتماعی ملکی امور میں مشورہ کرنا اسوۂ حسنہ ہے۔

﴿۲۰﴾

سنن ابو داؤد شریف کتاب الحج باب الصلوٰۃ فی الکعبہ میں ہے۔

عبداللہ بن ابی ملیکہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ میرے پاس سے گئے تو مسرور تھے اور میرے پاس پھر تشریف لائے تو کبیدہ خاطر تھے۔ فرمایا میں کعبہ میں داخل ہوا اور اگر مجھے پہلے یہ بات معلوم ہوتی جو بعد میں سامنے آئی تو میں اس میں داخل نہ ہوتا۔ مجھے ڈر ہے کہ میری امت مشقت میں مبتلا نہ ہو جائے۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ کو ماکان ومایکون کا علم ہوتا تو آپ کو ہرگز کبیدہ خاطر نہ ہونا پڑتا اور نہ بعد میں آپ کو اپنی رائے مبارک بدلنی پڑتی؟ الغرض حجۃ الوداع کے موقع تک آپ کو ماکان ومایکون کا علم حاصل نہیں تھا۔

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس حدیث کو دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے

marfat.com

کیونکہ یہ خبر واحد ہے جو کہ عموم قرآنی آیات کے مقابل پیش نہیں کی جاسکتی۔
قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق نزول قرآن کی تکمیل سے قبل اس کا علم آپ کو ہونا ثابت ہے۔
ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو تدریجاً مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب عطا ہوا۔
قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس میں حکمت اور مصلحت کا پہلو بھی نمایاں ہے۔
حضور ﷺ تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ یہ آپ کی صفت رحمت ہی تھی کہ آپ نے اس کام کو ترک کرنے کا سوچا تاکہ میری امت مشقت میں مبتلا نہ ہو۔
اسی لیے آپ کبیدہ خاطر ہوئے۔ یہ امت کی مشقت کا ہی خیال تھا کہ آپ نے حج ساری عمر میں صرف ایک بار صاحب حیثیت پر فرض قرار دیا۔
آپ ﷺ کی صفت رحمت کی ایک جھلک اس حدیث میں ملاحظہ فرمائیں جو بخاری شریف کتاب المغازی کے باب "قدوم الاشعریین واھل الیمن....." میں ہے۔
حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم اشعریوں کی جماعت نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سواریوں کی طلب گار ہوئی۔ آپ نے سواریاں دینے سے انکار فرمایا اور اس کے بعد پھر سواریاں دے دیں حالانکہ آپ نے نہ دینے کی قسم کھائی تھی یعنی آپ کے پاس مال غنیمت کے اونٹ آئے تو آپ نے پانچ اونٹ ہمیں دے دینے کا حکم فرما دیا۔ جو ہم نے لے لئے اور آپس میں کہنے لگے کہ شاید نبی کریم ﷺ اپنی قسم بھول گئے۔ اس صورت میں تو ہم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے ہیں۔ میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! آپ نے تو ہمیں سواریاں نہ دینے کی قسم کھائی تھی لیکن آپ نے ہمیں سواریاں دے دیں۔ فرمایا ہاں یہی بات ہے لیکن جب میں قسم کھالوں اور دیکھوں اور اس کے خلاف میں بھلائی نظر آئے تو جس میں بھلائی ہو میں اسے اختیار کر لیتا ہوں۔
جن واقعات سے آپ کے اختیار کا ثبوت ملتا ہے اس کو معترضین عدم علم میں پیش کرتے ہیں۔

marfat.com

بخاری شریف کتاب الادب کے باب ''من لم یر اکفار من قال ذلک متأولا او جاھلا'' میں ہے۔
عمرو بن دینار نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے پھر جب اپنی قوم کے پاس جاتے تو انہیں نماز پڑھاتے۔ ایک دفعہ انہوں نے نماز میں سورۃ البقرہ پڑھنا شروع کی۔ راوی کا بیان ہے کہ اس پر ایک شخص نے علیحدہ ہو کر ہلکی پھلکی نماز پڑھ لی۔ جب یہ بات حضرت معاذ کو پہنچی تو انہوں نے کہا کہ وہ منافق ہے۔ جب اس آدمی کو اس بات کا علم ہوا تو وہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزر ہوا۔ یارسول اللہ! ہم ہاتھ سے کام کرنے والے اپنے زمینوں کو پانی دینے والے لوگ ہیں۔ حضرت معاذ نے ہمیں لمبی نماز پڑھائی اور سورہ البقرہ پڑھنے لگے تو میں نے مختصر نماز پڑھ لی۔ اس پر انہوں نے خیال کیا کہ میں منافق ہوں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اے معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنے میں مبتلا کرنے والے ہو؟ یہ تین مرتبہ فرمایا' تم سورۂ والشمس اور سورۂ الاعلیٰ جیسی سورتیں پڑھا کرو۔

اور آگے کتاب الادب کے باب "مایجوز من الغضب والشدة لامرللّٰہ" میں حدیث کے آخر میں ہے اے لوگو! بعض تم میں سے لوگوں کو بھگانے والے ہیں لہذا تم میں سے جو لوگ نماز پڑھائیں تو ہلکی پھلکی پڑھائیں کیونکہ نمازیوں میں بیمار بوڑھے اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الاحکام میں بھی ہے۔

﴿۲۱﴾

سنن ابی داؤد شریف کتاب الجنائز کے باب فی الشہید یغسل میں ہے۔
عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ شہدائے احد میں سے دو کو جمع کرتے اور فرماتے کہ ان میں سے قرآن مجید کس کو زیادہ آتا تھا؟ جب ان میں سے کسی ایک کی جانب اشارہ کر دیا جاتا تو لحد میں اسے آگے کر

marfat.com

دیا جاتا کہ قیامت کے روز ان کا گواہ میں ہوں اور ان کے خون کے ساتھ انہیں دفن کرنے کا حکم فرمایا اور انہیں غسل نہ دیا۔

اور حضرت انس بن مالک سے مروی اسی باب کی حدیث میں ہے کہ

رسول اللہ ﷺ دریافت فرماتے کہ ان میں سے قرآن مجید کس کو زیادہ یاد تھا۔ چنانچہ اسے قبلے کی جانب آگے کرتے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب المغازی کے باب من قتل من المسلمین یوم احد۔۔۔۔۔'' میں بھی ہے۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ کو ماکان ومایکون کا علم حاصل ہوتا تو آپ کو پہلے ہی سے یہ علم ہوتا کہ ان شہداء میں سے کس کو قرآن مجید زیادہ آتا ہے۔ آپ کو علم غیب نہیں تھا اسی لیے تو آپ پوچھ کر زیادہ حافظ قرآن کو آگے کرتے۔

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے جو عموم قرآنی آیات کے مقابل پیش نہیں کی جا سکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق نزول قرآن کی تکمیل سے قبل آپ کو اس کا علم حاصل ہونا ثابت ہے۔

ہم حضور ﷺ کے لیے تدریجاً مسلسل اضافہ کے ساتھ غیب عطا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس میں حکمت اور مصلحت کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔

حضور ﷺ کا ہر کام ہمارے لیے اسوہ حسنہ ہے۔ آپ نے ہر موقعہ پر اہل علم کو ترجیح دی چاہے وہ امامت کا معاملہ ہو یا شہادت کا۔

امامت کے ثبوت کے لیے ملاحظہ ہو بخاری شریف کتاب المغازی کا باب وقال اللیث ....اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علم ہی کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو بدری اکابر کے ساتھ بٹھایا کرتے۔ (بخاری شریف)

marfat.com

مذکورہ بالا حدیث میں بھی آپ نے اہل علم شہداء کی فضیلت کا اظہار فرمایا ہے۔
اور اس کے لیے صحابہ کرام کو گواہ بھی بنایا ہے اور قیامت کے روز خود ان کی گواہی کا مژدہ بھی سنایا ہے۔
نیز حضور ﷺ نے واضح فرمایا کہ جب دو شہداء ایک قبر میں دفنائے جائیں تو ان کا طریقہ کار کیا ہوگا اور شہید کے دوسری مسائل مثلاً انہیں غسل کے بغیر خون آلود کپڑوں میں ہی دفن کر دیا جائے۔ اس کو بھی واضح فرمایا نیز ان کے فضل و کمال کو ظاہر کرنے کے لیے پوچھا جاتا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ جب وہ لوگ ان کے فضل و کمال کی گواہی دیں گے تو اللہ کے ہاں بھی ان کا مرتبہ بلند ہو جائے۔ انتم شهداء فى الارض تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو تو اس حدیث سے علم نبی ﷺ کی نفی نہیں ہوتی جیسا کہ معترض کا خیال ہے۔

۲۲

مشکوٰۃ شریف کتاب الحدود کی پہلی فصل میں ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے غلاموں پر حد قائم کیا کرو خواہ ان میں سے کوئی شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ایک لونڈی نے زنا کیا تو آپ نے اسے کوڑے مارنے کا مجھے حکم فرمایا جب کہ اس کے بچہ جننے کا وقت قریب تھا۔ میں ڈرا کہ کوڑے ماروں تو مبادا یہ مر جائے۔ پس میں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا فرمایا کہ تم نے اچھا کیا۔ (مسلم)
ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ فرمایا: اسے چھوڑ دو یہاں تک کہ خون بند ہو جائے پھر اس پر حد قائم کرنا اور لونڈی غلاموں پر حد قائم کیا کرو۔ سنن ابو داؤد کتاب الحدود کے باب فی اقامۃ الحد علی المریض، مریض پر حد قائم کرنا۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ کو اس کی اس حالت کا علم ہوتا تو پہلے ہی حضرت علی کو حد لاگو کرنے کے لیے نہ بھیجتے؟ اور نہ آپ کو فیصلہ بدلنا پڑتا۔

marfat.com

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے جو عموم قرآنی آیات کے مقابل پیش نہیں کی جا سکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے اس کا علم ہونا آپ کے لیے ثابت ہے۔

اور ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو تدریجاً مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب عطا ہوا۔

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس میں حکمت اور مصلحت کا پہلو بھی نمایاں ہے۔ وہ شرعی مسئلہ کا بیان ہے۔

حضور ﷺ نے تمام شعبہ ہائے زندگی کے لیے ایک عملی نمونہ اور ضابطہ حیات پیش کیا ہے۔ یہاں بھی حضور نے واضح فرمایا کہ لونڈی اگر زنا کرے تو اس پر حد قائم کی جائے۔ اسی طرح غلام پر بھی اگر لونڈی کے زنا کا پتہ اس وقت چلے جب کہ وہ بچہ جننے والی ہو تو اسے اس وقت تک چھوڑ دیا جائے جب تک کہ اس کا بچہ کی پیدائش کے بعد خون آنا بند نہ ہو جائے۔ زنا پر حد کی معافی کسی حالت میں نہیں۔ اگر آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حد قائم کرنے کے لیے نہ بھیجتے تو کس طرح ان مسائل کی وضاحت ہوتی کیونکہ یہ معاملہ مشئیت الٰہی کے مطابق ہوا اس سے آپ کے علم کے نفی ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ آپ کو معلم انسانیت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

اور ہر معاملہ کے متعلق عملی مثالیں قائم کی گئیں تاکہ قیامت تک کے لوگ اس پر عمل پیرا ہو سکیں۔

حد قائم کرنے کے لیے گواہوں کی گواہی از بس ضروری ہے اور یہاں آپ بغیر گواہوں کے بغیر اس لونڈی کے اقرار کے حد قائم کر رہے ہیں تو یہ کیونکر ممکن کہ آپ کو اس کا علم نہ ہو نیز اس حدیث سے تو آپ کے صاحب اختیار ہونے کا ثبوت ملتا ہے کہ چاہیں تو گواہوں کی گواہی کے بعد حد قائم کریں اور چاہیں تو ویسے ہی حد قائم کر دیں۔

تو کیا معترض کے نزدیک آپ ﷺ نے بغیر علم کے فیصلہ دیا تھا؟ کچھ خدا کا خوف کرو اور فکر درست رکھو۔

marfat.com

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس پر حد قائم نہ کرنا حضور ﷺ کے اس ضابطہ کی تصدیق میں تھا کہ دو کاموں میں سے بہتر کام کو اختیار کیا جائے تاکہ اس میں حضور ﷺ کے احکام سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکم عدولی ثابت کی جائے۔

بخاری شریف کتاب الانبیاء کے باب ”صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کو دو کاموں میں سے ایک کو اختیار کرنے کی اجازت ملی تو آپ نے آسان کو اختیار فرمایا جب کہ اس میں گناہ نہ ہو۔ اگر اس میں گناہ ہوتا تو آپ اس سے دوسروں کی نسبت زیادہ دور رہتے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کا کسی سے انتقام نہیں لیا، ہاں جب کوئی خدا کی حرمت کے خلاف کرتا تو اس سے لوجہ اللہ انتقام لیا کرتے تھے۔

اس میں قاضیوں کو تعلیم فرمائی گئی کہ حدود کے نفاذ میں احتیاط سے کام لیں۔

بخاری شریف کتاب الجہاد والسیر کے باب **التودیع وقال ابن وھب** "میں ہے۔

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک مشن پر بھیجا کہ اگر تم قریش کے فلاں فلاں دو آدمیوں کو پاؤ تو انہیں پکڑ کر زندہ آگ میں جلا دینا۔ جب ہم نے جانے کا ارادہ کیا تو آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تاکہ آپ ہمیں رخصت فرمائیں تو ارشاد فرمایا: میں نے تم سے کہا تھا کہ فلاں فلاں کو آگ میں جلا دینا لیکن آگ کا عذاب اللہ تعالیٰ ہی دے گا لہٰذا اگر تم انہیں پاؤ تو قتل کر دینا۔

الغرض حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو یہ ضابطہ دیا تھا کہ جب دو پہلو ہوں تو ان میں سے بہتر پہلو اختیار کیا جائے۔ اس واقعہ میں بھی اسی ضابطہ کی توثیق فرمائی گئی ہے تاکہ اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکم عدولی ثابت کی جائے۔

بخاری شریف کتاب التفسیر سورۃ المائدہ "باب قولہ **لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم** "میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ میرے والد محترم (حضرت ابو بکر صدیق رضی

marfat.com

اللہ عنہ) نے قسم کھا کر اس کے خلاف کبھی نہیں کیا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کے کفارے کی آیت نازل فرمادی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں دیکھتا کہ جس بات پر میں نے قسم کھائی ہے دوسرے پہلو میں اس کی نسبت بھلائی ہے تو میں نے اللہ کی اجازت کو قبول کیا اور وہی کام کیا جس میں بھلائی ہو۔

﴿۲۳﴾

صحیح مسلم شریف کتاب التوبہ "باب برآءة حرم النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الربیة" میں ہے۔

"حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص (حضرت مابور) کو رسول اللہ ﷺ کی ام ولد (حضور کی لونڈی حضرت ماریہ) کے ساتھ متہم کیا جاتا تھا۔
رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی سے کہا جاؤ اس کی گردن اڑا دو' حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے تو وہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے ایک کنویں میں غسل کر رہا تھا' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا نکلو' اور اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اس کو نکالا' دیکھا تو اس کا عضو تناسل کٹا ہوا تھا۔ پھر حضرت علی اس کو قتل کرنے سے رک گئے اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جا کر یہ واقعہ عرض کیا اور کہا یا رسول اللہ! اس کا عضو تناسل کٹا ہوا ہے۔"

اعتراض: اگر جناب رسول اللہ ﷺ عالم ماکان وما یکون اور حاضر و ناظر ہوتے تو آپ نے ناکردہ گناہ کو کیوں مجرم تصور کیا؟ اور اس کے قتل کا آرڈر کیوں دیا؟ (العیاذ باللہ تعالیٰ) آپ کو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ یہ شخص تو فطرتی طور پر نامرد ہے اور اس کے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے تعلقات ناجائز نہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔ اگر اس بے چارے کی لنگوٹی نہ کھلتی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دیکھ نہ لیتے تو اس کی تو خیر ہی نہ تھی۔

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے جو عموم قرآنی آیات کے مقابل پیش نہیں کی جا سکتی۔

marfat.com

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے آپ کو اس واقعہ کا علم ہونا ثابت ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو تدریجاً مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب عطا ہوا۔

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس میں حکمت اور مصلحت کا پہلو بھی نمایاں ہے۔

حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کی طرح یہاں بھی خود ام ولد کی صفائی پیش نہیں کی۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے تہمت کی صفائی پیش کی اور یہاں خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجنے سے معاملہ واضح ہوا اور اس بات کی گواہی حاصل ہو گئی کہ خبر سراسر جھوٹی ہے اور کسی کو اعتراض کرنے کی ہمت نہ رہی اور جو معاملہ مشیئت الٰہی کے مطابق ہو اس سے عدم علم ثابت نہیں ہوتا۔ اگر حضور ﷺ کو علم نہ ہوتا تو گواہوں کے بغیر قتل کا کس طرح حکم فرما سکتے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو یہ واضح ضابطہ دیا ہوا تھا کہ اطاعت اچھے کاموں میں کی جائے اور جہاں حکم موجود بھی ہو لیکن اس سے اچھا پہلو موجود ہو تو اس حکم کو چھوڑ کر اچھا پہلو اختیار کیا جائے۔ میں اس کی مثال پیش کرتا ہوں اور اس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے اس وضع کردہ ضابطہ پر عمل درآمد کیا۔

بخاری شریف کتاب المغازی کے باب "سرية عبدالله بن حذافة" میں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک سریۂ (فوجی دستہ) روانہ فرمایا اور ایک انصاری کو اس پر امیر بنا کر اس کی اطاعت کرنے کا حکم فرمایا۔ امیر کسی بات پر ناراض ہو گیا۔ تو اس نے لوگوں سے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے کیا تمہیں میری اطاعت کا حکم نہیں دیا تھا۔ لوگوں نے جواب دیا، کیوں نہیں۔ کہنے لگا کہ ایندھن اکٹھا کرو۔ لوگوں نے لکڑیاں اکٹھی کر دیں۔ کہنے لگا ان میں آگ جلاؤ۔ چنانچہ ان میں آگ لگا دی گئی۔ اب کہنے لگا کہ اس آگ میں داخل ہو جاؤ۔ لوگ تیار ہو گئے لیکن ایک دوسرے کو روکتے رہے اور کہنے لگے کہ ہم آگ (جہنم) سے ڈرتے ہوئے تو نبی کریم ﷺ کی جانب دوڑتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اگر

marfat.com

تم اس آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اس آگ سے نہ نکلتے' کیونکہ اطاعت اچھے کاموں میں ہوتی ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الاحکام میں بھی ہے۔

یہ مثال تو برے پہلو کے مقابلہ اچھے پہلو کی ترجیح کی تھی اور جب دونوں پہلو ٹھیک ہوں تو کسی کو بھی اختیار کرنے کی اجازت ہے جسطرح ایک دفعہ آپ نے صحابہ کرم کو نماز کسی مقام پر پڑھنے کا حکم فرمایا لیکن راستے میں ہی نماز کا وقت ہو گیا تو کچھ صحابہ نے راستے میں ہی نماز ادا کر لی اور کچھ نے اس مقام پر پہنچ پر نماز ادا کی اور حضور ﷺ نے دونوں کے فیصلہ کو درست قرار دیا۔

بخاری شریف کتاب المغازی کے باب "مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب ومخرجة الی بنی قریظة ومحاصرته ایاھم" میں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ احزاب کے روز فرمایا کہ کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں جا کر۔ پس بعض حضرات کو راستے میں عصر کا وقت ہو گیا مگر وہ کہنے لگے کہ ہم منزل مقصود پر پہنچ کر ہی نماز پڑھیں گے اور بعض حضرات نے راستے میں پڑھ لی اور فرمایا کہ ہمیں نماز پڑھنے سے تو منع نہیں فرمایا گیا۔ اس صورت حال کا جب نبی کریم ﷺ کے حضور ذکر کیا گیا تو آپ نے کسی فریق پر بھی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا۔

نیز حضرت ماعورا کیلے کے لیے ہی کیسے حکم قتل نافذ فرمایا جا سکتا ہے؟

معترض یہ کہتا ہے کہ

قتل کا یہ حکم مقدمہ زنا کی وجہ سے نہ تھا تاکہ اس میں عینی شہادتوں یا اقرار کی ضرورت پیش آتی اور حکم طرفین پر جاری ہوتا نہ کہ صرف ایک پر۔ فقہی طور پر 'غیرت ایمانی کے طور پر' بغیر شرعی شہادتوں کے اور بغیر اقرار کے تنہا زانی کو قتل کرنا بھی جائز ہے۔ علامہ ابن نجیم المصری الحنفی لکھتے ہیں کہ

marfat.com

امام ہندوانی رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے کسی مرد کو کسی عورت سے غیر حالت میں دیکھا تو اس کا قتل کرنا جائز ہے؟ فرمایا اگر وہ جانتا ہے کہ یہ شخص زجر اور ہتھیار کے بغیر مارنے پیٹنے سے باز آجائے گا تو اس کا قتل درست نہیں اور اگر وہ جانتا ہے کہ وہ بغیر قتل کے اس کاروائی سے باز نہیں آئے گا تو اس کو قتل کرنا جائز ہے اور اگر عورت نے برضا ورغبت یہ کاروائی کی ہے تو اس کا قتل بھی جائز ہے اور منیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی شخص کو اپنی بیوی یا اپنی محرم سے زنا کرتے دیکھا اور وہ دونوں برضا ورغبت یہ کاروائی کرتے ہوں تو دونوں کو قتل کر سکتا ہے اس عبارت سے اجنبیہ اور بیوی و محرم کا فرق واضح ہو گیا۔

(بحر الرائق ج ۵ ص ۴۱)

اب دیکھئے نہ تو یہاں مقدمہ زنا ہے نہ شرعی شہادتیں اور اقرار ہے مگر مشروط طریقہ سے قتل جائز ہے۔ محض اس لیے کہ دیکھنے والا اپنے مشاہدہ اور یقین سے اس بری کاروائی کو دیکھتا ہے اور اس فقہی جزئیہ کا اصل حضرت سعد بن عبادہ کی حدیث ہے جو بخاری وغیرہ میں موجود ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ نے فرمایا کہ اگر میں کسی مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ (غیر حالت میں) دیکھوں تو میں اس کو سیدھی تلوار سے ماروں گا۔ یہ خبر آنحضرت ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم سعد کی غیرت پر تعجب کرتے ہو؟ میں اس سے زیادہ غیور ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیور ہے۔" (بخاری ج ۲ ص ۷۸۵۔ ج ۲ ص ۱۰۱۲۔ ج ۲ ص ۱۱۰۳)

بخاری شریف کتاب المحاربین

میں کہوں گا کہ آپ کی یہ تمام بحث ہی بے موقعہ ہے کیونکہ اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ قتل کرنے والا خود اس بری کاروائی کو دیکھے لیکن اس واقعہ میں تو صرف افواہ پر حکم نافذ فرمایا جارہا ہے۔ نیز آپ نے اوپر فرمایا ہے کہ اگر وہ شخص یہ جانتا ہو کہ یہ شخص زجر اور ہتھیار کے بغیر مارنے پیٹنے سے باز آجائے تو اس کا قتل درست نہیں اور اگر وہ جانتا ہو کہ وہ بغیر قتل کے اس کاروائی سے باز نہیں آئے گا تو اس کو قتل کرنا جائز ہے۔ میں یہ پوچھوں گا کہ کیا آپ کے خیال میں حضرت مابور کے متعلق یہی رائے ہونی چاہیے تھی کہ وہ باز نہیں آئے گا اور اسے ہر

marfat.com

حالت میں قتل کرنا ضروری ہے جب کہ دونوں کے متعلق حتمی طور پر یہ ثابت بھی نہیں ہوا تھا کہ واقعی انہوں نے ایسا گناہ کیا ہے یا نہیں۔

نیز قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ کوئی خبر آئے تو اس کی تصدیق کر لی جائے۔

کیا حضور ﷺ احکام الٰہی کے خلاف عمل پیرا ہوتے تھے' ہر گز نہیں۔

الغرض مشئیت الٰہی کے مطابق اظہار براۂ مقصود تھا اور ہر کام اسی طرح ہوتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

نیز علامہ اللہ دتہ رحمتہ اللہ علیہ کے اس اعتراض کے جواب :''کہ یہ حکم شرعی تھا اور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں ان اتبع الا مایوحی الی (قرآن مجید) میں نہیں اتباع کرتا مگر وحی الٰہی کی''تنویر الخواطر ص ۹۰ کے جواب الجواب میں معترض یہ کہتا ہے کہ

یہ حکم شرعی تھا' سے کیا مراد ہے؟ اگر اس سے قتل کرنا مراد ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ حکم شرعی کیوں پورا نہ کیا؟ اور پھر آنحضرت ﷺ نے اس شرعی حکم کو کیوں ٹالا؟ کیا آپ دنیا میں شرعی احکام کی تنفیذ کے لیے تشریف لائے تھے یا ان کو ٹالنے کے لیے؟ (معاذ اللہ)

میں موقع محل کے مطابق اعلحضرت امام احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ کے رسالہ ''ازاختہ الغیب لسیف الغیب'' سے ایک اعتراض کے جواب میں بیان کی گئی۔ دو احادیث درج کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے حبیب ﷺ کو شریعت و حقیقت دونوں کا حاکم بنایا۔ حضور کے احکام شریعت ظاہرہ پر ہوتے اور کبھی حقیقت باطنہ پر حکم فرماتے مگر اس پر زور نہ دیا جاتا' صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک شخص کی تعریف کی کہ جہاد میں ایسی قوت رکھتا ہے اور عبادت میں ایسی کوشش کرتا ہے۔ اتنے میں وہ سامنے سے گزرا' حضور اقدس ﷺ نے فرمایا' میں اس کے چہرہ پر شیطان کا داغ پاتا ہوں' اس نے پاس آکر سلام کیا' رسول اللہ ﷺ نے اس کے دل کی بات بتائی کہ کیوں تو نے اپنے دل میں یہ کہا کہ اس قوم میں تجھ سے بہتر کوئی نہیں؟ کہا ہاں!

marfat.com

پھر چلا گیا اور ایک مسجد مقرر کر کے نماز پڑھنے کھڑا ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کون ایسا ہے جو اٹھ کر جائے اور اسے قتل کر دے' صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گئے' دیکھا نماز پڑھتا ہے واپس آئے اور عذر عرض کیا کہ میں نے اسے نماز میں دیکھا' مجھے قتل کرتے خوف آیا۔ حضور ﷺ نے پھر فرمایا' تم میں سے کون ایسا ہے کہ اٹھ کر جائے اور اسے قتل کر دے' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ گئے اور نماز پڑھتا دیکھ کر چھوڑ آئے اور وہی عذر کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا' تم میں کون ایسا ہے کہ اٹھ کر جائے اور اسے قتل کر دے' مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی' حضور نے فرمایا ہاں! تم اگر اسے پاؤ۔ یہ گئے وہ جا چکا تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: یہ میری امت کا پہلا سینگ نکلا تھا اگر قتل ہو جاتا تو آئندہ امت میں کچھ اختلاف نہ پڑتا۔

ابن ابی شیبہ و ابو یعلیٰ و بزاز بیہقی انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر کیا گیا جس نے چوری کی تھی' ارشاد ہوا اسے قتل کر دو' عرض کی گئی اس نے چوری ہی تو کی ہے۔ فرمایا خیر ہاتھ کاٹ دو' پر اس نے دوبارہ چور کی اور قطع کیا گیا' سہ بارہ زمانہ صدیق اکبر میں پھر چرایا اور قطع کیا گیا' چوتھی بار پھر چوری کی اور قطع کیا گیا' پانچویں بار پھر چرایا' صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' رسول اللہ ﷺ تیری حقیقت خوب جانتے تھے جبکہ اول ہی بار تیرے قتل کر حکم صادر فرمایا تھا' تیرا وہی علاج ہے جو حضور کا ارشاد تھا' لے جاؤ اسے قتل کر دو' اب قتل کیا گیا۔

ظاہر ہے کہ ان کے قتل کا حکم حضور اقدس ﷺ نے اپنے علوم غیب کی بنا پر فرمایا تھا ورنہ ظاہر شریعت میں وہ مستحق قتل نہ تھے۔

﴿۲۴﴾

بخاری شریف ابواب المغازی کے باب "مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب و مخرجہ الی بن قریظة و محاصرتہ ایاھم" میں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ جنگ خندق سے فارغ

marfat.com

ہو کر دولت خانے کی جانب لوٹے تو ہتھیار اتار کر غسل فرمانے لگے۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ آپ نے تو ہتھیار اتار دیئے ہیں لیکن خدا کی قسم، ہم نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اب کدھر کا ارادہ ہے؟ جواب دیا۔ ادھر کا اور بنی قریظہ کی جانب اشارہ کیا۔ پس نبی کریم ﷺ ان کی جانب تشریف لے گئے۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ کو ماکان و مایکون کا علم ہوتا تو آپ کو پہلے ہی سے معلوم ہوتا کہ ہم کو خندق کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد بنی قریظہ کی طرف جانا ہے اور نہ تو آپ ہتھیار اتارتے اور نہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے یہ سوال کرنے کی نوبت آتی کہ اب کدھر کا ارادہ ہے؟

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد قرآنی آیات کے عموم کے مقابل پیش نہیں کی جا سکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق بھی آپ اس کو اپنی دلیل میں پیش نہیں کر سکتے کیونکہ نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے آپ کو اس کا علم حاصل ہو گیا اور ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو تدریجاً مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب عطا ہوا۔

قاعدہ نمبر ۳ کے مطابق اس میں عدم توجہ کا پہلو بھی ہو سکتا ہے کہ ابھی آپ کی توجہ مشرکین مکہ کی طرف ہی ہو۔

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس میں حکمت و مصلحت کا پہلو بھی تھا کہ شر پسند یہودیوں کو فوراً سزا دی جائے جب کہ حضور علیہ السلام کے علم میں غالباً یہ پہلو نہ ہو گا۔ جب مشیئت الٰہی اس میں تھی کہ فوراً ان کو سزا دی جائے تو مشیئت الٰہی کے مطابق کوئی کام کرنا قطعاً علم کے منافی نہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ کی عطا سے علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں علم کا دعویٰ

marfat.com

نہیں کرتے' سوچ بھی نہیں سکتے۔ جب اللہ تعالیٰ اس طرح ہی چاہتا تھا تو اس میں حضور ﷺ کا اختیار تو نہ رہا اور نہ اس میں حضور ﷺ کے لیے عدم علم کا اعتراض رہا۔

۲۵

صحیح بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ کے باب کنس المسجد والتقاط الخرق والقذی والعیذان میں ہے۔

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک سیاہ فام مرد یا سیاہ فام عورت مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتا تھا۔ وہ فوت ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے متعلق پوچھا۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ وہ فوت ہو گیا۔ فرمایا کہ تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا لہذا مجھے اس مرد یا عورت کی قبر بتاؤ۔ پس آپ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس پر نماز پڑھی۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ کو علم ماکان وما یکون ہوتا تو آپ کو پتہ ہوتا کہ وہ فوت ہو گئی ہے۔ آپ کو پوچھنا نہ پڑتا نیز آپ کو علم نہیں تھا اسی لیے قبر معلوم کر کے نماز پڑھی۔

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے جو کہ عموم قرآنی آیات کے مقابل پیش نہیں کی جا سکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق بھی آپ اس کو اپنی دلیل نہیں بنا سکتے کیونکہ نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے آپ کو اس کا علم ہو گیا اور ہم حضور ﷺ کے لیے تدریجاً مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب عطا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۳ کے مطابق ایسا عدم توجہ کی بنا پر بھی ہو سکتا ہے۔

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق بھی اس کو عدم علم کی دلیل میں پیش نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس میں حکمت اور مصلحت کے پہلو بھی تھے۔

مسلم شریف میں ہے۔ نبی ﷺ نے اس عورت کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی' فرمایا کہ یہ جتنی قبریں ہیں تمام اہل قبور پر اندھیرے سے بھرپور تھیں اور اللہ تعالیٰ نے اہل قبور کے واسطے ان پر میری نماز پڑھنے کے سبب سے ان کی قبور کو روشن کر دیا ہے۔ (مسلم ۱/ ۳۰۹)

marfat.com

یعنی نہ صرف اس عورت کی بخشش کا سامان پیدا کر دیا بلکہ قبرستان کی دوسری تمام قبور کو بھی فیض یاب فرمایا۔

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا میت کو سامنے رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا اور قبر پر پڑھنا یکساں مفید ہے۔

یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ ہر مومن کے نفس کے وارث ہیں کیونکہ بغیر وارث اصلی کے دوسرا جنازہ کوئی نہیں لوٹا سکتا نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کا نفع امتی کو عالم دنیا میں اور عالم برزخ میں بھی پہنچتا ہے۔

﴿۲۶﴾

بخاری شریف کتاب الاستئذان کے باب الاستئذان من اجل البصر میں ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کے حجروں میں سے ایک حجرے کے اندر جھانکا۔ نبی کریم ﷺ کے دست مبارک میں اس وقت ایک آلہ تھا جس کے ساتھ سر کھجا رہے تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو اندر جھانک رہا ہے تو میں اسے تیری آنکھ میں مارتا۔ اجازت لینے کا حکم اسی دیکھنے کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ (یعنی اجازت لینے کا حکم اسی لیے ہے کہ نظر نہ پڑے)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الدیات کے باب من اطلع بیت قوم ففقئوا عینہ فلا دیۃ لہ میں بھی ہے۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ کو ماکان وما یکون کا علم ہوتا تو آپ کو اس کے متعلق علم ہوتا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے جو عموم قرآنی آیات کے مقابل پیش نہیں کی جا سکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق بھی آپ اس کو اپنی دلیل میں پیش نہیں کر سکتے کیونکہ نزول

marfat.com

قرآن کی تکمیل سے پہلے آپ کو اس کا علم ہو گیا اور ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو تدریجاً مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب عطا ہوا۔

قاعدہ نمبر ۳ کے مطابق اس میں عدم توجہ کا پہلو بھی پایا جا سکتا ہے اور عدم توجہ علم کے منافی نہیں۔

قاعدہ نمبر ٤ مطابق اس میں مصلحت کا پہلو بھی پایا جاتا ہے کہ اس میں حضور ﷺ کا تعلیم فرمانا مقصود تھا کہ تم جب کسی کے گھر جاؤ تو حاضری کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھا جائے اور جو بغیر اجازت جھانکے اس کی سزا احادیث میں صراحت کے ساتھ موجود ہے اور اوپر مذکورہ سزا شرع کے عین مطابق ہوتی۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے گھر میں جھانکے اور تم اس کی آنکھ پھوڑ دو تو تم پر اس میں کوئی گناہ نہ ہو گا۔

(مشکوۃ ج ۲ ص ۳۰۵ و قال متفق علیہ)

اور بخاری شریف کتاب الدیات میں ہے۔

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ابو القاسم ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی آدمی بغیر اجازت تمہیں جھانک کر دیکھے اور تم اس کی آنکھ میں کنکری مار دو جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تمہارے اوپر کسی قسم کا گناہ نہیں ہے۔

﴿ ۲۷ ﴾

بخاری شریف کتاب الجہاد والسیر کے باب "مبادرۃ الامام عندالغزع" میں ہے۔

قتادہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں ایک دفعہ خطرہ محسوس ہوا تو رسول اللہ ﷺ حضرت ابو طلحہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر خطرے کی جانب گئے۔ (جب واپس لوٹے تو) فرمایا، ہمیں کوئی خطرہ نظر نہیں آیا اور ہم نے گھوڑے کو دریا جیسا (یعنی تیز رفتار) پایا ہے۔

marfat.com

اس سے آگے کی حدیث اندر "باب السرعة والركض فی الفرع" میں ہے۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ لوگوں کو خطرہ محسوس ہوا تو رسول اللہ ﷺ حضرت ابو طلحہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے اور اس مٹھے گھوڑے پر آپ گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے تنہا ادھر جا پہنچے۔ آپ کے بعد دوسرے آدمی بھی گھوڑوں پر سوار ہو کر معلوم کرنے کے لیے نکلے تو واپس لوٹتے ہوئے آپ نے ان سے فرمایا:

ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے اور یہ گھوڑا تو دریا کی طرح (تیز رفتار ہے) اس روز کے بعد سے کوئی گھوڑا اس گھوڑے سے آگے نہیں نکل سکا۔

اسی مفہوم کی حدیث بخاری شریف کتاب الجہاد والسیر کے باب "الفرس القطوف" میں بھی ہے۔

اور اسی مفہوم کی حدیث بخاری شریف کتاب الجہاد والسیر کے باب اذا فزعوا باللیل میں بھی ہے اور اس حدیث کے شروع میں ہے کہ رسول اللہ سب لوگوں سے حسین، سخی اور بہادر تھے۔

اسی مفہوم کی حدیث مسلم شریف کتاب الفضائل "باب فی شجاعة النبی علیه السلام" میں بھی ہے۔

اعتراض: اگر آنحضرت ﷺ عالم ماکان و مایکون اور حاضر و ناظر ہوتے تو حالات معلوم کرنے کے لیے مدینہ سے باہر جانے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا عالم ماکان و مایکون اور حاضر و ناظر بھی تحقیق حالات کے لیے کہیں جایا کرتا ہے؟ اور دور تک حالات کا جائزہ لیا کرتا ہے؟

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد آیات قطعیہ کے مقابل پیش نہیں کی جا سکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق یہ واقعہ نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے کا ہے اور کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ تکمیل سے پہلے آپ کو اس کا علم نہیں اور ہم مسلسل اضافہ کے ساتھ علم

marfat.com

غیب عطا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

قاعدہ نمبر٤ کے مطابق اس میں حکمت و مصلحت کے پہلو نمایاں ہیں۔ پیچھے کئی اعتراضات کے جوابات میں بیان ہوئے۔ یہ حدیث تو حضور ﷺ کی بے مثال جرأت' دلیری اور برکت کو ظاہر کرتی ہے اور مخالفین عدم علم میں پیش کر رہا ہے نیز اس حدیث سے آپ کے ایک معجزہ کا اظہار بھی واضح ہے۔

﴿۲۸﴾

مسلم شریف کتاب المساقاہ المزارعۃ کے "باب جواز بیع الحیوان بالحیوان من جنسه متفاضلاً" میں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک غلام آیا اور نبی کریم ﷺ سے ہجرت پر بیعت کی' آپ نے یہ خیال نہیں فرمایا کہ یہ غلام ہے' پھر اس کا مالک اس کو لینے کے لیے آیا' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کو میرے ہاتھ فروخت کر دو' پھر آپ نے دو حبشی غلام دے کر اس کو خرید لیا' اس کے بعد آپ اس وقت تک کسی کی بیعت نہیں لیتے تھے جب تک کہ یہ معلوم نہ کر لیتے کہ آیا وہ غلام ہے۔ (یا آزاد)

اعتراض: اگر جناب رسول اللہ ﷺ عالم ماکان و مایکون اور حاضر و ناظر ہوتے تو آپ کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ فلاں شخص کا غلام ہے۔ میرے دیکھتے دیکھتے یہ فلاں شخص کے پاس سے اور فلاں جگہ سے بھاگ کر آیا ہے۔ پھر اس سے بیعت کیوں لی؟ اور آئندہ آپ ہر ایک سے ہجرت کی بیعت پر کیوں دریافت فرمایا کرتے تھے کہ تو آزاد ہے یا غلام؟ عالم ماکان و مایکون اور حاضر و ناظر کے اس طرح پوچھنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: قاعدہ نمبر١ کے مطابق آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے جو کہ عموم قرآنی آیات کی مخصص نہیں ہو سکتی۔ آیت قرآنی کی تخصیص آیت قطعیۃ الدلالۃ یا حدیث متواتر سے ہی ہو سکتی ہے۔

marfat.com

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق بھی آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش نہیں کر سکتے کیونکہ نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اس کا آپ کو اپنی حیات میں ہی علم حاصل ہو گیا کوئی دوسرا واقعہ پیش نہیں کر سکتے۔

قاعدہ نمبر ۳ کے مطابق اس میں عدم توجہ کا پہلو بھی پایا جا سکتا ہے اور عدم توجہ علم کے منافی نہیں۔

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس میں مصلحت تھی اور آپ کا ایسا کرنا مشیئت الٰہی کے عین مطابق تھا۔

غلاموں کے قواعد و ضوابط آزاد بندوں سے علیحدہ ہیں۔

کیونکہ آپ نے زندگی کے ہر شعبہ اور ہر طبقہ کی تعلیم دینا تھی اور مثالی نمونہ عطا فرمانا تھا اسلیے بھی ایسا ہونا مشیئت الٰہی کے مطابق تھا۔

علامہ فیض احمد اویسی صاحب فرماتے ہیں۔

"باقی رہا اس غلام کی بیعت کے بعد کا معاملہ کہ بغیر تفتیش کے بیعت نہ کرنا۔ وہ اس لئے تھا کہ لوگ اس غلام کی بیعت سے یہ نہ سمجھ لیں کہ تفتیش کی ہمارے لیے بھی کوئی ضرورت نہیں لہذا سنت یہ ہی ہے کہ معاملات تفتیش کے ساتھ انجام دیئے جائیں (نیز) شریعت سازی مطلوب تھی کہ سرسری طور پر کسی کی کوئی بات نہ مان لی جائے بلکہ اس کی تحقیق کی جائے اور بعد تحقیق عمل درآمد ہو۔"

جب اس واقعہ کا مکمل علم آپ کے لیے ثابت ہے تو آپ کی صفت شاہد و شہید پر اعتراض لایعنی ولا حاصل۔

بخاری شریف کتاب المغازی کے باب "قصة دوس والطفيل بن عمرو الدوسی" میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں (ہجرت کر کے) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والا تھا تو راستے میں (صورت حال کے پیش نظر) یہ شعر پڑھتا تھا۔

marfat.com

ے یا لیلة من طولها و عنئها
علی انها من دارة الکفر نجت
ے ماناشب دراز مشقت سے بھری ہے
صد شکر ہے کہ کفر کے گھر سے ملی نجات

میرا غلام راستے میں مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا تھا جب میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے بیعت کی' تو اسی دوران جب کہ میں آپ کی خدمت اقدس میں موجود تھا' پس وہ غلام بھی آ پہنچا۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے ابو ھریرہ! یہ تمہارا غلام ہے میں عرض گزار ہوا کہ اسے میں رضائے الٰہی کے لیے آزاد کرتا ہوں۔

الغرض وہاں اس میں مصلحت اور حکمت تھی۔ یہاں بتانا مقصود تھا اس لیے بتادیا۔

﴿۲۹﴾

بخاری شریف ابواب المغازی نے باب قصة عکل و عرینة میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قبیلہ عکل اور قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ مدینہ طیبہ میں آئے اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے اسلام قبول کر لیا پھر عرض گزار ہوئے کہ یا نبی اللہ! ہم دودھ دینے والے جانور رکھتے ہیں' کھیتی باڑی کرتے ہیں اور مدینہ طیبہ کی آب و ہوا ہمارے موافق نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے چند دودھ دینے والی اونٹنیاں اور ایک چرواہا دینے کا حکم دیا اور ان لوگوں کو حکم فرمایا کہ وہ مدینہ منورہ سے باہر چلے جائیں اور وہاں ان اونٹنیوں کے دودھ وغیرہ پر گزر اوقات کرتے رہیں پس وہ چلے گئے لیکن جب مقام حرہ کے نزدیک پہنچے تو اسلام سے منحرف ہو کر پھر کافر ہو گئے اور نبی کریم ﷺ کے چرواہے کو قتل کر کے اونٹنیوں کو لے کر دوڑ گئے۔ جب نبی کریم ﷺ کو ان کی اس کرتوت کی خبر پہنچی تو آپ نے انہیں پکڑنے کے لیے کچھ آدمی روانہ فرمائے اور حکم دیا کہ انہیں پکڑ کر ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دی جائیں۔ ان کے ہاتھ پیر کاٹ دیے

marfat.com

جائیں اور حرہ کے نزدیک ہی انہیں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور وہ اسی حال میں مر گئے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الطب کے باب "من خرج من ارض لاتلایمه" میں بھی ہے۔

یہ حدیث مسلم شریف باب حکم المحاربین والمرتدین میں ہے اور کتاب الطب کے باب الدواء بابوال الابل میں بھی ہے۔

یہ حدیث مشکوۃ شریف کتاب "القصاص باب قتل اهل الردة والسعاة بالفساد" کی پہلی فصل میں ہے۔ (متفق علیہ)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب التفسیر سورہ المائدہ کے باب انما جزآء الذین یحاربون کی تفسیر میں بھی ہے۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ کو ماکان وما یکون کا علم ہوتا تو آپ پہلے ہی ان کے خلوص دلی سے آگاہ ہو جاتے اور حضور ان کے ساتھ چرواہے کو نہ بھیجتے؟ اور جب ان کے چرواہے کو قتل کر کے اونٹوں کے ساتھ فرار ہونے کی اطلاع ہوئی تو ان کے پکڑنے کے لیے بیس نوجوان ایک کھوجی کے ساتھ بھیجے تاکہ وہ اپنے فن سے ان کا سراغ لگائے۔ اگر آپ کو ماکان وما یکون کا علم ہوتا تو آپ کو کھوجی بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہی فرما دیتے کہ وہ تمہیں فلاں مقام پر ملیں گے ان کو گرفتار کر لاؤ۔

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے جو کہ عموم قرآنی آیات کے مقابل پیش نہیں کی جا سکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق نزول قرآن کی تکمیل سے قبل اس کا علم آپ کے لیے ثابت ہے ہم حضور ﷺ کے لیے تدریجا مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب ملنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس میں حکمت اور مصلحت کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔

marfat.com

کیونکہ حضور ﷺ نے ایک مکمل ضابطۂ حیات کی تعلیم فرمانا تھی۔ اس لیے مشیئت الٰہی کے مطابق ایسے واقعات رونما ہوتے تھے کہ ان کے متعلق واضح احکامات کا نمونہ دستیاب ہو سکے۔ یہاں بھی مرتدین کے لیے سزا کا نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ اس لیے محدثین نے اس حدیث کو حکم المحاربین والمرتدین اور کتاب القصاص میں پیش کیا ہے۔

﴿۳۰﴾

مسلم شریف کتاب النکاح باب "فضیلة اعتاقه امته ثم یتزوجها" کی پہلی حدیث جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' اس میں ہے۔

"--------- ہم نے جنگ سے خیبر کو فتح کرایا اور قیدیوں کو جمع کر لیا۔ دحیہ کلبی حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ان قیدیوں میں سے مجھے بھی ایک باندی عنایت کیجئے۔ آپ نے فرمایا: اچھا ایک باندی لے لو۔ انہوں نے صفیہ بنت حُیی رضی اللہ عنہا کو لے لیا۔ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا اے نبی اللہ! آپ نے قریظہ اور نضیر کی سردار صفیہ بنت حُیی دحیہ کو دے دی۔ وہ آپ کے سوا اور کسی کے لائق نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا دحیہ اور اس کی باندی کو بلاؤ' دحیہ ان کو لے کر آئے۔ جب نبی ﷺ نے ان کو دیکھا تو آپ نے فرمایا' ان کے علاوہ اور کوئی باندی لے لو اور آپ نے حضرت صفیہ کو آزاد کر کے ان کے ساتھ شادی کر لی' حضرت انس سے ثابت نے پوچھا: اے ابو حمزہ! حضرت صفیہ کا مہر کتنا تھا؟ حضرت انس نے کہا ان کو آزاد کرنا ہی ان کا مہر قرار پایا تھا' آپ نے راستہ میں ان سے نکاح کیا' راستہ ہی میں رات کو حضرت ام سلیم نے ان کو تیار کر کے آپ کے پاس بھیجا اور نبی ﷺ نے بحالت عروسی صبح کی۔ آپ نے فرمایا جس شخص کے پاس جو کچھ ہو وہ لے آئے اور چمڑے کا ایک دستر خوان بچھا دیا' کوئی شخص پنیر لے آیا' اور کوئی کھجوریں اور کوئی گھی لے آیا' ان سب چیزوں کو ملایا گیا اور یہی رسول اللہ ﷺ کا ولیمہ تھا۔

دو احادیث چھوڑ کر تیسری حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے سات باندیوں کے

marfat.com

عوض انہیں خریدا۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ کو ماکان ومایکون کا علم حاصل ہوتا تو آپ اس صحابی کے مشورے سے پہلے ہی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کو عطا نہ فرماتے اور شروع ہی سے جان لیتے کہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ تو ایک اعلیٰ خاندانی عورت کو انتخاب کرے گا، جس سے خود حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور اس کے خاندان کی دل شکنی ہوگی کیونکہ یہ عورت حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ جیسے ایک معمولی سپاہی کے مناسب حال نہیں ہے اور جو رائے آپ نے بعد کو اختیار فرمائی وہی پہلے اختیار فرما لیتے۔

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے جو کہ عموم قرآنی آیات کے مقابل پیش نہیں کی جا سکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق نزول قرآن کی تکمیل سے قبل اس واقعہ کا علم آپ کے لیے ثابت ہے اور ہم حضور ﷺ کے لیے تدریجاً مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب عطا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس میں حکمت اور مصلحت کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔

کیونکہ حضور ﷺ نے ایک مکمل ضابطہ حیات کی تعلیم فرمانا تھی۔ اس لیے اس قسم کے معاملہ کے لیے آپ نے ایک مثال قائم فرمائی اور سات باندیوں کے عوض ان کو خریدا اور مہر کے معاملہ میں بھی آپ کے خصائص کا اظہار ہوتا ہے۔

اس حدیث کو تو آپ نے نفئ علم میں پیش کر دیا لیکن اسی واقعہ کے متعلق اور احادیث جو کتب احادیث میں مذکور ہیں ان کو مد نظر نہ رکھا اور علم نبوت پر طعن کرنے کا پہلو ہی مد نظر رکھا۔

بخاری شریف کتاب المغازی کے باب ''غزوہ خیبر'' میں ہے۔

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم خیبر پہنچ گئے اور جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں قلعہ خیبر کو فتح کروایا تو آپ کے سامنے حضرت صفیہ بن حی بن اخطب کی

marfat.com

خوبصورتی کا ذکر ہوا، جن کا خاوند لڑائی میں مارا گیا تھا اور جو ابھی تک عروسی لباس میں تھیں، تو نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنی زوجیت کے لیے پسند فرمالیا۔ پس انہیں لے کر چل دیئے۔ یہاں تک کہ ہم سب صہباء کے مقام پر پہنچے تو وہ آپ کے لیے حلال ہو گئیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ خلوت فرمائی۔ پھر ایک چھوٹے سے دستر خوان پر حیسا (مالیدہ) رکھ دیا گیا، اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ اپنے اردگرد جو حضرات تمہیں ملیں انہیں بلالو۔ پس یہی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ تھا۔ پھر ہم مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہونے لگے تو میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے حضرت صفیہ کے لیے اپنے پیچھے ایک چادر بچھادی۔ پھر آپ اپنے اونٹ کے قریب بیٹھ گئے اور اپنا مبارک زانو اونٹ کے ساتھ لگادیا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے مبارک زانو پر قدم رکھ کر سوار ہو گئیں۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الجہاد والسیر کے باب "من غزابصبی للخدمته" میں بھی ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب البیوع میں بھی ہے۔

﴿۳۱﴾

بخاری شریف کتاب الذبائح باب الضب میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حضرت میمونہ (یہ ان کی حقیقی خالہ تھیں) کے کاشانۂ اقدس میں داخل ہوئے۔ پس آپ کی خدمت میں ایک بھنی ہوئی گوہ پیش کی گئی اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف اپنا دست مبارک بڑھایا۔ اس وقت بعض مستورات نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو بتادینا چاہیے کہ وہ کس چیز کے کھانے کا ارادہ فرمارہے ہیں، پس وہ عرض گزار ہوئیں کہ یارسول اللہ! یہ گوہ ہے چنانچہ آپ نے اپنا دست مبارک اٹھالیا۔ میں (حضرت خالد) نے کہا کہ یارسول اللہ! کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا کہ نہیں لیکن یہ میری قوم کے علاقے

marfat.com

میں نہیں پائی جاتی لہذا میں اس سے نفرت کرتا ہوں۔ حضرت خالد فرماتے ہیں کہ پھر تو میں نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور کھانے لگا حالانکہ رسول اللہ ﷺ اسے ملاحظہ فرما رہے تھے۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ کو خود ہی علم ہوتا کہ میرے سامنے گوہ پیش کی گئی ہے تو آپ اس کی طرف ہاتھ ہی نہ بڑھاتے نیز اگر ان مستورات کا علم غیب کا عقیدہ ہوتا تو وہ آپ کو بتادینے کے لیے نہ کہتیں۔

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے جو کہ عموم قرآنی آیات کے مقابل پیش نہیں کی جاسکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق بھی آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش نہیں کر سکتے کیونکہ یہ واقعہ نزول قرآن پاک کی تکمیل سے قبل کا ہے اور یہ کسی طرح ثابت نہیں کہ ''آپ کو یہ علم حاصل ہی نہ ہوا۔''

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس میں حکمت اور مصلحت کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔

جو چیز کسی علاقہ میں نہ پائی جاتی ہو اس کی طرح لوگ اتنے راغب نہ ہو جائیں کہ انہیں بعد میں تنگ ہونا پڑے۔

دوسری احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ گوہ رینگنے والی مخلوق ہے اور ایک سابق امت کو رینگنے والی مخلوق میں تبدیل کر دیا گیا تھا اس لیے آپ اس سے کراہت فرماتے تھے۔

نیز اس حدیث سے حضور ﷺ کے شہد حرام کئے جانے والے واقعہ کی بھی وضاحت ہوتی ہے کیونکہ آپ نے ایک حلال چیز کو اپنے لئے منع فرمالیا۔ اسی طرح لہسن کو آپ نے اپنے لئے ناپسند فرمایا لیکن حرام قرار نہ دیا اور شہد کے واقعہ میں بھی آپ نے اپنی ازواج مطہرات کی دلجوئی کے لیے شہد نہ کھانے کا ارادہ فرمایا نہ کہ آپ نے حکم الٰہی کے خلاف شہد کو ہی حرام قرار دے دیا۔ روزمرہ زندگی میں بھی اس کی اکثر مثالیں ملتی ہیں کہ کئی اشخاص کئی حلال چیزوں کو ذاتی ناپسند کی بنا پر نہیں کھاتے اس سے ان کے حرام ہونے کا کوئی تعلق نہیں۔

marfat.com

﴿۴۲﴾

صحیح بخاری شریف کتاب الاذان باب من اخف الصلوۃ عند بکآء الصبی میں ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نماز شروع کرتا ہوں تو چاہتا ہوں کہ اسے لمبی کروں پھر کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز کو مختصر کر دیتا ہوں یہ جانتے ہوئے کہ اس کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں کو جو تنگی ہو گی۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ کو علم غیب ہوتا ہو آپ کو پہلے ہی معلوم ہوتا کہ فلاں بچہ رو پڑے گا اور آپ کو نماز مختصر کرنے کا نہ سوچنا پڑتا۔

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے جو عموم قرآنی آیات کے مقابل پیش نہیں کی جاسکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق بھی آپ کو نزول قرآن کی تکمیل سے قبل اس واقعہ کا علم حاصل ہے اور ہم حضور ﷺ کے لیے تدریجاً مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب عطا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس میں حکمت اور مصلحت کا پہلو بھی نمایا ہے۔

حضور ﷺ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔ آپ نے ہر موقعہ پر اس کا عملی ثبوت فراہم کیا ہے۔

نمازیوں کی تکلیف کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ نے نماز کو مختصر پڑھانے کا حکم فرمایا اور صحیح احادث اس کی شاہد ہیں۔

جن احادیث سے نبی کریم ﷺ کے اختیار کا اظہار ہوتا ہے وہاں معترضین کو عدم علم نظر آتا ہے۔

بخاری شریف کتاب النفقات کے باب "نفقة المعسر علی اهله" میں ہے۔

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آکر

marfat.com

عرض گزار ہوا کہ میں ہلاک ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ کس طرح؟ عرض گزار ہوا کہ میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کر بیٹھا۔ فرمایا ایک غلام آزاد کر دو۔ عرض کی کہ میرے پاس تو کوئی غلام نہیں۔ فرمایا تو متواتر دو مہینے کے روزے رکھ لو۔ عرض کی کہ مجھے اس کی استطاعت نہیں ہے فرمایا تو ساٹھ غریبوں کو کھانا کھلا دو۔ عرض گزار ہوا کہ مجھے یہ بھی میسر نہیں ہے۔ پس نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک تھیلا یا ٹوکرا پیش کیا گیا جس میں کھجوریں تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ مسئلہ پوچھنے والا شخص کہاں ہے؟ عرض کی حضور میں حاضر ہوں۔ فرمایا انہیں خیرات کر آؤ۔ عرض کی یارسول اللہ! اپنے سے زیادہ حاجت مند کو دوں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان (مدینہ منورہ میں) ہم سے زیادہ حاجت مند کوئی گھر نہیں ہے۔ پس نبی کریم ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ دندان مبارک نظر آنے لگے اور فرمایا کہ پھر تم ہی اس کے مستحق ہو۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الادب میں بھی ہے اور بخاری شریف کتاب المحاربین میں بھی ہے۔

﴿۳۳﴾

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن کے باب مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی دوسری فصل میں ہے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَدْرِيْ مَابَقَائِيْ فِيْكُمْ فَاقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْم بَعْدِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ. (رواہ الترمذی)	حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ تم میں کتنے دن اور رہوں لہذا میرے بعد والوں میں سے ابو بکر اور عمر کی پیروی کرنا۔ (ترمذی)

اسی طرح حجۃ الوداع کے دوران ایک موقع پر آپ نے فرمایا

میری امت کو چاہیے کہ وہ حج کے احکام اچھی طرح مجھ سے سیکھ لے کیونکہ میں نہیں جانتا

marfat.com

شاید کہ میں ان سے اس سال کے بعد ملاقات نہ کر سکوں۔

(رواہ احمد فی مسندہ ج ۳ ص ۳۳۲ بسند صحیح)

اعتراض: جب حضور نبی کریم ﷺ کو خود اپنی وفات کا علم نہیں تو دوسروں کی وفات کا کس طرح علم ہو سکتا ہے۔ حضور ﷺ خود فرما رہے ہیں کہ شاید میں تمہیں اس سال کے بعد پھر نہ دیکھ سکوں تو پھر وہ حاضر و ناظر بھی کیسے ہو سکتے ہیں۔

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے جو کہ عموم قرآنی آیات کے مقابل پیش نہیں کی جا سکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق حضور ﷺ کا آپ کی وفات سے قبل آپ کو اپنی وفات کا علم ہونا صحیح احادیث سے ثابت ہے جیسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے۔

اور ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو تدریجاً مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب عطا ہوا۔

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس میں مصلحت اور حکمت کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔

حضور ﷺ نے واضح فرمادیا کہ میں اللہ کی عطا کے بغیر علم نہیں جانتا۔

حضور ﷺ نے اپنے بعد حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کی پیشین گوئی فرمادی۔

حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو حج کے احکام کو اچھی طرح سیکھنے کی ترغیب دلائی اور انہیں اس معاملہ میں غفلت نہ برتنے کے لیے اپنی وفات کی طرف اشارہ بھی فرمادیا۔ اگر وفات کا علم نہ ہوتا تو کس طرح کہہ سکتے تھے کہ شاید میں اس سال کے بعد ملاقات نہ کر سکوں۔

﴿۳۴﴾

سنن ابو داؤد شریف کتاب السنۃ کے باب فی استخلاف ابی بکر رضی اللہ عنہ میں ہے۔

عبد الملک بن ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ

marfat.com

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ کی علالت نے شدت اختیار کی تو چند مسلمانوں کے ساتھ میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ نماز کے لیے حضرت بلال نے آپ کو بلایا فرمایا کسی سے کہہ دو کہ لوگوں کو نماز پڑھادے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن زمعہ باہر نکلے تو حضرت عمر لوگوں میں موجود تھے اور حضرت ابوبکر موجود نہ تھے۔ پس میں نے کہا: اے عمر! کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھائیے۔ وہ آگے بڑھے اور تکبیر کہی گئی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کی آواز سنی کیونکہ حضرت عمر بلند آواز تھے۔ فرمایا' ابوبکر کہاں ہیں؟ کیونکہ اللہ اور مسلمان اس بات کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ اور مسلمان اس بات کا انکار کرتے ہیں۔ پس حضرت ابوبکر کو بلایا گیا۔ وہ اس کے بعد آئے کہ حضرت عمر نماز پڑھا چکے تھے تو انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

اور اسی باب میں اگلی حدیث میں ہے۔

جب نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر کی آواز سنی۔ حضرت ابن زمعہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لانے لگے یہاں تک کہ سر مبارک حجرے سے باہر نکال کر فرمایا: نہیں نہیں نہیں' لوگوں کو ابن ابو قحانہ (حضرت ابوبکر صدیق) نماز پڑھائیں۔ یہ آپ غصے میں فرما رہے تھے۔

اعتراض: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو مرض الموت تک ماکان ومایکون کا علم حاصل نہ تھا اگر آپ کو علم ہوتا تو جب ابتداء میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لیے کہا گیا تھا تو آپ آغاز نماز سے پہلے ہی ان کو روک دیتے حالانکہ آپ کو ان کے تکبیر بلند فرمانے کے بعد معلوم ہوا اور آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اگر آپ کو ماکان ومایکون کا علم ہوتا تو آپ یہ کیوں فرماتے ابوبکر کہاں ہیں؟

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ حدیث متواتر قطعیہ الدلالۃ نہیں اس لیے قرآنی آیات کے عموم کے مقابل

marfat.com

پیش ہی نہیں کی جا سکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش نہیں کر سکتے کیونکہ آپ کی حیات مبارکہ میں ہی اس کا علم ہونا ثابت ہے اور ہم تدریجاً مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب عطا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۳ کے مطابق اس میں عدم توجہ کا پہلو تو بہت نمایاں ہے کیونکہ ایام آخر میں آپ ﷺ کی توجہ دنیا سے ہٹ کر آخرت کی طرف مبذول ہو گئی تھی۔

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس میں حکمت اور مصلحت کا پہلو بھی نمایاں ہے کیونکہ مشیئت الٰہی کے مطابق آپ لوگوں کو واضح کر دینا چاہتے تھے کہ میرے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کی اقتداء نہ کی جائے اسی لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آکر دوبارہ نماز پڑھائی۔

میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تمام مردوں پر فضیلت کے ثبوت میں چند احادیث عرض کر دیتا ہوں تاکہ معترض پر واضح ہو جائے کہ آپ کا ایسا کرنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے اظہار میں تھا۔ بخاری شریف کتاب المغازی کے باب ''غزوۃ ذات السلاسل'' میں ہے۔

حضرت ابو عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۃ ذات السلاسل کے لیے حضرت عمرو بن العاص کو امیر لشکر مقرر فرمایا۔ یہ فرماتے ہیں کہ میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا' حضور آپ کو انسانوں میں سب سے پیارا کون ہے؟ فرمایا عائشہ' میں عرض گزار ہوا کہ مردوں میں سے؟ فرمایا ان کے والد محترم۔ میں نے عرض کی ان کے بعد کون ہے؟ فرمایا عمر۔ اس کے بعد چند حضرات کے نام آپ نے اور لئے لیکن میں اس خیال میں خاموش ہو گیا کہ میرا نام کہیں آخر میں نہ آئے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الانبیاء میں بھی ہے۔

بخاری شریف کتاب المغازی کے باب "حج ابی بکر بالناس فی سنة تسع" میں ہے۔

marfat.com

"حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کو اس حج کے لیے نبی کریم ﷺ نے امیر مقرر فرمایا تھا جو حجۃ الوداع سے پہلے کیا گیا تھا تاکہ وہ قربانی کے روز لوگوں میں یہ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرنے نہیں آئے گا اور کوئی شخص ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گا۔"

بخاری شریف کتاب الانبیاء "حضرت ابو بکر کے دیگر فضائل" کے باب میں ہے۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ایک عورت حاضر ہوئی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ پھر کسی روز آنا۔ عرض گزار ہوئی کہ اگر میں پھر آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو کیا کروں ؟ اس کی مراد وفات سے تھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر تم مجھے نہ پاؤ تو ابو بکر کی خدمت میں حاضر ہو جانا۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الاحکام کے باب الاستخلاف میں بھی ہے۔

بخاری شریف کتاب الانبیاء کے باب "فضل ابی بکر بعد النبی ﷺ" میں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے مبارک زمانہ میں جب ہم صحابہ کرام کے درمیان کسی کو ترجیح دیتے تو سب پر حضرت ابو بکر کو ترجیح دیا کرتے، پھر حضرت عمر بن خطاب کو، پھر حضرت عثمان بن عفان کو۔ رضی اللہ عنھم

بخاری شریف کتاب المرضی کے باب "قول المریض انی وجع او وارأساہ" میں ہے۔

قاسم بن محمد کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے سر پھٹا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کاش! میری زندگی میں ایسا ہو جاتا تو میں تمہارے لیے استغفار کرتا اور دعا مانگتا۔ حضرت عائشہ عرض گزار ہوئیں۔ ہائے مصیبت! خدا کی قسم، کیا میں یہ گمان کروں کہ آپ میری موت چاہتے ہیں اور اگر ایسا ہو گیا تو آپ دوسرا دن اپنی کسی دوسری بیوی کے پاس ہی گزاریں گے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بلکہ میرا سر درد سے پھٹا جا رہا ہے لہذا میرا فیصلہ ہوا یا میں نے ارادہ کیا کہ ابو بکر اور ان کے صاحبزادے کو بلا بھیجوں اور ان سے عہد خلافت لوں ورنہ کہنے والے جو چاہیں کہیں گے اور خواہش کرنے والے خواہش

marfat.com

کریں گے۔ ''پھر میں نے کہا'' (کہ اس کی ضرورت نہیں کیونکہ) اللہ تعالیٰ اس کا خلاف نہیں چاہتا اور مسلمان اس کی مخالفت کو ہٹا دیں گے یا اللہ مخالف کو ہٹا دے گا اور مسلمان کسی دوسرے کو قبول نہیں کریں گے۔''

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الاحکام کے "باب الاستخلاف" میں بھی ہے۔

﴿۳۵﴾

صحیح بخاری شریف کتاب الاذان باب "انما جعل الامام لیؤتم ....." میں ہے۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: کیا آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کے مرض کے متعلق نہیں بتائیں گی؟ فرمایا: کیوں نہیں۔ نبی کریم ﷺ کا مرض بڑھ گیا تو فرمایا کیا۔ لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے عرض کی: نہیں بلکہ یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ میرے لیے لگن میں پانی رکھ دو۔ ہم نے یہی کیا تو غسل فرمایا۔ پھر جانا چاہا تو بے ہوش ہو گئے۔ افاقہ ہوا تو فرمایا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ میرے لیے لگن میں پانی رکھ دو۔ پس اٹھے اور غسل فرمایا پھر جانے لگے تو بے ہوش ہو گئے جب افاقہ ہوا تو فرمایا: کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟ ہم نے عرض کی: نہیں' یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ لوگ مسجد میں ٹھہرے ہوئے نبی کریم ﷺ کا نماز عشاء کے لیے انتظار کر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق کے لیے پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ قاصد نے آکر بتایا جو نرم دل تھے انہوں نے کہا: اے عمر! آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عمر نے ان سے کہا: آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ پس ان دنوں میں حضرت ابو بکر نے نماز پڑھائی۔ پھر نبی کریم ﷺ نے کچھ افاقہ محسوس کیا تو آپ دو آدمیوں کے درمیان نماز ظہر کے لیے تشریف لائے جن میں سے ایک حضرت عباس تھے اور حضرت ابو بکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ جب حضرت ابو بکر نے آپ

marfat.com

کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں اشارہ کیا کہ پیچھے نہ ہٹو اور فرمایا کہ مجھے ان کے پہلو میں بٹھادو۔ دونوں نے آپ کو حضرت ابو بکر کے پہلو میں بٹھادیا۔ پس حضرت ابو بکر تو نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے اور لوگ حضرت ابو بکر کے پیچھے اور نبی کریم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔

اسی مفہوم کی احادیث بخاری شریف کتاب الاذان "باب من اسمع الناس تکبیر الامام" اور باب الرجل یاتم بالامام ویاتم الناس......" میں بھی ہے۔

اعتراض: اگر حضور نبی کریم ﷺ کو علم غیب ہوتا تو ہر دفعہ یہ نہ پوچھتے کہ "کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟" اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلے ہی نماز پڑھانے کا علم ہوتا تو اتنی دیر انتظار کے بعد کیوں حکم فرمایا؟

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد قرآنی آیات کے عموم کے مقابل پیش نہیں کی جا سکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق بھی آپ اس کو اپنی دلیل میں پیش نہیں کر سکتے کیونکہ آپ کی حیات مبارکہ میں ہی اس کا علم ثابت ہے اور ہم تدریجاً مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب عطا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۳ کے مطابق اس میں عدم توجہ کا پہلو تو بہت نمایاں ہے کیونکہ ایام آخر میں آپ ﷺ کی توجہ دنیا سے ہٹ کا آخرت کی طرف مبذول ہوگئی ہوئی تھی۔

بخاری شریف کتاب الرقاق کے باب سکرات الموت میں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتیں: بے شک رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیالہ یا کونڈا رکھا ہوا تھا جس میں پانی تھا۔ چنانچہ آپ پانی میں اپنے دونوں ہاتھوں کو داخل کرتے اور پھر انہیں چہرہ انور پر ملتے اور کہتے: نہیں کوئی معبود مگر اللہ' بے شک موت میں تکلیف ہوتی ہے" پھر دست مبارک کو کھڑا کر کے کہتے:

marfat.com

فی الرفیق الاعلیٰ　　　　رفیق اعلیٰ میں

یہاں تک کہ آپ کی روح قبض کرلی گئی اور دست مبارک جھک گیا۔

اور بخاری شریف کتاب الرقاق کے باب ''من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ'' میں ہے۔

عروہ بن زبیر نے کتنے ہی اہل علم حضرات سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ صحت کی حالت میں فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ ہرگز کسی نبی کی روح کو قبض نہیں فرمایا' یہاں تک کہ جنت میں اسے اس کا مقام دکھا دیتا ہے اور پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے۔ جب آپ بیمار پڑے اور آپ کا سر مبارک میری ران پر تھا تو گھڑی بھر آپ پر غشی طاری رہی۔ پھر جب افاقہ ہوا تو آپ نے نگاہ چھت کی طرف اٹھائی اور کہا ''اے اللہ! رفیق اعلیٰ''

میں عرض گزار ہوئی کہ کیا آپ ہمیں پسند نہیں فرماتے؟ اور میں جان گئی کہ یہ وہی بات ہے جو آپ ہم سے فرمایا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جو آخری کلام فرمایا وہ یہی الفاظ ہیں: ''اے اللہ! رفیق اعلیٰ''

بخاری شریف کتاب المرضیٰ کے باب ''تمنی المریض الموت'' میں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب کہ آپ نے میرے ساتھ ٹیک لگائی ہوئی تھی: اے اللہ! میری مغفرت فرما' مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق کے ساتھ ملا۔

﴿۳۶﴾

بخاری شریف کتاب المغازی کے باب ''قتل ابی جہل'' میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو یہ دیکھے کہ ابو جہل کا کیا بنا؟ پس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گئے اور دیکھا کہ اسے عفراء کے دونوں بیٹوں نے اتنا زخمی کیا ہے کہ وہ سسکیاں لے رہا ہے۔ انہوں نے فرمایا: تو ابو جہل ہے؟

marfat.com

راوی کا بیان ہے کہ پھر انہوں نے اس کی داڑھی پکڑ لی تو وہ کہنے لگا کہ جن آدمیوں کو تم نے قتل کیا ہے کیا ان میں مجھ سے بڑھ کر کوئی ہے یا ان لوگوں میں کوئی ایسا ہے جس کو اس کی قوم نے قتل کیا ہو؟

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الجہاد کے باب قتل ابی جہل میں بھی ہے۔

اور بخاری شریف کتاب المغازی میں آگے یہ حدیث بھی ہے کہ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے روز میں صف کے اندر تھا کہ میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا تو دو کم سن لڑکے نظر آئے' گویا ان دونوں کی موجودگی سے میں محفوظ جگہ پر نہیں تھا۔ اتنے میں ایک نے دوسرے سے چھپا کر مجھ سے پوچھا: چچا جان! مجھے ابو جہل تو دکھا دیجئے۔ میں نے کہا' اے بھتیجے! تم اس کا کیا کرو گے؟ جواب دیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا ہے کہ اگر اسے دیکھ پاؤں تو قتل کر کے چھوڑوں گا یا جام شہادت نوش کر جاؤں گا۔ پھر دوسرے لڑکے نے پہلے سے۔ چھپاتے ہوئے مجھ سے یہی بات کہی۔ وہ فرماتے ہیں کہ اب مجھے اس بات کی کوئی تمنا نہ رہی کہ میں ان کے بجائے دو مردوں کے درمیان ہوتا۔ آخر میں نے انہیں اشارے سے ابو جہل بتا دیا تو وہ عقاب کی طرح جھپٹ پڑے اور اس پر پے در پے ضربیں جا لگائیں۔ وہ دونوں (معاذ اور معوذ) حضرت عفراء کے صاحبزادے تھے۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ کو علم ہوتا تو خود ہی بیان فرما دیتے کہ ابو جہل مر گیا ہے اسے میں نے قتل ہوتے خود دیکھا اور بعد میں تلواروں کے خون سے اندازہ لگانا بھی عدم علم ثابت کرتا ہے۔

جواب: جب آپ حضرت معاذ اور حضرت معوذ کے لشکر اسلام میں شامل ہونے کے واقعہ اور حضور ﷺ کے ایک دن قبل کفار کے جائے قتل کی نشاندہی کی حدیث کو مد نظر رکھیں گے تو اس کا جواب بالکل واضح نظر آئے گا کہ حضور ﷺ کو کفار کے جائے قتل

marfat.com

کا جو علم اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کیا اس کے متعلق آپ کو شک و شبہ تھا؟ یا ان میں سے ابو جہل کے قتل نہ ہونے کا شک و شبہ تھا؟ ہر گز نہیں۔ بلکہ یہاں تو اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابو جہل کے غرور و تکبر کو واضح فرمانا تھا۔

بخاری شریف کتاب المغازی کے شروع میں "باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یقتل ببدر" میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ کی امیہ بن خلف سے دوستی تھی۔ امیہ جب مدینہ منورہ آتا تو حضرت سعد کے پاس ٹھہرتا اور حضرت سعد جب مکہ مکرمہ جاتے تو امیہ کے پاس قیام فرماتے۔ جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت سعد عمرہ کرنے گئے اور جب مکہ مکرمہ میں امیہ کے پاس ٹھہرے تو انہوں نے امیہ سے فرمایا: مجھے تنہائی کا ایسا وقت بتانا کہ بیت اللہ کا طواف کر سکوں تو یہ اس کے ساتھ دوپہر کے وقت نکلے۔ تو ان دونوں کو ابو جہل مل گیا اور کہنے لگا اے ابو صفوان! یہ تمہارے ساتھ کون ہے۔ امیہ نے جواب دیا کہ یہ سعد ہیں۔ پس ابو جہل نے حضرت سعد سے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بڑے اطمینان سے مکہ مکرمہ میں طواف کر رہے ہو اور تم لوگوں نے دین سے پھرنے والوں کو پناہ دی ہے جبکہ تمہارا یہ خیال ہے کہ تم ان کی مدد اور اعانت کر رہے ہو۔ خدا کی قسم' اگر تمہارے ساتھ ابو صفوان (امیہ) نہ ہوتے تو تم اپنے اہل و عیال کی جانب صحیح سالم لوٹ کر نہیں جا سکتے تھے۔ حضرت سعد نے اسے با آواز بلند جواب دیا: خدا کی قسم' اگر تو مجھے طواف سے روکے گا تو میں تجھے ایسی چیز سے روک دوں گا جو تجھ پر اس سے بھی گراں گزرے گی یعنی براستہ مدینہ تجارت شام۔ امیہ نے ان سے کہا: اے سعد! ابو الحکم کے سامنے آواز بلند نہ کرو۔ یہ وادی کے سردار ہیں۔ حضرت سعد نے فرمایا: اے امیہ زیادہ حمایت نہ کرو' خدا کی قسم' میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ تمہیں قتل کریں گے' پوچھا' کیا مکہ مکرمہ میں'؟ جواب دیا' میں اور کچھ نہیں جانتا۔ امیہ اس خبر سے بڑا خوف زدہ ہوا اور اپنی بیوی سے جا کر کہنے لگا' اے ام صفوان! تمہیں معلوم ہے کہ سعد نے

marfat.com

میرے متعلق کیا کہا ہے ؟ دریافت کیا : بتاؤ تو سہی کہ انہوں نے تمہارے متعلق کیا کہا ہے ؟ اس نے بتایا کہ محمد ﷺ نے مسلمانوں کو خبر دی ہے کہ وہ مجھے قتل کریں گے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ مکہ مکرمہ میں ؟ تو یہی جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ پس امیہ کہنے لگا کہ خدا کی قسم، میں مکہ معظمہ سے نکلوں گا ہی نہیں۔ جب جنگ بدر کا موقع آیا تو ابو جہل نے لوگوں سے کہا کہ لڑائی کے لیے نکلو اور اپنے قافلے کو بچاؤ، لیکن امیہ نے نکلنا پسند نہ کیا۔ پس ابو جہل اس کے پاس آکر کہنے لگا : اے ابو صفوان ! جب تک لوگ تمہیں پیچھے رکا ہوا دیکھتے رہیں گے تو وہ بھی رکے رہیں گے کیونکہ تم وادی والوں کے سردار ہو۔ ابو جہل برابر اصرار کرتا رہا تو اس نے کہا : جب تم نے مجھے مجبور کر دیا تو خدا کی قسم، میں ایسا تیز رفتار اونٹ خریدوں گا (بھاگنے کے لیے) جس کا مکہ مکرمہ میں جواب نہ ہو۔ پھر امیہ نہ کہا : اے ام صفوان ! میرے لیے سامان تیار کرو۔ وہ کہنے لگی اے ابو صفوان ! معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے یثربی (مدنی) بھائی کی بات بھول گئے ہیں ؟ جواب دیا کہ میں بھولا نہیں ہوں بلکہ صرف تھوڑی دور تک ان کا ساتھ دینے لگا ہوں۔ جب امیہ نکل گیا تو ہر منزل پر اونٹ کو پیچھے باندھتا اور برابر اسی طرح کرتا رہا۔ یہاں تک کہ میدان بدر میں جا پہنچا جہاں اللہ تعالیٰ نے اسے قتل کروادیا۔

الغرض معترض کی حدیث نفی علم کو ثابت نہیں کرتی بلکہ حضور ﷺ کے علم کو ثابت کرتی ہے کہ ابھی وہ زندہ ہے اور اپنے غرور و تکبر کے اظہار کے لیے زندہ ہے۔

اور ابو جہل کو قتل کرنے کا اندازہ تلواروں کے خون سے لگانا بے علمی کی دلیل نہیں بلکہ حضور ﷺ نے یہ قاعدہ مقرر کیا اور اس کا ثبوت دوسری احادیث سے بھی ملتا ہے۔

﴿ ۳۷ ﴾

بخاری شریف کتاب المغازی کے باب "استعمال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی اھل خیبر" میں ہے۔

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

marfat.com

نے ایک شخص کو خیبر کا عامل مقرر فرمایا پس وہ بڑی عمدہ کھجوریں لے کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا خیبر کی ساری کھجوریں اسی طرح کی ہیں ؟ وہ عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ ! خدا کی قسم ، ساری کھجوری تو ایسی نہیں ہیں۔ ہوتا یوں ہے کہ ہم دو صاع گھٹیا کھجوروں کے بدلے ایک صاع عمدہ کھجوریں لے لیتے ہیں اور تین صاع کے بدلے دو صاع۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو بلکہ انہیں درہموں سے فروخت کر دیا کرو اور ان اچھی کھجوروں کو درہموں سے خرید لیا کرو۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب البیوع کے باب "اذآ اراد بیع تمر بتمر خیر منه" میں بھی ہے۔

اعتراض: اگر جناب رسول اللہ ﷺ کو ماکان و مایکون کا علم ہوتا یا آپ حاضر و ناظر ہوتے تو آپ کو خیبر کی کھجوروں کا علم ہوتا۔ خیبر مدینہ طیبہ سے صرف دو سو میل دور ہے۔ آپ کو علم غیب کے ہوتے ہوئے کھجوروں کی عمدہ اور ردی قسمیں کیوں نہ معلوم ہوئیں ؟

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے جو کہ عموم قرآنی آیات کے مقابل پیش نہیں کی جا سکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق بھی آپ اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے آپ کے لیے اس کا علم ثابت ہے۔

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس میں حکمت اور مصلحت کا پہلو بالکل نمایاں ہے۔

حضور ﷺ چونکہ معلم انسانیت ہیں اس لیے یہاں بھی آپ نے خرید و فروخت کے مسائل کو بیان فرمایا ہے نہ کہ اس سے حضور ﷺ کے علم کی نفی مراد ہے۔

میں چند احادیث اس کی دلیل میں پیش کرتا ہوں۔

بخاری شریف کتاب البیوع کے باب "بیع الذهب بالورق یداًبید" میں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے چاندی کے بدلے چاندی اور سونے کے بدلے سونے سے منع فرمایا ہے مگر

marfat.com

جب کہ برابر ہوں اور حکم فرمایا کہ ہم سونے کو چاندی کے بدلے جس طرح چاہیں بیچیں اور چاندی کو سونے کے بدلے جس طرح چاہیں فروخت کریں۔

اس کے آگے باب "بیع المزابنة وھی بیع التمر بالتمر وبیع الذبیب بالکرم وبیع العرایا" میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کھجوروں کو اس وقت تک فروخت نہ کیا جائے جب تک کہ وہ پک نہ جائیں اور کھجوروں کو کھجوروں کے بدلے نہ بیچا کرو۔ سالم، عبداللہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بیع عریہ کی اجازت مرحمت فرمائی یعنی تر کھجوروں کو خشک کھجوروں کے بدلے بیچنے کی اور دوسری چیزوں کی اجازت نہیں دی۔

اسی باب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے اور مزابنہ یہ ہے کہ کھجوروں کو کھجوروں کے بدلے ناپ کر بیچنے اور انگوروں کو کشمش کے بدلے ناپ کر۔

آگے کتاب البیوع کے باب "اذا باع الثمار قبل ان یبدو صلاحھا ثم اصابته عامة فھو من البآئع" میں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زہو سے پہلے پھلوں کو بیچنے سے منع فرمایا ہے ان سے کہا گیا کہ زہو کیا ہے؟ فرمایا: یہاں تک کہ سرخ ہو جائیں۔ فرمایا: دیکھو تو سہی اگر اللہ تعالیٰ پھلوں کو روک لے تو تم کس کی قیمت لیتے ہو۔ فرمایا کہ ایک آدمی پکنے سے پہلے پھل خریدتا ہے۔ پھر اس پر آفت آپڑتی ہے تو نقصان اس کے مالک پر پڑے گا۔ سالم بن عبداللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پکنے سے پہلے پھلوں کو نہ بیچو اور نہ کھجوروں کے بدلے کھجوریں بیچو۔

اور بخاری شریف کتاب السلیم کے باب "السلم فی النخل" میں ابوالبختری سے روایت ہے کہ "میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کھجور کے درختوں کی سلم کے متعلق پوچھا تو

marfat.com

فرمایا کہ کھجور کے درختوں کی بیع سے منع فرمایا گیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ پک جائیں اور نقد چاندی کو ادھار کے بدلے بیچنے سے۔

باقی رہا یہ اعتراض کہ اگر علم ہوتا تو دریافت کیوں فرماتے؟ میں کہوں گا کہ کسی چیز کے متعلق دریافت فرمانا بے علمی کو حتمی طور پر ثابت نہیں کرتا کیونکہ جب کسی کو کچھ سمجھانا ہوتا ہے' کوئی معلومات دینا ہوتی ہے تو خود بھی سوال کر لیتے ہیں جیسے استاد شاگرد سے سوال کرتا ہے تو اس سے کیسے ثابت کیا جاسکتا ہے کہ استاد کو علم نہیں۔

بخاری شریف کتاب المغازی کے باب "حجة الوداع" میں ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بطحاء کے مقام پر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے حج کا احرام باندھا ہے؟ میں نے جواب دیا' ہاں۔ فرمایا: کیسے باندھا؟ میں نے جواب دیا کہ لبیک کہا اور پھر اسی طرح احرام باندھا جیسے رسول اللہ ﷺ باندھتے ہیں۔ فرمایا: بیت اللہ کا طواف اور صفاء مروہ کے درمیان سعی کرلو' پھر احرام کھول دو۔

بخاری شریف کتاب المغازی کے اسی باب "حجة الوداع" میں ہے۔

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ زمانہ اپنی اسی ہیئت پر گھوم رہا ہے جس پر آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے وقت تھا کہ سال بارہ مہینوں کا ہے جن میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین مہینے متواتر ہیں یعنی ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم' ان کے ساتھ چوتھا رجب ہے جیسے مضر قبیلے کا مہینہ کہتے ہیں جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے مابین ہے' پھر آپ نے پوچھا کہ اب کون سا مہینہ ہے؟ ہم عرض گزار ہوئے کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں' پھر آپ خاموش ہو گئے ہمارا گمان یہ تھا کہ آپ اس مہینے کا کوئی دوسرا نام بیان فرمائیں گے' فرمایا کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ ہم عرض گزار ہوئے' کیوں نہیں' پھر دریافت فرمایا کہ یہ کون سا شہر ہے؟ ہم عرض گزار ہوئے کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ کچھ دیر خاموش رہے۔ ہمیں خیال ہوا کہ شاید اس کا کوئی دوسرا نام ارشاد

marfat.com

فرمایا جائے گا۔ فرمایا' کیا یہ وہی شہر نہیں ہے؟ ہم عرض گزار ہوئے' کیوں نہیں۔ پھر فرمایا' آج کون سا دن ہے؟ ہم عرض گزار ہوئے کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ پھر آپ خاموش ہو گئے تو ہم سمجھے کہ آپ اس کا کوئی دوسرا نام بتائیں گے۔ فرمایا کیا آج یوم النحر نہیں ہے۔ ہم نے کہا' کیوں نہیں' فرمایا تمہارے خون اور تمہارے مال۔

محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ میرے خیال میں حضرت ابو بکرہ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تمہاری آبرو ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جیسے تمہارے اس دن کی حرمت' تمہارے اس شہر کی حرمت اور تمہارے اس مہینے کی حرمت اور عنقریب ایک روز تم نے اپنے پروردگار کے حضور جانا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ کیا تم میرے بعد گمراہی کی جانب پلٹ کر ایک دوسرے کی گردن اڑانے لگو گے؟ سن لو! جو یہاں حاضر ہیں وہ یہ باتیں ان لوگوں تک پہنچا دیں جو حاضر نہیں ہیں کیونکہ بعض اوقات پہنچانے والے سے سننے والا زیادہ یاد رکھتا ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الادب میں بھی ہے۔

الغرض معترض کو اس میں مصلحت کا پہلو نظر نہ آئے تو اس میں اس کا بغض رسول ﷺ ہے نہ کہ عقیدت و محبت۔

جب اس واقعہ سے آپ کے علم پر کوئی اعتراض نہیں تو صفت شاہد و شہید پر بھی اعتراض بے معنی۔ صفت علم و صفت شاہد و شہید لازم و ملزوم ہیں۔

۳۸

اعتراض: مستدرک ج ۲' ص ۱۲۳ میں ایک حدیث آتی ہے جس کی تصحیح پر امام حاکم اور علامہ ذہبی رحمتہ اللہ علیہم دونوں متفق ہیں۔ حضرت عطیہ فرماتے ہیں کہ جنگ قریظہ میں مجھے بھی حضرات صحابہ کرام نے گرفتار کیا چونکہ جوانوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ میرے بارے میں حضرات صحابہ کو تردد ہوا کہ آیا میں بالغ ہوں یا نابالغ؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کو ایک

marfat.com

مخصوص طریقہ سے دیکھ لو یعنی زیر ناف کے بال اگے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ ان کا معائنہ ہوا تو وہ نابالغ نکلے۔ اسی لیے ان کو قتل نہ کیا گیا۔ عالم ماکان ومایکون اور حاضر وناظر کو کیا مصیبت ہے کہ بغیر کسی اشد مجبوری کے ایسا معائنہ کرنے کی اجازت دیتا ہو؟ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق تو آپ اس کو اپنی دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد عموم قرآنی آیات کی مخصص نہیں ہو سکتی۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق بھی آپ اس کو اپنی دلیل میں پیش نہیں کر سکتے کیونکہ یہ نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے کا واقعہ ہے اور ہم تدریجاً مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب عطا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ٤ کے مطابق اس میں حکمت کا پہلو بھی نمایاں ہے کہ امت کو بالغ اور نابالغ میں فرق کرنے کا واضح اصول اور ضابطے کا بیان کرنا۔ اس کو دلیل میں پیش کرنا ہی معترض کی کم علمی کی دلیل ہے۔ اب بالغ اور نابالغ میں فرق کرنے کا ایک اور ضابطہ ملاحظہ ہو۔

بخاری شریف کتاب المغازی کے باب "غزوۃ الخندق وھی الاحزاب" میں ہے۔

حضرت نافع کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو غزوہ احد کے لیے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور وہ چودہ سال کے تھے لیکن آپ نے انہیں شامل ہونے کی اجازت مرحمت نہ فرمائی۔ پھر جب جنگ خندق کے موقع پر انہیں پیش کیا گیا تو اجازت مرحمت فرما دی گئی جبکہ اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔

﴿۳۹﴾

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب الحشر کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم ننگے پاؤں' ننگے جسم اور ختنہ کے بغیر اٹھائے جاؤ گے۔ پھر آپ نے تلاوت کی' جیسے ہم نے پہلی دفعہ پیدا فرمایا' دوبارہ بھی کریں گے' یہ ہم نے وعدہ کیا ہے' بے شک ہم کرنے والے ہیں۔

marfat.com

(۲۱ : ۱۰۴)اور قیامت میں جن کو سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم ہوں گے اور میرے کچھ ساتھیوں کو بائیں جانب سے پکڑا جائے گا۔ میں کہوں گا کہ یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ فرمایا جائے گا کہ جب سے یہ جدا ہوئے ہمیشہ اپنی ایڑیوں پر پھرتے ہی رہے۔ میں وہی کہوں گا جو عبد صالح (حضرت عیسیٰ) نے کہا تھا کہ میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں رہا۔۔۔۔۔۔ بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔ (۵۲ : ۹۹)(متفق علیہ)

مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب الحوض والشفاعة کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں گا۔ جو میرے پاس سے گزرے گا وہ پیئے گا اور جس نے پیا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ میرے پاس سے کچھ لوگ گزریں گے جن کو میں پہنچانتا ہوں اور وہ مجھے جانتے ہیں پھر میرے اور ان کے درمیان پردہ حائل کر دیا جائے گا۔ میں کہوں گا کہ یہ تو مجھ سے ہیں۔ کہا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا نئی باتیں کھڑی کیں۔ پس میں کہوں گا: دوری ‘دوری‘ جس نے میرے بعد تبدیلی کر دی (متفق علیہ)

مذکورہ بالا احادیث مسلم شریف کتاب الفضائل باب اثبات حوض نبینا صلی اللہ علیه وسلم وصفاته میں ہیں۔ مسلم شریف کے اسی باب میں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ میں سے چند آدمی میرے پاس حوض پر آئیں گے حتی کہ جب میں ان کو دیکھوں گا اور وہ میرے سامنے کئے جائیں گے تو ان کو میرے پاس سے ہٹا دیا جائے گا‘ میں کہوں گا اے میرے رب یہ میرے اصحاب ہیں‘ یہ میرے اصحاب ہیں‘ پھر مجھ سے کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعتیں نکالیں ہیں؟

یہ احادیث بخاری شریف کتاب الرقاق باب فی الحوض میں بھی ہیں۔ اسی باب میں ہے۔

ابن ابی ملیکہ نے حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم

marfat.com

ﷺ نے فرمایا: میں حوض کوثر پر ہوں گا۔ یہاں تک کہ میں دیکھوں گا کہ تم میں سے کون میرے پاس آتا ہے کچھ آدمی میرے پاس پہنچنے سے پہلے پکڑ لئے جائیں گے تو میں عرض کروں گا' اے رب! یہ مجھ سے اور میرے امتی ہیں۔ فرمایا جائے گا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا۔ خدا کی قسم' یہ تو اپنے الٹے پاؤں پھرتے رہے ہیں۔ ابن ابی ملیکہ دعا کیا کرتے: اے اللہ! میں اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ الٹے پاؤں پھروں اور اپنے دین کے بارے میں فتنہ میں پڑوں۔

بخاری شریف کتاب التفسیر سورہ الانبیاء کے باب "قوله كما بدانا اول خلق" میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ قیامت میں جب تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف اکٹھا کیا جائے گا تو تم ننگے پاؤں' ننگے جسم اور ختنہ کے بغیر اٹھائے جاؤ گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ہم نے پہلے اسے جیسے بنایا تھا اسی طرح پھر کر دیں گے' یہ وعدہ ہے ہمارے ذمہ' ہم نے اس کو ضرور پورا کرنا ہے۔ (آیت ۱۰۴) پھر قیامت میں جس کو سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم ہوں گے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے اور فرشتے ان کو دوزخ کی جانب لے چلیں گے' میں عرض کروں گا اے رب' یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ پس کہا جائے گا کہ تمہیں نہیں معلوم کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا چاند چڑھایا تھا؟ پس میں وہی کہوں گا جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ: اور میں ان پر مطلع تھا جب تک ان میں رہا۔ پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے۔ (سورہ المائدہ آیت ۱۱۷) پھر کہا جائے گا کہ جیسے ہی تم ان سے جدا ہوئے تو یہ مرتد ہو کر اپنی ایڑیوں سے پھر گئے تھے۔

اعتراض: جب حضور ﷺ نے منافقین وغیرہ کے واسطے شفاعت کی تو فرشتوں نے منع فرمادیا کہ آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کچھ کیا؟

اس سے ظاہر ہے کہ آپ کو علم غیب نہیں اسی لیے تو ان کو پہچان نہ سکے۔

marfat.com

جواب: قاعدہ نمبر ۱ کی رو سے بھی آپ اس کو اپنی دلیل میں پیش نہیں کر سکتے کیونکہ یہ حدیث قطعی الدلالۃ نہیں۔

اور **قاعدہ نمبر ۳** کے مطابق بھی اس شبہ کا حال ظاہر۔ روز قیامت کا عظیم ہجوم تمام اولین و آخرین وانس و جن کا اژدحام' لاکھوں منزل کے دور میں مقام اور حوض و صراط و میزان پر گنتی شمار کی حد سے باہر' مختلف کام اور ہر جگہ خبر گیراں صرف ایک محمد رسول اللہ سید الانام ﷺ' اس سے کروڑویں حصے کا کروڑواں حصہ ہجوم' کارہائے عظیمہ مہمہ۔ اگر ایسے دس ہزار پر ہو جن کی عقل نہایت کامل اور حواس کمال مجتمع اور قلب اعلیٰ درجہ کا ثابت تو ان کے ہوش پراں ہو جائیں' آئے حواس گم ہوں' یہ تو محمد رسول اللہ ﷺ کا سینہ پاک ہے جس کی وسعت کے حضور عرش اعظم مع جملہ عوالم صحرائے لق ودق میں بھنگے کے مانند ہیں جیسے ان کا رب فرماتا ہے **الم نشرح لك صدرك** پھر ان عظیم و خارج از حدّ شمار کاموں کے علاوہ وقت وہ سہمناک کہ اکابر انبیاء و مرسلین نفسی نفسی پکاریں' رب عزوجل اس غضب شدید کے ساتھ تجلی فرمائے ہو کہ نہ اس سے پہلے کبھی ہوئی اور نہ اس کے بعد کبھی ہو' پھر ایک ایک مسلمان انہیں اس سے زیادہ پیارا جیسے مہربان ماں کا اکلوتا بچہ۔ وہ جوش ہیبت' وہ کام کی کثرت' وہ وفور رحمت' وہ لاکھوں منزل کا دورہ' وہ کروڑوں طرف نظر' سبھوں کی طرف خیال' ایسی حالت میں اگر بعض باتیں ذہن اقدس سے اتر جائیں تو عین اعجاز ہے جس سے بالا صرف علم الٰہی ہے وبس **ولکن الوھابیہ قوم لایعقلون**۔

اور اس پر صریح دلیل حضور اقدس ﷺ کو تمام امت کو دکھایا جانا' حضور اقدس ﷺ پر تمام امت کے اعمال برابر عرض ہوتے رہنا تو ہے ہی جس پر احادیث کثیرہ ناطق ہیں اگرچہ وہابیہ اپنی ڈھٹائی سے انکار کریں مگر سب سے صریح دلیل یہ ہے کہ آخر روز قیامت کچھ لوگوں کی نسبت یہ واقعہ پیش آنے کی حدیث بیان کون فرما رہا ہے؟ خود حضور اقدس ﷺ ہی تو ارشاد فرما رہے ہیں' اگر اس ہجوم عظیم کارہائے خطیر میں ذہول نہ ہوتا تو یہ واقعہ ہی نہ ہوتا۔ تو اس وقت اتنے ذہول سے چارہ نہیں۔ (ازاحۃ العیب)

marfat.com

قاعدہ نمبر ٤ کی رو سے اس میں **مصلحت** کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب الحوض والشفاعۃ کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا حوض اس سے لمبا ہے جتنا ایلہ سے عدن کا فاصلہ ہے۔ وہ برف سے زیادہ سفید اور شہد ملے دودھ سے زیادہ شیریں ہے اس کے برتن آسمان کے تاروں سے تعداد میں زیادہ ہیں۔ میں اس سے لوگوں کو روکوں گا جیسے آدمی اپنے حوض سے لوگوں کے اونٹوں کو روکتا ہے۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ! کیا اس روز آپ ہمیں پہچانیں گے؟ فرمایا تمہاری نشانی ہوگی جو دوسری امتوں کو حاصل نہیں ہوگی۔ تم آثار وضو کے باعث میرے پاس پنج کلیان آؤ گے۔

(مسلم)

یہ حدیث مسلم شریف کتاب الطہارۃ کے باب "استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء" میں ہے۔

مسلم شریف کے اسی باب میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان تشریف لے گئے اور فرمایا السلام علیکم اے مؤمنو! ہم بھی انشاء اللہ تمہارے پاس آنے والے ہیں میرے خواہش ہے کہ ہم اپنے (دینی) بھائیوں کو دیکھیں، صحابہ کرام نے پوچھا یارسول اللہ کیا ہم آپ کے (دینی) بھائی نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے (دینی) بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے۔ صحابہ کرام نے پوچھا 'یارسول اللہ! آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو کیسے پہچان لیں گے جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے' آپ نے فرمایا یہ بتلاؤ کہ کسی شخص کے ایسے گھوڑے جو سفید چہرے اور سفید ٹانگوں والے (پنج کلیان) ہوں' سیاہ گھوڑوں میں مل جائیں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو ان میں سے شناخت نہیں کرے گا' صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: میری امت جس وقت میرے حوض پر آئے گی تو ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں آثار وضو سے سفید اور چمکدار ہوں گے اور میں ان کے استقبال کے لیے

marfat.com

پہلے سے حوض پر موجود ہوں گا اور سنو! بعض لوگ میرے حوض سے اس طرح دور ہوں گے جس طرح بھٹکا ہوا اونٹ دور کر دیا جاتا ہے میں انہیں آواز دوں گا "ادھر آؤ" پھر کہا جائے گا "انہوں نے آپ کے وصال کے بعد اپنا دین بدل لیا تھا" پھر میں کہوں گا "دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ۔"

مشکوۃ شریف کتاب الطھارۃ کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت قیامت میں اس حال میں بلائی جائے گی کہ ان کے چہرے وضو کے اثر سے چمکتے دمکتے ہوں گے پس تم میں سے جو یہ چاہے کہ اس کی پیشانی چمکتی ہوئی ہو تو اس کو چاہیے کہ ایسا ہی عمل کرے۔ (متفق علیہ)

اسی سے اگلی حدیث میں ہے۔

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہاں تک مومن کے وضو کا پانی پہنچتا ہے وہاں تک وہ زیور سے آراستہ ہوتا ہے۔ (مسلم)

مشکوۃ شریف کتاب الطھارۃ کی دوسری فصل کی آخری حدیث میں ہے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں پہلا فرد ہوں گا جس کو قیامت کے دن سجدہ کی اجازت دی جائے گی اور مجھے ہی سب سے پہلے سجدہ سے سر اٹھانے کو کہا جائے گا۔ تب میں اپنی امت کے ان افراد کو پہچان لوں گا جو میرے سامنے میرے دائیں میرے بائیں اور میرے پیچھے ہوں گے۔ اس وقت ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ! آپ لوگوں کے ازدحام میں جو جناب نوح سے آپ کی امت تک کے لوگوں کا ہوگا کس طرح پہچانیں گے۔ سرکار ﷺ نے فرمایا ان کے اعضاء وضو کی چمک دمک سے کیونکہ کوئی بھی ان جیسا نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ ایک پہچان یہ بھی ہوگی کہ میری امتوں کے نامۂ اعمال دائیں ہاتھوں میں ہوں گے اور ان کی ذریت ان کے آگے دوڑتی ہوئی آئے گی۔ (احمد)

marfat.com

علامہ غلام رسول سعیدی ''شرح مسلم شریف'' جلد ۶، ص ۹۴۷ تا ۵۳ ۷ میں لکھتے ہیں۔
امام حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ جس شخص نے بھی دین میں کوئی بدعت نکالی وہ حوض سے دور کر دیا جائے گا جیسے خوارج، روافض اور دیگر باطل فرقے اور ظالم، فاسق و فاجر اور علی الاعلان گناہ کبیرہ کرنے والے یہ سب وہ لوگ ہیں جن کے متعلق یہ خدشہ ہے کہ ان کو حوض سے دور کر دیا جائے گا۔ (نعوذباللہ منہم)

(شرح مسلم علامہ یحیٰ بن شرف نووی ج ۱، ص ۱۲۶)

شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی فتح الملہم میں اس حدیث کی شرح (ج ۱، ص ۴۱۳، ۴۱۲) میں لکھتے ہیں:

ان دور کئے جانے والوں میں تین احتمال ہیں (۱) مرتدین (۲) تارکین سنت (۳) تارکین استقامت اور ان تین میں سے پہلا قول مختار ہے لیکن اس پر یہ اشکال ہیں کہ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے: میری حیات بھی تمہارے لئے خیر ہے اور میری ممات بھی تمہارے لیے خیر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں پس جو اچھا عمل ہوتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جو برا عمل ہوتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں، امام بزار نے اس حدیث کو سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے (یعنی جب آپ کو امت کے احوال معلوم ہوتے ہیں تو پھر ان مرتدین کو اصیحابی کیوں فرمائیں گے؟) اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ آپ پر امت کے اعمال اجمالاً پیش کئے جاتے ہیں پس کہا جاتا ہے کہ آپ کی امت نے برا کام کیا، یا اچھا کام کیا اور کام کرنے والوں کی تعین کئے بغیر اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ اس جواب کو علامہ وشتانی ابی مالکی نے ذکر کیا ہے لیکن یہ جواب مستبعد ہے کیونکہ ابن مبارک نے ابن مسیب سے روایت کیا ہے کہ ہر روز صبح اور شام نبی علیہ السلام پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور آپ امت کو وضو کے آثار اور ان کے اعمال سے پہچانیں گے اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی علیہ السلام کا ان کو اصیحابی کہہ کر ندا کرنا ان میں زیادہ حسرت اور عذاب پیدا کرنے کے لیے ہے کیونکہ جب آپ ان کو اصیحابی کہہ کر ندا فرمائیں گے تو ان کو نجات کی امید ہو جائے گی اور جب

marfat.com

سحقاً سحقاً فرمائیں گے تو امید ٹوٹ جائے گی اور امید بندھ کر پھر ٹوٹ جانا زیادہ حسرت اور عذاب کا باعث ہے اور فرشتوں کا یہ کہنا کہ انہوں نے دین کو بدل دیا تھا یہ بھی ان کے عذاب میں زیادتی کا سبب ہے۔ علامہ زرقانی نے شرح المؤطا میں یہی جواب دیا ہے۔

(شیخ عثمانی لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ حدیث بزار کے سیاق و سباق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام پر جس امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں وہ امت اجابت ہے کیونکہ اچھے اعمال پر اللہ کی حمد کرنا اور برے اعمال پر استغفار کرنا انہی کے حق میں متصور ہے۔ شیخ عثمانی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر حشر کے دن رسول اللہ نے مرتدین کو نہیں پہچانا (یعنی ان کو مرتد نہیں جانا) تو کوئی حرج نہیں کیونکہ آپ کو ان کا پہلے علم بھی نہیں تھا' آپ کو تو صرف اپنی امت کا علم تھا جن کے اعمال آپ پر پیش کئے جاتے تھے۔ رہے مرتد اور کافر تو ان کے اعمال آپ پر پیش کئے جاتے تھے' نہ آپ کو ان کا علم تھا' اب اگر اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ آپ کو حشر کو دن ان کے کفر اور ارتداد کا علم نہ ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے' اور اس کا حدیث عرض اعمال سے کوئی تعارض نہیں ہے۔ مصنف کے نزدیک شیخ عثمانی کی یہ تقریر صحیح نہیں ہے کیونکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔

جس شخص کو نور اور حیات کا علم ہو وہ نور اور حیات کی نفی سے ظلمت اور موت کو جان لے گا' جب نبی علیہ السلام نے ایمان اور اعمال صالحہ کی علامات کو جان لیا تو آپ کے لیے کفر اور فسق کی علامات متعین ہو گئیں' یعنی جن لوگوں میں ایمان اور اعمال صالحہ کی علامات نہیں ہوں گی وہ کافر اور فاسق ہوں گے خصوصاً جبکہ قرآن مجید میں کفر کی علامات بتادی گئی ہیں کہ کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ (آل عمران ۱۰۶) "جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ" اور کفار بائیں طرف ہوں گے' واصحاب المشئمة مااصحاب المشمة (واقعہ: ۹) "اور بائیں طرف والے (بدبخت) کیا (ہی برے) ہیں' بائیں طرف والے مارے خوف کے کفار کی نیلی آنکھیں ہوں گی۔ نحشر المجرمین یومئذ زرقا (طہ: ۱۰۲) "اور اس دن ہم مجرموں کو ایسی حالت میں

marfat.com

اٹھائیں گے کہ ان کی آنکھیں (خوف سے پتھرا کر) نیلگوں ہوں گی" کفار کے چہرے خاک آلود ہوں گے اور ان پر سیاہی چھائی ہو گی وجوہ یومئذ علیہا غبرۃ۔ ترھقھا قترۃ۔ اولئک ھم الکفرۃ الفجرۃ (عبس: ۴۰۔۴۲) کتنے منہ اس دن خاک آلود ہوں گے ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہو گی، یہی لوگ کافر بدکار ہیں' اس دن کفار زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ وتری المجرمین یومئذ مقرنین فی الاصفاد (ابراھیم: ۴۹)"اور اس دن آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ (ایک دوسرے کے ساتھ) زنجیروں میں جکڑے ہوں گے۔"ان نشانیوں سے کفار' منافقین اور مرتدین کسی شخص پر میدان حشر میں مشتبہ نہیں ہوں گے اور ہر شخص کو ان کا علم ہو گا' اللہ تعالیٰ فرمایا ہے: یعرف المجرمون بسیماھم (رحمان: ۴۱) اس دن مجرم اپنی صورتوں سے پہچانے جائیں گے" اس لیے شیخ عثمانی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ آپ کو صرف اپنی امت کا علم تھا اور کفار اور منافقین کا علم نہیں تھا اس لیے آپ نے ان کو نہیں جانا۔

علاوہ ازیں یہاں اشکال تو اس وجہ سے ہے کہ آپ نے ان مرتدین کو "اصحابی" فرمایا اور جب آپ پر اپنی امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور آپ اپنی امت کو پہچانتے ہیں تو پھر آپ نے ان مرتدین کے متعلق "میرے صحابہ "کیسے فرمایا نیز عرض اعمال کے علاوہ آپ کی امت کا چہرہ سفید ہو گا بلکہ وہ غر محجل (جن کے چہرے اور ہاتھ پیر سفید) ہوں گے' وہ دائیں جانب ہوں' ان کی عبادات کا نور ان کے آگے آگے ہو گا ان کے چہرے خوش و خرم ہو نگے وہ اپنے رب کے دیدار میں محو ہوں گے' ان علامات سے قیامت کے دن کسی شخص کو بھی مومن اور کافر میں اشتباہ نہیں ہو گا اور ہر شخص کے نزدیک وہ متمیز ہوں گے اس لیے یہ اشکال پیدا ہو گا کہ نبی ﷺ نے ان مرتدین کو اصحابی "میرے اصحاب "کیسے فرمایا؟

اس لیے اس سوال کا صحیح جواب وہی ہے جو علامہ زرقانی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ کا پہلے ان کو اصحابی فرمانا اس لیے تھا کہ ان کی امید قائم ہو اور بعد میں سحقاً سحقاً فرما کر ان کی امید کو توڑ دیا اور امید بندھ کر ٹوٹ جانا زیادہ حسرت اور عذاب کا موجب

marfat.com

ہوتا ہے' علامہ زرقانی نے دوسرا جواب یہ لکھا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پہلے منافقین کو مسلمانوں کے حکم میں رکھا اور پھر ان کا نفاق ظاہر کر کے ان کو رسوا کر دیا۔ اسی طرح ان منافقین کو پہلے مسلمانوں کی علامت کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور یہ بھی غر محجل ہوں گے اور پھر ان کا نفاق اور ارتداد ظاہر کر کے ان کو رسوا کر دیا جائے گا' لہذا نبی ﷺ کا ان کو اصحابی فرمانا ان کے غر محجل ہونے کے اعتبار سے ہے اور بعد میں سحقاً سحقاً فرما کر ان کو اپنے حوض سے دور کر دینا ایسے ہی ہے جیسے دنیا میں آپ نے منافقین کو مسجد نبوی سے نکال دیا تھا اور مرتدین پر یہ توجیہ اس طرح منطبق ہوتی ہے کہ مرتدین پہلے اسلام لانے اور پھر دین اسلام سے منحرف ہو گئے تو آپ کا ان کو اصحابی فرمانا ان کے پہلے حال اسلام کے اعتبار سے اور بعد میں سحقاً سحقاً فرما کر

ان کو حوض سے دور کر دینا ان کے ارتداد کی سزا ہے' قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ یہ توجیہ زیادہ ظاہر ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ منافقین کو ایک نور دیا جائے گا اور ان کی ضرورت کے وقت اس نور کو بجھا دیا جائے گا پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے ظاہر ایمان کی وجہ سے ان کو نور عطا کیا تاکہ وہ اس سے دھوکہ کھائیں اور ان کی ضرورت کے وقت پل صراط پر اس نور کو بجھا دیا اسی طرح یہ مستبعد نہیں ہے کہ پہلے ان کے چہرے اور ہاتھ پیروں کو سفید کر کے غرہ اور تحجیل کے ساتھ ان کا حشر کیا جائے اور آپ اس علامت کی وجہ سے ان کو اصحابی فرمائیں اور جب ان کو حوض پر پانی پینے کی ضرورت ہو تو آپ ان کو سحقاً سحقاً فرما کر حوض سے دور کر دیں' اور اللہ تعالیٰ مکر کرنے والوں کو ان کے مکر کی یونہی جزا دیتا ہے۔

شیخ زکریا اسی سوال کے جواب میں لکھتے ہیں :

والظاهر عندی ان العرض لوصح لا یلزم منه علیه الصلوٰة والسلام یحفظهم فی کل وقت سیما وقت الحشر۔	میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ اگر عرض اعمال کی حدیث صحیح ہو تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر وقت آپ کے ذہن میں وہ لوگ محفوظ رہیں خاص طور پر حشر کے وقت بھی۔

marfat.com

یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو ان کے ارتداد اور نفاق کا علم ہو لیکن محشر کی حشر سامانیوں کی بناء پر اس طرف توجہ نہ رہے' یہ جواب بھی صحیح اور درست ہے۔

شیخ تھانوی نبی ﷺ سے علم غیب کی نفی ثابت کرنے کے بیان میں لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں ہے کہ بعض امتوں کی نسبت قیامت میں حضور اقدس ﷺ سے کہا جائے گا انک لا تدری ما احدثوا بعدک اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے بعض ازمنہ تک بھی کہ آخر عمر سے بہت متاخر ہے آپ پر بعض کونیات ظاہر نہیں ہوئے نہ بالذات نہ بالعطاء۔

تھانوی صاحب کی تصریح کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو ان لوگوں کے کفر اور ارتداد کا علم نہیں تھا' حالانکہ قرآن مجید کے مطابق میدان حشر میں کافروں اور مرتدوں کی علامات ہر شخص پر عیاں اور بیان ہوں گی' ان کے چہرے کالے اور غبار آلود ہوں گے' آنکھیں پتھرائی ہوئی نیلگوں ہوں گی اور وہ زنجیروں سے جکڑے ہوئے ہوں گے' اور ان کی علامات کی وجہ سے ان کی پہچان کا تعلق علم غیب کی بجائے علم شہادت سے ہوگا اور میدان حشر میں موجود ہر شخص جان لے گا کہ کافر کون ہے اور مسلمان کون ہے کس قدر حیرت کی بات ہے کہ علم رسالت کے انکار میں یہ لوگ اس قدر جری ہوگئے کہ علم غیب تو الگ رہا یہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے علم شہادت کی بھی نفی کرنے لگے۔

میرے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز نے بھی اس حدیث کی روشنی میں علم رسالت پر گفتگو کی ہے جس کو میں یہاں من و عن تبرکاً نقل کر رہا ہوں۔

رہا قیامت کا واقعہ جس میں مذکور ہے کہ جماعت مرتدین کو حضور ﷺ اصیحابی اصیحابی فرما کر بلائیں گے اور اس وقت آپ سے کہا جائے گا کہ آپ کو نہیں معلوم' انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کو قیامت کے دن بھی بعض باتوں کا علم نہ ہو گا۔ یہ عجیب قسم کا شبہ ہے جو حدیث مثبت علم ہو اس کو نفی میں پیش کیا جا رہا ہے۔ غور فرمایئے' یہ واقعہ قیامت کے دن ہو گا لیکن حضور ﷺ اس کو پہلے بیان فرما رہے ہیں۔ ''علم نہ تھا تو بیان کیسے فرمایا۔''

marfat.com

رہی یہ بات کہ پھر حضور سے یہ کیوں کہا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا۔ اس جواب یہ ہے کہ مسلم شریف جلد ثانی مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۲۴۹ میں منکرین کی یہی پیش کردہ حدیث بایں الفاظ موجود ہے۔

فیقال اما شعرت ماعملوا بعدك. حضور علیہ السلام سے کہا جائے گا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کام کیے۔

"ماشعرت" جملہ منفیہ پر ہمزہ استفہام انکاری داخل ہوا۔ نفی کا انکار اثبات ہوتا ہے لہذا حدیث مبارک سے مرتدین کے اعمال کا علم حضور سید عالم علیہ السلام کے لیے ثابت ہوا چونکہ واقعہ ایک ہے صرف اس کی روایتوں میں تعدد ہے اس لیے جب ایک روایت میں ہمزۂ استفہام مذکور ہو گیا تو ہر روایت میں اس کے معنی ملحوظ رہیں گے اور جس روایت میں وہ مذکور نہیں وہاں محذوف ماننا پڑے گا' مثلا انك لاتدری والی حدیث میں ہمزہ مذکور نہیں تو یہاں محذوف مانیں گے اور اصل عبارت یوں ہو گی کہ "انک لا تدری" کیا آپ نہیں جانتے؟ -------ورنہ حدیثوں میں تعارض ہو گا کیونکہ ہمزہ استفہام کا محذوف ہونا تو صحیح ہے جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں محذوف ہے' حضرت ابراہیم کا مقولہ "ھذا ربی" میں مفسرین نے "اھذا ربی" فرمایا ہے یعنی کیا یہ میرا رب ہے لیکن اس کا زائد ہونا صحیح نہیں ہے۔

اگر "انك لاتدری" والی روایت میں ہمزہ استفہام محذوف نہ مانیں تو "اما شعرت" والی روایت میں ہمزہ کو زائد ماننا پڑے گا جو کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً جبکہ حضور سید عالم علیہ السلام کے کمال علمی کی نفی ہوتی ہو۔

پھر یہ کہ احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو اپنی امت کے تمام اچھے اور برے اعمال کا علم ہے ترمذی شریف میں حدیث وارد ہے:

عرضت علی اعمال امتی حسنها وقبیحها۔ میری امت کے تمام اچھے اور برے اعمال مجھ پر پیش کیے گئے۔

marfat.com

اب غور فرمائیے کہ مرتدین بھی حضور ﷺ کی امت میں داخل تھے' ان کا مرتد ہونا عمل قبیح ہے اعاذنا الله تعالى منه.

جب امت کے تمام اعمال حسنہ اور قبیحہ حضور کے سامنے پیش کیے گئے تو ان کا ارتداد جو عمل قبیح ہے وہ بھی ضرور پیش ہوا' پھر حضور ﷺ کو ان کے عملوں کا علم نہ ہونا کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حدیث مذکور کے یہی معنی صحیح ہیں کہ اے حبیب ﷺ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے کیا عمل کیے۔" آپ کو معلوم تو ہے پھر بھی آپ غلبۂ رحمت کے حال میں ان کو اپنی طرف لے جا رہے ہیں۔

"یہ حقیقت ہے کہ جب کریم کو سخاوت کرنے کے لیے بٹھا دیا جائے تو اس وقت اس کے دریائے سخا میں ایسا جوش ہوتا ہے کہ دشمن کی دشمنی کی طرف اس کی توجہ نہیں رہتی اور وہ بے اختیار اپنے کرم کا دامن اس کی طرف پھیلا دیتا ہے اور جب اسے توجہ دلائی جائے تو اس وقت متوجہ ہوتا ہے۔"

یہاں بالکل یہی معاملہ ہے۔

ساقئ کوثر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ حوض کوثر پر رونق افروز ہیں۔ اپنے غلاموں کو چھلکتے ہوئے جام پلا رہے ہیں۔ مرتدین کی جماعت ادھر سے گذرتی ہے' حضور کو ان کے عملوں کا پورا پورا علم ہے۔ مگر اس وقت دریائے جود و سخا موجزن اور شان رحمت کا ظہور اتم ہے اس لیے ان کی بداعمالیوں کی طرف خیال مبارک جاتا ہی نہیں اور اپنے لطف عمیم و کرم جسیم کے غلبہ حال میں بے اختیار فرما دیتے ہیں۔ "اصیحابی' اصیحابی"

لیکن جب توجہ دلائی جاتی ہے کہ اما شعرت ما احد ثوا بعدک۔ پیارے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا؟

پس فوراً توجہ مبارکہ ان کی بداعمالیوں کی طرف مبذول ہو جاتی ہے اور ارشاد فرماتے ہیں:

"سحقاً سحقاً" انہیں دور لے جاؤ' دور لے جاؤ۔"

طالب حق کے لیے اس حدیث کا صحیح مطلب سمجھنے کے لیے یہ بیان کافی ہے۔

marfat.com

(علامہ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ 'مقالات کاظمی ج ۲ 'ص ۱۲۵۔ ۱۲۳ 'مکتبہ فریدیہ ساہیوال ۱۳۹۷ھ)

۴۰

اعتراض: حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ دعا میں یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ

اللھم انی اعوذبک من علم لاینفع (مسلم ج ۲ 'ص ۳۵۰ و نسائی ج ۲ 'ص ۲۷۳)
اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس علم سے جو نافع نہ ہو۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

سلوا اللّٰہ علماً نافعا وتعوذ واباللّٰہ من علم لا ینفع۔(ابن ماجہ ص ۲۸۱)
تم اللہ تعالیٰ سے علم نافع کا سوال کرو اور ایسے علم سے پناہ مانگو جو نفع نہ دیتا ہو۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

مَنْ اَقْتَبَسَ عِلْمًا مِّنَ النَّجُوْمِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ السِّحْرِ زَادَ مَازَادَ۔
جس نے نجوم کا علم حاصل کیا تو اس نے جادو کا ایک شعبہ حاصل کیا جتنا بھی زیادہ کیا سو زیادہ کیا۔

(ابوداؤد ج ۲ 'ص ۸۹ او ابن ماجہ ص ۲۷۳ ورجال اسنادہ ثقات الدلیل الطالب ص ۱۵۸)

اور علامہ خطابی الشافعی لکھتے ہیں۔

"جس علم نجوم کی ممانعت آئی ہے وہ علم ہے جس سے اہل نجوم واقعات اور حادثات کی قبل از وقوع اطلاع دیتے ہیں جیسے بارش کا ہونا اور اشیاء کے نرخ کی خبر وغیرہ اور علم نجوم کا وہ شعبہ جس سے اوقات نماز اور جہت قبلہ کا تعین ہوتا ہے وہ ممنوع علم نجوم میں داخل نہیں۔

(معالم السنن ج ۵ 'ص ۳۷۱ کذافی تعلیق المحمود ج ۲ 'ص ۱۸۹)

امام نووی الشافعی 'حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہم لکھتے ہیں کہ جادو کا سیکھنا اور سکھانا دونوں حرام

marfat.com

ہیں۔ (نووی شرح مسلم ج ۲، ص ۲۲۱، فتح الباری ج ۱۰، ص ۱۸۳)

اور علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ شریعت نے جادو طلسم اور شعبدہ بازی کو ایک ہی مد میں رکھ کر اس کو بالخصوص ممنوع اور حرام قرار دیا ہے۔ (مقدمہ ص ۵۰۳)

اور فن موسیقی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ فن موسیقی ہر لحاظ سے قرآن کریم کے مخالف ہے اور علم نسب کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

علم النسب علم لاینفع و جهالته لا تضر رواه ابن عبدالبر عن ابی هریره۔ (کنز العمال ج ۵، ص ۲۲۵)

علم نسب ایک غیر نافع علم ہے اور اس کا جاننا اور اس سے جاہل رہنا کوئی مضر نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ اپنا نسب جب معد بن عدنان تک بیان فرماتے تو پھر رک جاتے اور فرماتے تھے کہ (وثوق سے پورا) نسب نامہ بیان کرنے والے جھوٹے ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے درمیان بہت سے قرن گزرے ہیں۔ لا یعلمهم الا الله (کنز العمال ج ۴، ص ۲۹)

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "بے شک آنحضرت ﷺ ان تمام لغات اور بولیوں کو نہیں جانتے تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۲، ص ۲۳۵)

اور قاضی ثناء اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "آنحضرت ﷺ تمام لغات کو نہیں جانتے تھے۔ (تفسیر مظہری ج ۱، ص ۵۱)

الغرض جادو، علم نجوم، رمل، کہانت، طلسم، شعبدہ بازی، علم طبیعات، فلسفہ، فلم موسیقی اور حضرت آدم علیہ السلام تک تفصیل کے ساتھ نسب نامہ وغیرہ تمام غیر مفید اور غیر نافع علوم ہیں اور حضور ﷺ نے خود ان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے حالانکہ علوم ماکان وما یکون میں ہر قسم کے علوم داخل ہیں خواہ وہ نافع ہوں یا غیر نافع ہوں۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ نے ایسے غیر مفید علوم سے پناہ مانگی ہے تو پھر ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ضرور محفوظ رکھا اور اسی میں آپ کا کمال ہے نہ کہ ہر غیر نافع علم کو بھی حضور ﷺ کی طرف منسوب کر دیا جائے۔

marfat.com

جواب: بلا شبہ جادو، علم نجوم، رمل، کہانت، طلسم، شعبدہ بازی، موسیقی اور اسی کے ساتھ نسب نامہ جو حضرات آدم علیہ السلام تک تفصیل کے ساتھ ہو غیر مفید اور غیر نافع علوم ہیں اور حضور ﷺ نے خود ان علوم سے پناہ مانگی ہے۔ اب سمجھنے والی بات یہ ہے کہ ان کو غیر نافع اور غیر مفید کہنے والے کو یہ کس طرح معلوم ہوا کہ یہ غیر نافع اور غیر مفید ہیں۔ اس کے دو ہی طریقے ہو سکتے ہیں کہ کوئی علم، کوئی عمل غیر نافع اور غیر مفید کس طرح ہے۔ پہلا یہ کہ ان علوم و عوامل کو غیر نافع و غیر مفید کہنے والا خود ان کے متعلق تفصیلی معلومات رکھتا ہو۔ اگر کوئی علم ہے تو اس کا تفصیلی مطالعہ کیا ہو۔ اگر عمل ہے تو اس عمل کو خود کر کے دیکھا ہو یا مشاہدہ کیا ہو اور دوسرا یہ کہ کسی ماہر اور مستند ذات نے اسے بتایا ہو کہ یہ علم یا یہ عمل غیر نافع اور غیر مفید ہے اور اپنی بات کی صداقت کے لیے مکمل دلائل دیئے ہوں۔

بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے ان غیر نافع اور غیر مفید علوم و عوامل کا علم و مشاہدہ آپ کو عطا فرمایا۔ اس کے ثبوت میں آپ کی کثیر احادیث شاہد ہیں جو آپ نے ان علوم و عوامل کے متعلق ارشاد فرمائیں اور اللہ تعالیٰ نے ان میں ملوث ہونے والوں کی سزاؤں کا مشاہدہ بھی کروایا۔ جب آپ کو ان کے علوم عطا ہوا تبھی تو آپ نے ان کو غیر نافع اور غیر مفید قرار دے رہے ہیں اور خود بھی ان سے پناہ مانگ رہے ہیں اور دوسروں کو بھی اس بات کی تعلیم دے رہے ہیں۔

معترض نے خود ہی حدیث بیان کی کہ

جس نے نجوم کا علم حاصل کیا تو اس نے جادو کا ایک شعبہ حاصل کیا۔

(مشکوٰۃ کتاب الطب والرقی)

غور طلب بات یہ ہے کہ اگر حضور سرور کونین ﷺ کو نجوم کا علم نہیں کہ وہ کیا ہے تو کس طرح اسے جادو کا ایک شعبہ قرار دیا؟ یعنی حضور نبی کریم کو جادو کے شعبوں کے متعلق بھی علم ہے۔

آگے نجوم کی درجہ بندی کر کے اس کے ممنوع اور غیر ممنوع کو مصنف نے خود بیان کیا۔

چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

marfat.com

(۱) مشکوٰۃ شریف کتاب الطب والرقی کے باب ''الکھانۃ'' کی تیسری فصل میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے علم نجوم کا ایک باب حاصل کیا' اس کے سوا جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے' تو اس نے جادو کا ایک حصہ حاصل کیا ہے۔ نجومی کاہن ہے کاہن جادوگر ہے اور جادوگر کافر ہے۔ (زرین)

مشکوٰۃ شریف کے اسی باب کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کسی نجومی کے پاس جائے اور اس سے کوئی بات پوچھے تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں کی جاتیں۔ (مسلم)

اگر حضور نبی کریم ﷺ کو اس کے متعلق کچھ علم نہیں تو کس طرح حکم دے دیا کہ نجومی کے پاس جانے والے کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں کی جاتیں؟

مشکوٰۃ شریف کتاب الطب والرقی کی دوسری فصل میں ہے۔

''دم' تعویذات اور جادو شرک ہے۔''

اگر غیر شرعی دم' غیر شرعی تعویذ اور جادو کا علم نہیں تو کس طرح ان پر شرک کا حکم دے دیا؟

شرک ظلم عظیم ہے۔ سب گناہ معاف ہو سکتے ہیں لیکن شرک نہیں۔ کیا علم کے بغیر اتنا بڑا حکم دیا جا سکتا ہے؟

نوٹ: دم اور تعویذ کے متعلق ہم تفصیلی بحث آگے کریں گے۔ ایک قسم کے دم اور تعویذ منع ہیں اور ایک قسم کی اجازت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے نظر لگنے' ڈس جانے اور نملہ بیماری میں دم کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ (مسلم شریف)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہم نظر لگ جانے پر دم کروالیا کریں۔ (متفق علیہ)

marfat.com

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے کاشانۂ اقدس میں ایک لڑکی دیکھی جس کے چہرے پر چھائیں تھی زرد رنگ کی تو فرمایا کہ اس پر دم کراؤ کیونکہ اسے نظر لگ گئی ہے۔ (متفق علیہ)

مذکورہ بالا تینوں احادیث مشکوٰۃ شریف کتاب الطب والرقی کی پہلی فصل میں ہے۔

نوٹ: دم کے متعلق مزید معلومات کے لیے بخاری شریف کتاب الطلب کا مطالعہ کریں۔

بخاری شریف کتاب الانبیاء کے باب یزقون النسلان فی المشی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ امام حسن اور امام حسین پر یہ کلمات پڑھ کر پھونکا کرتے اور فرماتے کہ تمہارے جد امجد بھی حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحاق پر انہیں پڑھ کر دم کیا کرتے: اعوذ بکلمات اللّٰہ التامۃ من کل شیطٰن وھامۃ ومن کل عین لامۃ۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الطلب والرقی کی پہلی فصل کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے آخر میں ہے

''جو تم میں اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکے تو ضرور پہنچائے۔'' (مسلم شریف)

اگرچہ اس حدیث میں بچھو کے کاٹنے کا دم کرنے کا ذکر ہے لیکن تعویذ کا بھی یہی معاملہ ہے کہ غیر شرعی تعویذ بالکل حرام ہے لیکن وہ نام نہاد عامل جو دم کرنے، تعویذ کرنے کے پیسے لیتے ہیں، وہ قطعاً جائز نہیں اوپر مذکورہ حدیث کے الفاظ پر غور فرمائیں ''جو تم میں اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکے ضرور پہنچائے۔''

اب بھائی کی جیب خالی کروا کے فائدہ پہنچانا ہو گا یا نقصان پہنچانا؟

نیز سورۃ المائدہ (۵: ۴۴) میں ہے میری آیتوں کو سستے داموں فروخت نہ کرو۔

اور جن احادیث میں بکریاں وغیرہ لینے کا ذکر آتا ہے تو وہ کفار اور مشرکین سے متعلق ہیں۔ میرے خیال میں تو کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ کسی مسلمان نے کسی دوسرے مسلمان کو دم کیا ہو اور رقم بٹوری ہو۔ اگر وہ کفار اور مشرکین نہ ہوتے تو حضور نبی کریم ﷺ

marfat.com

ان سے بکریوں کا حصہ لیتے ؟

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی زندگی کے حالات بیان کرتے ہوئے سید ایوب علی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے بدایونی پیڑوں کی ایک کوری ہانڈی پیش کی۔ حضور نے فرمایا "کیسے تکلیف فرمائی ؟" انہوں نے کہا حضور کو سلام کرنے حاضر ہوا ہوں۔ حضور جواب سلام فرما کر کچھ دیر خاموش رہے' پھر دریافت فرمایا "کوئی کام ہے ؟" انہوں نے عرض کیا کچھ نہیں۔ حضور محض مزاج پرسی کے لیے آیا تھا۔ ارشاد فرمایا "عنایت و نوازش" اور قدرے سکوت کے بعد حضور نے بایں الفاظ فرمایا "کچھ فرمایئے گا ؟" انہوں نے پھر نفی میں جواب دیا۔ اس کے بعد حضور نے وہ شیرینی مکان میں بھجوا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ان صاحب نے ایک تعویذ کی درخواست پیش کی۔ ارشاد فرمایا کہ میں نے تو آپ سے تین بار دریافت کیا مگر آپ نے کچھ نہ بتایا۔ اچھا تشریف رکھئے اور اپنے بھانجے علی احمد خاں صاحب مرحوم کے پاس سے تعویذ منگا کر ان صاحب کو عطا فرمایا اور ساتھ ہی حاجی کفایت اللہ صاحب نے حضور کا اشارہ پاتے ہی مکان سے وہ مٹھائی کی ہانڈی منگوا کر سامنے رکھ دی جسے حضور نے بایں الفاظ واپس فرمایا "اس ہانڈی کو ساتھ لیتے جایئے میرے یہاں تعویذ بکتا نہیں ہے" انہوں نے بہت کچھ معذرت کی مگر قبول نہ فرمایا۔ بالآخر وہ بے چارے اپنی شیرینی واپس لیتے گئے۔

شرعی دم' تعویذ میں تشدد اچھا نہیں اگر یہ دوسرے مسلمان بھائیوں کا فائدہ پہنچائے۔

چند دوسری چیزوں کے متعلق بھی مختلف حکم ملتے ہیں ان میں بھی یہی قاعدہ ہے کہ وہ جائز ہے جو شرع کے مطابق ہے اور جو شرعی کے مطابق نہیں وہ ناجائز۔

مشکوٰۃ شریف باب "الفال والطیرہ" کی دوسری فصل میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : شگون لینا شرک ہے۔ (ابو داوٗد)

اسی باب کی دوسری فصل میں ہی ہے۔

marfat.com

"حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی چیز سے شگون نہ لیا کرتے تھے۔(ابو داؤد)

اسی باب کی دوسری فصل میں ہے۔

"حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ ہامہ ہے اور نہ بیماری کا متعدی ہونا اور نہ شگون۔ اگر نحوست میں کچھ ہے تو گھر، گھوڑا اور عورت میں ہے۔(ابو داؤد)

اسی باب کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ شگون کوئی چیز نہیں اور بہتر فال ہے۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ فال کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ اچھا لفظ جو تم سے کوئی سنے (متفق علیہ) بخاری شریف کتاب الطب کے "باب الطیرہ" اور فال کے متعلق اسی باب کی دوسری فصل میں ہے۔

قطن بن قبیصہ نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پرندے کے نام سے، کنکری پھینک کر اور پرندہ اڑا کر فال لینا بت پرستی کا حصہ ہے۔(ابو داؤد)

بخاری شریف کتاب الانبیاء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب بیت اللہ میں تصویریں دیکھیں تو اس میں جانا چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ آپ کے حکم سے انہیں مٹا دیا گیا اور آپ نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے ہاتھوں میں فال کے تیر ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہلاک کرے خدا کی قسم ان بزرگوں نے تو کبھی تیر پھینک کر فال نہیں لی۔

اسی باب کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ بیماری کا متعدی ہونا ہے نہ شگون ہے نہ ہامہ اور نہ صفر ہے ہاں کوڑھ والے سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہیں۔(بخاری شریف کتاب الطب)

marfat.com

اسی باب کی دوسری فصل میں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کوڑھی کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ اسے پیالے میں ڈالتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور توکل رکھتے ہوئے کھاؤ۔ (ابن ماجہ)

اسی طرح داغ لگوانے کے متعلق ہے۔ مشکوٰۃ شریف کے اسی باب کی دوسری فصل میں ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے داغ لگوایا یا دم کروایا تو وہ توکل سے لاتعلق ہو گیا۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

اور مشکوٰۃ شریف کے اسی باب کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غزوہ احزاب کے روز حضرت ابی بن کعب کی رگ حیات پر تیر لگا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں داغ دیا۔ (مسلم شریف)

اسی طرح لہسن کی مثال ملاحظہ فرمائیں۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الاطعمۃ کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو لہسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے دور رہے یا فرمایا کہ ہماری مسجد سے دور رہے یا اپنے گھر میں بیٹھے اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک ہانڈی پیش کی گئی جس میں مختلف سبزیاں تھیں تو ان میں سے بدبو آئی۔ فرمایا کہ یہ فلاں صحابی کو دے دو اور ارشاد ہوا کہ کھالو کیونکہ میں اس سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم نہیں کرتے۔ (متفق علیہ)

اور مشکوٰۃ شریف کے اسی باب کی دوسری فصل میں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے لہسن کھانے سے منع فرمایا مگر جب کہ پکا لیا جائے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

اگلی حدیث میں ہے۔

ابو زیاد سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پیاز کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا:

marfat.com

آخری کھانا جو رسول اللہ ﷺ نے تناول فرمایا اس میں پیاز بھی تھی۔ (ابو داؤد)

ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیں۔

مشکوٰۃ شریف کتاب اللباس کی دوسری فصل میں ہے۔

حضرت کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو اسلام کے اندر سفیدی آئی تو قیامت کے روز اس کے لیے نور ہو گا۔ (ترمذی، نسائی)

اسی باب کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہود و نصاریٰ خضاب نہیں کرتے لہذا تم ان کی مخالف کرو۔ (متفق علیہ)

اسی باب کی دوسری فصل میں ہے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن چیزوں سے بڑھاپے کو بدلا جاتا ہے ان میں سے سب سے بہتر مہندی اور وسمہ ہیں۔

(ترمذی، ابو داؤد، نسائی)

اسی باب کی دوسری فصل میں ہی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے ایک آدمی گزرا جس نے مہندی کا خضاب کیا ہوا تھا۔ فرمایا کہ یہ کتنا اچھا ہے۔ پھر دوسرا شخص گزرا جس نے مہندی اور وسمہ سے خضاب کیا ہوا تھا۔ فرمایا کہ یہ اس سے بھی اچھا ہے۔ پھر تیسرا شخص گزرا جس نے زردی سے خضاب کیا ہوا تھا فرمایا کہ یہ ان سب سے زیادہ اچھا ہے۔ (ابو داؤد)

اسی باب کی دوسری فصل میں ہی ھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو اس سیاہ رنگ سے خضاب کریں گے جیسے کبوتروں کے پوٹے۔ وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائیں گے۔ (ابو داؤد۔ نسائی)

اسی طرح اور بھی کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں کہ کچھ چیزیں مطلقاً منع نہیں اور نہ ہی مطلقاً

marfat.com

جائزان کی حدود متعین ہیں۔

خضاب جائز لیکن کالا سیاہ ناجائز۔

لہسن پیاز کھانا جائز جب کہ پکالیا ہو اور اگر کچا کھالیا ہو تو مسجد سے دور رہے یعنی منہ اچھی طرح صاف کر کے آئے۔

دم کرنا، کروانا جائز جب کہ شرعی حدود کے اندر ہو لیکن اگر اس میں غیر شرعی الفاظ پائے جائیں تو ناجائز۔ تعویز شرعی جائز لیکن غیر شرعی ناجائز اور یہ مسلمانوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے ہو۔ اس کا دھندہ کرنے کی اجازت نہیں۔ اس سے مسلمانوں کو لوٹا نہ جائے۔ لڑائیاں نہ کروائی جائیں۔

بخاری شریف کتاب اللباس کے باب "شرب السم والدوآء به وبما یخلف منه" میں ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھالے تو اس روز اسے زہر اور جادو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

معترض یہ بتائے کہ اگر جادو کا علم ہی نہیں تو اس کا علاج کیسے بتایا جا سکتا ہے؟

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الطب کے باب الدواء بالعجوة للسحر میں بھی ہے۔

بخاری شریف کتاب الطلب کے باب "الشرك والسحر من الموبقات" میں ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچتے رہو اور وہ شرک اور جادو ہیں۔

معترض یہ بتائے کہ کیا حضور نبی کریم ﷺ کو شرک کا علم ہے کہ نہیں؟

اگر شرک کا علم ہے تو پھر جادو کا علم بھی ثابت کیونکہ حضور دونوں کو ہلاک کرنے والی چیزیں بتا رہے ہیں۔

بخاری شریف کتاب الطلب کے باب "من البیان سحراً" میں ہے۔

marfat.com

زید بن اسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ مشرق کی جانب سے دو شخص آئے اور انہوں نے لوگوں سے خطاب کیا تو لوگ ان کے بیان سے بہت متعجب ہوئے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بعض بیانات میں جادو ہوتا ہے کہ بعض بیانات جادو اثر ہوتے ہیں۔

معترض یہ بتائے کہ اگر جادو کا کچھ علم ہی نہیں تو اس سے تشبیہ کیسے دی؟

اگر یہ کہو کہ اس کی دلیل بتاؤ تو ملاحظہ فرمائیں۔

بخاری شریف کتاب الطب کے باب السحر میں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا تو آپ کی حالت یہ ہوگئی کہ کسی کام کے متعلق خیال گزرتا کہ میں نے کر لیا ہے حالانکہ وہ کیا نہیں ہوتا تھا۔ ایک روز جبکہ آپ میرے پاس تھے تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں بار بار دعا کی، پھر فرمایا کہ اے عائشہ! کیا تم جانتی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ بات بتادی ہے جو میں معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں عرض گزار ہوئی کہ یا رسول اللہ! وہ کیا ہے؟ فرمایا کہ میرے پاس دو شخص آئے تو ان میں سے ایک میرے سر کے اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا۔ ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: اس مرد حق آگاہ کو کیا تکلیف ہے؟ جواب دیا کہ ان پر جادو کیا گیا ہے۔ پوچھا کہ جادو کس نے کیا ہے؟ بتایا کہ لبید بن اعصم یہودی نے جو بنی زریق سے ہے۔ دریافت کیا کہ کس چیز سے کیا ہے؟ کہا کہ کنگھی پر، کنگھی سے جھڑے ہوئے بالوں پر اور نر کھجور کی جھلی پر۔ پوچھا کہ یہ چیزیں کہاں ہیں؟ جواب دیا کہ ذی اروان کے کنویں میں۔ عروہ کا بیان ہے کہ پھر نبی کریم ﷺ اس کنویں کی طرف اپنے بعض اصحاب کے ساتھ تشریف لے گئے۔ پھر اس کی طرف نظر کی اور اس کے اوپر کھجور کا درخت تھا۔ اس کے بعد آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس تشریف لائے اور فرمایا: خدا کی قسم اس کا پانی تو مہندی کے نچوڑ جیسا تھا اور اس کی کھجوریں شیطانوں کے سروں جیسی۔ میں عرض گزار ہوئی کہ یا رسول اللہ! کیا آپ نے انہیں نکال لیا تھا۔ فرمایا کہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت بخشی اور شفا عطا فرمادی ہے

marfat.com

لہذا میں نے خدشہ محسوس کیا کہ کسی کی برائی کو لوگوں میں مشہور کروں اور حکم دیا تو انہیں دفن کر دیا گیا۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الطب کے باب هل یستخرج السحر میں بھی ہے۔

یعنی اگر جادو ہو جائے تو اس کا شرعی طریقہ سے علاج بھی کیا جائے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الادب کے باب قول اللہ تعالیٰ ان الله یامر بالعدل والاحسان میں بھی ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب بدء الخلق کے باب صفۃ ابلیس و جنودہ میں بھی ہے۔

بخاری شریف کتاب التفسیر سورہ الحجر کے باب "الا من استرق السمع فاتبعه شهاب مبین" میں ہے۔

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ آسمانی فرشتوں کو کوئی حکم دیتا ہے تو وہ عاجزی کی وجہ سے اپنے پروں کو مارنے لگتے ہیں جیسے زنجیر کو صاف پتھر پر مارا جائے۔ علی بن مدینی کا بیان ہے کہ سفیان بن عینیہ کے سوا اور راویوں نے صفوان کہا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس حکم کو نافذ فرما دیتا ہے۔ جب ان کے دلوں سے کچھ خوف دور ہوتا ہے تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ جواب دیتے ہیں کہ جو کچھ اس نے فرمایا وہ حق ہے اور وہی بلند و برتر ہے پھر بات چرانے والے شیطان چوری چھپے سننے کی کوشش کرتے ہیں اور چوری چھپے سننے کے لیے شیطان یوں اوپر تلے رہتے ہیں چنانچہ سفیان نے اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیوں کو کھول کر اور نیچے اوپر کر کے دکھایا۔ چنانچہ بعض اوقات تو ایسا ہوتا ہے کہ سننے والے شیطان کو چنگاری جا لگتی ہے اور وہ جل جاتا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ اس بات کو اپنے ساتھ والے کو بتائیں اور بعض اوقات چنگاری لگنے سے پہلے وہ اپنے نزدیک والے شیطان کو جو اس کے نیچے ہوتا ہے بتا چکا ہوتا ہے اور اس طرح وہ بات زمین تک پہنچادی جاتی ہے یا سفیان نے کہا کہ زمین تک آ پہنچی ہے۔ پھر وہ جادوگر کے منہ میں ڈالی جاتی ہے۔ پھر وہ ایک کے ساتھ سو جھوٹ اپنی طرف سے ملاتا ہے۔ اس پر لوگ اس کی تصدیق کر

marfat.com

کے کہنے لگتے ہیں کہ کیا اس نے فلاں روز ہمیں نہیں بتایا تھا کہ فلاں بات یوں ہو گی' چنانچہ ہم نے اس کی بات کو درست پایا حالانکہ یہ وہی بات تھی جو آسمان سے چوری چھپے سن گئی۔

الغرض حضور نبی کریم ﷺ نے جادو کی معلومات حاصل کرنے کا مکمل طریقہ بتادیا۔

بخاری شریف کتاب الوصایا کے باب قول اللہ تعالی ان الذین یاکلون اموال لیتمی میں ہے

ابو الغیث وہ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں اور وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سات تباہ کن گناہوں سے بچتے رہو۔ لوگ عرض ہوئے کہ یا رسول اللہ وہ کون سے گناہ ہیں ؟ آپ نے فرمایا

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔

(۲) جادو کرنا۔

(۳) اس جان کو قتل کرنا جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے (ماسوائے حق کے)

(۴) سود خوری

(۵) یتیم کا مال کھانا

(۶) کافروں سے مقابلے کے دن بھاگ جانا۔

(۷) پاکدامن اور بھولی بھالی مسلمان عورت پر (بدکاری کی) تہمت لگانا۔

marfat.com

موسیقی کے موضوع پر بڑی ضخیم کتابیں دستیاب ہیں اگر حضور نبی اکرم ﷺ کو موسیقی کے متعلق کچھ علم ہی نہیں تھا تو اس موضوع پر قرآن وحدیث کی روشنی میں ضخیم کتابیں کس طرح لکھی جاسکتی ہیں۔

علم لغات کے بانی حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ انہیں تمام چیزوں کے ناموں کا علم دیا گیا۔ وہ کمالات جو کسی دوسرے نبی علیہ السلام کو حاصل تھے وہ حضور نبی کریم ﷺ کیلئے بدرجہ اولی ثابت ہیں۔

پ ۳ سورہ آل عمران آیت نمبر ۸۱، ۸۲ میں ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں، تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

ان آیات سے واضح ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے تشریف لانا ہے جب کہ سب نبی تشریف لا چکے ہوں۔ ان کو کتاب و حکمت عطا ہو چکی ہو اور حضور نبی اکرم ﷺ ان کی کتابوں کی تصدیق فرمائیں گے۔ یہ تصدیق فرمانا کیا ان کے علم کے بغیر ہی ہے۔ پیغمبروں کو جو جو کتابیں

marfat.com

اور صحائف عطا ہوئے وہ مختلف زبانوں میں تھے۔ اور ہر الہامی کتاب اور صحیفہ علم لغت سے بھرپور ہوتا ہے۔ لہذا آپ جب ان کی مختلف زبانوں کی کتابوں کی تصدیق فرماتے ہیں تو علم کے ساتھ تصدیق فرماتے ہیں۔ اور ہر زبان کی لغت کا علم بھی حضور نبی اکرم ﷺ کیلئے ثابت۔

حضور نبی کریم ﷺ اگر کسی چیز سے پناہ چاہیں تو اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اس کا علم نہیں۔ پناہ چاہنا تو علم کو ثابت کرتا ہے۔ کہ اس کے متعلق علم حاصل ہے۔

سنن نسائی شریف کتاب الاستعاذہ میں پناہ طلب کرنے کی جتنی احادیث پڑھنا چاہو پڑھ لو۔ کیا اس کا مطلب تم یہ لوگے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو ان تمام چیزوں کا علم نہیں۔ سنن نسائی کی اسی کتاب کے باب الاستعاذۃ من فتنہ الصدر میں ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کونین ﷺ نامردی، بخیلی، سینے کے فتنے اور عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے۔

مشکوۃ شریف باب الدعوات الاوقات کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے طالب ہو کیونکہ وہ فرشتہ کو دیکھ کر بانگ دیتا ہے اور جب گدھے کو رینگتے سنو تو اللہ تعالیٰ سے شیطان کے شر سے پناہ مانگو کیونکہ وہ شیطان کو دیکھ کر آواز نکالتا ہے (متفق علیہ)

مشکوۃ شریف باب الاستعاذۃ کی پہلی فصل میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دعا فرماتے تھے خداوندا میں تفکرات، غم، بے چارگی، سستی، بزدلی، کنجوسی، قرض اور دشمنوں کے غلبہ سے تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں (متفق علیہ)

اسی باب کی دوسری فصل میں ہے۔

marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح دعا فرمایا کرتے تھے ''خداوندا میں برص، جذام، جنون اور بری بیماریوں سے پناہ مانگتا ہوں (ابو داؤد، نسائی)

اعتراض: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝

اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔ وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔

رئیس المحدثین والمفسرین فی عصرہ حافظ عماد الدینؒ بن کثیرؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھیک وزن پر ایک شعر بھی محفوظ نہ تھا بلکہ اگر پڑھتے تو یا اس کا کچھ گرا دیتے یا نا تمام پڑھتے تھے'' (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۷۸)۔

علامہ علیؒ بن محمد الخازنؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: ''آنحضرت ﷺ سے کوئی شعر موزوں نہ ہوتا تھا اور اگر کسی کا کوئی شعر کبھی پڑھا تو بے وزن ہو کر آپ کی زبان سے جاری ہوا'' (خازن ج ۶ ص ۱۵)

شعر وہ ہوتا ہے جس میں قصد اور ارادہ کار فرما ہو اور انسان (شاعر) اس کو موزوں پیش کرے اور قافیہ بندی کا پورا خیال رکھے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو کلام شعر نہیں ہوگا۔ اور قائل شاعر نہیں کہلائے گا۔

کیونکہ علم شعر حضور ﷺ کے لائق ہی نہیں تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ علم عطا ہی نہ فرمایا۔ اور قرآن کریم کی کسی آیت پر بھی شعر کا اطلاق صحیح نہیں۔ کیونکہ شاعری کا حسن و کمال کذب و مبالغہ، خیالی بلند پروازی اور فرضی نکتہ آفرینی کے سوا کچھ نہیں۔ اور آپ کو جو قرآن کریم دیا گیا وہ کوئی شاعرانہ تخیلات نہیں، وہ تو نصیحتوں اور روشن تعلیمات سے معمور ہے۔ کوئی شعر و شاعری کا دیوان نہیں دیا۔ جس میں نری طبع آزمائی اور خیالی تک بندیاں ہوں۔ الغرض اس نص قطعی سے یہ بات بالکل آشکار ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو شعر کی تعلیم عطا ہی نہیں کی ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی تعلیم نہیں دی تو اور

marfat.com

کہاں سے یہ تعلیم عطا ہوئی یا ہو سکتی ہے۔اور اگر اس سے ملکہ شاعری مراد ہو تو جب بھی حضور ﷺ سے کسی ایک کی نفی تو ثابت ہو گئی اور ماکان و مایکون کا دعویٰ بالکل باطل ہو گیا اور فریق مخالف کی کلی ٹوٹ گئی ع کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

یہ آیت عام شعر جو شاعر موزوں کرتے ہیں اس کے متعلق ہے ہی نہیں بلکہ شعر سے یہاں مراد ہے کلام کذب۔ چونکہ کفار قرآن کی نسبت اور رسالتماب ﷺ کی نسبت یہ کہا کرتے تے کہ یہ قرآن شعر ہے اور نبی اللہ شاعر ہیں۔ اس کی وضاحت قرآن سے ملاحظہ فرمائیے۔

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ بلکہ (کفار) بولے پریشان خوابیں ہیں بلکہ ان کی گڑھت ہے بلکہ یہ شاعر ہیں۔

(پ ١٧ سورہ الانبیاء آیت نمبر ٥)

اب اس آیت شریفہ سے یہ واضح ہو گیا کہ شعر سے مراد کلام کاذب ہے جو کہ کفار نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاعر کہا اور قرآن کو شعر کہا یعنی معاذ اللہ یہ جھوٹا کلام ہے۔ تو اوپر مذکورہ اعتراض کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی اس بات کا رد فرمایا ہے اور واضح کیا ہے کہ میرے محبوب ﷺ کذب سے پاک ہیں۔ اور یہ کتاب قرآن مجید اشعار یعنی اکاذیب پر مشتمل نہیں۔
غور طلب بات یہ ہے کہ کفار قریش زبان سے ایسے بدذوق اور منظم عروضی سے ایسے ناواقف نہ تھے کہ نثر کو نظم کہتے اور قرآن پاک کو شعر عروضی بنا بیٹھتے اور کلام کا محض وزن عروضی پر ہونا ایسا بھی نہ تھا کہ اس پر اعتراض کیا جا سکے۔

الغرض اس میں کلام موزوں کے جاننے اور صحیح و سقیم و جید وردی کو پہچاننے کی نفی نہیں بلکہ یہاں ان کفار کی مراد کلام الٰہی کے کذب ہونے پر اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔ ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیں۔

(پارہ ۲۳ سرہ الصفت آیت نمبر ۳۶، ۳۷ میں ہے)

وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ اور کہتے تھے کیا ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں

marfat.com

مَّجْنُوْنٍ۔ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ۝ ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق فرمائی۔

اس آیت سے واضح ہے کہ کفار مکہ حضور سرور کونین ﷺ کو دیوانہ شاعر کہتے تھے۔ اب معترض پر یہ لازم ہے کہ ثابت کرے کہ کفار کو شعر کا علم نہیں تھا؟ نیز حضور نبی کریم ﷺ کا کوئی شعر بیان کیا جائے جس کی بناء پر انہوں نے شاعر کہا؟

الغرض یہاں اس آیت میں شعر کہنا نہ سکھانا سے مراد کلام کذب نہ سکھانا ہے۔ اور کلام الٰہی کو جھوٹا اور شعر کہنے کا اللہ تعالیٰ نے جواب دیا ہے کہ حضور نبی ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں وہ حق ہے اور حضور نبی کریم ﷺ شاعروں کی طرح جھوٹے قصے بیان نہیں کرتے بلکہ پچھلے رسولوں کے جو واقعات انہوں نے بیان فرمائے ہیں وہ بھی حق ہیں اور ان کی تصدیق فرماتے ہیں۔

اب دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ کیا اس میں حضور نبی کریم ﷺ سے شعر کے موزوں نہ ہونے کی نفی ہے یا کہ شعر کے بالکل ہی علم نہ ہونے کی نفی ہے۔

بلا شبہ یہاں یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ آپ نے ساری عمر کوئی شعر موزوں ہی نہیں کیا کیونکہ شعر موزوں کرنا شان نبوت کے لائق ہی نہیں نہ کہ اس میں شعر کے علم کے ہونے کی ہی نفی کر دی جائے۔ کتنے عروض و قوافی کے جاننے والے فن شعر کے ماہر ایسے ہیں کہ وزن شعر کے صحیح ادا کرنے پر قادر نہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہیں شعر کے ردی و جید میں تمیز نہ ہو۔ شعر موزوں نہ کرنا شعر کے علم نہ ہونے کی دلیل نہیں۔

بخاری شریف کتاب المغازی کے باب "غزوة الخندق وهی الاحزاب" میں ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خندق کھودتے وقت خود نبی کریم ﷺ بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ مٹی اٹھا کر لے جاتے تھے، یہاں تک کہ شکم مبارک کو مٹی نے چھپا لیا تھا۔ یا شکم مبارک گرد آلود ہو گیا تھا اور آپ کی زبان حق ترجمان پر یہ الفاظ تھے۔

وَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا تو ہدایت گر نہ فرماتا ہمیں پروردگار

marfat.com

وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا	کیسے بن سکتے تھے ہم بندے تیرے اطاعت گزار
فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا	ہم پہ اے رحمٰن فرما اپنی رحمت کا نزول
وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا	ہوں مقابل دشمنوں کے قلعہ مرصوص وار
اَنَّ الْاُلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا	ہر کمیں گاہی سے بد خواہوں کی ہم ہوں باخبر
اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا	ان کے فتنوں اور مکروں سے رہیں ہم ہوشیار

اور لفظ ابینا ادا کرتے وقت آپ آواز کو بلند فرما لیتے تھے۔ ایک حدیث چھوڑ کر اگلی حدیث میں ہے کہ یہ حضرت ابن رواحہ کے اشعار تھے جو حضور نبی کریم اس دن پڑھ رہے تھے۔ یہ حدیث بخاری شریف کتاب الجہاد والسیر کے باب حفر الخندق میں بھی ہے۔ مشکوۃ شریف کتاب الاداب کے باب البیان الشعر کی پہلی فصل میں ہے۔

عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً۔ (متفق علیه)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک بعض شعر حکمت والے ہوتے ہیں۔

اس حدیث سے واضح ہے کہ جو یہ کہہ رہا ہے کہ بعض شعر حکیمانہ ہوتے ہیں وہ جانتا ہو گا کہ شعر کس چیز کا نام ہے۔ جب آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کے علم ہونے کی نفی کریں گے تو پھر آپ پر یہ لازم ہے کہ یہ بتائیں کہ آپ کو بعض اشعار کے حکمت والے ہونے کا پتہ کیسے چلا؟

مشکوۃ شریف کے اسی باب کی دوسری فصل کی آخری حدیث میں ہے۔

صخر بن عبداللّٰہ بن بریدہ ان کے والد ماجد، ان کے جد امجد نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کو فرماتے ہوئے سنا:۔ بے شک بعض بیانات جادو اثر ہوتے ہیں اور بعض علوم۔ جہالت ہیں بعض شعروں میں حکمت اور بعض باتوں میں وبال ہوتا ہے۔ (ابو دوٗد)

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ بعض علوم جو جہالت ہیں ان کا بھی حضور نبی کریم ﷺ کو علم

ہے مشکوٰۃ شریف کے اسی باب کی تیسری فصل میں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کے سامنے شعر کا ذکر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ یہ بھی کلام ہے اچھا ہو تو اچھا ہے اور برا ہو تو برا ہے۔

روایت کیا اسے دارقطنی نے اور شافعی نے عروہ سے مرسلا روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ شعر کی اچھائی اور برائی اور اس کے عیوب اور خوبیوں پر مطلع تھے بلکہ آپ نے شعر کی اچھائی اور برائی جانچنے کا قیامت تک کیلئے قانون بنادیا کہ جس کا مضمون درست ہو وہ درست ہے اور جس کا مضمون غلط ہو وہ غلط ہے لیکن معترض یہ کہتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کیلئے شعر صحیح اور سقیم کا علم ثابت کرنا قرآن کریم کی خالص تحریف ہے۔

مشکوٰۃ شریف کے اسی باب کی دوسری فصل میں ہے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض گزار ہوئے۔ یارسول اللہ شعر کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ فرمایا کہ مومن اپنی تلوار اور اپنی زبان کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔

یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب آپ پر آیت کریمہ وعلمناہ الشعر ومایبنغیٰ لہ نازل ہو چکی تھی۔ اگر وما علمناہ کے وہ معنی ہیں جو معترض نے سمجھے ہیں تو حضرت کعب بن مالک کا حضور ﷺ سے شعر کا حکم دریافت کرنا ہی لغو قرار پاتا ہے۔ کیونکہ آپ شعر کو جانتے ہی نہیں تو اس کا حکم کیسے بتلا سکتے ہیں اور اگر حضرت کعب بن مالک نے بقول آپ کے سوال کرنے کی غلطی کر ہی لی تھی تو حضور ﷺ خود ہی فرمادیتے کہ میں تو شعر کا لغوی عرفی شرعی کسی قسم کا معنی جانتا ہی نہیں اس کا حکم کیسے بتلاؤں گا۔

پس آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ ہم نے آپ کو شعر گوئی کی عادت نہیں ڈالی یا شعر کہنے کی مہارت نہیں عطا کی اور اس آیت کریمہ کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ آپ شعر کا معنی نہیں جانتے

marfat.com

تھے۔اور آپ کلام شعری اور غیر شعری میں امتیاز نہیں کر سکتے تھے (ملخصاً از توضیح البیان)

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب توضیح البیان ص ۳۹۳ میں فرماتے ہیں ''نثر میں الفاظ معنی کے تابع ہوتے ہیں اور نظم میں معنی الفاظ کے تابع ہوتے ہیں۔ پس شاعر کی بالذات نظر الفاظ کی طرف اور نبی علیہ السلام کا مقصود الفاظ نہیں معنے ہوتے ہیں اس وجہ سے نبی علیہ السلام کو شعر گوئی کا ملکہ نہیں دیا گیا'' معترض کا یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ کو شعر کا علم عطا ہی نہیں ہوا مذکورہ بالا دلائل کے خلاف ہے۔

معترض نے اشعار کے متعلق چند احادیث بھی پیش کی ہیں جو کہ صرف یہ وضاحت کرتی ہیں کہ بری شاعری قابل مذمت ہے۔ اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دینی چاہیے اس کی تحصیل و تعلیم اچھی نہیں۔ جیسے درج ذیل احادیث میں ہے۔

مشکوۃ شریف کتاب الاداب کے باب البیان والشعر کی پہلی فصل کی آخری حدیث میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی آدمی کا پیٹ پیپ سے بھرا ہوا ہو تو شعروں (برے اشعار) سے بھرے ہونے سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ) یہ حدیث بخاری شریف کتاب الادب کے باب "مایکرہ ان یکون الغالب علی الالنسان الشعر حتی یصدہ عن ذکر اللّٰہ والعلم والقرآن" میں ہے۔

مشکوۃ شریف کے اسی باب کی تیسری فصل میں ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عرج کے پاس چل رہے تھے کہ سامنے شاعر شعر پڑھتا ہوا آیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان کو پکڑ لو یا شیطان کو روکو آدمی کا پیٹ پیپ سے بھرا ہوا ہو تو یہ شعروں (اخلاق باختہ اشعار) سے بھرے ہوئے ہونے کی نسبت اس کیلئے بہتر ہے۔ (مسلم شریف)

جب کہ دوسری طرف اچھے اشعار کی حضور نبی کریم ﷺ خود تعریف فرمایا کرتے تھے۔

مشکوۃ شریف کے اسی باب کی پہلی فصل میں ہے۔

عمرو بن شرید سے رویت ہے کہ ان کے والد ماجد نے فرمایا ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کے

marfat.com

پیچھے سوار تھا تو آپ نے فرمایا کیا تمہیں امیہ بن ابو صلت کے شعروں میں سے کوئی یاد ہے؟ عرض کی ہاں۔ فرمایا پیش کرو۔ میں نے ایک شعر پڑھا فرمایا اور پیش کرو۔ میں نے ایک شعر اور پڑھا فرمایا اور پیش کرو۔ یہاں تک کہ میں نے سو شعر آپ کو پڑھ کر سنائے (مسلم شریف)
مشکوۃ شریف کے اسی باب کی پہلی فصل میں ہی ہے۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔ شاعروں کی باتوں میں سب سے سچی بات وہ ہے جو لبید نے کہی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز فانی ہے" یا یہ کہ "سب سے اچھا شعر جو کسی شاعر نے کہا یہ ہے کہ آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز فانی ہے"

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الرقاق کے باب الجنته اقرب الی احدکم من شراك نعله والنارمثل ذالك میں بھی ہے یہ حدیث بخاری شریف کتاب المناقب کے باب ایام الجاھلیۃ میں بھی ہے۔

حصور نبی کریم ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے خود اشعار کہنے کو فرما رہے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں مشکوۃ شریف کے اسی باب کی پہلی فصل میں ہی ہے۔

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قریظہ کے روز حضرت حسان بن ثابت سے فرمایا کہ مشرکین کی ہجو کہو، جب کہ تمہارے ساتھ حضرت جبرئیل ہیں اور رسول اللہ ﷺ حضرت حسان سے فرماتے رہے کہ میری طرف سے جواب دو۔ اے اللہ اس (حضرت حسان) کی روح القدس سے مدد فرما۔ (متفق علیہ)

یہ حدیث بخاری شریف ابواب المغازی میں ہے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الادب کے باب هجاء المشرکین میں بھی ہے۔

اور بخاری شریف کتاب الصلوۃ کے "باب الشعر فی المسجد" میں یہ حدیث اس طرح ہے۔ ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف نے حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا

marfat.com

کہ وہ حضرت ابو ہریرہ سے گواہی طلب کر رہے تھے کہ اے ابو ہریرہ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اے حسان۔ اللہ کے رسول کی طرف سے جواب دو۔ اے اللہ۔ اس کی روح القدس سے مدد فرما۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا ہاں یہ حدیث بخاری شریف کتاب الادب کے باب ''ھجاء المشرکین'' میں بھی ہے۔

الغرض حضور نبی کریم ﷺ کو شعر کا علم تھا۔ اور معترض کا ملکہ شاعری سے علم ماکان وما یکون کی نفی کی دلیل لینا اس کی کم عقلی کی دلیل ہے۔ یہ ملکہ شاعری کا نہ ہونا حضور نبی کریم کی ایک ذاتی خصوصیت ہے کہ آپ کی کسی بات پر کسی طرح کا بھی اعتراض نہ ہو سکے اور اس کا ماکان وما یکون سے کیا تعلق ہے؟ ماکان ومایکون کا تعلق اپنے اور دوسروں کے علم اور علم اشیاء سے متعلق ہے نہ کہ ملکہ شاعری کے نہ ہونے سے۔

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب توضیح البیان ص ۴۰۶ میں فرماتے ہیں۔

''صدر الافاضل رحمتہ اللہ نے ملکہ (مہارت) کی نفی کی ہے۔ ملکہ کے علم کی نفی تو نہیں کی ہے۔ حتی کہ آپ اس سے علم کل کی نفی کریں اسی طرح کلام کاذب کی نفی سے علم کلی کی نفی کرنا بھی سراسر حماقت ہے۔ یہ بات اس وقت تو کہی جا سکتی تھی جب صدر الافاضل رحمتہ اللہ نے یوں فرمایا ہوتا کہ: ''آپ کو اللہ تعالیٰ نے کلام کاذب کا علم اور ادراک نہیں عطا کیا۔''

حالانکہ صدر الافاضل رحمتہ اللہ تو فرما رہے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو کذب کی تعلیم نہیں دی یعنی جھوٹ بولنا نہیں سکھایا''

اسی سے علم کلی تو کجا علم جزوی کی بھی نفی نہیں ہوتی۔ اور اگر آپ کے ہاں تعلیم کذب کی نفی سے علم کی نفی ہوتی ہے۔ تو ہمیں بھی کہنے دیجئے کہ آپ کو ماں باپ اور اساتذہ نے جھوٹ بولنا نہیں سکھایا۔ اس لئے ثابت ہوا کہ آپ بے علم اور جاہل ہیں۔''

حضرت سواد بن قارب خود رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آپ کے سامنے یہ اشعار پیش کرتے ہیں۔

واشھد ان اللہ لا رب غیرہ　　　وانک مامون علی کل غائب

marfat.com

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی رب نہیں اور اے رسول ﷺ آپ ہر پوشیدہ چیز سے باخبر ہیں۔

و انک ادنی المرسلین وسیلة   الی الله یا ابن الاکرمین الاطائب

اور سارے رسولوں میں آپ کا وسیلہ اللہ سے قریب تر ہے۔اے پاکیزگی و شرافت والوں کے فرزند۔

آخر میں سواد بن قارب عرض کرتے ہیں۔

فکن لی شفیعا یوم لا ذوشفاعته   سواک بمغن عن سواد بن قارب

تو آپ اس دن میری شفاعت کریں جس دن آپ کے سوا سواد بن قارب کو کسی کی شفاعت کچھ فائدہ پہنچا کر بے نیاز نہ کر سکے۔

رواه البیهقی فی دلائل النبوة۔ ورواه ایضا بن عبدالبر فی الاستیعاب

رسول اللہ ﷺ نے سواد بن قارب کی اس طلب شفاعت، وسیلہ اور علم غیب کے بیان کرنے پر کوئی نکیر نہیں فرمائی اور نہ ہی یہ فرمایا کہ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے شعر کا مفہوم سمجھنے کا علم اور ملکہ ہی عطا نہیں فرمایا تم یہ کیا کہہ رہے ہو۔

مازن بن العضوب جب اسلام لا کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو یہ اشعار آپ کی خدمت میں پیش کر کے انہوں نے بھی طلب شفاعت کیا۔

الیك رسول الله خبت مطینی   تجوب الغیا فی من عمان الی العرج

یا رسول اللہ ﷺ میری سواری عمان سے عرج تک کے صحرا و بیابان کو عبور کرتی ہوئی آپ کی بارگاہ تک پہنچی۔

لتشفع لی یاخیر من وطی العصا   فیغفرلی ربی فارجع بالفلج

کہ اے زمین پر چلنے والوں میں سب سے بہتر آپ میری شفاعت فرمائیں تو میرا رب میری مغفرت فرما دے اور میری کامیاب واپسی ہو۔ (رواہ ابو نعیم فی دلائل النبوۃ ص ۷۷)

حضرت کعب بن زھیر نے رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں اپنا مشہور قصیدہ بانت سعاد پیش

marfat.com

کیا جس کا مطلع ہے۔

بانت سعاد نقلبی الیوم متبول　　　متیهم اثرهالم یفد مکبول

ابو بکر بن الانباری روایت کرتے ہیں جب کعب بن زہیر نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا یہ شعر سنایا

ان الرسول لنور یستضاء به　　　مـهـند من سیوف اللہ مسلول

بے شک رسول اللہ ﷺ ایسے نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ آپ اللہ کی بے نیام شمشیر براں ہیں۔ تو یہ شعر سن کر رسول اللہ ﷺ نے خوش ہو کر کعب بن زہیر کو انعام میں اپنی چادر مبارک عطا فرمادی۔

بعد میں حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان نے دس ہزار کے بدلے اس چادر مبارک کو لینا چاہا تو کعب بن زہیر نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کا یہ انعام ہرگز کسی کو نہ دوں گا۔ کعب بن زہیر کا جب انتقال ہو گیا تو حضرت امیر معاویہ نے بیس ہزار دے کر یہ چادر مبارک ان کے وارثین سے حاصل کر لی۔

حضرت حسان بن ثابت انصاری حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں اپنا کلام عرض کرتے ہیں۔

اغر علیه للنبوة خاتم　　　من اللہ مشهود یلوح ویشهد

اللہ کی طرف سے مشہود اور منور مہر نبوت آپ پر تابندہ اور آپ کی شاہد ہے

وضم الا له اسم النبی مع اسمه　　　اذا قال فی الخمس المئوذن اشهد

اللہ نے نام نبی کو اپنے نام کے ساتھ ملا رکھا ہے کہ پنج وقت اذان میں موذن شہادت توحید کے ساتھ شہادت رسالت بھی دیتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں۔

فامسی سراجا مستیزا وهادیا　　　یلوح کمالا ح الصقیل المهند

تو آپ روشن چراغ اور رسول ہادی ہوئے آپ کا نور صیقل کردہ ہندی تلوار کی طرح جگمگا رہا ہے۔

یہ نعتیہ اشعار بھی حضرت حسان بن ثابت انصاری کے ہیں۔

یارکن معتمد وعصمته لائذ　　　وملاذ منتجع وجار مجاور

marfat.com

اے بھروسہ و پناہ و مدد و ہمسائیگی چاہنے والے کے سہارا و پناہ گاہ

یا من تغیره الا له لخلقه　　فجباه بالخلق الزکی الطاهر

اور اے مخلوقات میں اللہ کے منتخب جسے اس نے پاکیزہ اخلاق سے نوازا

انت النبی وخیر عصیته ادم　　یامن یجود کفیض بحر زاخر

اے بحر مواج کے سیل رواں کی طرح جود و سخا کرنے والے آپ ہی نبی ﷺ خاتم اور سرخیل و افضل اولاد آدم ہیں۔

میکال معك و جبریل کلاهما　　مدد لنصرك من عزیز قادر

رب عزیز قادر کی طرف سے آپ کی حمایت و نصرت کیلئے جبریل و میکائیل دونوں آپ کے ساتھ رہ کر آپ کے مددگار ہیں۔

مشکوۃ کے باب البیان والشعر کے فصل اول میں صحیح مسلم کی روایت ہے

عَنْ عَمْرُوْ بِنَ الشَّرِیْدِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ رَدِفْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَوْمًا، فَقَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ شِعْرِ اُمَیَّةُ بْنَ اَبِی الصَّلْتِ شَئیٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ هِیْهِ ثُمَّ اَنْشَدْتُهٗ بَیْتًا فَقَالَ هِیْهِ حَتّٰی اَنْشَدْتُهٗ مِائَۃَ بَیْتٍ۔

عمرو بن شرید کے پیچھے اونٹ پر بیٹھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کی تمہارے پاس امیہ بن ابی الصلت کے کچھ اشعار ہیں۔ میں نے کہا۔ جی ہاں ہیں۔ آپ نے فرمایا پڑھو میں نے ایک شعر پڑھا۔ آپ نے ھیہ کسرہ سے کہا میں نے امیہ کا دوسرا شعر پڑھا اور آپ کی طلب در طلب میں ایک سو شعر امیہ کے سنائے۔

آخر میں ہم اس اعتراض اور اس کا جو جواب شارح بخاری مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی کے الفاظ میں بیان کرنے کی سعادت ان کی مشہور کتاب ”علم غیب رسول ﷺ“ سے بھی حاصل کرتے ہی۔

اعتراض: ہمارے شہر کے بہت بڑے دیوبندی عالم یہ کہتے ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ عَالِم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنَ ہوتے اور آپ کو کل علم ہوتا تو پھر قرآن ماعلمنا ہ الشعر وما

marfat.com

ینبغی له کیوں فرماتا۔ قرآن تو یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے شعر کا علم نہیں سکھایا لہذا رسول ﷺ عالم ماکان ومایکون کیوں کر ہوئے؟

جواب: لیکن پہلے آپ اپنے شہر کے بہت بڑے دیوبندی عالم سے یہ تو پوچھ دیجئے۔

(۱) وما علمناہ میں جو علم ہے۔اس کے کیا معنی ہیں اور علم کے کتنے معنی آتے ہیں۔

(۲) اس بات پر کیا دلیل ہے کہ آیت میں علم بمعنی دانستن کی نفی ہے۔

(۳) شعر کے کس قدر معنی ہیں اور کیا علم کے معنی صرف دانستن ہی کے آتے ہیں۔

(٤) کفار جو حضور اکرم ﷺ کو شاعر اور قرآن کو شعر کہہ کر جو معنی لیتے تھے تو آیت میں اسی کا رد ہے یا دوسرے معنی کا۔اگر دوسرے معنی کا رد ہے۔ تو یہ لازم آئے گا کہ سوال دیگر اور جواب دیگر۔

(۵) کفار حضور ﷺ کو شاعر اور قرآن کو شعر کہہ کر جو معنی مراد لیتے تھے تو آیت میں اسی کا رد ہے یا دوسرے معنی کا۔اگر دوسرے معنی کا رد ہے تو یہ لازم آئے گا کہ سوال دیگر اور جواب دیگر۔

(٦) اور اگر اسی معنی کا رد ہے جو کفار لیتے تھے تو وہ کیا معنی تھے۔ آیا کلام موزوں یا قضایا مخیلہ۔

(۷) اگر کلام موزوں تھے تو فن شعر کے ماہرین کیا کلام موزوں وکلام وغیر موزوں میں بھی امتیاز نہ کر سکے اور کیا قرآن پاک کلام موزوں ہے۔

(۸) اگر کفار قرآن کو اور حضور ﷺ کو شعر اور شاعر قضایا بامخیلہ کے اعتبار سے کہتے تھے تو قضایا صادقہ تھے یا کاذبہ۔

(۹) اگر صادقہ مراد تھے اور آیت میں اس کی نفی ہے تو لازم آئے گا کہ صدہا آیات قرآنیہ کلام الٰہی نہ رہیں کہ قرآن شریف میں بکثرت ایسی آیات ہیں۔

(۱۰) اور اگر کاذبہ مراد ہیں تو کفار قرآن پاک کو شعر کہہ کر جھوٹا کہتے تھے تو آیت نے اسی مراد کا رد کیا کہ لہذا آیت کا یہی مطلب ہوا یا نہیں؟ کہ ہم نے اپنے محبوب

marfat.com

رسول کو (شعر) جھوٹ بولنا نہیں سکھایا اور یہ ان کی شان کے لائق بھی نہیں۔

(۱۱) جھوٹ کا علم (یعنی جھوٹ کیا چیز ہے جھوٹ کس کو کہتے ہیں) اللہ عزوجل کو بھی ہے یا نہیں۔

(۱۲) اور اگر آیت میں علم بمعنی دانستن لیا جائے تو کیا حضور ﷺ شعر کا مفہوم اور اس کا معنی اور نظم ونثر میں فرق نہ سمجھتے تھے؟ اور اس کا ثبوت کیا ہے؟

(۱۳) علم کے معنی ملکہ کے بھی آتے ہیں یا نہیں؟

(۱۴) اگر آتے ہیں تو اس میں اور علم بمعنی دانستن میں کیا فرق ہے؟

(۱۵) علم بمعنی ملکہ کی نفی سے کیا علم بمعنی دانستن کی نفی لازم آتی ہے اگر جواب اثبات ہے تو اس کا ثبوت کیا ہے؟

(۱۶) اگر علم بمعنی ملکہ کے نہیں آتا تو آیت علمنه صنعة لبوس اور حدیث علموا اولادکم السباحة والرمایه میں علم کس معنی میں آیا ہے۔

(۱۷) اس آیت کی تفسیر میں کسی مفسر نے کسی تفسیر میں علم شعر کی نفی مراد لی ہے؟

(۱۸) اگر شعر شان نبوت کے منافی ہے تو ان تمام علوم کو گنایئے جو شان نبوت کے منافی ہیں۔

(۱۹) پھر وہ علوم جو شان نبوت کے منافی ہوں گے شان الوہیت کے بھی منافی ہوں گے یا نہیں؟

(۲۰) اگر آپ کے نزدیک جس کو شعر کا علم ہو اسے شاعر کہتے ہیں اور خدا کو شعر کا علم ہے تو کفار نے حضور اکرم ﷺ کو شاعر کہا تھا آپ اللہ عزوجل کو بھی شاعر کہیں گے یا نہیں؟

(۲۱) تفسیر مدارک کا اس آیت کی تفسیر میں یہ فرمانا کہ حضور ﷺ کو شعر کا علم تھا لیکن ملکہ نہ تھا۔ آپ اس مفسر کے کلام کو صحیح کہتے ہیں یا غلط (دیکھو تفسیر مدارک)

(۲۲) تفسیر روح البیان نے حضور کو نظم پر قادر مانا ہے اور کثیر مفسرین یہ لکھتے ہیں کہ

marfat.com

حضور ﷺ کو شعر کا علم ہے۔ ان کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے۔ کیا ان مفسرین کا حضور کو علم شعر ماننا قرآن پاک کی مذکورہ بالا صریح آیت سے معارضہ ہے یا نہیں؟

یہ ۲۲ سوالات ہیں آپ براہ کرم اپنے شہر کے بہت بڑے دیوبندی عالم سے پوچھ کر انکے جوابات ہمیں روانہ کر دیجئے۔ ساری حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ یہاں اتنا ہم اور کہہ دیں کہ ہم نے جو سوالات کئے ہیں یہ سوال بھی ہیں اور آپ کے سوال کا بفضلہ تعالیٰ مکمل جواب بھی ہیں۔

اعتراض: اللہ تعالیٰ جناب رسول اللہ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔

(پ۹ سورہ الاعراف آیت نمبر ۱۸۸)

اے محمد ﷺ تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی، میں تو یہی ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں انہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔

قرآن مجید کی یہ قطعی نص ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ خداوندی صفات کے حامل نہ تھے۔ اگر آپ کو اختیار ہوتا تو دوسروں کا تو کیا کہنا خود اپنی جان کے نفع و نقصان کے مالک ہوتے اور نہ آپ کو علم غیب تھا۔ اگر آپ کو علم غیب ہوتا تو کبھی حالات زمانہ اور دشمنوں کی طرف سے گزند اور تکلیف نہ پہنچتی۔ اور اس آیت کریمہ میں الخیر سے ایمان، عمل اور ایسی دینی واخروی خیر جس کا تعلق منصب نبوت سے ہے۔ ہرگز مراد نہیں کیونکہ اس خیر سے جو حصہ جناب رسول ﷺ کو حاصل ہوا ہے وہ اور کس کو مل سکتا ہے؟ بلکہ الخیر سے مراد اس آیت میں مال، فتح، تجارت میں نفع اور سرسبز و شاداب زمین اور علاقہ کا علم ہونا وغیرہ اشیاء مراد ہیں اور ان امور کا علم جناب رسول ﷺ کو آخیر زمانہ حیات تک حاصل نہیں ہوا۔ لہذا ثابت ہوا کہ آپ

marfat.com

کو غیب کا علم حاصل نہیں تھا۔

اسی طرح اس آیت کریمہ میں السوء کے لفظ سے کفر، شرک، بدعت اور دینی طور پر السوء ہرگز مراد نہیں بلکہ السوء سے مراد فقر، ضرر، بھوک، قحط، گرانی اور تجارت وغیرہ میں خسارہ مراد ہے اور اس قسم کے السوء سے تادم زیست جناب رسول کریم علیہ ﷺ کی ذات گرامی محفوظ نہیں رہی۔ دشمنوں کی طرف سے آپ کا دانت مبارک شہید کرنا، چہرہ مبارک زخمی ہونا، یہود کی طرف سے زہر کا دیا جانا، ایک مرتبہ آپ گھوڑے سے گر پڑے اور آپ کی ٹانگ مبارک زخمی ہو گئی حتی کہ آپ نے نماز بھی بیٹھ کر پڑھی بلکہ پڑھائی بھی (دیکھئے بخاری ج ۱ ص۹۲ وغیرہ) اور یہی حال آپ کے فقر و فاقہ کا تھا جس کے ثبوت کے لئے اتنا ثبوت ہی کافی ہے کہ جس وقت آپ نے وصال فرمایا تو آپ کی زرہ مبارک چند صاع جو کے بدلے ایک یہودی کے ہاں رہن رکھی تھی (بخاری ج ۱ ص ۴۱ ۳، مسلم ج ۲ ص ۳۱) جس کو حضرت ابوبکرؓ نے آپ کی وفات کے بعد چھڑایا تھا اور مرض الموت میں تین دفعہ مسجد نبوی میں جاکر نماز پڑھنے کیلئے اٹھنا اور ہر بار غشی کا طاری ہونا (دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۹۵ مسلم ج ۱ ص ۱۷۷) اس میں سوء کی بین دلیل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ آخیر وقت تک آپ کو ان غیوب کا پورا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا جو استکثار خیر اور اجتناب عن مس السو میں عادتاً موثر ہوتے ہیں۔

جواب: میں اس کے جواب میں صرف اتنا ہی عرض کروں گا کہ معترض کا اس آیت سے اعتراض کرنا ہی بے جا ہے۔ کیونکہ یہ تو ہمارے دعویٰ کے حق میں ہے کیونکہ ہم استقلال ذاتی کے تو قائل ہی نہیں۔ ہم تو ایک ذرہ کا علم بھی ذاتی طور پر ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے جو کچھ ملا ہے اور جو کچھ ملے گا سب اللہ تبارک تعالیٰ کا ہی عطا کردہ ہے اور اسی کی عطا سے مل رہا ہے۔ ہم درجہ بندی کے قائل ہی نہیں چاہے وہ خیر، ایمان، عمل، دینی واخروی بھلائی، مال، فتح، تجارت میں نفع وغیرہ کچھ بھی ہو سب کا سب اللہ ہی عطا کرتا ہے۔ کوئی بھی ذی روح اپنی جان، مال، کاروبار وغیرہ کے بھلے برے کی خود مختاری نہیں اس کی مرضی اور عطائے بغیر کوئی

marfat.com

ذرہ سی بھلائی بھی حاصل نہیں کر سکتا اور کوئی بھی اس کو گزند نہیں پہنچا سکتا۔ اور بھلائی یا برائی کے جو بھی واقعات پیش آتے ہیں تو وہ مشیئت الٰہی کے مطابق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی تقدیر لکھ کر فارغ ہو چکا ہے۔

الغرض ہر غیب چاہے وہ کسی بھی قسم سے تعلق رکھتا ہو اللہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور یہ قرآنی آیت بھلے برے کے اختیار اور علم غیب کے عطا ہونے کی وضاحت کر رہی ہے کہ "مگر جو اللہ چاہے"

یعنی جس کو جس قدر بھلائی نصیب ہوتی ہے جس قدر علم نصیب ہوتا ہے۔ وہ اس کا خود مختار نہیں ہوتا بلکہ اتنا ہی ہوتا ہے جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے۔

اور اہل ایمان جو ہوتے ہیں وہ قرآنی آیات کے صحیح مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہی رہتے ہیں۔ اور قرآنی آیات سے ان کا ایمان اور عقیدہ مستحکم ہوتا ہے۔

بخاری شریف کی ایک حدیث سے استدلال باطل کا جواب

نبی ﷺ زوجہ مکرمہ حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ اپنے حجرہ کے دروازہ پر جھگڑا کرنے کی آواز کو سنا آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا۔

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَّاِنَّهٗ يَاْتِيْنِىْ الْخَصْمُ فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ اَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ فَاَحْسِبَ اَنَّهٗ قَدْ صَدَقَ فَاَقْضِىَ لَهٗ بِذَالِكَ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَاِنَّمَا قِطْعَةٌ مِّنَ النَّارِ فَلْيَاْخُذْهَا اَوْ فَلْيَتْرُكْهَا (بخاری)	میں بشر ہوں میرے پاس ایک فریق آتا ہے تو ایسا ہوتا ہے کہ ایک فریق دوسرے سے زیادہ خوش بیان ہو میں خیال فرماتا ہوں کہ وہ سچا ہو اور اس کے حق میں فیصلہ فرما دوں تو اگر بالفرض والمحال کسی مسلمان کا حق کسی اور کو دلا دوں تو وہ دوزخ کا ایک ٹکڑا ہے چاہے لو یا نہ لو۔

فوائد و مسائل اس حدیث کو امام بخاری نے احکام، شہادات، اور ترک حیل میں مسلم

marfat.com

نے قضا میں اور ابو داؤد نے احکام میں ذکر کیا ہے۔

۱۔ یہ حدیث قطعیہ شرطیہ ہے جو صدق مقدمہ کو مستلزم نہیں یعنی نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ من قضیت لہ بحق کا مطلب یہ ہے کہ اگر بالغرض والمحال میں بھی کسی مسلمان کے حق کا فیصلہ کسی دوسرے مسلمان کے حق میں کر دوں تو وہ جہنم کا ایک ٹکڑا ہے اس لیے اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ نبی علیہ السلام نے خلاف واقعہ فیصلہ کر دیا تھا اور کسی کا حق کسی اور کو دیا تھا۔ فَلْيَاخُذْهَا اَوْ فَلْيَتْرُكْهَا چاہے تو اسے لے یا نہ لے تو یہ امر بھی تہدید کے لئے ہے تخیر کے لئے نہیں ہے جیسے قرآن مجید میں ارشاد باری ہے۔

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے یا

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ۔ یہ ارشاد جو چاہو کرو۔

تو ان آیات سے کفر اختیار کرنے یا فعل حرام کے ارتکاب کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ امر تہدید کیلئے ہے۔

۲۔ یہ حدیث اور اس مضمون کی دیگر احادیث کے الفاظ اور اسباق سے واضح ہے یہ حدیث مال سے متعلق ہے چنانچہ من حَقِّ اَخِيْهِ اور اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِنَ النَّار ایک شخص دوسرے کی مملوکہ چیز کے متعلق یہ دعویٰ کرے کہ یہ میری ہے اور اپنے دعویٰ پر جھوٹے گواہ پیش کر دے اور قاضی گواہوں کی بنا پر اس کے حق میں فیصلہ کر دے تو قاضی کا فیصلہ اس کے لئے اس چیز کو حلال نہیں کرے گا۔ حدیث زیر بحث کا مصداق یہی صورت ہے۔

۳۔ اس حدیث کا مطلب و مفہوم جو تھا وہ اوپر بیان ہوا۔ مگر منکرین شان نبوت اس حدیث سے یہ استدلال باطل بھی کرتے ہیں کہ دیکھو نبی علیہ السلام نے صاف صاف فرمایا ہے کہ میں بشر ہوں اور کسی کی چرب زبانی سے متاثر ہو کر کسی کا حق کسی کو دلا دوں تو اسے نہ لینا۔ معلوم ہوا کہ آپ کو غیب کا علم نہ تھا اگر ہوتا تو آپ واقع کے خلاف فیصلہ نہ فرماتے اس لئے آپ کو غیب پر مطلع ماننا اور عوارض بشریت سے آپ کو پاک قرار دینا کہاں کی عقلمندی ہے یہ تو غلو ہے جس کی قرآن و حدیث میں ممانعت آئی ہے۔

marfat.com

جواب: اس میں شک نہیں نبی علیہ السلام کے بشر ہونے کا انکار کرنا اور آپ کو خدا کی ذات و صفات میں شریک کر دینا یا آپ کو خدائی اوصاف جیسے کہ اس کی شایان شان ہیں متصف کر دینا عقلمندی نہیں بلکہ گمراہی و بے دینی ہے۔ اہلسنت و جماعت کی تمام عقائد کی کتابوں میں تصریح ہے کہ نبی جنس بشر سے ہوتے ہیں کچھ لوگ اہلسنت و جماعت پر جنہیں آج کل بریلوی کہا جاتا ہے یہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ نبی علیہ السلام کے بشر ہونے کے منکر ہیں حالانکہ یہ افتراء محض اور جھوٹ ہے۔ اہلسنت نبی علیہ السلام کی بشریت کے ہرگز ہرگز منکر نہیں ہیں۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ آپ بشر تو ہیں مگر ایسے بشر جن پر وحی آتی ہے اور جنہیں اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہے۔ آپ کی بشریت فرشتوں کی نورانیت سے بھی اکمل و اجمل ہے۔ آپ سید المرسلین خاتم النبین رحمتہ اللعالمین آمر ناہی اور شارع ہیں۔ آپ نبیوں کے امام اور رسولوں کے خطیب ہیں۔ بلاشبہ آپ بشر ہیں مگر کیسے؟ آپ کی زبان منشاء خداوندی کی ترجمان، آپ کی اطاعت اطاعت یزداں آپ کی بیعت بیعت رحمان آپ سے محبت و عقیدت ایمان بلکہ ایمان کی جان۔ کیا اس شان کا عالم امکان میں کوئی بشر ہے؟۔ کیا وہ بشر جس پر وحی آئے اور وہ بشر جو وحی الٰہی سے محروم ہو بشریت اور عوارض بشیرت میں برابر ہو سکتے ہیں؟ بعد از خدا بزرگ صرف حضور کی شان ہے یا ہر بشر کی؟ نیز قرآن نے کہیں بھی حضور اقدس ﷺ کو محض بشر کی حیثیت سے نہیں پیش کیا جب بھی حضور کی بشریت کو بیان کیا اس کے ساتھ تمام انسانوں سے ممتاز کرنے کے لئے۔ رسول کا لفظ استعمال کیا اس لئے اہلسنت کا موقف یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کو محض بشر کہنا اور آپ کو عام انسانوں کی سطح پر لے آنا شدید قسم کی گمراہی و بے دینی بلکہ تمام گمراہیوں کی جڑ ہے۔

حضور علیہ السلام کی بشریت حضور سرور عالم نور مجسم ﷺ صحابہ کرام علیہ الرحمہ والرضوان کو مخالب بنا کر فرماتے ہیں۔

اِنِّیْ لَسْتُ مِثْلُکُمْ اِنِّیْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰی۔ میں تمہاری مثل نہیں ہوں مجھے کھلایا پلایا

marfat.com

جاتا ہے۔

لست کَاَحَدٍ مِنکُمْ اِنِّیْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰی — میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں ہوں مجھے کھلایا اور سیراب کیا جاتا ہے۔

اِنِّیْ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ لِیْ مُطْعِمٌ وَسَاقٍ یَسْقِیْنِیْ۔ — میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں رات اس طرح گزارتا ہوں کہ ایک کھلانے والا کھلاتا ہے اور پلانے والا پلاتا ہے۔

اِنِّیْ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اِنِّیْ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ۔ — میں تمہاری طرح نہیں ہوں مجھے میرا رب کھلا اور پلا دیتا ہے۔

اَیُّکُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ۔ — تم میں میرا مثل کون ہے؟ میں رات گزارتا ہوں مجھے میرا رب کھلا اور پلا دیتا ہے۔

لَسْتَ کَھَیْئَتِکُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ لِیْ مُطْعِمٌ یُطْعِمُنِیْ وَسَاقٍ یَسْقِیْنِیْ (بخاری) — میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں رات گزارتا ہوں ایک کھلانے والا مجھے کھلا دیتا ہے اور پلانے والا مجھے پلا دیتا ہے۔

حتی کہ امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب بنا کر حضور ﷺ نے فرمایا

یَا اَبَابَکْرٍ وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ لَمْ یَعْلَمْنِیْ حَقِیْقَۃً غَیْرُ رَبِّیْ۔ (مطالع المسرات ص ۱۲۹) — ابو بکر مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میرے رب کے سوا میری حقیقت کو کوئی نہیں جانتا۔

محمد سر وحدت ہے کوئی رمز اسکی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

اسی لئے صحابہ کرام بارگاہ نبوت میں عرض کیا کرتے تھے۔

قَالُوْا اِنَّا لَسْنَا کَھَیْئَتِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ۔ — یارسول اللہ ہم آپ کی طرح نہیں ہیں۔

(بخاری ج ۱ ص ۷)

marfat.com

اور یہی اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ نبی علیہ السلام بشر تو ہیں مگر عام انسانوں کی طرح ہرگز نہیں ہیں۔ آپ کے دینی و دنیوی احکام اور ہیں اور عام انسانوں کے اور صحابہ کرام تابعین و آئمہ دین فرماتے ہیں۔ جیسے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کی حقیقت کو جاننا ناممکن ہے ایسے ہی حضور ﷺ کی صفات اور آپ کے اوصاف کی حقیقت کو جاننا بھی ناممکن ہے اور صحابہ و تابعین و آئمہ دین نے حضور ﷺ کے جو اوصاف بیان کئے ہیں وہ بطور تمثیل ہیں۔

صحابی رسول حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کے حسن و جمال اور فضل و کمال کا ذکر یوں فرماتے ہیں۔

وَمَا كَانَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا اَجَلَّ فِيْ عَيْنِيْ مِنْهُ وَمَا كُنْتُ اُطِيْقُ اَنْ اَمْلَاَءَ عَيْنِيْ مِنْهُ اِجْلَالًا لَهٗ وَلَوْ شِئْتُ اَنْ اَصِفَهٗ مَا اَطَقْتُ لِاَنِّيْ لَمْ اَكُنْ اَمْلَاُ عَيْنِيْ مِنْهُ۔ (شفاء قاضی عیاض ج ۲ ص ۳۰)

مجھے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ تھا۔ آپ کے چہرہ اقدس کے جلال و ہیبت کی وجہ سے مجھے آپ کو دیکھنے کی تاب نہ تھی اگر میں حضور ﷺ کے وصف بیان کرنا چاہوں تو اس کی طاقت نہیں رکھتا کیوں کہ میں آپ کو نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا۔ حسن جہاں تاب کو آنکھ بھر کر دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

لَمَّا نَظَرْتُ اِلٰى اَنْوَارِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعْتُ كَفِّيْ عَلٰى عَيْنِيْ خَوْفًا مِنْ ذِهَابِ بَصَرِيْ۔

جب آپ کے انوار کا مشاہدہ کیا تو میں نے اپنی آنکھوں پر ہتھیلی رکھ لی تاکہ میری بینائی نہ جاتی رہے (جواہر البحار ج ۲ ص ۷ ۳ ۴)

علامہ امام ابراہیم بیجوری فرماتے ہیں۔

وَمَنْ وَصَفَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّمَا وَصَفَهٗ عَلٰى سَبِيْلِ التَّمْثِيْلِ وَاِلَّا فَلَا يَعْلَمُ اَحَدٌ حَقِيْقَتَ وَصْفِهٖ

کہ حضور اقدس ﷺ کے فضائل و کمال جس نے بیان کئے وہ بطور تمثیل ہی بیان کئے ہیں۔ ورنہ آپ کے اوصاف کی حقیقت اللہ تعالیٰ

marfat.com

اِلَّا خَالِقُهٗ۔ کے سوا کوئی نہیں جانتا (مواہب الدنیہ ج ۱ ص ۱۹)

شارح بخاری علامہ قسطلانی لکھتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں جو

هٰذِهِ التَّشْبِيهَاتُ الْوَارِدَةُ فِيْ حَقِّهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّمَا هِيَ عَلٰى سَبِيْلِ التَّقْرِيْبِ وَالتَّمْثِيْلِ وَ اِلَّا فَذَاتُهٗ اَعْلٰى۔

تشبیہیں وارد ہوئی ہیں تو وہ محض سمجھانے کیلئے بطور مثال ہیں ورنہ آپ کی ذات اقدس تو بہت اعلیٰ ہے۔ (مواہب الدنیہ ج ۱ ص ۲۴۹)

حتیٰ کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے تو حضور اقدس ﷺ کی صفات کو متشابہات میں شمار کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور کی صفات عالیہ

آن متشابہ ترین متشابہ است نزد من کہ تاویل آہ ہیچ کس جز خدا نداند (شرح فتوح الغیب ص ۳۴۰)

سخت قسم کی متشابہات سے ہیں جن کی تاویل جو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

نیز علماء فرماتے ہیں کہ امت مسلمہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ہر مسلمان کیلئے یہ لازم ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ حضور علیہ السلام کی تخلیق بے مثل و بے مثال ہے چنانچہ امام شہاب الدین قسطلانی فرماتے ہیں۔

اِعْلَمْ اَنَّ مِنْ تَمَامِ الْاِيْمَانِ بِهٖ ﷺ الْاِيْمَانُ بِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَعَلَ خَلْقَ بَدَنِهِ الشَّرِيْفِ عَلٰى وَجْهٍ لَمْ يَظْهَرْ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ خَلْقُ آدَمِيٍّ مِثْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضور علیہ السلام کی ذات مبارک پر تمام ایمان سے یہ ہے کہ اس امر پر ایمان ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بدن شریف کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ آپ سے قبل اور آپ کے بعد کوئی آدمی آپ جیسا نہ ہو۔

(مواہب الدنیہ ج ۱ ص ۲۴۸)

الغرض اہلسنت بشریت رسول کے منکر نہیں ہیں۔ ان کا موقف تو یہ ہے کہ جب بھی سرکار کا ذکر کیا جائے۔ ادب سے احترام سے کیا جائے اور آپ کے منصب و مقام کی عظمت کا خیال

marfat.com

رکھا جائے اور آپ کے فضائل و کمال اور خصائص کو چھپایا نہ جائے۔ آپ کا ذکر ایسے نہ کیا جائے کہ وہ تو ایک عاجز انسان تھے۔ ہماری طرح بشر تھے۔ معاذ اللہ بلکہ یوں ذکر کیا جائے کہ

اللہ کی سر تابہ قدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

بلکہ آپ کے اختیاری فقر اور غیور کو بھی بیان کیا جائے تو یوں نہیں کہ

سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا

بلکہ ادب و احترام سے یوں کہ

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

نیز اہلسنت پر غلو کا الزام بھی محض ایک تہمت ہے۔ اہلسنت حضور کی شان کے اظہار و بیان میں وہ غلو نہیں کرتے جس کی ممانعت قرآن نے فرمائی ہے۔

انبیاء کی شان میں جس غلو کی ممانعت ہے اس کا مطلب کیا ہے؟

چنانچہ قرآن مجید کی سورۃ نساء میں اہل کتاب کو لَا تَغْلُوا فِی دِیْنِکُمْ فرما کر غلو سے منع کیا گیا ہے۔ مفسرین نے غلو کے معنی یہ کیے ہیں۔

اَلْغُلُوُّ اَلتَّجَاوُزُ عَنِ الْحَدِّ بِالْاِفْرَاطِ وَالتَّفْرِیْطِ۔ کہ غلو حد سے تجاوز کرنے کو کہتے ہیں خواہ افراط کی صورت میں ہو یا تفریط کی صورت میں

اور سورہ توبہ میں یہود و نصاری کے غلو کا بھی ذکر ہے کہ یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کا بیٹا قرار دیتے تھے اور مفسرین نے آیت لا تغلو فی دینکم کے تحت یہ تصریح کی ہے کہ یہود کا غلو یہ تھا کہ آپ کی تنقیص کرتے ہوئے آپ کے نسب کا انکار کرتے تھے اور نصاریٰ کا غلو یہ تھا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا مانتے تھے۔ (بیضاوی) اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد

marfat.com

لَاتُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی اَبْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُاللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ۔ مجھے ایسا نہ بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کو بڑھایا۔ تحقیق میں تو اس کا بندہ اور رسول ہوں۔

واضح ہوا کہ نصاریٰ کا غلو یہ تھا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیتے تھے۔ نبی علیہ السلام نے اپنے بارے میں بھی اس کی ممانعت فرمادی۔

چنانچہ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا کہ وصف الوہیت اور منصب ربوبیت کے علاوہ جس فضل و شرف کو حضور کے لئے مانا جائے درست ہے جیسا کہ علامہ بوصیری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ نصاریٰ نے جو کچھ اپنے نبی کے حق میں کہا ہے اس کو چھوڑ کر جن اوصاف حمیدہ کے ساتھ چاہو حضور کی تعریف کرو (۱) اور حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے اسی حدیث کے تحت تصریح کی کہ مطلب حدیث یہ ہے کہ میری مدح و ثناء نصاریٰ کی طرح نہ کرنا۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کا بیٹا قرار دے دیا (۲) الحمد اللہ اہلسنت و جماعت نہ تو یہود و نصاریٰ کے غلو کو حضور علیہ السلام کے بارے میں اپناتے ہیں۔ اور نہ اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ پھر اہلسنت پر غلو کا الزام کیوں ؟

(۱) فِیْہِ اِشْعَارٌ بِاَنَّ مَاعَدَا نَعْتِ الْاُلُوْھِیَّۃِ وَوَصْفِ الرُّبُوْبِیَّۃِ یَجُوْزُاَنْ یُّطْلَقَ عَلَیْہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِلٰی ھٰذِہِ الزُّبْدَۃِ اَشَارَ صَاحِبُ الْبُرْدَۃِ بِقَوْلِہٖ دَعْ مَاادَّعَتْہُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّھِمْ وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیْہِ وَاحْتَکِمْ۔

(جمع الوسائل ج ۲ ص ۳۰)

(۲) مَعْنٰی قَوْلِہٖ لَا تُطْرُوْنِی لَا تَمْدَحُوْنِی کَمَدْحِ النَّصَارٰی حَتّٰی غَلَا بَعْضُھُمْ فِیْ عِیْسٰی فَجَعَلَہٗ اِلٰھًا مَعَ اللّٰہِ وَبَعْضُھُمْ اِدَّعٰی اِنَّہٗ ھُوَ اللّٰہُ وَبَعْضُھُمْ اِبْنُ اللّٰہِ۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۴)

marfat.com

حضور کی تعریف و توصیف میں مبالغہ کرنا مطلوب و محمود ہے

البتہ حضور اقدس ﷺ کی تعظیم و توقیر اور آپ کے فضائل و مناقب کے بیان و اظہار میں مبالغہ ضرور کرتے ہیں۔ اور یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو محبوب و مطلوب بھی ہے۔ اسی لئے علماء امت نے حضور کے فضائل و محامد کے بیان کرنے میں مبالغہ سے کام لینے کی تلقین کی ہے۔ علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

اَلْفَضَائِلُ الَّتِی لَا تُحْصٰی وَالشَّمَائِلُ الَّتِیْ لَا یُمْکِنُ اَنْ تُسْتَقْصٰی فَبَالِغْ وَاَکْثِرْ لَنْ تُحِیْطَ بِوَصْفِهٖ وَاَیْنَ الثُّرَیَّا مِنْ یَدِ الْمُتَنَاوِلِ۔ (جواہر البحار ج ۳ ص ۳۳۰)

کہ حضور کے فضائل و مناقب کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ لہذا اے تعریف کرنے والے تو حضور کی تعریف و توصیف میں جس قدر مبالغہ کرنا چاہے کر لے آپ کے اوصاف کثیرہ تک رسائی ممکن نہیں۔ کہاں ثریا اور کہاں اس کو چھونے کا قصہ کرنے والے ہاتھ

حسن ہے بے مثال صورت لاجواب　　　میں فدا تم پر آپ ہو اپنا جواب

رہا مسئلہ علم غیب و بعض علوم غیبیہ پر نبی علیہ السلام کا مطلع ہونا قطعی از عانی مسئلہ ہے اور کتاب و سنت سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض علوم غیبیہ پر حضور کو مطلع کیا ہے۔ شاید معترض بھی اس کا منکر نہ ہو۔ البتہ اہل سنت آپ کے لئے علم ماکان و مایکون کا اثبات کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابل بہر حال و بہر صورت بعض علم ہی ہے بلکہ اس علم غیب کو اللہ تعالیٰ کے علم سے وہ نسبت بھی نہیں ہے جو ایک قطرہ پانی کو سات سمندروں سے ہوتی ہے۔ علم ماکان و مایکون ایک فروعی مسئلہ ہے۔ اگر کوئی حضور ﷺ سے بغض و عناد کی بنا پر نہیں۔ بلکہ دلائل کی روشنی میں آپ کے لئے علم ماکان و مایکون کا اثبات نہ کرے تو ہمارے اکابر علماء اہل سنت ایسے شخص کو گمراہ تو درکنار فاسق بھی نہیں کہتے البتہ معترض کے اکابر نبی علیہ السلام کے لئے علم ماکان و مایکون کے اثبات کرنے والے کو مشرک قرار دیتے ہیں جو کتاب و سنت کی

marfat.com

روشنی میں غلط اور ظلم عظیم ہے حضور اقدس ﷺ عالم ماکان و مایکون ہیں۔ بوجہ اختصار ہم نے دلائل نہیں لکھے۔ اس مسئلہ کی مکمل وضاحت کے لئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا رسالہ خالص الاعتقاد اور حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمہ کی تصنیف الکلمتہ العلیاء ملاحظہ فرمائیے۔

اس موقعہ پر تو صرف یہ عرض کرنا ہے کہ حدیث ہذا کے قضیہ شرطیہ سے یہ استدلال کرنا کہ اگر آپ کو علم غیب ہوتا تو آپ واقع کے خلاف فیصلہ نہ فرماتے۔ ایسا نابکار جملہ ہے جو کسی مسلمان کی زبان سے نہیں نکل سکتا۔ بلکہ میں تو بطریق تنزل یہ کہتا ہوں کہ معترض اور اس کے ہم خیالوں کے نزدیک حضور اقدس ﷺ کے فضل علمی کا انکار کرنا ہی ضروری تھا تو اس کے لئے کوئی اور طریق استدلال اختیار کر لیتے مگر حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر غلط فیصلہ کرنے کا الزام لگا کر آپ کے علم و فضل کو محدود کرنا اور آپ کے لئے علم غیب کی نفی کرنا، مومنانہ نہیں کافرانہ فکر ہی ہو سکتی ہے؟

چنانچہ حدیث زیر بحث کے یہ جملے من قضیت لہ شرطیہ ہے جو صدق مقدم کو مستلزم نہیں ہوتا۔ ایک فرض محال اور ایک ناممکن بات ہے جسے تہدید کی غرض سے مقدم کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ بالفرض محال اگر ایسا ہوتا بھی ہو تو بھی وہ تمہارے لئے کچھ کار آمد نہیں۔ قرآن مجید میں بھی اس کی مثال موجود ہے۔ ارشاد باری ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ۔ اے محمد ﷺ فرما دیجئے اگر رحمٰن کے ولد ہو تو میں پہلا عبادت گزار ہوتا۔

دیکھئے یہ آیت بھی جملہ شرطیہ ہے۔ ایک فرض محال اور ناممکن بات ہے۔ جسے فرض کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ولد ہونا محال ہے۔ پھر اس کے محال ہونے میں مزید قوت پیدا کرنے کیلئے حضور علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ اے حبیب تم فرما دو کہ اگر بالفرض اللہ تعالیٰ کیلئے ولد ہوتا تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرتا؟ تو کیا اس قضیہ شرطیہ کے متعلق یہ کہنا درست ہے کہ حضور علیہ السلام کو معاذ اللہ خدا تعالیٰ کے لئے بیٹا ہونے کا خطرہ تھا؟ تو

marfat.com

بات یہ ہے کہ یہ آیت شرطیہ ہے اور شرطیات مقدم کے صدق کو مستلزم نہیں ہوتے۔ اسی طرح حدیث زیر بحث بھی قضیہ شرطیہ ہے۔ جس کا مطلب و مفہوم صرف اس قدر ہے کہ اگر بالفرض والمحال میں بھی کسی کا حق کسی اور کو دلادوں تو وہ اس کیلئے دوزخ کا ایک ٹکڑا ہی ہوگا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں ہے کہ معاذاللہ حضور علیہ السلام نے غلط فیصلہ کر کے کسی کا حق کسی اور کو دلادیا تھا اور معاذاللہ حضور نے غلط فیصلہ کرنے کا ارتکاب کیا تھا۔ مقصود اس انداز خطاب سے لوگوں کو تنبیہ کرنا اور انہیں خوف دلانا ہے کہ چرب زبانی سے جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کر کے کسی کا مال یا زمین یا کوئی چیز ہتھیالینا حرام و گناہ کبیرہ ہے۔ چنانچہ شارحین نے حدیث کے جملے میں من قضیت کو جملہ شرطیہ قرار دے کر یہی مطلب بیان کیا ہے۔ شیخ المحدثین حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری علیہ الرحمہ نے فرمایا۔

قَوْلُهٗ فَمَنْ قَضَیْتُ لَهٗ شَرْطِیَّةٌ وَهِیَ لَا یَسْتَلْزِمُ الْوَقُوْعَ فَیَکُوْنُ مِنْ فَرْضِ مَالَمْ یَقَعْ وَهُوَ جَائِزٌ فِیْمَا تَعَلَّقَ بِهٖ غَرَضٌ وَهُوَهنا مُحْتَمَلٌ لِاَنْ یَکُوْنَ لِلتَّهْدِیْدِ وَالزَّجْرِ عَنِ الْاِقْدَامِ عَلٰی اَخْذِ اَمْوَالِ النَّاسِ بِاللَّسَنِ وَالْاِبْلَاغِ فِی الْخُصُوْمَةِ۔

(حاشیہ بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۱ اور صاحب مشارق الانوار نے بھی اسی امر کی تصریح کی ہے)

وَاَنَّ قَوْلَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَمَنْ لَهٗ قَضَیْتُ لَهٗ بِحَقِّ مُسْلِمٍ (الخ) شَرْطِیَّةٌ وَهِیَ لَا تَقْتَضِی صِدْقَ الْمُقَدَّمِ فَیَکُوْنُ مِنْ بَابِ فَرْضِ الْمُحَالِ نَظْرًا اِلٰی عَدَمِ جَوَازِ قَرَارِهٖ عَلَی الْخَطَاءِ وَ یَجُوْزُ ذٰلِکَ اِذَا تَعَلَّقَ بِهٖ غَرَضٌ کَمَا فِی قَوْلِهٖ تَعَالٰی قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ وَالْفَرْضِ فِیْمَا نَحْنُ فِیْهِ التَّهْدِیْدُ وَالتَّفْزِیْعُ عَلَی اللسن وَالْاَقْدَامِ عَلٰی تَلْحِیْنِ الحجج فِیْ اَخْذِ اَمْوَالِ النَّاسِ (مشارق الانوار)

الغرض فمن قضیت جملہ شرطیہ ہے جو تہدید و عید شدید کے لئے ہے کہ لوگ کسی کا حق مارنے کیلئے چرب زبانی سے کام نہ لیں۔

فَاِنْ قَضَیْتُ لِاَحَدٍ مِّنْکُمْ بِشَیْءٍ مِنْ	اگر بالفرض والمحال میں بھی تم کو کسی کا حق
حَقِّ اَخِیْهِ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِنَ	دلادوں تو وہ تمہارے لئے آگ کا ایک ٹکڑا ہی

marfat.com

النار۔ ہے۔(ترمذی)

لہذا تم کسی کا حق مارنے کے لئے غلط اور باطل طریقے اختیار نہ کرو۔ مقصود حدیث تو یہ تھا۔ مگر ظالم معترض نے اسے نفی علم کی دلیل بنانے کی سعی کر ڈالی۔ نیز معترض کو اپنے استدلال باطل کے لئے گنجائش تو جب ہوتی جب کہ یہ ثابت ہوتا کہ نبی علیہ السلام نے معاذ اللہ معاذ اللہ غلط فیصلے کی بنا پر کسی کا حق کسی کو دلوادیا ہوتا مگر امر واقعہ یہ ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا اور نہ ایسا ممکن ہے۔

حضور کو ظاہر و باطن دونوں پر فیصلہ کرنے کا منصب حاصل ہے

واضح ہو کہ حضور اقدس ﷺ نے تعلیم امت کے لئے عموماً ظاہر پر فیصلہ فرمایا تاکہ حاکم و قاضی اسی ضابطہ کے مطابق فیصلہ کیا کریں اور یہی تمام حاکموں اور قاضیوں کیلئے شریعت کا حکم ہے۔ لیکن دلائل شرعیہ سے یہ ثابت ہے کہ نبی علیہ السلام کو باطن پر فیصلہ کرنے کا منصب بھی حاصل تھا۔ تفصیل کے لئے خصائص کبریٰ، شفا ملا علی قاری، جواہر البحار، علامہ نبہانی، مواہب لدنیہ، شارح بخاری علامہ قسطلانی وغیرہ کا مطالعہ کیجئے۔ نیز قرآن حکیم میں حضور علیہ السلام کو فرمایا گیا کہ آپ فیصلہ کریں۔ بما اراك الله جو اللہ آپ کو دکھائے۔ اس میں کشف والہام وحی سب داخل ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے نابالغ بچہ کو قتل کر دیا تھا۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہے تو حضرت خضرؑ نے ظاہر پر نہیں بلکہ باطن پر فیصلہ کیا تھا۔ جب حضرت خضر کو باطن پر فیصلہ کا اختیار تھا تو حضور علیہ السلام تو تمام اولین و آخرین انبیاء و مرسلین کے کمالات کے جامع ہیں۔ آپ کو باطن پر فیصلہ کا کیوں نہ اختیار ہو۔ س

حضور علیہ السلام کا ہر فیصلہ حق و صواب ہے حضور علیہ السلام نے جو بھی فیصلہ فرمایا اس کا ناحق ہونا ناممکن ہے۔ آپ کا ہر فیصلہ حق و صواب ہے۔ اور آپ کے لئے یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ آپ نے ظاہری شواہد کی بناء پر خلاف حقیقت فیصلہ کر کے کسی کا حق کسی کو دلایا ہو (معاذ اللہ) کیونکہ قرآن نے حضور کے نطق رسول کو وحی الٰہی قرار دیا

marfat.com

ہے۔ اور خود حضور علیہ السلام نے تصریح فرمائی ہے کہ میری زبان مبارک پر ہر حال میں (غصہ کی حالت ہو یا خوشی کی حتی کہ مزاح کی حالت ہو) حق ہی جاری ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

مَا اَخْبَرْتُكُمْ اِنَّهٗ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَهُوَ الَّذِیْ لَا شَكَّ فِیْهِ۔ (در منثور ص ۱۲۲، ج ۶)

جو خبر بھی میں تمہیں دیتا ہوں وہ بلا شبہ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا۔

نیز حضرت ابو ہریرہ سے ہی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا۔

لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا قَالَ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ فَاِنَّكَ تُلَاعِبُنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنِّیْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا۔ (در منثور ج ۶ ص ۱۲۲)

میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں کہتا اس پر بعض صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ کبھی آپ ہم سے خوش طبعی بھی فرماتے ہیں۔ فرمایا اس وقت بھی میرے دہن مبارک سے حق کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ حضور ﷺ سے سنتا اسے لکھ لیتا۔ قریش نے مجھے منع کیا کہ ہر بات نہیں لکھنی چاہیے کیونکہ کبھی غصہ اور غضب کی حالت میں ہوتے ہیں۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں میں نے لکھنے سے ہاتھ روکا۔

فَاَمْسَكْتُ مِنَ الْكِتَابِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَوْمَا اِصْبَعَهٗ اِلٰی فِیْهِ فَقَالَ اُكْتُبْ فَوَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَا یَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا حَقٌّ۔

اور بحضور نبوی ﷺ عرض کیا آپ نے فرمایا لکھو اور انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ خدا کی قسم اس منہ سے ہر حالت میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں نکلتا۔

تو جس ہستی مقدس کی زبان مبارک کی یہ کیفیت ہو اس کی زبان حق ترجمان سے خلاف حقیقت فیصلہ کر دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نوٹ۔ اس اعتراض کا جواب علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

marfat.com

مصطفیٰ ﷺ کو منافقین کا علم

شبہ: مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن میں آتا ہے

لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ۔ آپ ان منافقوں کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو منافقین کا علم نہ تھا تو آپ کو کل علم غیب کیسا؟

جواب: منکرین کا یہ اعتراض بھی کرنا بالکل بے محل ہے۔ اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو منافقین کے احوال کا علم نہیں عطا فرمایا۔ یہ شبہ ان حضرات کو اسی بنا پر ہے کہ وہ قرآن اور تفسیر سے بالکل کورے ہیں سب سے پہلے اسی آیت کریمہ میں غور کیجئے اور اس کے ساتھ تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ۔

اور کچھ مدینہ والے ان کی خو ہو گئی ہے نفاق تم انہیں نہیں جانتے ہم جانتے ہیں جلد ہم انہیں دوبارہ عذاب دیں گے پھر بڑے عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے۔

چنانچہ امام فخر الدین رازیؒ صاحب تفسیر کبیر اسی آیت شریفہ کے تحت فرماتے ہیں۔

عن السدی عن انس بن مالك قام النبی صلی الله علیه وسلم خطيبا يوم الجمعته فقال اخرج يا فلاں فانك منافق اخرج يا فلاں فانك منافق فاخرج من المسجد نا سا و فضحهم۔

سدی نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے منبر پر یوم جمعہ کو خطبہ فرمایا اور فرمایا اے فلاں نکل جاؤ منافق ہے۔ اے فلاں نکل جاؤ منافق ہے پس آپ نے منافقوں کو ذلیل و رسوا کر کے مسجد سے باہر نکال دیا۔

اسی طرح محی السنۃ علامہ بغوی رحمتہ اللہ نے اپنی تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کی وضاحت فرماتے ہوئے یہی الفاظ لکھے ہیں۔

marfat.com

صاحب تفسیر درمنثور اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس قام رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم الجمعته خطبا فقال قم یا فلاں فاخرج فانك منافق فاجرهم باسمهائهم فضحهم ولم یکن عمر ابن الخطاب شهید تلك الجمعته لحاجته کانت له لقیهم عمر رضی الله تعالیٰ عنه وهم یخرجون من المسجد فاختباء عمرمنهم استحیاء انه یشهدان الجمعته وظن الناس قد انصرفوا فاحتبواهم من عمروظنو انه علم بامرهم فدخل عمر رضی الله تعالی عنها المسجد فاذا الناس لم ینصرفوا فقال الرجل البشری عمر فقد فضح الله المنافقین الیوم فهذا العذاب الاولی والعذاب الثانی فی القبر (۱) (درمنثور)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام جمعہ کے دن خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ اے فلاں اٹھ تو منافق ہے۔ پھر منافقوں کے نام لے لے کر باہر نکال دیا اور انہیں رسوا کیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس جمعہ کسی وجہ سے حاضر نہیں ہوئے تھے۔ منافقوں نے گمان کیا کہ حضرت ہمارے حال سے آگاہ ہو گئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے در آں حالیکہ منافق مسجد سے خارج ہو رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منافقوں سے کترائے۔ کیونکہ واقع کی خبر نہیں تھی۔ اس لئے کہ آپ جمعہ سے رہ گئے تھے تو ایک آدمی نے کہا اے عمر رضی اللہ عنہ خوشخبری ہو کر آج خدا تعالیٰ نے منافقوں کو ذلیل و رسوا کر دیا۔ پس منافقوں کیلئے یہ پہلا عذاب ہے اور دوسرا عذاب قبر میں ہے۔

ابو الشیخ نے ابی مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ۔

فی قوله سنعذبهم مرتین فقال کان النبی صلی الله علیه وسلم یعذب المنافقین یوم الجمعته بلسانه علی المنبر وعذاب القبر۔

یعنی خدا تعالیٰ کے اس قول کے مطابق کہ جلد ہی ہم انہیں منافقوں کو دو مرتبہ عذاب دیں گے۔ اس نے کہا کہ ایک عذاب تو حضور علیہ السلام نے اپنی زبان پاک سے منبر پر کھڑے ہو کر انکو

marfat.com

دے دیااور دوسرا عذاب قبر میں ہوگا۔

چنانچہ اس مذکورہ حدیث کے تحت علامہ ملا علی قاری رحمتہ اللہ الباری شرح شفا میں فرماتے ہیں:

کان المنٰفِقُون من الرجال ثلثته مائته ومن النساء مائته وسبعین۔	کہ منافقین مرد تین سو تھے اور منافق عورتیں ایک سو ستر۔ (شرح شفا العلامہ قاری)

صاحب تفسیر سراج منیر اسی آیت لاتعلمہم ونحن نعلمھم کے تحت فرماتے ہیں۔

قال قیل کیف ھذا مع قوله تعالی لا تعلمھم و نحن نعلمھم احبیب بانه تعالی اعلمه بھم بعد ذلك. (التفسیر سراج المنیر جزء الرابع)	اگر خدا کے اس قول کی موجودگی میں کہ آپ ان کو نہیں جانتے تو یہ کہ واقع کیونکہ ہوا تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ حق تعالی نے آپ کو نفی کے بعد منافقوں کی اطلاع دے دی۔

صاحب تفسیر جمل اسی آیت لا تعلمہم و نحن تعلمھم کے ماتحت فرماتے ہیں

فان قلت کیف نفی عنه بحال المنفقین واثبته فی قوله تعالی و لتعر فنھم فی لحن القول فالجواب ان اية النفی نزلت قبل اية الاثبات فلاتنافی کرخی. (التفسیر جمل جزء الرابع)	پس اگر تم کہو کہ حضور علیہ کے منافقین کے حال جاننے کی نفی کیوں کی گئی ہے حالانکہ آیت لتعرفنھم فی لحن القول میں اس کے جاننے کا ثبوت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نفی کی آیت ثبوت کی آیت سے پہلے نازل ہوئی۔

توجہ فرمائیے کہ صاحب تفسیر کبیر اور صاحب معالم التزیل اور صاحب تفسیر در منثور کا آیت لاتعلمہم ونحن نعلمھم کے تحت اس حدیث کو لانا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے منافقین کے نام لے کر ان کو مسجد سے باہر نکال دیا یہ اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ حضور علیہ کو منافقین کا علم تھا اگر معاذ اللہ آیت سے حضور انور علیہ کا منافقوں سے بے خبر ہونا مراد ہوتا تو مفسرین کرام حضور اکرم علیہ منافقین کے جاننے کی حدیث کبھی اس آیہ

marfat.com

کے تحت نہ لاتے بلکہ مفسرین کا حدیث مذکورہ کو آیہ لا تعلم کے تحت لانے کا صرف مقصود حضور سرور عالم ﷺ کے منافقین کے احوال کا علم ہے۔

اسی طرح صاحب تفسیر سراج المنیر و صاحب تفسیر جمل نے دوسرا جواب یہ دیا ہے۔

کہ نفی کی آیت ثبوت کی آیت سے پہلے نازل ہوئی غرضیکہ حضور ﷺ کا منافقین کے احوال سے بے علم ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا مگر بصیرت سے محروموں کو شاید کبھی تفسیر پڑھنے کا موقع بھی نہیں ملا ہاں اگر کبھی تفسیر کا مطالعہ کیا بھی ہوگا تو سرکار سید دو جہاں ﷺ کے علم شریف میں عیب تلاش کرنے کے لئے تو پھر ایسے کو کیا نظر آسکتا ہے۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدہ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے

نیز آیت ومن اهل المدینه مردوا علی النفاق میں اظہار غضب ہے جب کسی پر سختی مقصود ہوتی ہے تو اپنے زیادہ محبوب کو یہ کہا جاتا ہے کہ تم نہیں جانتے ہم جانتے ہیں واقعی یہ سخت عذاب کے لائق ہیں سنعذبهم مرتین یہاں تو منافقین کی سخت بے ایمانی کا اظہار کرنا مقصود ہے۔ اس لیے یہاں سے تو بے علم ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا اس لئے یہ آیت علم نبی ﷺ کے اثبات میں ہے پھر معلوم نہیں کہ مخالفین کو لا تعلم سے ایسا وسوسہ کیوں پیدا ہوا ہے خدانخواستہ کہیں مندرجہ ذیل آیت کو پڑھ کر علم باری کے متعلق وسوسہ میں نہ پڑ جائیں اور کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کو بھی علم نہیں تھا۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ (پ ۲ ع ۱ س البقره) (اے محبوب) تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لیے مقرر کیا تھا کہ ہم جان لیں کون رسول ﷺ کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔

اس آیت میں الا لنعلم کے لفظ سے مخالفین کو وہی شبہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی پہلے سے معاذ اللہ یہ علم نہیں تھا کہ کون رسول کی پیروی کرے گا۔ کیا پھر مخالفین کا یہ کہنا قابل

marfat.com

التفات ہو گا۔ ہر گز نہیں۔

اسی طرح لا تعلم سے مصطفےٰ علیہ السلام کے علم شریف کی نفی ہر گز نہیں ہو سکتی ورنہ قرآن کریم کی دیگر آیات کا انکار لازم آئے گا۔

یہاں تک تو مخالفین کے شبہ کا ازالہ اب قرآن کی رو سے حضور علیہ السلام کو منافقین کا علم ہونا ملاحظہ فرمایئے۔

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ۔ (پ ٦ ع ١١ س المائدہ)

(یارسول اللہ علیہ السلام) آپ دیکھ رہے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں مرض ہے جو کہ بڑھ رہے اس میں۔

اس آیت کریمہ سے صاف واضح ہو گیا کہ حضور علیہ السلام منافقین کے دلوں کو بھی جانتے ہیں اب جن شاتمان رسول کی آنکھوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں ان کو کیا نظر آئے گا۔

دوسری آیت ملاحظہ فرمایئے۔

وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ۔ (پ ٢٦ ع ٧ س محمد)

(اے محبوب) منافقین کی بات کے اسلوب سے پہچان لو گے۔

اس آیت شریفہ سے بھی واضح ہو گیا کہ نبی علیہ السلام کو منافقین کا علم ہے آپ ان کو پہچانتے تھے ناظرین انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرمائے کہ میرے محبوب منافقین کے احوال کو جانتے تھے اور یہ مخالفین یہ کہیں کہ آپ کو معاذ اللہ منافقوں کا علم نہ تھا حالانکہ منافقین کا یہ عقیدہ تھا کہ ہمارے نفاق کا علم حضور علیہ السلام کو نہیں ہے جیسا کہ آئندہ پیش کیا جائے گا ان تمام دلائل سے ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ السلام کو منافقوں کا علم تھا اگر اس کے باوجود بھی مخالفین کی تسلی نہ ہوئی ہو تو ان سے خدا نمٹے۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی تفسیر معارف القرآن جلد ۴، صفحہ ۴۱۶ میں لکھتے ہیں۔ "آیت میں مذکور ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ علیہ السلام کے متعلق بطور استہزاء یہ کہتے ہیں کہ وہ تو بس کان ہیں یعنی جو کچھ کسی سے سن لیتے ہیں اس پر یقین کر لیتے ہیں اس لیے ہمیں کچھ فکر نہیں، اگر ہماری

marfat.com

سازش کھل بھی گئی تو ہم پھر قسم کھا کر آپ ﷺ کو اپنی برأت کا یقین دلا دیں گے جس کے جواب میں حق تعالیٰ نے ان کی حماقت کو واضح فرمادیا کہ وہ جو منافقین اور مخالفین کی غلط باتوں کو سن کر اپنے مکارم اخلاق کی بنا پر خاموش ہو رہتے ہیں اس سے یہ نہ سمجھو کہ آپ ﷺ کو حقیقت حال کی سمجھ نہیں صرف تمہارے کہنے پر یقین کرتے ہیں بلکہ وہ سب کی پوری پوری حقیقت سے باخبر ہیں' تمہاری غلط باتیں سن کر وہ تمہاری سچائی کے قائل نہیں ہو جاتے' البتہ اپنی شرافت نفس اور کرم کی بنا پر تمہارے منہ پر تمہاری تردید نہیں کرتے۔"

منافقین کا علم نبوت پر طعن

حضور ﷺ کے علم غیب شریف پر منافقین لوگ طعن و تشنیع کرتے رہتے تھے آپ کے علم شریف کا مذاق اڑاتے تھے اور لوگوں سے یہ بکتے تھے کہ ہم حضور ﷺ کے قریب رہتے ہی ہیں اگر ان کو ہمارے نفاق کا علم ہو تو ہمیں باہر نہ نکال دیں اس لئے آپ کو کوئی علم نہیں ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

مَاكَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ. (پ ۴، ع ۸، س آل عمران)	اللہ تعالیٰ مومنین کو اس حال پر نہیں چھوڑے گا جس پر تم ہو جب تک کہ علیحدہ نہ کر دے گندوں کو ستھروں سے۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول کو ملاحظہ فرمایئے۔

علامہ علاء الدین صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

قال السدی قال رسول الله ﷺ عرضت علی امتی فی صورها فی الطین كما عرضت علی ادم و اعلمت من یومن بی و من یکفر	بقول سدی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کہ میری امت مٹی کی شکل میں تھی اس وقت وہ میرے سامنے اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی

marfat.com

فبلغ المنافقين فقالوا مستهزا ذعم محمدا انه يعلم من يومن و من يكفر ممن لم يخلق و نحن معه و ما يعرفنا۔
(التفسیر الخازن جز اول، مطبوعہ مصر)

گئیں اور میں نے جان لیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کریگا پس یہ خبر جب منافقین کو پہنچی تو انہوں نے برائے استہزا کہا کہ محمد ﷺ کا یہ گمان ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ان میں سے کون ایمان لائیگا اور کون کفر کرے گا باوجود یکہ ہم ان کے ساتھ ہیں اور وہ ہمیں نہیں پہچانتے۔

اس آیت و تفسیر سے واضح ہو گیا منافقین کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ کو امت کے حالات کا علم نہیں یہی وجہ ہے کہ منافقین کا گروہ علم مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء میں طعنے کیا کرتا تھا۔

چنانچہ جب منافقین کی یہ خبر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو پہنچی کہ منافقین میرے علم کا استہزاء اڑا رہے ہیں کہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جو لوگ ابھی پیدا نہیں ہوئے ان کے ایمان و کفر کا علم ہو جائے یہ تو محمد ﷺ کا گمان ہے اب ملاحظہ فرمائیے کہ جب منافقین نے علم نبی ﷺ پر طعن کیا تو سرور کائنات ﷺ نے اس کا کیا جواب فرمایا

مصطفےٰ ﷺ کا ارشاد گرامی

ان قوموں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعنے کرتے ہیں قیامت تک جو ہونے والا ہے جو چاہو سوال کرو میں خبر دوں گا۔

چنانچہ علامہ بغوی صاحب تفسیر معالم التنزیل اسی آیت (ماکان اللہ لیذر المومنین کے ماتحت فرماتے ہیں۔

فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عيه وسلم فقام على المنبر فحمد الله تعالى واثنى عليه ثم قال ما بال اقوام طعنوا فى علمى لاتسئلونى عن شىءٍ فيما

marfat.com

بينكم وبين الساعته الانباء تكم به مقام عبدالله بن حذافة السهمی فقال من ابی یارسول الله قال حذافة فقام عمر فقال یارسول رضینا بالله ربا وبا لاسلام دینا وبالقران اماما وبك نبیا فاعف عنا عفا الله عنك فقال النبی صلی الله علیه وسلم فهل اتم منتهون ثم نزل علی المنبر۔

(التفسیر معالم التنزیل جزء الاول ص٤٥٦ سطر٢ مطبوعه مصر)

پس یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا ان قوموں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعنے کرتے ہیں آج سے قیامت تک جو ہو نیوالا ہے اس میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا تم مجھ سے سوال کرو اور میں تمہیں اس کی خبر نہ دوں جو بھی تم مجھے سے پوچھو گے میں تمہیں اس کی خبر دوں گا عبداللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر سوال کیا میرا باپ کون ہے آپ نے فرمایا حذافہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ ہم اللہ کی ربوبیت پر اسلام کے ایک دین ہونے پر قرآن کے امام ہونے پر اور آپ کے نبی ہونے پر راضی ہوئے ہم کو معاف فرمایئے حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم باز آجاؤ گے پھر حضور ﷺ منبر سے نیچے اتر آئے۔

اس تفسیر سے یہ آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ حضور ﷺ کو قیامت تک کی ہر شے کا علم ہے اسی لیے آپ نے ارشاد فرمایا کہ

جو سوال کرو گے میں اس کا جواب دوں گا جو پوچھو گے میں اس کی تمہیں خبر دوں گا تو ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو قیامت تک جو ہونے والا ہے اس کا علم ہے دوسری بات یہ بھی ثابت ہو گئی کہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا حضور ﷺ کے بارے میں علم ماکان ومایکون ہونے پر ایمان تھا

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضور ﷺ کے علم شریف میں طعنے کرنے والا منافقین ہی کا گروہ تھا جس پر خدا کے پیارے حبیب ﷺ فرماتے ہیں کہ

مابال اقوال طعنوافی علمی۔ ان قوموں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں

marfat.com

طعنہ کرتے ہیں۔

آجکل جو لوگ نبی ﷺ کے علم پر اعتراض اور طعن کرتے ہیں انہیں فیصلہ کر لینا چاہیے کہ یہ روش اختیار کر کے وہ کس گروہ میں شامل ہو رہے ہیں۔ (علم خیر الانام)

نوٹ: اس اعتراض کا جواب "علم خیر الانام" سے دیا گیا ہے۔

روح کا علم

مسلم شریف کتاب صفات المنافقین کے باب "صفة القيامة والجنة والنار" میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک کھیت میں جارہا تھا، نبی کریم ﷺ نے ایک شاخ سے ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ اتنے میں کچھ یہودی گذرے، ان لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا ان سے روح کے متعلق سوال کرو، ان میں سے ایک نے کہا' تم کو اس میں کیا شبہ ہے؟ کہیں وہ ایسا جواب نہ دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو' انہوں نے کہا' ان سے سوال کرو' پھر ان میں سے بعض نے کھڑے ہو کر آپ سے روح کے متعلق سوال کیا نبی کریم ﷺ خاموش ہو گئے اور اس کو کوئی جواب نہیں دیا، پس مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ کی طرف وحی کی جارہی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں میں اپنی جگہ کھڑا ہو گیا۔ تب آپ پر یہ وحی نازل ہوئی۔ یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ فرمایئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور تم کو صرف کم علم دیا گیا ہے۔ یہ حدیث بخاری شریف کی کتاب التفسیر کے باب **قوله ويسئلونك عل الروح** میں بھی ہے۔ یہ حدیث بخاری شریف کتاب التوحید میں بھی ہے۔

یہ حدیث ترمذی شریف ابواب تفسیر القرآن (سورہ بنی اسرائیل) میں بھی ہے۔

بخاری شریف کتاب الانبیاء کے باب " الارواح جنود مجندة" میں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ روحیں فوج کی طرح جمع ہیں۔ جن میں وہاں آشنائی ہو گئی ان کے درمیان یہاں الفت ہو گئی لیکن جو وہاں ایک

marfat.com

دوسرے سے ناآشنا ہیں وہ یہاں بھی بیگانہ رہیں گی۔ یحییٰ بن ایوب نے بھی یحییٰ بن سعید سے اس کی روایت کی ہے۔

ترمذی شریف ابواب المناقب کے باب ماجاء فی فضل النبی صلی علله علیه وسلم میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا، یارسول اللہ آپ کیلئے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ نے فرمایا اس وقت جب کہ حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

نیز معراج کی رات پہلے آسمان پر روح آدم علیہ السلام کی پہچان کرنا، دوسرے آسمان میں یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو پہچاننا اور ارواح سے اجسام کی تمیز کرنا، تیسرے آسمان پر روح یوسف علیہ السلام سے ملاقی ہونا، چوتھے آسمان پر روح ادریس علیہ السلام کی تمیز کرنا، پانچویں آسمان پر ہارون علیہ السلام کے روح سے ملاقات کرنا، چھٹے آسمان پر روح موسیٰ سے ہمکلام ہونا، ساتویں آسمان پر روح ابراہیم علیہ السلام سے گفتگو کرنا احادیث صحیحہ مرفوعہ سے ثابت ہے (مقیاس حنفیت ص ۳۳۸)

وقوع قیامت کا علم

متقدمین کا اس میں اختلاف رہا ہے کہ کیا نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے وقوع قیامت کا وقت معلوم ہے یا نہیں۔ اس بارے میں دو مذہب ہیں۔

بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ حضور ﷺ کو یہ نہیں بتلایا گیا کہ قیامت فلاں وقت آنی ہے اس کے ثبوت میں وہ قرآنی آیات و حدیث پیش کرتے ہیں۔ جن کو ابھی ہم بیان کریں گے۔ لیکن ایسا انہوں نے تنقیص شان رسالت ﷺ کے ارادہ سے ہرگز نہ کیا۔ انہوں نے بہت سی آیات و احادیث کو اپنے عموم پر رکھا دوسرا مذہب اس سلسلہ میں یہ ہے کہ حضور ﷺ کو وقوع قیامت کے وقت کا علم بھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے لیکن اس کو ظاہر نہ کرنے کا حکم ہے اور ایسا عقیدہ انہوں نے حضور ﷺ کے فضائل و کمال میں اختیار کیا نہ کہ مذہب اول کی مخالفت

marfat.com

ہیں۔

الغرض وقوع قیامت کے علم میں کوئی دونوں مذاہب میں سے کوئی بھی اختیار کرے اس پر کوئی طعن نہیں بشرطیکہ ان کے گندے ذہن میں تنقیص شان رسالت کا کیڑا نہ ہو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی مشہور و معروف کتاب ''خالص الاعتقاد'' کی تاریخی تمہید مسمی بنام "رماح القهار علی کفر الکفار" میں قسم اول، قسم دوم اور قسم سوم کے مسائل اور ان پر حکم بیان کرنے اور قسم سوم کے مسائل بیان کرنے کے بعد ہے کہ

''یہ پانچوں مسائل (تعین وقت قیامت کا علم، جمیع جزئیات خمس کا علم، جملہ مکنونات قلم و مکتوبات لوح جس میں اگر تعین وقت بھی درج تو اسے بھی شامل ورنہ دونوں احتمال حاصل، حقیقت روح کا علم، جملہ متشابہات قرآنیہ کا علم) کہ ان میں خود علماء و آئمہ اہل سنت مختلف رہے ہیں جن کا بیانبعونہٖ تعالیٰ عنقریب واضح ہو گا۔ ان میں مثبت ونافی کسی پر معاذ اللہ کفر کیا معنی ضلال یا فسق کا بھی حکم نہیں ہو سکتا''

اور اسی خالص الاعتقاد کے امر پنجم کے شروع میں فرمایا۔

''ان تمام اجتماعات (مسائل قسم اول و قسم دوم) کے بعد ہمارے علماء میں اختلاف ہوا کہ بے شمار علوم غیب جو مولیٰ عزوجل نے اپنے محبوب اعظم ﷺ کو عطا فرمائے۔ آیا وہ روز اول سے یوم آخر تک تمام کائنات کو شامل ہیں۔ جیسا کہ عموم آیات و احادیث کا مفاد ہے یا ان میں تخصیص ہے۔ بہت اہل ظاہر جانب خصوص گئے۔ کسی نے کہا روح کا علم غیر خدا کو نہیں۔ کسی نے کہا متشابہات کا، کسی نے خمس کا، کثیر نے کہا ساعت (قیامت) کا اور علمائے باطن اور ان کے اتباع سے بکثرت علمائے ظاہر نے آیت و احادیث کو ان کے عموم پر رکھا ماکان و مایکون بمعنی مذکور میں از آنجا کہ غایت میں دخول و خروج دونوں محتمل ہیں۔ ساعت داخل ہو یا نہیں۔ بہر حال یہ مجموعہ بھی علوم الٰہیہ سے ایک بعض خفیف ہے''

الغرض میں مذہب اول کے دلائل پیش کرتا ہوں۔

marfat.com

(۱) پ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۶۳ میں ہے۔

يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَاللّٰهِ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا.

لوگ تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے اور تم کیا جانو شاید قیامت پاس ہی ہو۔

(۲) پ ۳۰ سورہ النزعٰت آیت نمبر ۴۲ تا ۴۵ میں ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا۝ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا.

تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کے لئے ٹھہری ہوئی ہے۔ تمہیں اس کے بیان سے کیا تعلق، تمہارے رب ہی تک اس کی انتہا ہے، تم تو فقط اسے ڈرانے والے ہو، جو اس سے ڈرے۔

(۳) پ ۲۵ سورہ الزخرف آیت نمبر ۸۵ میں ہے۔

وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ.

اور اسی کے پاس ہے قیامت کا علم اور تمہیں اس کی طرف پھرنا۔

(٤) پ ۲۵ سورہ حم السجدۃ آیت نمبر ۴۷ میں ہے۔

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى۝

بے شک قیامت آنے والی ہے قریب تھا کہ میں اسے سب سے چھپاؤں کہ ہر جان اپنی کوشش کا بدلہ پائے۔

(۵) پ ۱۶' سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۱۵ میں ہے۔

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ.

قیامت کے علم کا اسی پر حوالہ ہے۔

(٦) پ ۲۰ سورہ النمل آیت نمبر ۶۵، ۶۶ میں ہے۔

وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ۝ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ بَلْ هُمْ

اور انہیں (مشرکین کو) خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے، کیا ان کے علم کا سلسلہ

marfat.com

فِیْ شَکٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ٥ آخرت تک پہنچ گیا، کوئی نہیں وہ اس کی طرف سے شک میں ہیں، بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔

(۷) پ ۲۹ سورہ الملک آیت نمبر ۲۵، ۲۶ میں ہے۔

وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ٥ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَا اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ٥ اور (مشرکین) کہتے ہیں یہ وعدہ (قیامت) کب آئے گا اگر تم سچے ہو، تم فرماؤ یہ علم تو اللہ کے پاس ہے اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں۔

(۸) پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۵۱ میں ہے۔

وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هُوَ قُلْ عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنَ قَرِیْبًا۔ اور کہیں گے (کفار) یہ (قیامت) کب ہے تم فرماؤ شاید نزدیک ہی ہو۔

(۹) پ ۹ سورہ الاعراف آیت نمبر ۱۸۷ میں ہے۔

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً یَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کو ٹھہری ہے تم فرماؤ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے۔ اسے وہی اس کے وقت ظاہر کرے گا، بھاری پڑ رہی ہے آسمانوں اور زمین میں تم پر، نہ آئے گی مگر اچانک، تم سے ایسا پوچھتے ہیں گویا تم نے اسے خوب تحقیق کر رکھا ہے۔ تم فرماؤ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن بہت لوگ جانتے نہیں۔

مذہب اول کے دلائل آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ اب میں مذہب دوم کے دلائل مختصراً بیان کرتا ہوں کہ حضور علیہ السلام کو وقوع قیامت کے وقت کا علم بھی عطا فرمایا گیا لیکن اس کو ظاہر نہ کرنے کا حکم ہے۔ اور یہ بات ذہن میں رہے کہ مذہب دوم کے حامی مذہب اول کی کسی ایک

marfat.com

قرآنی آیت کا انکار نہیں کرتے ایسا عقیدہ انہوں نے فقط حضور نبی کریم ﷺ کے فضائل و کمال میں اختیار کیا۔ ہے نہ کہ کسی آیت قرآنی کے انکار میں۔ وہ تمام آیات بلاشبہ حق ہیں۔
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمتہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو اللہ تعالیٰ نے تین قسم کے علم عطا فرمائے ہیں (مدارج، ج ا ص ۱۶۸)

اول وہ علم جس کا تعلق تبلیغ دین سے ہے (یعنی اسلام کے وہ احکام و مسائل، عقائد و اعمال جن کی تبلیغ اور انہیں امت تک پہنچانا آپ کا فرض نبوت ہے اور جن کی تبلیغ میں کوتاہی آپ کی ذات اقدس سے ممکن ہی نہیں ہے اور جس کے متعلق سورہ مائدہ پ ۶ آیت نمبر ۶۷ میں ہے۔

يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔

اے رسول پہنچا دو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیغام نہ پہنچایا اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔

دوم وہ علم جس کے متعلق حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جسے اس علم کا اہل سمجھیں اسے بتا دیں جیسے صحابہ کرام میں خصوصی طور پر حضرت حذیفہؓ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منافقین کی پہچان کا علم دیا (اسد الغابہ ج ا، ص ۳۹۱) یا جیسے بعض وہ علوم جن کے ساتھ حضور ﷺ نے حضرت ابوہریرہ کو خاص کیا اور انہیں وہ علوم عطا فرمائے چنانچہ جناب حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں۔

حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعَائَيْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا بَثَثْتُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهٗ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ۔
(بخاری ج ۱ ص ۲۳)

میں نے نبی علیہ السلام سے دو برتن علم کے بھرے ہیں ایک تو وہ جس کو میں نے نشر کر دیا اور دوسرے برتن کے علم کو ظاہر کر دوں تو میری شہ رگ کاٹ دی جائے۔

marfat.com

سوم وہ علم جو اللہ تعالی نے حضور نبی کریم ﷺ کو دیا مگر دوسروں پر اس کے انکشاف سے منع فرمادیا۔ جیسے علوم خمسہ اور بالخصوص قیامت کے وقت کا علم۔ اللہ تعالی نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ علوم بھی عطا فرمائے مگر دوسروں پر اظہار روبیان سے منع فرمادیا۔

پ ۲۹ سورہ الجن آیت نمبر ۲۶، ۲۷، میں ہے۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًاۙ غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مسلط
اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اس آیت کے ماتحت فرماتے ہیں۔

آنچه به نسبت ہمه مخلوقات غائب است غائب مطلق است مثل وقت آمدن قیامت و احکام تکوینه و شرعیه باری تعالی در ہر روز و ہر شریعت و مثل حقائق ذات و صفات او تعالیٰ علی سبیل التفصیل ایں قسم راغیب خاص اوتعالیٰ نیزمی نامند فلا یظہر علی غیبه احداً پس مطلع نمی کند برغیب خاص خود ہیچکس رامگر کسے راکه پسند می کند واں کس رسول باشد خواہ ازجنس ملك و خواہ از جنس بشرمثل حصرت مصطفی علیه السلام اور اظہار بعضے از غیوب خاصه ودمی فرماید.

(التفسیر عزیزی پارہ ۲۹)

جو چیز تمام مخلوقات سے غائب ہو وہ غائب مطلق ہے جیسے قیامت کے آنے کا وقت اور روزانہ اور ہر شریعت کے پیدائشی اور شرعی احکام اور جیسے خدا کی ذات و صفات بر طریق تفصیل اس قسم کو رب کا خاص غیب کہتے ہیں پس اپنے خاص غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ اس کے سوا جس کو پسند فرمالے اور وہ رسول ہوتے ہیں خواہ فرشتے کی جنس سے ہوں یا انسان کی جنس سے جیسے حضرت مصطفی ﷺ ان پر اپنے بعض خاص غیب ظاہر فرماتا ہے۔

شاہ صاحب کی تفسیر سے واضح ہو گیا کہ عالم الغیب فلا یظہر علی غیبه سے خدا تعالی کے خاص غیب مراد ہیں جو کسی پر ظاہر نہیں فرماتا۔ لیکن الا من ارتضٰی من رسول رسولوں

marfat.com

میں جس کو پسند فرمالیتا ہے انہیں اس خاص غیب سے مطلع فرمادیتا ہے تو خاص غیب ایک قیامت کے آنے کا وقت بھی ہے تو ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنے اس خاص غیب سے مطلع فرمایا ہوگا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی نبی کیلئے یہ ممکن ہے کہ اس سے بار بار کسی ایسی چیز کے متعلق پوچھا جائے جس کے متعلق اسے علم ہو اور وہ ہر بار اس سے اپنے علم کے نہ ہونے کا اقرار کرلے۔ بلاشبہ حضور نبی ﷺ صادق ہیں۔ ان سے جھوٹ کے متعلق سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ اسی لئے علماء کرام یہ فرماتے ہیں کہ قیامت کا علم آپ کو آخری ایام میں عطا فرمایا گیا۔

چنانچہ علامہ شیخ احمد صاوی مالکی فرماتے ہیں۔

قَالَ الْعُلَمَاءُ الْحَقُّ اِنَّهٗ لَمْ يَخْرُجْ بَيْنَنَا مِنَ الدُّنْيَا حَتّٰى اَطْلَعَهُ اللّٰهُ عَلٰى تِلْكَ الْخَمْسِ وَ لٰكِنَّهٗ اَمَرَهٗ بِكَتْمِهَا۔
(تفسیر صاوی ج ۳ ص ۲۱۵)

علماء کرام نے فرمایا کہ حق بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے دنیا سے اس وقت تک وفات نہیں پائی جب تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کے علوم پر مطلع نہیں فرمادیا لیکن آپکو ان علوم کے مخفی رکھنے کا حکم فرمایا۔

علماء کرام نے فرمایا سے ظاہر ہے کہ یہ صرف ان کا اپنا خیال نہیں بلکہ کئی دوسرے علماء کرام بھی اس خیال کے حامی ہیں۔

مفسر شہیر حضرت علامہ سید محمود الوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں۔

لَمْ يُقْبَضْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى عَلِمَ كُلَّ شَيْءٍ يُمْكِنُ الْعِلْمُ بِهٖ۔
(تفسیر روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۵۴)

رسول اللہ ﷺ نے اس وقت تک وفات نہیں پائی جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر اس چیز کا علم نہیں دے دیا جس کا علم آپ کو دینا ممکن تھا۔

مفسرین کرام ایسا اس لئے فرماتے ہیں کہ حریم قاب قوسین او ادنی میں فاوحی الی عبدہ ما اوحی کے اعلان کے ساتھ "وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ" کی سند کے ساتھ ایسا حضور نبی کریم

marfat.com

ﷺ کیلئے کہا جا سکتا ہے۔

سنن ابی ماجہ شریف ابواب اقامته الصلوات والسنته فیها کے باب فی فضل الجمعة میں ہے۔

ابو بکر بن ابی شیبہ' یحیی بن ابی بکر، زہیر بن عبداللہ بن محمد بن عقیل، عبدالرحمن بن یذید انصاری، ابو الیابہ بن عبد المنذر کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جمعہ تمام ایام کا سردار اور اللہ کے نزدیک تمام ایام سے زیادہ شرف و مدح کا حامل ہے۔ اس کا درجہ اللہ کے نزدیک عید اور بقر عید سے بڑھ کر ہے اس میں خاص پانچ باتیں یہ ہیں اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو وفات دی اسی دن میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ اس میں بندہ اللہ سے جو بھی مانگتا ہے اللہ اسے عطا فرماتا ہے بشر طیکہ حرام کا سوال نہ ہو اور اسی روز قیامت قائم ہوگی ہر مقرب فرشتہ زمین و آسمان، ہوائیں، پہاڑ اور دریا یہ سب چیزیں قیامت کے خوف سے جمعہ کے دن سراسیمہ ہوتی ہیں۔

اہل سنت و جماعت کا اس حدیث سے قیامت قائم ہونے والے جمع کا علم ہونے کا استدلال ہے۔ کیونکہ اس میں مذکور پانچ خصائص کا حضور ﷺ کو علم ہے اور قیامت کے خوف سے مذکورہ بالا چیزوں کے سراسیمہ ہونے کا علم ہے۔

اس حدیث میں ان حضرات کیلئے بھی لحہ فکریہ ہے جو اہل سنت و جماعت پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ ۱۲ ربیع الاول کو عید میلاد النبی ﷺ مناتے ہیں جب کہ اس دن حضور ﷺ کی وفات بھی ہوئی۔ اس حدیث سے یہ بالکل واضح ہے کہ جمعہ کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی وفات ہوئی اور اسی دن کو عید اور بقر عید سے بڑھ کر درجہ دیا گیا ہے۔

حالانکہ علم تقویم سے یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضور ﷺ کی وفات ۱۲ ربیع الاول کو نہیں ہوئی تھی۔ اور بالفرض ہوئی بھی تھی تو سوگ کا حکم تین دن سے زیادہ کا نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر خوشیاں منانے کا حکم تو قرآن مجید میں بھی ہے اور حضور ﷺ

marfat.com

سے بڑھ کر اللہ کا فضل اہل دنیا کیلئے کیا ہو سکتا ہے ؟

نیز حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے روز ہی اللہ کا ایک ایسی گھڑی رکھ دینا کہ اس گھڑی میں بندہ اللہ تعالیٰ سے کسی بھی جائز چیز کا سوال کرتا ہے تو اللہ پورا فرماتا ہے اسی طرح اولیاء اللہ کی وفات کے روز بھی اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرما سکتا ہے۔ اور جس روز اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہو وہ خوشی اور عید کا دن ہوتا ہے۔ سنن ابی ماجہ شریف کے اسی باب کی ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

ابو بکر بن ابی شیبہ، حسین بن علی، عبدالرحمن بن یزید بن جابر، ابو الاشعث الصنعانی، شداد بن اوس کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے اسی میں آدم علیہ السلام کو پیکر تخلیق سے سرفراز کیا اسی میں پہلا اور دوسرا صور ہو گا اسی دن مجھ پر درود زیادہ بھیجا کرو کیونکہ وہ اس دن میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ تو مٹی ہو چکے ہوں گے آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام مقدس کا کھانا حرام فرمادیا ہے۔ یہ حدیث ابن ماجہ شریف کے باب ذکر وفاتہٗ ودفنہ ﷺ میں بھی ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کے دن صور اول اور صور ثانی پھونکے جانے کا آپ کو علم ہے۔ سوال یہ ہے کہ جس کو صور اول اور صور ثانی پھونکے جانے کا علم ہو گیا اس کو اس خاص ساعت قیامت کا علم ہو گیا۔ اب یہ ثابت کرتے ہیں کہ کیا اس کا علم کسی اور کو بھی ہے یا نہیں اگر کسی اور کو اس کا علم ثابت ہو جائے تو حضور ﷺ کیلئے بھی مانا جا سکتا ہے

پ ۲۴ سورہ الزمر آیت نمبر ۶۸ میں ہے۔

وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ۔

اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں مگر جسے اللہ چاہے پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔

marfat.com

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ صاحب صور حضرت سیدنا اسرافیل علیہ السلام قیامت سے پہلے صور پھونکیں گے اگر حضرت اسرافیل علیہ السلام کو وقت قیامت معلوم نہ ہو تو پھر صور کیسے پھونک سکتے ہیں ؟

پ ۲۶ سورہ ق آیت نمبر ۴۱ میں ہے۔

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۝ اور کان لگا کر سنو جس دن پکارنے والا (حضرت اسرافیل علیہ السلام) پکارے گا ایک قریب جگہ سے۔

صاحب تفسیر خازن اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

"مفسرین نے کہا کہ منادی سے مراد حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں جو صخرہ بیت المقدس سے قیامت سے قبل یہ نداء فرمائیں گے اے گلی ہوئی ہڈیو، بکھرے ہوئے جوڑو، ریزہ ریزہ شدہ گوشت، پراگندہ بالوں، اللہ تعالی تمہیں فیصلہ کے دن جمع ہونے کا حکم دیتا ہے۔

اس آیت و تفسیر سے یہ معلوم ہو گیا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام قیامت سے قبل یہ نداء کریں گے اور صور پھونکیں گے۔ اس سے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایک مقرب فرشتہ صاحب صور کو وقوع قیامت کا علم ہے۔ اگر ایک مقرب فرشتہ کیلئے وقوع قیامت کا علم ممکن ہے تو کیا سید الانس والجان حضور نبی کریم ﷺ کو اس کا علم ہونا ممکن نہیں ؟

بخاری شریف کتاب التفسیر کے باب "یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا زمرا" میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ دونوں دفعہ صور پھونکنے کا درمیانی وقفہ چالیس کا ہے۔ کسی نے (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے) پوچھا، کیا چالیس دن کا ؟ ان کا بیان ہے کہ میں نے انکار کر دیا۔ اس سے کہا کیا چالیس مہینے کا ؟ ان کا بیان ہے کہ میں نے انکار کر دیا۔ اس نے کہا کیا چالیس سال کا ؟ ان کا بیان ہے کہ میں نے انکار کر دیا۔ فرمایا پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے ایسی بارش برسائے گا کہ انسان یوں زمین سے نکل آئیں گے۔ جیسے سبزہ اگتا ہے۔ حالانکہ انسان کے تمام اعضاء گل جاتے ہیں۔ سوائے ایک

marfat.com

ہڈی کے اور وہ تھوڑی کی ہڈی ہے کہ قیامت کے روز اسی پر انسان کی تخلیق مکمل کر دی جائے گی۔

حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمتہ اللہ علیہ "جاء الحق وزہق الباطل" میں فرماتے ہیں۔ "(حضور نبی کریم ﷺ نے) اس دن کے علامات وغیرہ سب بتادیئے اور جو ذات اس قدر تفصیلی علامتیں بیان کرے وہ بے علم کس طرح ہو سکتی ہے؟ نیز ہم ثبوت علم غیب میں وہ حدیث پیش کر چکے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے قیامت تک کے من و عن واقعات بیان کر دیئے اب کیسے ممکن ہے کہ قیامت کا علم نہ ہو کیونکہ دنیا ختم ہوتے ہی قیامت ہے اور حضور علیہ السلام کو یہ علم ہے کہ کون سا واقعہ کس کے بعد ہو گا تو جو آخری واقعہ ارشاد فرمایا وہ ہی دنیا کی انتہا ہے اور قیامت کی ابتداء دو ملی ہوئی چیزوں میں سے ایک کی انتہا کا علم دوسری کے ابتداء کا علم ہوتا ہے"

حضرت علامہ سید محمود احمد رضویؒ "علم غیب رسول ﷺ" میں فرماتے ہیں اب رہا یہ سوال کہ علم قیامت کے انکشاف سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیوں منع فرمادیا تھا تو اس کی متعدد وجوہ ہیں جن میں سے دو یہ ہیں۔

اول: سورہ اعراف میں ارشاد ربانی ہے۔

لَا يَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً۔ قیامت نہیں آئے گی مگر تم پر اچانک

تو اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت کے وقت کا اظہار فرمادیتے تو تصریح قرآنی کے مطابق قیامت (بغتہ) اچانک نہ رہتی۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر قیامت کے وقوع کا وقت معلوم ہو جائے تو سارا نظام عالم درہم برہم ہو جائے۔ اور قیامت کے قریب آنے سے پہلے ہی انسان پر قیامت قائم ہو جائے۔ جو کہ ناممکن ہے اس لئے علم قیامت کے اظہار سے حضور سید عالم ﷺ کو منع فرمادیا گیا۔

یہ ہی وجہ ہے کہ جب حضرت جبرائیل امین نے قیامت کی علامات سے متعلق سوال کیا۔ تو حضور نبی کریم نے علامات قیامت میں سے چند بیان فرمادیں اور بعض احادیث میں وقوع

marfat.com

قیامت کا دن، مہینہ، تاریخ تک بیان فرمادی مثلاً یہ کہ محرم کی دس تاریخ جمعہ کے دن قیامت آئے گی۔ صرف سن نہیں بتایا۔ اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ آپ کو قیامت کا علم نہ تھا۔ بلکہ وجہ یہ ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے اظہار وانکشاف سے منع فرمادیا تھا (فافہم)

سنن ابن ماجہ شریف ابواب الدعا کے باب "اسم اللہ الاعظم" میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ایک دن نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے عائشہ کیا تم جانتی ہو اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا وہ اسم بتایا ہے کہ جب بھی اس کے ذریعے دعا کی جائے تو قبول ہو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے بھی وہ اسم بتا دیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ وہ تمہارے بتلانے کا نہیں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں یہ سن کر علیحدہ ہو گئی۔

آخر میں ایک بڑے اعتراض کو ضرور بیان کرنا چاہوں گا۔

علمائے اہل سنت و جماعت نے قرآن مجید کی آیت وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ میں اور اسی قسم کی دوسری آیات جو پیچھے بیان ہوئیں ان میں کل کو عام رکھا کیونکہ یہاں کل ہر شے کیلئے استعمال ہوا ہے۔ لیکن معترضین نے ان آیات کے کل کو خاص کرنے کیلئے قادیانیوں کی سی تحریف کی کہ قادیانیوں نے توفی کو موت کے معنوں میں ہی سمجھا اور گمراہ ہو گئے کہ دوسری آیات میں توفی کے دوسرے مفہوم و معنی کہ جن میں وہ مختلف جگہوں پر اپنے اپنے مفہوم میں استعمال ہوا ہے (اس کی تفصیل میری کتاب "سرورِ کونین ﷺ کی بشریت ونورانیت" میں ملاحظہ فرمائیں) ان کو مدنظر نہ رکھا اور ان وہابیوں دیوبندیوں نے بھی کل کو اس آیت کے تناظر میں نہ دیکھا۔ جیسے کل بدعة ضلالة میں یہ لفظ کل صرف بدعت کیلئے آیا ہے نہ کہ ہر شے کیلئے اسی طرح معترض نے ازالتہ الریب میں "کل" جو عام ہر شے کیلئے ہے اس کو خاص کرنے کیلئے اپنی قادیانیوں جیسی فطرت کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔ مثلاً وہ یہ مثالیں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ — پھر ان کو فتہ چڑیوں کی ایک ایک جزو پہاڑ پر

marfat.com

جُزْءًا۔(پ رکوع ۳) رکھ دی۔

معترض نے اس کے خاص کو اوپر مذکورہ ''کل شی'' کے رد میں پیش کیا ہے کہ جب اس آیت کا کل واضح طور پر صرف ان کو فتہ چڑیوں کے کل اجزاء کے متعلق تھا نہ کہ تمام روئے زمین پر موجود کل چڑیوں کے کل اجزاء کے متعلق۔ یعنی یہاں کل ''خاص'' ہے

۲۔ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ۔ تو ہم نے ان پر ہر قسم کے دروازے کھول دیئے۔ (پ ۷ انعام ع ۵)

اوپر مذکورہ کل ہر شے کے متعلق ہے۔ اور یہاں کل خاص ہو کر ہر قسم کے دروازوں سے متعلق ہے۔ ہر شے کے کل (عام کل) میں یہ خاص 'کل بھی شامل ہے۔

۳۔ يُجْبٰىٓ اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ۔ کھچے آتے ہیں اس کی طرف ہر قسم کے میوے (پ ۲۰ قصص ع ۶)

اوپر مذکورہ عام کل ہر شے کے متعلق ہے۔ لور یہاں کل خاص ہو کر ہر قسم کے میوؤں سے متعلق ہے۔ اور عام کل میں یہ خاص بھی شامل ہے۔

٤۔ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا۔ اور ہم نے ان کو ہر قسم کا سامان دیا تھا۔ (پ ۱۶ کہف ع ۱۱)

یہاں بھی ''کل'' اس سامان کی مناسبت سے خاص معنوں میں استعمال ہوا ہے اور یہ کل بھی ''عام کل'' میں شامل ہے۔

الغرض تمام مثالوں کا یہی حال ہے۔

بلکہ معترض کے اس اعتراض سے ہمارے عقیدہ علم غیب کی مزید وضاحت ہوتی ہے کہ حضور ﷺ کا کل صرف "مایکون ومایکون" سے متعلق ہے۔ اور یہ خاص کل ہے اور اللہ تعالیٰ کے کل کو ''عام'' سمجھ کر اس کا موازنہ کر لیں تو آپ پر خود بخود واضح ہو جائے گا کہ عام کل کے مقابلہ میں اس کی حیثیت ایک جزو کی ہی ہے۔ اور یہ خاص کل اس عام کل میں شامل ہے۔ میں سائنس کے طالب علموں کو یہاں دعوت فکر دوں گا کہ وہ ریاضی کے سیٹ

marfat.com

کے متعلق اپنے علم کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کو بڑی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔

A={a1,a2,a3,a4}

B={b1,b2,b3,b4,b5,b6}

U={A,B,C,D............Z}

L={..........A,B,C,D......,U,.........}

A کا کل اپنے اجزاء پر مشتمل ہے، B کا کل اپنے اجزاء پر مشتمل ہے۔ U کا کل اپنے اجزاء پر مشتمل ہے۔ اور L لا محدود اجزاء پر مشتمل ہے۔ اس کل کی نہ ابتداء ہے اور نہ انتہا ہے اور اس L میں U,B,A قسم کی تمام کل کا علم ہے۔ A کا کل U کے کل کا ایک جزو۔ B کا کل U کے کل کا ایک جزو اور U کا کل L کا ایک جزو ہے۔

میرے استاد محترم جناب مفتی حافظ محمد نعیم اختر حفظ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر فضیلت دی تو علم کی بنا پر کہ تمام چیزوں کے ناموں کا علم عطا فرمایا۔ تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تو ان کی شان و عظمت اور علم کا اقرار کر کے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اس بنا پر کہ حضرت آدم علیہ السلام شیطان لعین مردود سے افضل ہیں۔ الغرض نوری و ناری مخلوق پر بشر کو فضیلت عطا فرمائی تو علم کی بنا پر لیکن آج کے گمراہ لوگ اعتراض کرتے ہیں تو سید البشر سرور کونین شفیع امم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے علم پر اور شیطان کے علم کو آپ ﷺ کے علم سے بڑھا کر بیان کرتے ہیں اور واضح طور پر لکھتے ہیں کہ شیطان کا علم قرآن کی نص سے ثابت ہے اور حضور ﷺ کیلئے کہتے ہیں کہ ان کا علم کون سی نص سے ثابت ہے۔

اللہ تو حضرت آدم علیہ السلام کو تمام نوری و ناری مخلوق سے افضل قرار دے اور ان سے سجدے کرائے اور یہ ہیں کہ حضور فخر آدم و بنی آدم ﷺ کے علم میں کیڑے نکالتے ہیں۔

معترضین یہ کہتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ نے خود فرمایا ''انما انا بشر'' اور وضع بشریت یہ نہیں چاہتی وہ نہیں چاہتی۔ میں ان سے پوچھوں گا کہ جب اللہ نے نوری و ناری مخلوق پر ایک بشر کو

marfat.com

فضیلت دی تو کیا اللہ کو معلوم نہیں تھا کہ وضع بشریت یہ چاہتی ہے وہ نہیں چاہتی۔
نیز معترضین کا یہ کہنا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو بوجہ علم فضیلت تھی تو شیطان نے انہیں دھوکہ دے کر جنت سے کیوں نکلوایا؟ خالصتاً ہندوؤں والا عقیدہ ہے۔ کہ مسلمانوں کے خدا نے تو حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں رکھا لیکن ہندوؤں کے دیوتا (شیطان) نے انہیں جنت سے نکلوا دیا ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے خدا سے ہندوؤں کا دیوتا (شیطان) طاقتور ہے۔
اور ہندوؤں کے دیوتا کے آگے بے بس ہے۔
یہ مسلمان ہو کر یہ نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا ہی خلافت ارضی کیلئے کیا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کی مصلحت و حکمت کے عین مطابق تھا۔ مصلحت و حکمت علم کے منافی نہیں۔
آنحضرت امام احمد رضا خان کی مشہور تصنیف خالص الاعتقاد کی تاریخی تمہید بنام رماح القہار علی کفر الکفار میں ہے۔
مسلمانو مسائل تین قسم کے ہوتے ہیں۔
ایک ضروریات دین، ان کا منکر بلکہ ان میں ادنیٰ شک کرنے والا بالیقین کافر ہوتا ہے۔ ایسا کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔
دوم ضروریات عقائد اہل سنت ان کا منکر بد مذہب گمراہ ہوتا ہے۔
سوم وہ مسائل کہ خود علمائے اہل سنت میں مختلف فیہ ہوں، ان میں کسی طرف تکفیر و تضلیل ممکن نہیں۔
یہ دوسری بات ہے کہ کوئی شخص اپنے خیال میں کسی قول کو راجح جانے خواہ تحقیقاً یعنی دلیل سے اسے وہی مرجح نظر آیا۔ خواہ تقلیداً کہ اسے اپنے نزدیک اکثر علما یا اپنے معتمد علیہم کا قول پایا۔ کبھی ایک ہی مسئلہ کی صورتوں میں یہ تینوں قسمیں موجود ہو جاتی ہیں مثلاً اللہ عزوجل کیلئے ید و عین کا مسئلہ قال اللہ تعالیٰ

یداللہ فوق ایدیھم

marfat.com

وقال تعالی

والتصنع علی عینی

ید ہاتھ کو کہتے ہیں۔ عین آنکھ کو۔ اب جو یہ کہے کہ جیسے ہمارے ہاتھ آنکھ ہیں ایسے ہی جسم کے ٹکڑے اللہ عزوجل کے لئے ہیں۔ وہ قطعاً کافر ہے۔ اللہ عزوجل کا ایسے ید وعین سے پاک ہونا ضروریات دین سے ہے۔ اور جو یہ کہے کہ اس کے ید وعین بھی ہیں تو جسم ہی مگر نہ مثل اجسام بلکہ مشابہت اجسام سے پاک و منزک ہیں وہ گمراہ بدین کہ اللہ عزوجل کا جسم و جسمانیات سے مطلقاً پاک و منزہ ہونا ضروریات عقائد اہل سنت و جماعت سے ہے۔ اور جو یہ کہے کہ اللہ عزوجل کیلئے ید وعین ہیں کہ مطلقاً جسمیت سے بری و مبرا ہیں وہ اس کی دو صفات قدیمہ ہیں جن کی حقیقت ہم نہیں جانتے نہ ان میں تاویل کریں وہ قطعاً مسلم سنی صحیح العقیدہ ہے اگر چہ یہ عدم تاویل کا مسئلہ اہل سنت کا خلافیہ ہے۔ متاخرین نے تاویل اختیار کی، پھر اس سے نہ یہ گمراہ ہوئے نہ وہ کہ اجرا علی الظاہر بمعنی مذکور کرتے ہیں جس کا حاصل صرف اتنا کہ امنابہٖ کل من عند ربنا بعینہ یہی حالت مسئلہ علم غیب کی ہے اس میں تینوں قسم کے مسائل موجود ہیں۔ اور اس سے چند سطور پہلے فرماتے ہیں۔

(دیوبندی) پارٹی نے تو ضروریات دین کا انکار کیا ہے۔ اللہ عزوجل کو جھوٹا کہا ہے ختم نبوت کا بکھیڑا اکھیڑا ہے۔ نئی نبوتوں کا راگ چھیڑا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے علم سے کہیں اپنے بزرگ ابلیس لعین کے علم کو بڑھایا ہے۔ کہیں پاگلوں چوپایوں کے علم کو علم اقدس کے مثل بنایا ہے۔ شیطان لعین کو خدا کی خاص صفت میں شریک ٹھہرایا ہے۔ ان باتوں پر علمائے اسلام سے کفر وارتداد کا حکم پایا ہے۔ دیکھو کسی فرعی اختلافی مسئلے میں عرب کے کسی مفتی کو ان علمائے کرام سے خلاف ہو تو اس کے متعلق کچھ لکھوائیں اور اس میں بھی گھنؤنی تہمتیں گندے افترا اپنی طرف سے ملائیں اور بایں ہمہ حکم من مانتا نہ ملے تو حکم بھی جی سے نکال لیں افترا کی مشین تو گھر چل رہی ہے خانگی سانچے میں ڈال لیں پس نام کو کہیں بوئے خلف ملنی چاہیے۔ پھر کیا ہے ابلسی دے اور ذریت لے۔ سوچتے سوچتے ایک مسئلہ خمس کا ملا جس میں

marfat.com

مدینہ طیبہ کے شافعی المذہب مفتی برزنجی صاحب کو شبہ تھا اور ایک انہیں کو کیا یہ مسئلہ پہلے سے علمائے امت میں مختلف رہا ہے۔ اکثر ظاہر بین جانب انکار رہے اور اولیائے عظام اور ان کے غلام علمائے کرام جانب اثبات و اقرار رہے ایسے مسئلہ میں کسی طرف تکفیر چہ معنی تضلیل کیسی تفسیق بھی ہو سکتی۔

شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری اپنے عربی مقالہ "مدینۃ العلم (ﷺ)" جس کا ترجمہ علامہ غلام نصیر الدین چشتی گولڑی مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور نے "شہریار علم ﷺ" کے نام سے کیا ہے کے ص ۶۰ پر فرماتے ہیں۔

"اہل سنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کو ماکان ومایکون کا علم تدریجاً عطا فرمایا ہے۔ اور حضور ﷺ کا یہ علم جو ابتداء آفرینش سے لے کر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے تک ماکان ومایکون کو محیط ہے۔ نزول قرآن کے ساتھ ساتھ اپنی ارتقائی منازل کو طے کرتا ہوا مکمل ہوا، اور جو اس کا انکار کرے اس پر لازم ہے کہ وہ دلیل قطعی سے ثابت کرے کہ پورے قرآن کریم کے نازل ہو جانے کے بعد حضور ﷺ کو فلاں چیز کا علم نہیں ہے۔ امام اہل سنت حضرت محدث احمد رضا قندھاری ثم بریلوی رحمتہ اللہ تعالی کا یہی عقیدہ و مسلک ہے اور اہل سنت و جماعت کے کثیر فقہاء کرام، محدثین، مفسرین اور صوفیاء کرام رضی اللہ تعالی عنہم اس پر متفق ہیں۔"

آخر میں علم غیب کے بارے میں جو اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔ اس کو میں شیخ الحدیث شارح بخاری شریف حضرت علامہ سید محمود احمد رضویؒ کے الفاظ میں ایک دفعہ پھر بیان کردیتا ہوں تاکہ کسی کو اعتراض ہو تو اس عقیدہ کی روشنی میں کرے اور صرف ادھر ادھر سے خانہ پری نہ کرے۔

"ہم اہل سنت و جماعت جنہیں آج کل بریلوی کہا جاتا ہے اور جمہور علماء دین و آئمہ کرام و مفسرین عظام اس امر میں متفق ہیں۔

۱۔ غیر خدا کیلئے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی نہیں ہو سکتا۔ مخلوقات میں سے جس کسی کو

marfat.com

بھی جس چیز کا علم ہو گا۔وہ بہر صورت عطائی ہو گا۔ یعنی اللہ عزوجل عالم بالذات ہے۔اور اس کے بغیر بتائے کوئی بھی ایک حرف کا بھی عالم نہیں ہو سکتا۔

۲۔ غیر خدا کا علم تمام معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں ہو سکتا۔ اور نہ غیر خدا کا علم اللہ عزوجل کے علم کے مساوی ہو سکتا ہے۔ مساوی تو در کنار تمام اولین و آخرین، انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین سب کے علوم مل کر بھی علوم الٰہیہ سے وہ نسبت بھی نہیں رکھتے جو کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے ایک ذراسی بوند کے کروڑویں حصے کو ہوتی ہے۔ (کیونکہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہوتی ہے۔ بخلاف علوم الٰہیہ کو وہ تو غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہیں۔

۳۔ مخلوق کے علوم اگرچہ وہ عرش و فرش شرق و غرب، جملہ کائنات از روز اول تا روز آخر کو گھیر لیں۔ آخر متناہی (محدود) ہیں۔ کیونکہ عرش و فرش دو حدیں ہیں رزو اول اور روز آخر دو حدیں ہیں اور جو کچھ حدوں کے اندر ہو وہ سب متناہی (محدود) ہے اس لئے علوم خلق کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔

٤۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کو جو علوم بارگاہ خداوندی عطا ہوئے وہ ساری مخلوق کے علوم سے افضل و اعلیٰ، اتم و اعظم ہیں۔ اللہ عزوجل کی عطا سے حضور اقدس کو اتنے علوم حاصل ہوئے ہیں کہ جن کا شمار اللہ ہی جانتا ہے۔

۵۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور علیہ السلام کو اپنے بعض غیوب پر مطلع کیا یا بعض غیوب کا علم دیا یا اپنے بعض غیبوں پر اطلاع دی، سب کا ایک ہی مفہوم ہے۔ غرض کہ بعض علوم غیبیہ پر حضور کا مطلع ہونا قطعی، اجماعی ایقانی مسئلہ ہے اور ضروریات دین میں سے ہے۔ اور اس کا منکر کافر ہے۔

آگے چند سطور کے بعد فرماتے ہیں کہ اہل سنت حضور سید عالم ﷺ کیلئے علم غیب (ماکان وما یکون) ثابت کرتے ہیں۔ یہ ہمارا قول مختار ہے نہ ضروریات دین سے ہے۔ اور نہ ضروریات مذہب سے، بلکہ باب فضائل سے ہے۔ اور جو لوگ حضور اکرم ﷺ سے بغض و عناد سے

marfat.com

نہیں بلکہ دلائل شرعیہ کی بناء پر اس پر تفصیل سے حضور کیلئے علم ماکان ومایکون کا اثبات نہیں کرتے ہم ان کو کافرو گمراہ تو در کنار فاسق بھی نہیں کہتے چنانچہ اعلحضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب قدس سرہ العزیز نے خالص الاعتقاد اور الدولتہ المکیہ میں اس امر کی صاف وصریح لفظوں میں تصریح فرمائی ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ

۱۔ یہ صاف مسئلہ جس طرح ہمارے علماء اہل سنت میں دائر ہے۔ مسائل خلافیہ اشاعرہ وماتردیدیہ کے مثل ہے۔ کہ اصلاً محل طعن ولوم نہیں، ہاں ہمارا مختار قول اخیر ہے (یعنی یہ کہ حضور ﷺ کو جو بعض علوم غیبیہ عطا ہوئے وہ بعض روز اول سے لے کر روز آخر تک تمام کائنات کے علوم کو شامل ہیں)

نیز اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ تحریر فرماتے ہیں۔

۲۔ وہ رسول اللہ ﷺ کا علم ذاتی بے عطائے الٰہی مانتا ہے۔

۳۔ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا علم علم الٰہی سے مساوی جانتا ہے صرف قدم و حدوث کا فرق کرتا ہے۔

٤۔ کبھی یہ کہ امور غیر متناہیہ بالفعل کو حضور علیہ السلام کا علم بالتفصیل حاوی ٹھہراتا ہے۔ حالانکہ اللہ واحد و قہار دیکھ رہا ہے۔ یہ سب ان اشقیاء کا افترا ہے۔ سچے ہیں تو بتائیں کہ ان میں سے کون سا جملہ فقیر کے کس رسالے، کس فتوی اور کس تحریر میں ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

۵۔ مفتریان کذاب اگر ان کلمات کا خود مجھ سے استفسار کرتے تو سب سے پہلے ان باطل باتوں کا ردوابطال میں کرتا (خالص الاعتقاد ص ۲۳، ص ۷ ۳)

یہ امر قابل ذکر ہے کہ اہل سنت وجماعت حضور اقدس ﷺ کیلئے نہ جمیع غیوب غیر متناہیہ کا علم ثابت کرتے ہیں اور نہ جملہ معلومات الٰہیہ کا۔ حضور کے علم کو علم الٰہی سے وہ نسبت نہیں جو ذرہ کو آفتاب سے اور قطرہ کو سمندر سے ہے۔ کہاں خالق اور کہاں مخلوق، مماثلت و مساوات کا تو ذکر ہی کیا، علم الٰہی کے سامنے تمام مخلوقات کے علوم بہر صورت اقل قلیل ہیں اور جو

marfat.com

شخص حضور ﷺ کے لئے علم کو ذاتی مانے یا یہ کہے آپ کا علم اللہ کی عطا کے بغیر ہے۔ یا حضور ﷺ کے علم کو اللہ عزوجل کے مساوی بتائے اور کہے کہ جس طرح اللہ عزوجل غیب دان ہے بالکل اسی طرح حضور بھی غیب دان ہیں وہ ہمارے نزدیک بھی کافرو مشرک ہے۔

اصل اختلاف :اگر منکرین یہ کہتے کہ بے شک ہم حضور ﷺ کے لئے بعض غیب تو مانتے ہیں مگر ماکان ویکون کا اثبات نہیں کرتے تو بات بالکل فروعی اختلاف کی رہتی۔ ان لوگوں نے غضب یہ کیا کہ علم ماکان ومایکون کو حضور کیلئے ماننے کو شرک اکبر اور کفر جلی کھلا ہوا کافرانہ توحید شکن، لایعنی اور شرمناک اور دیومالائی نظریہ قرار دے دیا۔

بات یہ ہے کہ ہم حضور ﷺ کیلئے علم ماکان ومایکون کا اثبات کرتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کی اس فضیلت وعظمت کو بیان کرتے ہیں لیکن دیوبندی علماء اس نظریہ کو کفروشرک قرار دیتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ کا کفر شرک کا فتوی دینا، بہت بڑی زیادتی ہے اور آپ کے اس فتوی کی زد میں صرف ہم ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے مفسرین ومحدثین وآئمہ دین بھی آجاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کتاب وسنت کی نصوص صریحہ بھی ہمارے نظریہ کی مؤید ہیں ایسی صورت میں اس نظریہ کو کفر جلی قرار دینا۔ خود کافرو مشرک ہونا ہے۔ مگر یہ لوگ اپنے فتویٰ پر نظر ثانی کرنے کیلئے تیار نہیں۔ اور وہی مرغے کی ایک ٹانگ کفر شرک کی تقسیم کئے جاتے ہیں۔ دراصل یہ لوگ کنوئیں کے مینڈک کی طرح یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ

۱۔ ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہوا ہوگا، ہوگیا (علم ماکان ومایکون) بس اسی میں اللہ کا علم محدود ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی علم ہے نہ کوئی معلوم ہے۔

۲۔ یہ لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ زمین وآسمان کے حالات آئندہ وگذشتہ کے احوال، لوح وقلم کے مکتوبات، آسمان کے ستارے کتنے ہیں۔ زمین کی مخلوقات کی گنتی کیا ہے؟ اسی میں اللہ کا علم منحصر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے غالیوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب حضور عالم "ماکان ومایکون" ہوئے تو پھر خدا کے پاس کیا رہ گیا۔

marfat.com

اور یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان یہ کہہ دے کہ حضور اکرم ﷺ دنیا و مافیہا کا علم رکھتے ہیں حضور زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب جانتے ہیں حضور روز اول سے لے کر قیامت تک کے حالات و واقعات سے باخبر ہیں تو یہ لوگ کفر جلی کا فتوی جڑ دیتے ہیں۔ مگر اس موقع پر انہیں اتنی سی بات نہیں سوجھتی کہ۔

علم ماکان ومایکون محدود علم ہے۔ ابتدائے دنیا سے لے کر قیامت تک کا علم تو دو حدوں کے اندر بند ہے اور اللہ عزوجل کے "علوم" علم ماکان ومایکون کی چار دیواری میں محدود نہیں ہیں۔ بلکہ علم ماکان ومایکون علم الٰہی کی ایک سطر اور غیب السموت والارض علوم الٰہیہ سے ایک قطرہ ہے۔ اس قطرہ میں علم الٰہی کو منحصر اور اللہ عزوجل کے "علم بے نہایت" کو علم جمیع اشیاء میں محدود سمجھنا سخت نادانی ہے"

١۔ چنانچہ یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ تمام اشیاء کا علم "علم الٰہی" کے سامنے نہایت قلیل ہے۔ چنانچہ اس کا فیصلہ خود سید عالم ﷺ نے فرمایا۔

"علمائے یہود نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ جو توریت ہم کو عطا ہوئی اس میں ہر چیز کا علم ہے؟ حضور نے فرمایا۔ بے شک توریت میں ارشاد خداوندی موجود ہے کہ توریت میں ہر چیز کا علم ہے مگر یہ ہر چیز کا علم علم الٰہی کے سامنے قلیل ہے (تفسیر خازن ص ۴۴۴ جلد ۳)

٢۔ علامہ تفتازانی علیہ الرحمتہ شرح عقائد کے ص ۷۲ پر لکھتے ہیں کہ۔

معلومات الله تعالی اكثر من مقدوراته مع لاتناهيها.	اللہ کے معلومات اس کے مقدورات سے بہت زیادہ ہیں گو دونوں غیر متناہی ہیں۔

٣۔ شرف مواقف کے موقف ثانی میں ہے کہ۔

واعلم ان معلومات الله تعالی اكثر من مقدوراته مع ان كل واحد منهما غير متناهية.	جان لے کہ اللہ تعالی کے معلومات اس کے مقدورات سے بہت زیادہ ہیں۔ اور یہ دونوں غیر متناہی ہیں۔

٤۔ علامہ خطابی حواشی بیضاوی میں طیبی سے نقل فرماتے ہیں کہ:

marfat.com

ان معلومات الله تعالى لا نهاية لها — اللہ تعالیٰ کے معلومات کی کوئی انتہا نہیں اور
وغيب السموات الارض وما — آسمان وزمین کے غیب اس کے علم کا ایک
يكتمونه قطرة منها. — قطرہ ہیں۔

۵۔ بخاری شریف واقعہ خضر میں ہے کہ ایک چڑیا نے کشتی کے کنارے پر بیٹھ کر اپنی چونچ کو دریا میں ڈبو دیا تو حضرت خضر نے فرمایا "اے موسیٰ (علیہ السلام) تیرا علم، میرا علم اور تمام مخلوقات کا علم

وعلم المخلوقات فی علم الله تعالى — اللہ کے علم کے سامنے ایسا ہی ہے جیسا کہ دریا
مقدار ماغمس هذا العصفور منقاره. — کے مقابلہ میں اس چڑیا کا اپنی چونچ کو تر کر لینا۔

جس سے ثابت ہوا کہ تمام مخلوقات اور تمام اشیاء زمین و زمان کا علم عزوجل کے علوم کے سامنے نہایت قلیل ہیں تو ایسی صورت میں برابری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن اس حقیقت کے ہوتے ہوئے بھی جب کوئی مسلمان حضور ﷺ کیلئے جمیع اشیاء کا علم ثابت کرتا ہے۔ تو دیوبندی علماء گھبرا کر پکار اٹھتے ہیں کہ یہ تو خدا کے برابر کر دیا۔ چند سطور بعد لکھتے ہیں۔

غرضیکہ حضور اقدس ﷺ کیلئے علم ماکان ومایکون کے اثبات کرنے کو کفر و شرک قرار دینا کسی طرح بھی درست نہیں۔ اسی طرح حضور کو اللہ تعالیٰ کے برابر کر دینے اور عبدیت سے الوہیت تک پہنچا دینے کا الزام بھی حماقت و جہالت ہے۔ کیونکہ ہم اہل سنت و جماعت حضور ﷺ کیلئے جس علم کو مانتے ہیں وہ متناہی، حادث، مخلوق اور ممکن ہے اور اللہ عزوجل کا علم ذاتی 'قدیم' غیر متناہی اور واجب ہے۔ اللہ عزوجل کا علم عطائی اور متناہی ہو ہی نہیں سکتا۔ اتنے تفرقوں کے ہوتے ہوئے کون عاقل ہے جو حضور کے علم کو اللہ کے علوم کے مساوی کر دینے کا الزام دے سکے۔

پھر ہمیں یہ دیکھ کر حیرت بھی ہوتی ہے اور افسوس بھی کہ یہ لوگ جس وصف اور جس صفت کو حضور اقدس کیلئے اثبات کرنے کو کفر جلی قرار دیتے ہیں اسی وصف کو اپنے بزرگوں اور

marfat.com

پیروں بلکہ ایک معمولی انسان کیلئے بلا تکلف ثابت کر دیتے ہیں۔ (حضرت علامہ ارشد القادری کی کتاب "زلزلہ" اور اس کے جواب میں لکھی گئی کتابوں کا جواب "زیروزبر" ضرور مطالعہ فرمائیں اور اس وقت ان کو شرک و کفر کی گردان بھی بھول جاتی ہے۔ ان کی اس روش پر حیرت تو اس لئے ہے کہ سلیم العقل کسی بھی ایسی صفت کو جس کا غیر اللہ کیلئے ماننا واقعی شرک ہو اسی صفت کو نبی کیلئے ماننے کو شرک اور غیر نبی کیلئے ماننے کو ایمان قرار دے اور افسوس اس لئے ہے کہ آخر ان لوگوں کو اس محسن کائنات ﷺ سے یہ عناد کیوں ہے کہ ان کی ذات کیلئے تو اس صفت کا انکار ہے اور ان کے غیر کیلئے اسی کا ثبات ہے اس قسم کی متعدد مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ فی الحال ایک مثال حاضر ہے۔ پوری دنیائے دیوبندیت و وہابیت کے امام مولوی اسماعیل دھلوی صراط مستقیم میں لکھتے ہیں۔

سید محمود احمد رضوی صاحب نے آٹھ نکات لکھے ہیں میں صرف چار لکھتا ہوں۔

برائے انکشاف حالات سموٰت و ملاقات ارواح و ملائکه و سیر جنت و نارو اطلاع برحقائق آن مقام و دریافت امکنه آنجا و انکشاف امرے ازلوح محفوظ یاحی یاقیوم است۔ (صراط مستقیم ص ۱۰۷)	آسمانوں کے حالات معلوم کرنا اور روحوں فرشتوں سے ملاقات کرنا اور جنت دوزخ کی سیر کرنا اور اس مقام کی حقیقتوں سے خبردار ہونا اور لوح محفوظ میں سے کسی بات کا دریافت کرنا ان سب کاموں کیلئے یاحی یاقیوم کا ذکر ہے۔
برائے کشف ارواح و ملائکه و مقامات آنها و سیر امکنه زمین و آسمان و جنت و نار و اطلاع بر لوح محفوظ شغل دروه کند۔ (صراط مستقیم ص ۱۰۷)	روحوں اور فرشتوں اور ان کے مقامات کے حالات دیکھنے اور زمین و آسمان و جنت و دوزخ کے مکانوں کی سیر کرنے اور لوح محفوظ پر مطلع ہونے کیلئے شغل دورہ کرے۔
برائے کشف قبور سبوح قدوس	قبروں کے حالات معلوم کرنے کیلئے سبوح

marfat.com

رب الملائکه والروح مقرراست۔	قدوس رب الملائکہ والروح مقرر ہے۔
پس بااستعانت ہماں شغل بہر مقامیکه از زمین و آسمان و جنت و دوزخ خواہد متوجه شده سیرآں حاصل نماید واحوال آن جا دریافت کند وبا اہل آن مقام ملاقات سازد۔(صراط مستقیم ص)	پس اس کر کی مدد سے زمین و آسمان جنت و دوزخ کے جس مقام کی چاہے اس طرف متوجہ ہو کر وہاں کی سیر کرلے اور وہاں کے حالات معلوم کرے اور وہاں کے لوگوں سے ملاقات کرے۔

دیکھئے جس چیز کے ثبوت کا یہ لوگ تمام انبیاء کرام اور خصوصاً حضور علیہ السلام کیلئے انکار کرتے ہیں۔ اسی کو ان کے امام نے خاص اولیاء کیلئے نہیں بلکہ ہر اس شخص کیلئے جو مذکورہ بالا درود وظائف پڑھے ثابت مانا ہے اور پھر اس تفصیل سے کہ زمین و آسمان جنت و دوزخ کے جس مقام کی جس وقت چاہیں سیر کریں۔ جب چاہیں وہاں کے حالات معلوم کریں ملائکہ و ارواح سے جب چاہیں ملاقات کریں اور ان کے مقامات سے آگاہ ہوں حتی کہ لوح محفوظ جس میں ہر شئی کا علم موجود ہے اس پر اطلاع پائیں اور واقعات آئندہ وماضیہ کا علم حاصل کریں۔ انصاف کیجئے کہ شغل دورہ کرنے والوں کو تو لوح محفوظ پر اطلاع ہو جائے جس میں ہر شئے کا علم موجود ہے۔ اور حضور اقدس ﷺ کو لوح محفوظ کا علم نہ ہو سکے۔ مندرجہ بالا درود و ظائف کرنے والوں کیلئے تو زمین و آسمان کے جنت و دوزخ کے قبروں کے اندر کے، ملائکہ و ارواح کے، عرش و فرش کے، حتی کہ لوح محفوظ تک کے غیبوں کا انکشاف ہو جائے اور حضور اقدس ﷺ کو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہ ہو۔

"چه بے خبرز مقام محمد عربی"

افسوس دورہ کا شغل کرنے والوں کیلئے تو یہ مانا جائے کہ وہ جب چاہیں جس وقت چاہیں زمین و آسمان، جنت و دوزخ کے جس مقام کا چاہیں حال معلوم کریں ملائکہ و ارواح سے ملاقات کریں، ان کے مقامات سے آگاہ ہوں اور واقعات آئندہ پر مطلع ہو جائیں اور حضور اقدس سید

marfat.com

عالم ﷺ کیلئے اسی کا انکار کیا جائے۔ بتائیے یہ کس درجہ کی ایمانی قوت کا کام ہے؟ کیا حب مصطفیٰ اور عظمت حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء اسی کا نام ہے؟

چند سطور کے بعد فرماتے ہیں۔

ممکن ہے کوئی صاحب یہ کہہ دے کر کہ مولوی اسماعیل نے تو صرف کشف مانا ہے۔ علم غیب نہیں مانا تو میں کہتا ہوں مطلب تو ان باتوں سے ہے جن کا عطائی علم ماننا بھی حضرات دیوبند کے نزدیک شرک ہے۔ لیکن خود ان کا امام اس سے بدر جہا زائد غیر نبی کیلئے مان رہا ہے۔ آپ اسے علم غیب نہ کہیے انکشاف غیب کہہ لیجئے بات تو وہی ہوئی کہ حضور ﷺ کیلئے ماننا شرک اور اپنے بزرگوں کیلئے ماننا ایمان۔

چند سطور کے بعد فرماتے ہیں۔

تقویت الایمان میں جب انبیاء کرام کا ذکر آیا تو صاف کہہ دیا کہ انبیاء کرام اللہ کے تعلیم دینے اور قوت بخشنے سے بھی غیب کی بات دریافت نہیں کر سکتے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ غیر نبی تو چند درود وظائف کی مدد سے لوح محفوظ جیسے عظیم الشان غیب پر اطلاع پا سکتا ہے۔ مگر حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تعلیم وعطا سے بھی غیب پر مطلع نہیں ہو سکتے۔ معاذ اللہ یہ ہے ان کے امام کا عقیدہ، چنانچہ اپنے اسی عقیدہ وایمان کو مولوی اسمٰعیل صاحب نے تقویت الایمان کے صفحہ ۸ پر یوں لکھا ہے۔

"پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کو یہ بات اپنی ذات سے ہے یا اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے (تقویت الایمان ص ۸)

یعنی چاہے یہ کہو کہ انبیاء کو علم خود بخود ذاتی ہے کسی نے ان کو دیا نہیں اور خواہ یہ کہو کہ اللہ کے عطا فرمانے سے (عطائی علم) ہے۔ بہر صورت شرک ہے۔ دیکھئے انبیاء کرام کے لئے یہ تعلیم علم غیب ماننے کو بھی شرک کہہ رہے ہیں۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دیوبندی قوم کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی بھی ہے اور عطائی بھی، دونوں قسم کے علم کو اللہ تعالیٰ کا خاصہ قرار دے کر انبیاء کرام کیلئے اس کے ماننے کو شرک کہا۔

marfat.com

اب قارئین کرام تعصب سے علیحدہ ہو کر سوچیں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی ہستی اللہ عزوجل کو صفت علم عطا کرے اور جو قرآن وحدیث، عقل وقیاس، مشاہدہ و تاریخ حقائق سے آنکھیں میچ کر ایسا نظریہ گھڑے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت علم عطائی ہے اس شخص یا گروہ کی سلامتی، ہوش وحواس کے بارے میں اہل علم وعقل کیا رائے قائم کریں گے۔

چند سطور پر لکھتے ہیں کہ مولوی اسمٰیل دہلوی۔ صراط مستقیم میں تو کشف کی صحت اور اس کے واقع کے مطابق ہونے کا اقرار کر رہے ہیں لیکن تقویت الایمان میں فرماتے ہیں۔

شرک سب عبادتوں کا نور کھو دیتا ہے۔ اور نجومی، رمال، جفار اور فال دیکھنے والے اور نامہ نکالنے والے اور کشف واستخارہ کا دعویٰ کرنے والے اس میں داخل ہیں (ص ۶۰) کہے کہ " میں نے کشف کے طور پر جنت کی سیر کی، مقامات ارواح دیکھے اور ان سے ملاقات کی حتیٰ کہ لوح محفوظ تک کی اطلاع پالی، وہ بھی مشرک ہے۔

دیکھا آپ نے یہ ہے ناحق کسی کو مشرک اور کافر بنانے کا نتیجہ کہ ایک جگہ کشف کو ایمان کہہ دیا اور دوسری جگہ شرک لکھ دیا اور قدرت نے شرک کی تقسیم کے قاسم اکبر کو خود اسی کے قلم سے کفر وشرک کی آغوش میں سلا دیا فاعتبروا یااولی الالباب

اور احقر الانام محمد عارف بنام اپنی کتاب "چشمہ آفتاب راچہ گناہ؟" کے صفحہ نمبر ۲۶ میں فرماتے ہیں "ان کور چشم ظاہر بین خود نما نفس پرستوں کی ہنگامہ آرائی کا بڑا میدان مسئلہ علم غیب ہے۔ جس کے خاصہ ذات باری کی رٹ لگا کر بہ ظاہر اللہ تعالیٰ کے بڑے خیر خواہ بنتے لیکن درحقیقت خداوند قدوس کی صفت عطاء کا انکار کرتے۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء علیہم الرحمتہ کو اپنے حسد اور بغض یا اپنی کوتاہ فہمی کا نشانہ بناتے اور ان حضرات عالی درجات کی تنقیص شان کر کے اپنے دل کے پھپھولے پھوڑتے اور اپنی عاقبت تباہ کرتے ہیں۔ ان کی عقلوں پر اس قدر دبیز پردہ پندار پڑا ہے کہ اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے کہ خداوند بے نیاز کی ساری صفتیں علم غیب، علم شہادت، حیات، سمع، بصر، کلام وغیرہ اس کی ذات کے ساتھ مختص ہیں۔ اور اسی کا خاصہ ہیں۔ اس کی کسی صفت میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں اور نہ ہو سکتا

marfat.com

ہے۔ اس کی ساری صفتیں ذاتی اور اس کی ذات کے ساتھ ازلی ابدی ہیں۔ اس کی کسی صفت میں بھی کسی کو ایک آن کیلئے ہو یا ہمیشہ کیلئے شریک اور شامل کرنا اور جاننا شرک۔ ظلم عظیم اور ناقابل معافی گناہ ہے کیونکہ مخلوق میں سے جس کسی کو جو صفت بھی ملی اور جس قدر ملی، اس کی عطاء سے ملی۔ ذاتی نہیں عطائی ہے اور عطائی صفتوں کو شرک کہنا دوسرے لفظوں میں خدا کی صفتوں کے ذاتی ہونے کا انکار اور عطائی ہونے کا اقرار ہے۔ اور اس پر اصرار اور یہ خود ظلم عظیم اور کفر ہے۔ نیز اگر اس کی عطا سے کسی کو علم غیب ہونا شرک ہے تو اس کی عطاء سے کسی کو زندہ، عالم، سننے والا، دیکھنے والا، کام کرنے والا ماننا بھی شرک ہونا چاہیے۔ اس اصول کے ماتحت تو سب کو اور خصوصاً ان ظاہر بین مفتیوں اور ان کے پیروؤں کو مردہ، جاہل، بہرا، اندھا اور گونگا ماننا پڑے گا۔ اور یہ بات تو (شاید نہیں بلکہ) ان کو بھی گوارا نہیں۔"

اور اس سے پہلے صفحہ نمبر ۲۵ میں فرماتے ہیں۔

"علم کے بعض ظاہر بین دعویدار "شرالوسواس الخناس" کے دام تزویر میں پھنس کر "بشر مثلکم" کے چکر میں الجھ کر رہ گئے اور اس "انتخاب حق" علیہ السلام کو اپنے اوپر قیاس کر لیا اور یوں سمجھے کہ ہم جیسے ہی ہیں۔ ہر لحاظ سے ہم جیسے ہیں۔ جن فضائل کے ہم اہل نہیں جن رفعتوں تک ہماری رسائی نہیں وہ ان کے حامل ہوں تو کیسے اور کیوں؟ اور سارا زور ان کے خداداد فضائل کے انکار پر لگا کر خائب و خاسر ہوئے رہ گئے "حبك الشئی يعمی ويصم" (محبت اور بلاوجہ ضد اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے) تعصب کورانہ نے حقیقت حال سے اندھا اور فرمان ایزد متعال سے بہرہ کر دیا۔ حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی حرمان نصیبی پر حسرت بھرے لہجہ میں فرماتے ہیں۔

اشقیاء راہ دیدہ بینانہ بود ۔۔۔ نیک و بد درنظر شان یکساں نمود
ہمسری با انبیاء برادشتند ۔۔۔ اولیا رابمچو خود پندا شتند
گفت انیک مابشر الیشاں بشر ۔۔۔ ما و ایشاں خوابیم و خور
ایں ندانستند ایشاں ازعمی ۔۔۔ بست فرقے درمیاں بے منتہا۔

marfat.com

ایں خورد گردد پلیدی زین جدا   واں خورد گرد دہمہ نور خدا

کار پاکاں راقیاس از خود مگیر   گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

آں یکے شیرے کہ مردم مے خورد   ایں یکے شیرے کہ مردم مے خورد

ترجمہ: بد نصیبوں کی آنکھ روشن نہ تھی ان کی نگاہ میں نیک اور بد برابر رہے انہوں نے انبیاء کے ساتھ ہمسری کا دعوی کر دیا اور اولیاء اللہ کو اپنے جیسا سمجھ لیا کہنے لگے کہ ہم بھی انسان اور وہ بھی انسان ہیں ہم بھی اور وہ بھی سوتے ہیں اور کھاتے بھی ہیں۔

وہ دل کے اندھے یہ نہ سمجھ سکے کہ ان میں اور ان کے کھانے سونے میں لاانتہا فرق ہے یہ کھاتے ہیں تو نجاست بن جاتی ہے وہ کھاتے ہیں تو نور پیدا ہوتا ہے۔ نیک لوگوں کو اپنے آپ پر قیاس نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اگرچہ شیر اور شیر لکھنے میں ایک جیسے ہوتے ہیں لیکن شیر وہ ہے جو آدمی کو لقمہ بنالیتا ہے اور شیر وہ ہے جس کو آدمی ہڑپ کر جاتا ہے۔ علامہ اقبال نے ظاہر بینی کے خطرناک نتائج کے پیش نظر ہی کہا ہے۔

ظاہر کی آنکھ سے تو نہ دیکھا کرے کوئی

ہو دیکھنا تو دیدہ دل وا کرے کوئی

آگے صفحہ نمبر ۵۰ میں فرماتے ہیں۔

جب خلوت "قاب قوسنین اوا ادنی" کا محرم راز ہی کوئی نہیں تو اوحی الی عبدہ مااوحی " کی تفصیل کا دم کون بھرے اور کیسے بتا سکے کہ کیا کہا، کیا سنا، کیا دیا، کیا لیا، کیا پڑھا، کیا پڑھایا، پھر یہ وضاحت کہ علوم اور انعامات عطائی میں وہ اسرار بھی ہیں۔ جس کا اہل اور حامل ذات پاک حبیب لبیب ﷺ کے سوا اور کوئی ہے ہی نہیں۔ وہ محب اور محبوب کے راز ہیں۔ ان کا نہ بتانا نہ لاعلمی کی علامت ہے نہ کنجوسی اور بخل۔ معترض کی زبان بندی کیلئے اور اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مقفل کرنے کے واسطے فرمادیا۔

"هٰذَا عَطَآءُنَا فَامۡنُنۡ اَوۡ اَمۡسِكۡ بِغَیۡرِ حِسَابٍ"۔   اے میرے محبوب مطلوب ﷺ یہ میری عطاء بے انتہا ہے جس کو چاہیں اس پر احسان

marfat.com

فرمادیں۔ جس سے چاہیں روک لیں۔ (آپ
سے) کوئی حساب نہ ہوگا۔

آگے صفحہ نمبر ۱۵ میں خالق اور مخلوق اور ان کے کل پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"کلی اور جزئی علم پر بحث کا بھی یہی انجام ہوتا ہے (جو علم ذاتی اور عطائی کا فرق کئے بغیر علم غیب پر بحث مباحثے اور مناظرے کرتے ہیں) یہ نہیں سمجھتے کہ جو فرق خالق اور مخلوق کی ذات میں ہے۔ وہی فرق انکی صفات اور ان کے حالات میں ہے۔

خالق موجود بالذات ازلی، ابدی، ہر شے پر محیط۔ مخلوق موجود بالعرض اور اس ہر صفت بھی مخلوق، وہ ابتداء اور انتہا میں محدود (مانا کہ آخرت یعنی بعث بعد الموت میں انسان بھی ہیسہ کی زندگی پا جائے گا لیکن ابتداء سے بے نیاز اور مبرا۔ یہ ابتداء اور انتہاء سے تو یہ بے نیاز نہیں اور نیست سے ہست ہوا ہے۔ "ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیاء مذکورا" (یعنی ایک وہ وقت تھا کہ انسان کا نام و نشان تک نہ تھا)

یہی فرق خالق اور مخلوق کے کل میں ہے اس کا کل سب پر محیط اور لاانتہا اس کا کل اسی کی طرح محدود، اس کا کل اس کی ذات کے ساتھ ہمیشہ سے موجود۔ اس کا کل اسی کی طرح مخلوق، دونوں میں مساوات اور برابری محال اور ناممکن، مخلوق کا کل لامحالہ خالق کے کل کا جزو ہی ہوگا۔ اس کو اس سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ پھر خواہ مخواہ دونوں کو گڈ مڈ کر کے بلاوجہ شرک کی نشانہ بازی اور کفر کی فتوی طرازی کر کے امت میں تفرقہ اندازی اور عوام میں دھینگا مشتی کی اکھاڑہ سازی کہاں کی دیانتداری اور ایمانداری ہے کیا علم کا یہی تقاضا ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی توضیح البیان ص ۴۰۵ میں فرماتے ہیں۔ "حضور ﷺ کے علم کلی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا کا کل علم آپ کو حاصل ہو گیا بلکہ مخلوق کا کل علم آپ کو عطا کیا گیا اور اس کی تکمیل نزول قرآن کے ضمن میں تدریجاً ہوئی اور جن احادیث کا یہ مفاد ہے کہ تمام حقائق آپ پر دفعتاً منکشف ہو گئے تھے وہ تدریج کے منافی نہیں ہے کیونکہ عالم کے احوال اور صفات یوم فیوماً بدلتے رہتے ہیں پس آسمان و زمین کے تمام حقائق آپ پر پیش کئے

marfat.com

گئے اور آپ نے انہیں جان لیا اور ان کی تفصیلات پر آپ کو تدریجاً اطلاع ہوئی۔" فاضل شہیر مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری رحمتہ اللہ علیہ نے لطیفہ بیان کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

لطیفہ: ایک دفعہ مدرسہ انوار التوحید میں شرک فروش ٹولے کے دو مولوی صاحبان بیٹھے ہوئے توحید کو پھیلانے اور شرک کو پوری دنیا سے مٹانے کی تدابیر پر غور فرما رہے تھے۔ ایک کا نام تھا مولانا شرک پھوڑ صاحب اور دوسرے مولانا بدعت توڑ صاحب کے نام سے موسوم تھے۔ گفتگو کے دوران شرک پھوڑ صاحب فرمانے لگے۔ بھائی بدعت توڑ صاحب دل چاہتا ہے کہ آج آپ سے اپنے دل کی بات کہہ دوں۔ یار کیا کہوں۔ بعض احادیث کو پڑھ کر تو میں حیران رہ جاتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ جن کو ہم پوری امت محمدیہ میں سے بہترین اور مثالی مسلمان شمار کرتے ہیں انہیں ہو کیا گیا تھا؟ یعنی صحابہ کرام کو پورا قرآن کریم پڑھ جایئے۔ اس میں کسی جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کو حکم نہیں دیا تھا کہ جب میرا آخری رسول تھوکے تو تم اسے حاصل کر کے اپنے چہروں اور کپڑوں پر مل لینا جب وہ وضو کریں تو مستعمل پانی کے قطروں کو حاصل کرنے کی خاطر ایڑی چوٹی کا زور لگا دینا۔ اگر نہ مل سکے تو جس جگہ وہ مستعمل (استعمال شدہ) پانی گرا ہو وہاں کی گیلی مٹی کو لے کر اپنے چہروں اور کپڑوں پر مل لینا۔ اگر وہ حجامت بنوائیں تو ایک ایک بال کیلئے ایسے سر توڑ کوشش کرنا کہ دیکھنے والے یہی محسوس کریں کہ گویا یہ آپس میں لڑ پڑے ہیں۔ اگر کسی کو ایک بال بھی مل جائے تو وہ اسے اپنی جان سے عزیز رکھے اور حد درجہ اس کا احترام کرے۔ کمال بات تو یہ ہے کہ اپنے گھروں میں نماز بھی اسی جگہ پڑھنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ جہاں حضور سے نماز پڑھوا لیتے تھے۔ لطف تو یہ ہے کہ اللہ کے نبی نے بھی ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ ہم نے حدیث کی تمام کتابیں کھنگال ڈالیں لیکن ہمیں تو ان میں کہیں ایسا حکم نظر نہیں آیا۔ معلوم نہیں پھر صحابہ کرام کس کے حکم سے شب و روز ایسا کرتے رہتے تھے اور غضب تو یہ ہے کہ کوئی ایک بھی انہیں اس دھندے سے روکنے والا نہ تھا۔

بھائی بدعت توڑ اگر سچی بات کہہ دوں تو سارے مسلمان لٹھ لے کر ہمارے پیچھے پڑ جائیں گے

marfat.com

جان برادر حقیقت یہ ہے کہ مجھے تو صحابہ کرام بھی بالکل بریلوی ہی نظر آتے ہیں (علامہ ضیاء اللہ قادری کی کتاب عقائد صحابہ ملاحظہ فرمائیں) عقیدت کے پردے میں جو کچھ وہ کرتے رہتے ہیں کیا یہ بریلویت نہیں ہے؟ زاویہ نظر ان کا بھی موحدانہ کم اور شرک پسندانہ ہی زیادہ محسوس ہوتا ہے ہائے افسوس جب امت کی بنیاد غلط رکھی گئی تو ساری عمارت غلط تعمیر نہ ہو گی تو اور کیا ہو گا۔

اس کے بعد تھوڑی دیر تو انہوں نے اپنے منہ پر سکوت کی مہر لگائے رکھی اور پھر ایک سرد آہ بھر کر قفل دہن کھولتے ہوئے یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں مولانا بدعت توڑ صاحب ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام عقیدت کے پردے میں ایسے کام اس لئے کر رہے ہوں کہ قیامت تک ان کے عاشق رسول ہونے کے شہرت رہے گی اور رہتی دنیا تک ان کے عشق رسول کے ڈنکے بجتے رہیں گے لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ حضور ﷺ نے ایسا کرنے سے انہیں منع کیوں نہ فرمایا؟ یہ کیوں نہ کہا کہ اے مسلمانو جب ایسا کرنے کا پورے قرآن مجید میں کسی جگہ بھی حکم نہیں دیا گیا علاوہ بریں خود میں نے بھی تمہیں ایسا کرنے کیلئے نہیں کہا اس کے باوجود تم ایسا کیوں کرتے ہو؟۔

کیا کہوں مجھے تو یوں لگتا ہے کہ حضور پر بھی بریلی والے مولوی کا شاید جادو چل گیا تھا ہو سکتا ہے کہ حضور بھی اس کی چکنی چپڑی باتوں میں آگئے ہوں کیونکہ لاکھ وہ شرک پسند سہی لیکن کم بخت کی باتوں میں مٹھاس بہت ہے مولانا بدعت توڑ صاحب نے لقمہ دیتے ہوئے فرمایا کہ شرک پھوڑ صاحب بریلی والا مولوی تو ابھی کل پرسوں پیدا ہوا تھا وہ حضور کے زمانے میں کب تھا مولانا شرک پھوڑ صاحب نے فرمایا کہ بات کچھ بھی ہو لیکن یار میں تو یہی سمجھ سکا ہوں کہ توحید کی علمبرداری کے ساتھ ساتھ بریلویت بھی خود حضور نے ہی پھیلائی تھی۔

اس کے بعد ایک سرد آہ بھرتے ہوئے مولانا شرک پھوڑ صاحب نے دردناک لہجے میں کہا اچھا یار سب کچھ جانے دو صحابہ ایسا کرتے رہے حضور بھی اس دھندے کو تعظیم کے پردے میں چھپا کر خوش ہوتے رہے کہ میرا قیصر و کسریٰ سے بھی بڑھ کر احترام کیا جا رہا ہے کیونکہ

marfat.com

یہ احترام دل کی گہرائیوں اور پورے خلوص کے ساتھ ہو رہا تھا لیکن معلوم نہیں ایسے جملہ مواقع پر خدا کو کیا ہو گیا تھا کہ دوسرے ہزاروں احکام تو نازل کرتا رہا لیکن ایک دفعہ بھی یہ وحی نازل نہیں فرمائی کہ تعظیم کے پردے میں جو پوجا پاٹ کا کاروبار کر رہے ہو اسے بند کر دو ساتھ ہی نہ اپنے نبی کو حکم دیا کہ اپنے ساتھیوں کو ایسا کرنے سے روک دو مولانا بدعت توڑ صاحب مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ خدا خود ہی شرک پسند اور بریلویت کا بانی ہے اور غالباً اسی لئے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم علیہ اسلام کیلئے سجدہ کرو (سجدہ تعظیمی سابق شریعتوں میں تھا لیکن اب منسوخ ہے کسی کیلئے بھی سجدہ تعظیمی جائز نہیں بلکہ حرام ہے)

مولانا شرک پھوڑ صاحب ابھی یہ جملہ ختم کرنے ہی پائے تھے کہ کسی کے آنے کی آہٹ محسوس ہوئی آنے والی کی صورت تو نظر نہ آئی لیکن بلند آواز سے کوئی یہ کہہ رہا تھا۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب ﷺ

اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

مولای اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق ایک سنی اور دیوبندی کا مکالمہ

زید اور عمر دونوں صاحب ایک ساتھ سفر میں کہیں جا رہے ہیں ان دونوں میں یوں گفتگو ہوتی ہے۔

زید: جناب کا مزاج کیسا ہے؟

عمرو: میں اچھا ہوں آپ تو خیریت سے ہیں۔ جناب کا مزاج کیسا ہے؟

زید: الحمد اللہ یہ ناچیز بزرگان دین کی دعا سے اچھا ہے۔ ذرا یہ تو بتائیے کہ جناب کا دولت خانہ کہاں ہے۔ اور جناب اس شدت کی گرمی کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟

عمرو: میرا غریب خانہ دیوبند ہے۔ اور اس وقت میں اپنے پیشوا اشرف علی تھانوی صاحب کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ کیا آپ مولانا اشرف علی صاحب کو جانتے ہیں؟

marfat.com

زید: جی ہاں، خوب جانتا ہوں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی وہی تو ہیں جس نے اپنی کتاب ”حفظ الایمان“ میں ایک ناپاک عبارت لکھ کر حضور سرور دو عالم ﷺ کی شان اقدس میں صریح توہین اور کھلی گستاخی کی ہے۔ کیا آپ اور آپ کی جماعت دیوبند کا پیشوا وہی ہو سکتا ہے جو سید الانبیاء حضور پر نور شفیع یوم النشور ﷺ کی شان اقدس میں صریح گالی دے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

دیوبندی: آپ عجیب آدمی ہیں آپ نے مجھے تردد میں ڈال دیا، ذرا بتایئے تو کس کتاب میں ہمارے مولانا تھانوی صاحب نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے ؟

سنی: کتاب میں ابھی دکھائے دیتا ہوں مگر آپ ذرا یہ تو بتایئے کہ اگر میں نے آپ کو پیشوا تھانوی جی کی کتاب میں وہ عبارت دکھادی تو آپ توبہ کرلیں گے۔

دیوبندی: حضرت پہلے وہ عبارت تو دکھایئے، توبہ کا مطالبہ بعد میں کرتے رہنا وہ عبارت بری ہوگی تو توبہ کرلوں گا۔

سنی: دیکھئے یہ ہے آپ کے تھانوی جی کی کتاب حفظ الایمان اور یہ ہے وہ ناپاک عبارت۔

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب ؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے“

دیوبندی: اس عبارت میں تو بظاہر بے ادبی معلوم ہوتی ہے مگر اس عبارت میں اگر لفظ ”ایسا“ تشبیہ کیلئے ہو تو اس میں کیا خرابی ہے ؟

سنی: معاذ اللہ، اس میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی شان اقدس میں صریح توہین اور کھلی گستاخی ہے۔ دیکھئے آپ کے مولوی منظور سنبھلی دیوبندی اور سابق ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند نے اپنے رسالوں میں تسلیم کیا ہے کہ اس ناپاک عبارت میں اگر ”ایسا“ تشبیہ کیلئے ہو تو یہ جسارت

marfat.com

کفری ہے اور اس میں حضور ﷺ کی شان اقدس میں توہین ہے آپ ایسا کو تشبیہ کیلئے بتاتے ہیں اور آپ کے ان دونوں دیوبندیوں نے ایسا کو تشبہہ کیلئے لینا غلط بتایا ہے۔ فرمایئے آپ اور ان دونوں میں سے کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟

دیوبندی: اچھا ہم "ایسا" کو تشبیہ کیلئے نہیں لیتے۔ ایسا کو تو "اتنا" کے معنی میں لیتے ہیں۔

سنی: معاذ اللہ "ایسا" کو "اتنا" کے معنی میں لینے کی صورت میں بھی توہین رہتی ہے۔ آپ کے دیوبند کے صدر مولوی حسین احمد صاحب نے اقرار کیا ہے کہ اگر اس عبارت میں ایسا کی بجائے اتنا ہوتا تو اس عبارت میں حضور ﷺ کی شان میں توہین کا احتمال ضروری ہوتا۔ اور صدر دیوبند نے ایسا کو تشبیہ کیلئے بیان کیا ہے۔ آپ ایسا کے معنی اتنا کے بتا رہے ہیں اور آپ کے دیوبند کے صدر ایسا کو تشبیہ کیلئے بیان کر رہے ہیں۔ اب دونوں مین کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟

دیوبندی: اچھا ہم ایسا کو نہ تشبہ کیلئے لیتے ہیں اور نہ اتنا کے معنی میں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اس عبارت میں توہین اس وقت ہوتی ہے جب اشرف علی تھانوی صاحب حضور ﷺ کیلئے علم غیب تسلیم نہ کرتے۔ ہمارے تھانوی صاحب تو حضور ﷺ کے لئے علم غیب مانتے ہیں۔

سنی: آپ یہ بیان کرتے ہیں اور آپ کے مذہبی ٹھیکیدار مولوی عبدالشکور دیوبندی ایڈیٹر النجم کا بیان یہ ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے علم غیب تسلیم نہیں کرتے ہاں اگر مولانا تھانوی صاحب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے علم غیب مانتے تو یقیناً اس عبارت میں حضور ﷺ کی شان اقدس میں توہین ہوتی۔ ذرا مہربانی کر کے فرمایئے تو کہ آپ اور ایڈیٹر النجم دیوبندی میں سے کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟

دیوبندی: تمام راستے بند دیکھ کر دیوبندی صاحب پریشان ہیں، خاموش ہیں، بدحواس ہیں۔ مولوی اسمٰعیل سنبھلی دیوبندی کی طرح روٹھ کر عجب انداز سے چپ بیٹھے ہیں (مولف)

سنی: دیکھا' آپ نے میں نے آپ کے دیوبندی مولویوں مبلغوں کے اقرار سے ثابت کر دکھایا کہ بے شک حفظ الایمان کی ناپاک عبارت میں آپ کے تھانوی صاحب نے

marfat.com

حضور ﷺ کی شان میں توہین کی ہے اب 'آپ بلا پس و پیش وبلا چوں چرا اپنے وعدے کے موافق توبہ کریں اور اپنے پیشوا تھانوی جی کو قطعاً چھوڑ دیں۔ دیوبندی (خاموش ہیں اور نہایت پریشان)

سنی: کیوں جناب آپ خاموش کیوں ہیں؟ توبہ کیجئے اور جلد توبہ کیجئے اپنے وعدے کو پورے کیجئے۔

دیوبندی: آپ کی نہایت اخلاص سے کی گئی گفتگو کا میرے دل پر اثر پڑا ہے۔ واقعی مولوی اشرف علی تھانوی نے اس ناپاک عبارت میں حضور ﷺ کی شان اقدس میں صریح گستاخی کی ہے۔ میں اس عبارت سے توبہ کرتا ہوں اور اس ناپاک عبارت کے لکھنے والے تھانوی جی کو بھی چھوڑتا ہوں۔ اب میں واپس جاتا ہوں اور دوسرے دیوبندیوں کو بھی اس گفتگو سے مطلع کروں گا۔ کیا بتاؤں دیوبند کے مولویوں نے ایسی باتوں پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ اگر مولوی تھانوی صاحب کے مریدوں دیوبندیوں کو یہ گفتگو سنادی جائے تو اکثر توبہ کر جائیں اب اس گفتگو کی تبلیغ کروں گا آپ دعا کیجئے کہ اللہ عزوجل مجھے راہ ہدایت پر قائم رکھے۔

سنی: میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل اپنے حبیب ﷺ کے طفیل سے آپ کو ہدایت پر قائم رکھے۔ آمین۔ دیکھنا حق بات کرتے رہنا اور دیوبندی مولویوں سے اپنے پرانے تعلقات منقطع کر دینا اور سچ بات کہنے میں کبھی نہ شرمانا۔ والسلام۔

نوٹ: یہ مکالمہ محمد اصغر علوی قادری ایم اے بی ایڈ کی کتاب ''گستاخان رسول ﷺ کیلئے موت کا پیغام'' کے آخر میں سے لیا گیا ہے۔ اس کتاب میں شیخ الحدیث محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد رحمتہ اللہ علیہ کے حالات زندگی ہیں اور ساتھ ہی شیخ الحدیث مولانا سردار احمد رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ''موت کا پیغام دیوبندیوں کے نام'' ہے۔ محدث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اس رسالہ میں حفظ الایمان کی کفریہ عبارت کا مدلل انداز میں رد فرمایا ہے۔ اور اوپر مکالمہ میں مذکورہ دلائل کو باحوالہ بیان فرمایا ہے۔

marfat.com

تھانوی صاحب کو اس گستاخی اور توہین سے رجوع کرنے کی توفیق تو نہ ہوئی بلکہ اس عبارت میں توہین نہ ہونے کے جواز میں بلاواسطہ اور بواسطہ علم غیب کے متعلق دلیلیں دیتے رہے کہ میری مراد یہ نہیں تھی؟ یہ تھی میرا اس مضمون کے متعلق یہ اعتقاد نہیں، یہ ہے۔ اور اپنی گستاخی کی صحیح نوعیت کا ہی تعین نہ کر سکے۔

کہ اس عبارت میں حضور نبی ﷺ کے علوم غیبیہ اگرچہ وہ جزوی علوم ہی مراد لے رہے ہیں لیکن وہ حضور نبی ﷺ کے جزوی علوم غیبیہ کو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم سے تو مماثل قرار دے رہے ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے علوم غیبیہ جزیہ کو کمالات نبوت میں سے نہ سمجھا اسی لئے ان کو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم سے مماثل قرار دیا۔

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے حضور نبی ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کو معمولی سمجھا اور عبارت سے رجوع کرنے میں حیلے بہانے کئے اپنے عزت و وقار کے خیال سے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا۔

دیوبندی مکتبہ فکر کے دوسرے مولوی صاحبان نے بھی رجوع کرنے کو اپنی گستاخی خیال کیا اور اپنی اپنی سوچ اور فکر کے مطابق توجیہات کیں اور ایک دوسرے کو ہی کافر و مشرک ثابت کر دیا۔ اور جب مناظروں میں ذلت آمیز شکستوں سے دوچار ہوئے تو خود ہی اس توہین آمیز عبارت میں اپنی اپنی پسند کی ترامیم لکھ کر بھیجتے رہے کہ حضرت اس عبارت میں یہ ترمیم کر دیں ہمیں مناظروں میں بڑی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اگر تھانوی صاحب رجوع کر لیتے تو دیوبندی مناظروں مولوی مرتضیٰ حسن، مولوی حسین احمد، مولوی عبدالشکور اور مولوی منظور کو مناظرے تو نہ کرنے پڑتے۔ تھانوی صاحب نے خود تو اپنا نامہ اعمال سیاہ کیا ہی تھا ان مناظروں نے دفاع میں مزید گستاخیاں کیں اور اپنی دیوبندی جماعت کیلئے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ذلت کا سامان کر دیا۔

مجھے یقین ہے کہ جس طرح دیوبندی حیاتی اور مماتی گروپوں میں منقسم ہو گئے ہیں اسی طرح

marfat.com

ان میں ایک گروہ ضرور پیدا ہوگا جو اپنے اکابر کی عبارات کا دفاع کرنے اور ان کو تسلیم کرنے سے انکاری ہو جائے گا۔ یہ بھی اہل سنت و جماعت کی فتح ہوگی۔ اب رسالہ الامداد مجریہ ماہ صفر ۱۳۳۶ھ صفحہ ۳۵ ایک مرید کا خواب و بیداری میں اشرف علی کا کلمہ پڑھنا اور تھانوی صاحب کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

"ایک روز کا ذکر ہے کہ "حسن العزیز" دیکھ رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ نیند نے غلبہ کیا اور سو جانے کا ارادہ کیا رسالہ حسن العزیز کو ایک طرف رکھ دیا۔ لیکن جب بندے نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو دل میں خیال آیا کہ کتاب کو پشت ہوگئی۔ اس لئے رسالہ حسن العزیز کو اٹھا کر سر کی جانب رکھ لیا اور سو گیا۔ کچھ عرصہ بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور (یعنی اشرف علی) کا نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف پڑھنے میں، اس کو صحیح پڑھنا چاہیے اس خیال سے دوبارہ پڑھتا ہوں۔ دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے (یعنی لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ) دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی، زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب و بیداری میں حضور ہی کا خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا کہ تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے، اس واسطے کہ پھر ایسی کوئی غلطی نہ ہو جائے بایں خیال، بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لے کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں، خواب نہیں لیکن بے اختیار

ہوں، مجبور ہوں، زباں اپنے قابو میں نہیں، اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی، خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں"۔

تھانوی صاحب کا جواب "اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہوئے وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے"۔

تھانوی صاحب کی اس عبارت میں ہم اپنی رائے دیں گے تو سو طرح سے حیل وحجت کریں گے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ کسی بڑے دیوبندی عالم کی رائے ہی بیان کر دی جائے۔ فاضل دیوبند مولانا سعید احمد اکبر آبادی سابق پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ مدیر "برہان" کی تنقید ملاحظہ فرمایئے۔

"اپنے معاملات میں تاویل و توجیہہ اور اغماض و مسامحت کرنے کی مولانا (اشرف علی تھانوی) میں جو خو تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی مرید نے مولانا کو لکھا کہ میں نے رات خواب میں دیکھا کہ میں ہر چند کلمہ تشہد صحیح ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن ہر بار ہوتا یہ ہے کہ لاالہ الااللہ کے بعد اشرف علی رسول اللہ منہ سے نکل جاتا ہے ظاہر ہے اس کا صاف اور سیدھا جواب یہ تھا کہ یہ کلمہ کفر ہے، شیطان کا فریب اور نفس کا دھوکہ ہے تم فوراً توبہ کرو اور استغفار پڑھو لیکن مولانا تھانوی صرف یہ فرما کر بات آئی گئی کر دیتے ہیں کہ تم کو مجھ سے غایت محبت ہے اور یہ سب اسی کا نتیجہ و ثمرہ ہے۔"
(برہان دہلی فروری ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۰۷)

اس عبارت پر اگر اہل سنت و جماعت کچھ لکھتے ہیں تو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔

۱۔ معاذاللہ تعالیٰ مولانا تھانوی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔

۲۔ اور صاحب واقعہ کو سرزنش اور تنبیہ نہیں کی حالانکہ وہ اس کا مستحق تھا اور اس کو توبہ واستغفار اور تجدید ایمان و نکاح کی تلقین بھی کی جب کہ قائل کافر تھا اور حضرت تھانوی

marfat.com

اس کے کفر پر خوش اور راضی رہے اور انکار نہ کیا لہذا وہ بھی کافر ہو گئے کیوں کہ رضا بالکفر کفر ہے۔

۳۔ ایسے شیطانی وسوسہ کو حالت محمودہ پر کیوں حمل کیا اور اس کی تعبیر کیوں دی گئی؟

٤۔ آدھا واقعہ تو خواب میں تھا جب کہ باقی کا واقعہ تو حالت بیداری کا تھا پھر اس پر حالت خواب کی مثالیں کس طرح پیش کی جا سکتی ہیں؟ حالتِ خواب میں اگر سارا واقعہ ہوتا تو پھر تو جرم سنگین نہیں کہ بیدار ہو کر اللہ سے اس شیطانی وسوسے سے پناہ مانگ لیتا لیکن وہ تو حالت بیداری میں باحوش وحواس پڑھ رہا ہے۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۶۴ میں ہے۔

''یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولے اور اس سے کچھ اور معنی مراد لے''

نوٹ: تفصیلی معلومات کیلئے حکیم مشرق علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی کی کتاب ''خون کے آنسو'' کا مطالعہ کریں۔

marfat.com

حضور نبی کریم ﷺ کا بعطائے الٰہی شاہد و شہید ہونا

حضور ﷺ کے فضائل و کمالات سے جن کو چڑ ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی صفت شاہد و صفت بصیر و علیم، حضور سرور کونین ﷺ کی صفت شاہد و شہید اور امت محمدیہ علیہ تحیۃ والثناء کی صفت شہید پر غور و فکر نہیں کرتے۔ یہ نہیں سوچتے کہ جیسا موصوف ہوتا ہے ویسی اس کی صفات ہوتی ہیں تو پھر کس طرح اللہ تعالیٰ کی کسی صفت میں کوئی اس جیسا ہو سکتا ہے۔ حضور نبی پاک کی صفت شاہد و شہید میں امتی کس طرح شریک ہو سکتے ہیں۔

یہ متفق علیہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے کمالات عالیہ میں کوئی دوسرا آپ کا شریک نہیں تو پھر حضور سرور کونین شافع روز محشر کی صفت شاہد و شہید میں کوئی دوسرا کس طرح آپ کا شریک ہو سکتا ہے؟ اس کے ثبوت میں میں آپ کے کمالات عالیہ کو ہی پیش کرتا ہوں تاکہ امت کیلئے جو لفظ شاہد آیا ہے اس کو حضور سرور کونین ﷺ کی صفت شاہد سے ملاتے ہوئے انہیں شرم محسوس ہو۔

پ ا سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۰۴ میں ہے۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝	اے ایمان والو راعنا نہ کہو۔ اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے

یہاں صرف اہل ایمان کو خطاب ہے کہ عرض کریں اور حضور سے کیا عرض کریں؟ حضور ہم پر نظر رکھیں۔

پ ا سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۱۹ میں ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۝	بے شک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور تم سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہوگا۔

marfat.com

پ ۲ سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۴۴ میں ہے۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ حَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ۔

(اے نبی اکرم ﷺ) ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف اور اے مسلمانو۔ تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو۔

پ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۵۳ میں ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔ (الغرض حضور ﷺ کی تمام رسولوں پر درجوں فضیلت ثابت ہے۔)

پ ۳ سورہ ال عمران آیت نمبر ۳۱ میں ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

پ سورہ آل عمران آیت نمبر ۸۱، ۸۲ میں ہے

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ۝ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ

marfat.com

ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ٥

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا، جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں، تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

یہاں عہد کن سے لیا جا رہا ہے؟ تمام پیغمبروں سے۔ اور حضور ﷺ پر ایمان لانے کا کب کہا جا رہا ہے۔ جب حضور ان تمام کے بعد تشریف لا چکے ہوں اور ان تمام کی کتابوں کی تصدیق فرما چکے ہوں۔ ایسا کب ہوا؟ معراج شریف کی رات ہوا۔ جب تمام پیغمبر مسجد اقصیٰ میں حضور ﷺ پر ایمان لائے۔ آپ کے پیچھے نماز ادا کی اور اس سے پیغمبروں کے عالم برزخ میں مدد فرمانے کا بھی ثبوت ملا۔ انبیاء کے عالم برزخ میں زندہ ہونے مختلف مقامات پر ہونے کا بھی ثبوت ملا۔ اس سے حضور ﷺ پر اس اعتراض کا بھی جواب ملا کہ حضور سرور کونین ﷺ کو تمام پیغمبروں کا علم نہیں تھا۔

بخاری شریف کتاب الرقات کے باب "یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَیْرِ حِسَابٍ" میں ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھ پر امتیں پیش کی گئیں۔ پس ایک نبی گزرنے لگا اور اس کے ساتھ اس کی امت تھی ایک نبی ایسا بھی گزرا کہ اس کے ساتھ ایک ہی امتی تھا ایک نبی کے ساتھ دس آدمی۔ ایک نبی کے ساتھ پانچ سو۔ ایک نبی صرف تنہا۔ میں نے نظر دوڑائی تو ایک بڑی جماعت نظر آئی۔ میں نے پوچھا، اے جبرائیل کیا یہ میری امت ہے کہا کہ یہ نہیں بلکہ آپ افق کی جانب توجہ فرمائیں۔ میں نے دیکھا تو وہ بہت ہی بڑی جماعت تھی۔ کہا کہ یہ آپ کی امت ہے اور یہ جو ستر ہزار ان کے آگے ہیں ان کا نہ حساب ہے نہ عذاب۔ میں نے پوچھا کہ کس وجہ سے؟ کہا کہ یہ لوگ داغ نہیں لگواتے،

marfat.com

غیر شرعی جھاڑ پھونک نہیں کرتے، شگون نہیں لیتے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عکاشہ بن محصن کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے ان میں شامل فرمالے۔ آپ نے دعا کی کہ اے اللہ اسے ان میں شامل فرما پھر دوسرا آدمی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان میں شامل فرمالے۔ فرمایا کہ عکاشہ تم سے سبقت لے گئے۔

یہ حدیث مشکوۃ شریف کتاب الرقاق کے باب توکل اور صبر کا بیان" میں بھی ہے (متفق علیہ) اس حدیث سے واضح ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو انبیاء کرام کا علم دیا جارہا ہے۔ ان انبیاء کرام جن کے ساتھ ایک امتی دس امتی پانچ سو امتی اور اسی طرح کئی دوسرے انبیاء اور ان کے امتیوں کی تعداد کا علم قرآن پاک میں نہیں۔ لیکن عطا ہو رہا ہے۔ اس حدیث سے نبی کریم ﷺ کے اختیار کا بھی پتہ چلتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے سامنے تمام امتوں کے پیش ہونے کی کئی احدیث ہیں۔ چند ایک پہلے بھی بیان۔

دیلمی کی حدیث ہے۔

مثلت لی الدنیا بالماء والطین فعلمت الاشیاء کلها. میرے سامنے یہ دنیا آب و گل کے ساتھ پیش کی گئی تو ساری اشیاء کو میں نے جان لیا۔

پ ۴ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۵۹ میں ہے۔ س

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝

تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کیلئے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو پھر اللہ پر بھروسہ کرو۔ بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

marfat.com

حضور ﷺ کی شفاعت کے منکرین کو اس آیت کریمہ میں غور و فکر کرنا چاہیے اور جو اس بات پر اعتراض کرتے ہیں اگر حضور ﷺ کو علم غیب ہوتا تو آپ فلاں سے مشورہ فرماتے فلاں کی بات مانتے۔ ان کیلئے بھی مقام غور ہے۔ اور اس آیت میں یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ حضور ﷺ خود اپنی مرضی سے بھی اللہ کے بھروسہ پر کسی کام کے کرنے کا ارادہ فرمالیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشا وہی ہوتی۔ اگر وہ نہ ہوتی تو بذریعہ وحی آگاہ کر دیا جاتا۔

پ ۴ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۶۴ میں ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

پ سورہ النساء آیت نمبر ۶۴ میں ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اور آگے آیت نمبر ۶۵ میں ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی

marfat.com

سے مان لیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ وہ مسلمان نہ ہوں گے جو آپ کو آپس کے جھگڑوں میں حاکم نہ بنائیں اور دوسری طرف معترضین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ نے فلاں جھگڑے کا فیصلہ غلط دے دیا۔ اگر آپ نے ہی غلط فیصلے دینے تھے تو آپ کو اللہ کی طرف سے یہ حکم کبھی جاری نہ ہوتا۔ حتی یُحَکِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ

پ ۵ سورہ لنساء آیت نمبر ۸۰،۷۹ میں ہے۔

وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۝ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۝ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا۝

اور اے محبوب ہم نے تمہیں سب لوگوں کیلئے رسول بھیجا اور اللہ کافی ہے گواہ جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا اور کہتے ہیں ہم نے حکم مانا پھر جب تمہارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو ان میں ایک گروہ جو کہہ گیا تھا اس کے خلاف رات کو منصوبے گانٹھتا ہے اور اللہ لکھ رکھتا ہے ان کے رات کے منصوبے تو اے محبوب تم ان سے چشم پوشی کرو اور اللہ پر بھروسہ کرو اور اللہ کافی ہے کام بنانے والا۔

معترضین اعتراض کرتے ہیں کہ حضور کو فلاں چیز کا علم نہ تھا۔ فلاں جھگڑے کا فیصلہ غلط کیا۔ منافقین کا علم نہ تھا۔ ان آیات میں ان تمام اعتراضات کا رد ہے کہ حضور ﷺ کا فیصلہ اللہ کے حکم کے مطابق ہوتا کیونکہ آپ کی ہر بات وحی الٰہی ہوتی۔ اور کچھ معاملات میں اللہ کی طرف سے آپ کو چشم پوشی فرمانے کا حکم تھا۔ اس سے حضور سرور کونین ﷺ کیلئے عدم علم ثابت کرنا جہالت ہے۔

پ سورہ النساء آیت نمبر ۱۱۵ میں ہے۔

marfat.com

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًاO

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

یعنی راہ سنت سے ہٹنے والا اور سواد اعظم اہل سنت و جماعت سے الگ ہونے والا دوزخی ہے۔

پ ۶ سورہ النساء آیت نمبر ۱۷۴ میں ہے۔

يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًاO

اے لوگو بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا۔

پ ۶ سورہ المائدہ آیت نمبر ۱۵ میں ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌO

بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

پ ۹ سورہ الانفال آیت نمبر ۱۳ میں ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔

اور جو اللہ اور اس کے رسول سے مخالف کرے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

پ ۹ سورہ الانفال آیت نمب ۱۷ میں ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔

اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

پ ۹ سورہ الانفال آیت نمبر ۲۰ میں ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور سن سنا کر اس سے نہ پھرو۔

marfat.com

تُسْمَعُوْنَ٥

پ۹ سورہ الانفال آیت نمبر ۲۴ میں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو، جب رسول تمہیں اس چیز کیلئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔

پ۱۰ سورہ التوبۃ آیت نمبر ۶۳ میں ہے۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ۝

کیا انہیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کا تو اس کیلئے جھنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا۔ یہی بڑی رسوائی ہے۔

پ۱۱ سرہ التوبۃ آیت نمبر ۱۲۸ میں ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ٥

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔

اللہ تعالیٰ رؤف بھی ہے اور رحیم بھی ہمارے نبی پاک ﷺ بھی رؤف اور رحیم ہیں۔

پ۱۵ سرہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۷۹ میں ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا٥

اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

پ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۲،۱ میں ہے۔

marfat.com

طٰهٰ ۝ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى ۝

اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن اس لئے نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔

پ ۱۷ الانبیاء آیت نمبر ۱۰۷ میں ہے۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۝

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کیلئے۔

پ ۱۸ سورہ النور آیت نمبر ۵۶ میں ہے۔

وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ۔

اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اس امید پر کہ تم پر رحم ہو۔

پ ۱۸ سورہ النور آیت نمبر ۶۳ ہے۔

لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا۔

رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

پ ۲۱ سورہ العنکبوت آیت نمبر ۴۸ میں ہے۔

وَمَا كُنۡتَ تَتۡلُوۡا مِنۡ قَبۡلِهٖ مِنۡ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيۡنِكَ اِذًا لَّارۡتَابَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ۔

اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے۔

۲۱ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۲۱ میں ہے۔

لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ۔

بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

پ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۳۶ میں ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّلَا مُؤۡمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗۤ اَمۡرًا اَنۡ يَّكُوۡنَ لَهُمُ الۡخِيَرَةُ مِنۡ اَمۡرِهِمۡ وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ ورسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم

marfat.com

وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا۝	نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بے شک صریح گمراہی بھکا۔

پ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۵۶ میں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۝	بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی اکرم ﷺ پر۔ اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

پ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۳۲ میں ہے۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ	اے نبی کی بیو یو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

پ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۴۰ میں ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ	محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

پ ۲۲ سورہ یٰسین آیت نمبر ۱ تا ۴ میں ہے۔

یٰسٓ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۝ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۝	حکمت والے قرآن کی قسم تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو۔

پ ۲۶ سورہ الفتح آیت نمبر ۱۰ میں ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ	وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

پ ۲۶ سورہ الفتح آیت نمبر ۲۸ میں ہے۔

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ	وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے

marfat.com

دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ۔	دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔

پ ۲۶ سورہ الحجرات آیت نمبر ۱، ۲ میں ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ کَجَهۡرِ۔	اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتا جانتا ہے اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس نبی کی آواز سے، اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو۔
بَعۡضِکُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُکُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ۔	جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

پ ۲۷ سورہ النجم آیت نمبر ۳، ۴ میں ہے۔

وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی۝ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی۝	اور وہ (رسول اکرم ﷺ) کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

پ ۲۸ سورہ الحشر آیت نمبر ۷ میں ہے۔

وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَمَا نَهٰىكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ۝	اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

پ ۲۸ سورہ الصف آیت نمبر ۹ میں ہے۔

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَ	وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے

marfat.com

دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ وَلَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ٥	دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے پڑے برا مانیں مشرک۔

پ ۲۹ سورہ القلم آیت نمبر ۱ تا ۴ میں ہے۔

نٓ وَالۡقَلَمِ وَمَا یَسۡطُرُوۡنَ۝ مَا اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّکَ بِمَجۡنُوۡنٍ۔ وَاِنَّ لَکَ لَاَجۡرًا غَیۡرَ مَمۡنُوۡنٍ۔ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ٥	قلم اور ان کے لکھنے کی قسم، تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔ اور ضرور تمہارے لئے بے انتہا ثواب ہے۔ اور بے شک تمہاری خو بڑی شان کی ہے۔

پ ۳۰ سورہ الم نشرح آیت نمبر ۴ میں ہے۔

وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ٥	اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا۔

ان آیات کی تشریح اور مزید آیات کیلئے ملاحظہ فرمائیں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن"۔

اور ابن تیمیہ الصارم المسلول (دار الفکر) ص ۴۱ میں فرماتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اور اس کے علاوہ ان آیتوں میں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے اسم مبارک کو اپنے نام کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ حق خدائے قدوس اور حق رسول کریم ﷺ کے تلازم اور اس چیز کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی عزت و حرمت کی جہت ایک ہی ہے۔ پس جس نے رسول کریم ﷺ کو اذیت دی۔ بے شک اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی اور جس نے آپ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اس لئے کہ امت کا اللہ تعالیٰ سے تعلق اور رابطہ حضور ﷺ کے ہی واسطے سے ہے۔ ان میں سے کسی کیلئے حضور ﷺ کے بغیر نہ کوئی راستہ ہے اور نہ کوئی سبب اور بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور کو امر، نہی، اخبار اور بیان میں اپنی ذات کے قائم مقام فرمایا اور حضور ﷺ اللہ کے نائب اعظم ہیں۔ لہذا ان امور میں سے کسی چیز میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان تفریق کرنا جائز نہیں۔

marfat.com

نیز لکھتے ہیں۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کے ذریعے ہمیں ہدایت فرمائی اور آپ ہی کے طفیل ہمیں اندھیرے سے اجالے کی طرف نکالا اور حضور ﷺ کی رسالت و سفارت کی برکت اور سعادت سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائی عطا فرمائی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضور ﷺ ایسے بلند مقام پر فائز ہیں کہ عقول (عقلیں) اس کا ادراک کرنے سے قاصر ہیں۔ اور زبانیں اس کی معرفت اور وصف بیان کرنے سے عاجز ہیں۔"

(الصارم المسلول ص ۲) بحوالہ "معجزات و کرامات" علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری۔

اللہ تعالیٰ تو حضور سرور کونین شافع روز محشر کو بے مثل صفات و کمالات سے نوازے اور دیوبندیوں وہابیوں کے پیر و مرشد تقویۃ الایمان ص ۷۴ میں فرماتے ہیں۔ "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"

الغرض حضور ﷺ کی صفت شاہد و شہید میں آپ کا کوئی شریک نہیں اسی طرح دوسری صفات و کمالات میں کوئی دوسرا آپ کا شریک نہیں۔ میں نے اپنی کتاب "سرور کونین ﷺ کی بشریت و نورانیت" میں حضور ﷺ کے تمام عالموں میں معجزات، تصرفات اور کمالات بیان کئے ہیں۔ چند احادیث یہاں بھی بیان کر دیتا ہوں۔

بخاری شریف کتاب الجہاد والسیر میں ہے۔

"حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ جس کا بھلا کرنا چاہتا ہے تو اسے دین کی سمجھ بوجھ عنایت فرما دیتا ہے۔ اور دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن بانٹنے والا میں ہوں۔ اور یہ امت ہمیشہ اپنے مخالفین پر غالب رہے گی یہاں تک کہ قیامت آجائے گی اور وہ غالب ہی رہیں گے"۔

اس سے اگلی حدیث میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا اُعْطِیْكُمْ	حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں نہ ذاتی طور پر تمہیں

marfat.com

وَلَا اَمْنَعُكُمْ اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَيْثُ اُمِرْتُ۔	کچھ دیتا ہوں اور نہ کوئی چیز لینے سے تمہیں روکتا ہوں بلکہ میں تو (خدا کی طرف سے) بانٹنے والا ہوں۔ جہاں جس چیز کے رکھنے کا حکم ہوتا ہے۔ وہاں رکھ دیتا ہوں۔

مخالفین خصائص مصطفی ﷺ یہاں یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ صرف کتاب و حکمت (علم) کو تقسیم فرماتے ہیں نہ کہ دوسری نعمتیں۔ میں چند مثالیں پیش کرتا ہوں جس سے ثابت ہوگا کہ جہاں آپ علم قرآن تقسیم فرماتے ہیں۔ آپ دوسرے شعبہ ہائے زندگی میں بھی تصرف کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ گھوڑوں کو اچھا کھلائیں پلائیں مالش کریں تو اس سے گھوڑے چست اور تیز رفتار ہو جاتے ہیں۔ لیکن حضور ﷺ جس گھوڑے پر بیٹھتے ہیں وہ آپ کے بیٹھنے کی برکت سے اتنا تیز رفتار ہو جاتا ہے کہ کوئی دوسرا گھوڑا پھر اس سے آگے نہیں نکلتا۔

بخاری شریف کتاب الجہاد والیسر کے باب "السرعة والركض فی الفزع" میں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو خطرہ محسوس ہوا تو رسول اللہ ﷺ حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے اور اس مٹھے گھوڑے پر آپ گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے تنہا ادھر جا پہنچے۔ آپ کے بعد دوسرے آدمی بھی گھوڑوں پر سوار ہو کر معلوم کرنے کیلئے نکلے تو واپس لوٹتے ہوئے آپ نے ان سے فرمایا ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے اور یہ گھوڑے کی طرح (تیز رفتار) ہے اس روز کے بعد سے کوئی گھوڑا اس گھوڑے سے آگے نہیں نکل سکا۔

کسی کی عمر دراز ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور عام طور پر اگر کسی انسان کی صحت اچھی ہو، خوراک اچھی ہو۔ جسمانی ورزش اور سیر کرتا ہو، بری محبت اور بری عادات سے پرہیز کرتا ہو تو ان چیزوں کو اس کی عمر دراز ہونے کی وجہ بیان کرتے ہیں۔

اب ایک حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں اور حضور قاسم نعمت الٰہی ﷺ کے کمالات کے معترف ہو جائیں۔ بخاری شریف کتاب الجہاد والسیر کے باب "من تكلم بالفارسية والرطانية" میں

marfat.com

ہے۔

حضرت ام خالد بنت خالد بن سعید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے والد محترم کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اور میں نے زرد رنگ کی قمیض پہنی ہوئی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ سنہ، سنہ، حضرت عبداللہ بن مبارک کا قول ہے کہ حبشی زبان میں حسنہ یعنی اچھی کو سنہ کہتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ پھر میں مہر مبارک سے کھیلنے لگی تو میرے والد ماجد نے مجھے ڈانٹا اس پر رسول ﷺ نے فرمایا۔ اسے کھیلنے دو۔ اس کے بعد حبیب پروردگار نے کن کی کنجی سے فرمایا۔ لباس پرانا کر اور پھاڑ، پھر پرانا کر اور پھاڑ، پھر پرانا کر اور پھاڑ (یعنی لمبی عمر پائے) حضرت عبداللہ بن مبارک کا قول ہے کہ ان کی درازی عمر کا لوگوں میں چرچا ہوتا تھا۔

بخاری شریف کتاب الانبیاء میں ہے

حضرت جعید بن عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سائب بن یزید کو چورانے سال کی عمر میں تندرست و توانا دیکھا۔ پھر فرمایا کہ میں تو یہی جانتا ہوں کہ میری سماعت وبصارت رسول اللہ ﷺ کی دعا سے فیض یاب ہیں۔ میری خالہ مجھے لے کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں۔ یارسول اللہ۔ یہ میرا بھانجا ہے بیمار رہتا ہے۔ تو آپ نے میرے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

بخاری شریف کتاب المغازی کے باب "غزوہ خیبر" میں ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ہمراہ خیبر کی جانب نکلے۔ ہم رات کے وقت سفر کر رہے تھے کہ ہم میں سے ایک آدمی نے (میرے بھائی) حضرت عامر سے کہا۔ اے عامر۔ آپ ہمیں اپنے شعر کیوں نہیں سناتے؟ حضرت عامر شاعر آدمی تھے۔ چنانچہ وہ نیچے اتر آئے اور لوگوں کے سامنے یوں حدی خوانی کرنے لگے؟

تو ہدایت گر نہ فرماتا میرے پروردگار — کیسے بن سکتے تھے ہم بندے طاعت گزار
زندگی بھر دین پر قربان ہم ہوتے ہیں — دشمنوں کے بالمقابل دے ہمیں صبر و قرار
ہم پہ نازل کر سکینہ، اے میرے رب غفور — کافروں کے دین باطل سے رہیں ہم در کنار

marfat.com

حملہ آور ہم پہ ہو جاتے ہیں ظالم بار بار ---------------------

پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ حدی خوانی کرنے والا کون ہے؟ لوگ عرض گزار ہوئے کہ عامر بن اکوع ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ اس پر رحم فرمائے۔ ہم میں سے ایک شخص (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کہنے لگا کہ ان کیلئے شہادت واجب ہو گئی۔ یا نبی اللہ۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ ہمیں ان سے اور فائدہ حاصل کر لینے دیتے۔ بہر حال ہم خیبر پہنچ گئے اور ہم نے یہودیوں کا محاصرہ کر لیا اس دوران زادراہ کی قلت کے باعث بھوک نے ہمیں خوب تنگ کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر ہمیں فتح عنایت فرمائی۔ جس روز ہم فتح یاب ہوئے اس روز شام کو ہم نے بڑی آگ جلائی تو نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیسی آگ ہے؟ اس پر تم کیا پکا رہے ہو؟ لوگوں نے جواب دیا گوشت۔ دریافت کیا کہ کس چیز کا گوشت ہے؟ عرض گزار ہوئے کہ پالتو گدھوں کا۔ نبی کریم نے فرمایا۔ یہ گوشت پھینک دو اور ہانڈیاں توڑ دو۔ ایک شخص عرض گزار ہوا۔ یارسول اللہ۔ کیا گوشت پھینک کر ہانڈیاں دھو ڈالیں؟ فرمایا چلو اس طرح کر لو۔ جب مسلمانوں نے صف بندی کی تو چونکہ حضرت عامر کی تلوار چھوٹی تھی۔ لہذا دوران جنگ انہوں نے تلوار ماری تو ایک یہودی کی پنڈی پر تھی۔ لیکن اچھٹ کر اس کی دھار ان کے اپنے گھٹنے کی چپنی پر آ لگی جس کے باعث یہ جان بحق ہو گئے۔ حضرت سلمہ کا بیان ہے کہ جب واپس لوٹنے لگے تو مجھے افسردہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں عرض گزار ہوا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عامر کے اعمال ضائع ہو گئے ہیں؟ نبی کریم نے فرمایا جس نے یہ کہا اس نے غلط کہا ہے اس کیلئے تو دوگنا اجر ہے۔ پھر اپنی دو انگلیوں کو جمع کر کے فرمایا۔ وہ راہ خدا میں جانفشانی کرنے والا مرد تھا چلنے پھرنے والے عربی لوگوں میں ایسے جوانمرد کم ہیں۔ قتیبہ نے حاتم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ایسا کوئی عربی پیدا نہیں ہوا۔

الغرض حضور قاسم نعمت ﷺ نے حضرت عامر کو شہادت کا بلند و اعلیٰ رتبہ عطا فرمایا۔ بے شک آپ نے بے شمار بیماریوں کے علاج بتائے ہیں جو کہ احادیث میں موجود ہیں۔ محدثین

marfat.com

نے باقاعدہ طب کے موضوع پر احادیث اکٹھی کی ہیں۔ اور طب نبوی کے موضوع پر باقاعدہ کتب بھی موجود ہیں۔ لیکن ایسے کسی نے شفا نہیں بانٹی کہ دم فرمایا اور ٹوٹی ہڈی جڑ جائے۔ ہاتھ پھیرا اور زخم ٹھیک ہو جائے۔

بخاری شریف ابواب المغازی کے باب "غزوہ خیبر" میں ہے۔

یزید بن ابو عبید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی پر زخم کا ایک نشان دیکھا تو دریافت کیا کہ اے ابو مسلم۔ یہ نشان کیسا ہے؟ فرمایا، یہ مجھے غزوہ خیبر میں زخم آیا تھا۔ لوگ تو یہی کہتے تھے کہ سلمہ کا آخری وقت آپہنچا ہے۔ لیکن میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔ پس آپ نے اس پر تین مرتبہ دم فرمایا تو مجھے اب تک کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عتیک اور حضرت علی کا واقعہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

علم و حکمت مسلسل محنت، کسی استاد سے حاصل کرنے سے حاصل ہونے کو تو سب مانتے ہیں لیکن سینہ مبارک سے لگانے سے علم و حکمت عطا ہوتی بھی دیکھئے۔

بخاری شریف کتاب المناقب کے باب "ذکر ابن عباس رضی اللہ عنہما" میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اپنے مبارک سینے سے لگا کر دعا کی۔ اے اللہ۔ اسے حکمت سکھادے اس دعا کی برکت سے آپ رئیس المفسرین اور حبر امت بن گئے۔

ترمذی شریف ابواب المناقب کے باب "مناقب انس بن مالك رضى الله عنه" میں ہے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! انس بن مالک آپ کے خادم ہیں اللہ تعالیٰ سے ان کیلئے دعا کیجئے۔ آپ نے دعا مانگی یا اللہ۔ ان کے مال، اولاد اور جو کچھ ان کو عطا فرمائے۔ اس میں برکت عطا فرما۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور مشکوٰۃ شریف باب جامع المناقب کی پہلی فصل میں ہے۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ اسے مال و اولاد کی کثرت دینا اور جو عطا فرمائے۔ اس میں برکت دینا۔ حضرت انس نے فرمایا کہ خدا کی قسم میرے پاس کثرت سے مال ہے۔ نیز آج میرے بیٹوں اور اور پوتوں کی تعداد سو

marfat.com

سے تجاوز کر گئی ہے۔ (متفق علیہ)

صحیح بخاری شریف کتاب الانبیاء میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں عرض گذار ہوا۔ یا رسول اللہ میں نے آپ کی بہت ساری حدیثیں سنی ہیں لیکن یاد کچھ نہیں رہتا۔ فرمایا، اپنی چادر پھیلاؤ میں نے پھیلا دی۔ آپ نے اپنے ہاتھوں سے اس میں لپ بھر کر ڈالی اور فرمایا کہ اسے اپنے جسم سے لگالو۔ پس میں نے لگالی تو اس کے بعد میں کبھی کسی حدیث کو نہیں بھولا۔

اسی مفہوم کی حدیث صحیح مسلم شریف کتاب فضائل الصحابۃ کے باب من فضائل ابی ہریرہ الدوسی رضی اللہ عنہ میں بھی ہے۔

ترمذی شریف ابواب المناقب "مناقب عبدالرحمن بن عوف بن عبدعوف الزهری رضی الله عنه" میں ہے۔

عبدالرحمن بن حمید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید نے ایک مجلس میں ان سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ دس آدمی جنت میں (جائیں گے)۔ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عثمان غنی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمن، حضرت ابو عبیدہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ راوی فرماتے ہیں۔ حضرت سعید بن زید نو آدمیوں کا نام گن کر دسویں سے خاموش ہو گئے۔ لوگوں نے کہا ابو اعود ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتے ہیں (بتایئے) دسواں کون ہے؟ انہوں نے فرمایا تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دی ہے۔ ابو اعود جنتی ہے۔ یعنی میں خود دسواں آدمی ہوں۔

بخاری شریف کتاب المغازی کے باب "غزوة ذی الخلصة" میں ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم مجھے ذوالخلصہ کے فکر سے نجات نہیں دلاؤ گے؟ میں عرض گذار ہوا۔ کیوں نہیں، میں قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو سوار لے کر چل دیا۔ وہ سارے گھڑ سوار تھے اور میں گھوڑے پر اچھی

marfat.com

طرح بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ میں نے اس بات کا نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا۔ پس آپ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا تو میں نے آپ کے دست انور کا اثر اپنے سینے میں محسوس کیا اور پھر آپ نے یہ دعا مانگی اے اللہ۔ اس کو ٹھہرا دے اور اسے ہدایت کرنے والا نیز ہدایت یافتہ بنا دے۔ یہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں کبھی گھوڑے سے نہیں گرا۔

حضور ﷺ کے دل اور باطن میں تصرف فرمانے کی احادیث بکثرت ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں وہ حدیث جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا۔ اتنے میں ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس نے نماز پڑھنا شروع کر دی پس اس نے نماز میں اس طرح قرآن پڑھا جو میرے لئے نیا تھا۔ پھر ایک دوسرا شخص داخل ہوا اور اس کی قرات پہلے شخص سے بھی مختلف تھی جب میں نماز پڑھ چکا تو ہم سب رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ اس شخص نے قرآن پاک اس طرح پڑھا جو میرے لیے نیا تھا پھر دوسرا شخص داخل ہوا اس نے پہلے صحابی سے بھی مختلف طریقے پر قرأت کی حضور اکرم ﷺ نے ان دونوں کو حکم دیا۔ ان دونوں نے قرآن پاک پڑھا اور حضور ﷺ نے ان دونوں کی تحسین فرمائی۔ اس وقت میرے دل میں زمانہ جاہلیت سے بھی زیادہ حضور کی تکذیب واقع ہوئی۔ جب حضور نبی کریم ﷺ نے میرے دل کی کیفیت کو دیکھا تو آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا۔ جس سے میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میں حضرت حق جل شانہ کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ (صحیح مسلم شریف ج ا ص ۲۷۳)

ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں۔

ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال جب نبی کریم ﷺ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے تو فضالہ بن عمر اللیثی نے حضور نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کا ناپاک ارادہ کیا۔ جب وہ حضور ﷺ کے قریب ہوا تو آپ نے فرمایا تو فضالہ ہے؟ عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فضالہ ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ کیا سوچ رہے تھے کہا کچھ نہیں، میں تو اللہ تعالی کا ذکر کر رہا تھا۔

marfat.com

حضور ﷺ نے ہنس کر فرمایا۔ اللہ سے بخشش مانگ پھر آپ نے دست اقدس فضالہ کے سینے پر رکھ دیا تو انہیں سکون قلبی مل گیا۔ حضرت فضالہ کہا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم کہ ابھی سرکار نے اپنا دست اقدس میرے سینے سے نہیں اٹھایا تھا کہ میری حالت یہ ہو گئی کہ پوری کائنات میں حضورت نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر مجھے کوئی چیز زیادہ محبوب اور پیاری نہ تھی۔

صحیح مسلم شریف کتاب فضائل الصحابۃ کے باب من فضائل ابی ہریرہ الدوسی رضی اللہ عنہ میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی ماں کو اسلام کی طرف دعوت کرتا تھا اور وہ مشرکہ تھی ایک دن میں نے اسے اسلام کیلئے کہا، اس نے حضور ﷺ کی شان میں کچھ گستاخی کی جو مجھے بہت ناگوار گزری۔ میں روتا ہوا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ حضور ﷺ میری ماں کیلئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی اسے ہدایت فرمائے۔ آپ نے فرمایا اے اللہ۔ ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔ جب میں نے یہ دعا سنی تو خوش ہوتا ہوا گھر آیا، دیکھا دروازہ بند ہے۔ میری ماں نے پاؤں کی آواز سن کر کہا کہ "وہیں ٹھہرو" تو میں نے پانی کی آواز سنی یہ معلوم ہوا کہ وہ نہا رہی تھیں۔ جب نہا کر ماں نے دروازہ کھولا تو انہوں نے کہا اے ابو ہریرہ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ میں خوش ہو کر شدت خوشی سے روتا ہوا۔ حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاظر ہوا اور اپنی ماں کے اسلام قبول کرنے کی خبر دی۔ حضور ﷺ حمد الٰہی بجا لائے۔ یہ حدیث مشکوٰۃ شریف "باب فی المعجزات" کی پہلی فصل میں بھی ہے۔

بخاری شریف ابواب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ میں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے روز لوگ پیاس سے دوچار ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے حضور ایک برتن رکھا ہوا تھا۔ جس سے وضو فرما رہے تھے۔ جب لوگ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ۔ ہمارے پاس وضو کرنے اور پینے کیلئے پانی نہیں ہے۔ پس یہی

marfat.com

تھاجو اس برتن کے اندر حضور کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ تو آپ کی انگشت ہائے مبارک سے چشموں کی طرح پانی پھوٹ نکلا یہ فرماتے ہیں کہ ہم پانی پیتے اور وضو کرتے رہے پس میں (سالم بن ابو لجعد) نے حضرت جابر سے دریافت کیا کہ اس روز آپ کتنے حضرات تھے؟ فرمایا اگر لاکھ بھی ہوتے تو پانی سب کیلئے کافی ہو جاتا لیکن ہم پندرہ سو تھے۔

اور جب حضور ﷺ کے پاس بارش کیلئے دعا کرنے کی اپیل کی گئی تو آپ کی دعا سے بارش برسی (بخاری شریف کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

اب ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں کہ جس سے ثابت ہوگا کہ اگر آپ کسی کو کسی دوسرے کی شکل وصورت عطا فرمانا چاہیں تو وہ بھی عطا فرما سکتے ہیں۔ صحیح مسلم شریف کتاب التوبہ کے باب "حديث توبة كعب ابن مالك صاحبيه" میں ہے۔

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک میں گئے اور آپ کا ارادہ روم اور شام کے نصاریٰ عرب کے خلاف جہاد کرنے کا تھا ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک نے (حضرت کعب کے نابینا ہونے کے بعد حضرت عبداللہ ان کی رہنمائی کرتے تھے) حضرت کعب بن مالک کے رسول اللہ ﷺ سے غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے کا واقعہ بیان" حضرت کعب بن مالک نے کہا۔ میں غزوہ تبوک کے علاوہ کبھی کسی غزوہ میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے نہیں رہا۔ البتہ میں غزوہ بدر میں بھی پیچھے رہ گیا تھا اور غزوہ بدر میں پیچھے رہ جانے والوں میں سے کسی پر بھی آپ نے عتاب نہیں کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان، قریش کے قافلہ کو لوٹنے کے ارادہ سے روانہ ہوئے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اور ان کے دشمنوں کے درمیان اچانک مقابلہ کرا دیا اور جب ہم نے اسلام کا عہد کیا تھا اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس عقبہ کی شب میں بھی حاضر ہوا تھا۔ ہر چند کہ مسلمانوں میں شرکاء بدر کی وقعت بہت زیادہ ہے لیکن میں شب عقبہ کی حاضری کے بدلہ میں اور کوئی فضیلت پسند نہیں کرتا، میرا واقعہ یہ ہے کہ جب میں غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گیا تھا۔ اس وقت میں جس قدر قوی اور خوشحال تھا۔ اس سے پہلے کبھی اس قدر قوی

marfat.com

اور خوشحال نہیں تھا۔ اس وقت جہاد کیلئے میرے پاس دو اونٹنیاں تھیں جو اس سے پہلے کبھی کسی جہاد کے وقت میرے پاس نہیں تھی۔ رسول اللہ ﷺ سخت گرمی میں جہاد کیلئے روانہ ہوئے۔ آپ دور دراز سفر کیلئے صحرا میں کثیر دشمنوں سے مقابلہ کیلئے روانہ ہوئے۔ آپ نے مسلمانوں پر پورا معاملہ واضح کر دیا تھا تاکہ وہ دشمنوں سے جہاد کیلئے پوری تیاری کر لیں۔ آپ نے مسلمانوں کو اپنے ارادہ سے آگاہ کر دیا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور کسی رجسٹر میں مسلمانوں کی تعداد کا اندراج نہیں تھا۔ حضرت کعب نے کہا بہت کم کوئی ایسا شخص ہوگا جو اس غزوہ سے غائب ہونے کا ارادہ کرے اور اس کا یہ گمان ہو کہ بغیر اللہ کی وحی نازل کرنے کے آپ سے اس کا معاملہ مخفی رہے گا۔ جب درختوں پر پھل آگئے تھے اور ان کے سائے گھنے ہو گئے اس وقت رسول اللہ ﷺ نے اس غزوہ کا ارادہ کیا۔ میں اس وقت پھلوں اور درختوں میں مشغول تھا اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمان جہاد کی تیاری میں تھے، میں ہر صبح جہاد کی تیاری کا سوچتا اور واپس آجاتا، میں کوئی فیصلہ نہیں کر پاتا اور یہ سوچتا کہ میں جس وقت جانے کا ارادہ کروں گا جا سکوں گا۔ میں یہی سوچتا رہا حتیٰ کہ مسلمانوں نے سامان سفر باندھ لیا اور ایک صبح رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو لیکر روانہ ہو گئے۔ میں نے ابھی تیاری نہیں کی تھی میں صبح کو پھر گیا اور لوٹ آیا اور میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا میں یونہی سوچ بچار میں رہا حتیٰ کہ مجاہدین آگے بڑھ گئے اور جنگ شروع ہو گئی اور میں یہی سوچتا رہا کہ میں روانہ ہو کر ان کے ساتھ جا ملوں گا۔ کاش میں ایسا کر لیتا لیکن یہ چیز میرے مقدر میں نہیں تھی، رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہوتا کہ میں جن لوگوں کے درمیان چلتا تھا یہ صرف وہی لوگ تھے جو نفاق سے متہم تھے یا وہ ضعیف لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے جہاد سے معذور رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے تبوک پہنچنے سے پہلے میرا ذکر نہیں کیا، جس وقت آپ تبوک میں صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا کعب بن مالک کو کیا ہوا؟ بنو مسلمہ کے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ۔ اس کو دو چادروں اور اپنے پہلوؤں کو دیکھنے نے روک لیا۔ حضرت معاذ بن جبل نے کہا تم نے بری بات کہی ہے۔ بہ خدا

marfat.com

یارسول اللہ ہم اس کے متعلق خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے
ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ آپ نے ایک سفید پوش شخص کو ریگستان سے آتے ہوئے دیکھا۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تو ابو خیثمہ ہو جا" تو وہ ابو خیثمہ انصاری ہو گیا۔ یہ وہی شخص تھے
جنہوں نے ایک صاع (چار کلوگرام) چھوارے صدقہ کئے منافقین نے انہیں طعنہ دیا تھا
حضرت کعب بن مالک بیان کرتے ہیں کہ جب مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ تبوک
سے واپس آرہے ہیں تو میری پریشانی پھر تازہ ہو گئی۔ میں جھوٹی باتیں بنانے کے لیے سوچنے
لگا اور یہ سوچنے لگا کہ میں کل حضور کی ناراضگی سے کیسے بچوں گا۔ اور اپنے گھر کے اصحاب
رائے سے اس سلسلہ میں مشورہ لینے لگا۔ پھر جب مجھے یہ بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ عنقریب
تشریف لارہے ہیں تو میرے ذہن سے وہ سب جھوٹے بہانے نکل گئے اور میں نے یہ جان لیا
کہ میں کسی (جھوٹی) بات سے کبھی نجات نہیں پاسکوں گا پھر میں نے سچ بولنے کا پختہ ارادہ کر
لیا، صبح کو رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور آپ جب سفر سے آتے تھے تو پہلے مسجد میں
جاتے تھے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھتے تھے پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ جب
حضور نبی کریم ﷺ معمول کے مطابق فارغ ہو گئے تو جو لوگ غزوہ تبوک میں نہیں گئے
تھے وہ آ آکر عذر پیش کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے یہ لوگ اسی (۸۰) سے زیادہ تھے
رسول اللہ ﷺ نے ظاہری اعتبار سے ان کے عذر کو قبول کر لیا تھا۔ آپ نے ان سے بیعت لی
اور ان کیلئے استغفار کیا۔ اور ان کے باطنی معاملہ کو اللہ تعالی پر چھوڑ دیا۔ حتی کہ میں آیا جب
میں نے سلام کیا تو آپ مسکرائے جیسے کوئی ناراض شخص مسکراتا ہے۔ آپ نے فرمایا آؤ میں
آکر، آپ کے سامنے بیٹھ گیا آپ نے فرمایا تمہارے نہ آنے کی کیا وجہ ہے؟ کیا تم نے سواری
نہیں خریدی تھی، میں نے کہا یارسول اللہ۔ بہ خدا اگر میں آپ کے علاوہ کسی دنیادار کے پاس
بیٹھا ہوتا تو مجھے معلوم ہے کہ میں کوئی عذر پیش کر کے اس کی ناراضگی سے بچ جاتا کیونکہ مجھے
کلام پر قدرت عطا کی گئی ہے۔ لیکن بہ خدا مجھے معلوم ہے کہ اگر میں نے آج سے کوئی جھوٹی
بات کہہ دی حتی کہ آپ اس سے راضی ہو بھی گئی تو عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ سے ناراض

marfat.com

کر دے گا۔ اور اگر میں آپ سے سچی بات کہوں تو آپ مجھ سے ناراض ہوں گے اور بے شک مجھ کو سچ میں اللہ تعالی سے حسن عاقبت کی امید ہے۔ بہ خدا میرا کوئی عذر نہیں تھا اور جس وقت میں آپ کے پیچھے رہ گیا تو مجھ سے زیادہ خوش حال کوئی نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بہر حال اس شخص نے سچ بولا تم یہاں سے اٹھ جاؤ حتی کہ اللہ تعالی تمہارے متعلق کوئی فیصلہ کر دے میں وہاں سے اٹھا اور بنو سلمہ کے لوگ بھی اٹھ کر میرے پاس آئے انہوں نے مجھ سے کہا بہ خدا ہم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اس سے پہلے تم نے کوئی گناہ کیا ہو کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ تم رسول اللہ کے سامنے اس قسم کا عذر پیش کرتے جس طرح دیگر نہ جانے والوں نے عذر پیش کئے تھے۔ تمہارے گناہ کیلئے رسول اللہ ﷺ کا تمہارے لئے استغفار کرنا کافی تھا، بہ خدا وہ مجھ کو مسلسل ملامت کرتے رہے حتی کہ میں نے یہ ارادہ کیا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس دوبارہ جاؤں اور اپنے پہلے قول کی تکذیب کر دوں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کیا کسی اور کو بھی میرے جیسا معاملہ پیش آیا ہے۔ انہوں نے کہا دو اور شخصوں نے بھی تمہاری مثل کہا ہے ان سے بھی حضور ﷺ نے وہی فرمایا ہے جو تم سے فرمایا تھا میں نے پوچھا وہ کون ہیں ؟ انہوں نے کہا وہ مرارہ بن ربیعہ عامری اور ہلال بن امیہ واقفی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے ان دو شخصوں کا ذکر کیا جو غزوہ بدر میں حاضر ہوئے تھے۔ وہ میرے لئے نمونہ تھے جب ان لوگوں نے ان دو صاحبوں کا ذکر کیا تو میں اپنے پہلے خیال پر قائم رہا اور رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ہم تینوں سے گفتگو کرنے سے منع فرما دیا جو آپ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ پھر مسلمانوں نے ہم سے اجتناب کر لیا اور ہمارے لئے اجنبی ہو گئے حتی کہ زمین بھی ہمارے لئے اجنبی ہو گئی یہ وہ زمین نہیں تھی جس کو میں پہلے پہنچانتا تھا ہم لوگوں کو اسی حال پر پچاس راتیں گزر گئیں میرے دو ساتھی تو خانہ نشین ہو گئے تھے وہ اپنے گھروں میں ہی پڑے روتے رہتے تھے لیکن ان کی بہ نسبت میں جوان اور طاقتور تھا میں باہر نکلتا تھا نمازوں میں حاضر ہوتا تھا اور بازاروں میں گھومتا تھا مجھ سے کوئی شخص بات نہیں کرتا تھا میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آتا اور نماز کے بعد جب آپ اپنی نشست پر بیٹھتے تو میں آپ کو سلام

marfat.com

عرض کرتا میں اپنے دل میں سوچتا کہ آیا حضور ﷺ نے سلام کا جواب دینے کیلئے اپنے ہونٹ ہلائے ہیں یا نہیں، پھر میں آپ کے قریب نماز پڑھتا اور نظریں چرا کر آپ کو دیکھتا سو جب میں نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ میری طرف دیکھتے اور جب میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا تو مجھ سے اعراض کرتے حتی کہ جب مسلمانوں کی بے رخی زیادہ بڑھ گئی تو میں ایک روز اپنے عم زاد حضرت ابو قتادہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا وہ مجھ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب تھے، میں نے ان کو سلام کیا بہ خدا انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا میں نے ان سے کہا اے ابو قتادہ میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو علم ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں وہ خاموش رہے میں نے دوبارہ ان کو قسم دے کر سوال کیا۔ وہ پھر خاموش رہے میں نے پھر ان کو قسم دی تو انہوں نے کہا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے میں نے دیوار پھاندی اور واپس آگیا۔
ایک دن میں مدینہ کے بازار میں جارہا تھا تو اہل شام کا ایک شخص مدینہ میں غلہ بیچنے کیلئے آیا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ کوئی ہے جو مجھے کعب بن مالک سے ملادے لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا وہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے غسان کے بادشاہ کا ایک خط دیا میں چونکہ پڑھا لکھا تھا اس لئے میں نے اس کو پڑھا اس میں لکھا تھا۔ "ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے صاحب نے تم پر ظلم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو ذلت اور رسوائی کی جگہ میں رہنے کیلئے پیدا نہیں کیا تم ہمارے پاس آجاؤ۔ ہم تمہاری دلجوئی کریں گے میں نے جب یہ خط پڑھا تو میں نے کہا یہ بھی میرے لئے ایک آزمائش ہے میں نے اس خط کو تنور میں پھینک کر جلادیا۔ حتی کہ جب پچاس میں سے چالیس دن گزر گئے اور وحی رکی رہی تو ایک دن رسول اللہ ﷺ کا ایک قاصد میرے پاس آیا۔ اس نے کہا رسول اللہ ﷺ تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جاؤ میں نے پوچھا آیا میں اس کو طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ اس نے کہا نہیں بلکہ اس سے علیحدہ ہو جاؤ اور اس کے قریب نہ جاؤ۔ حضرت کعب نے کہا رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھیوں کو بھی یہی حکم بھیجا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا تم اپنے میکہ چلی جاؤ اور وہیں رہو حتی کہ اللہ تعالیٰ

marfat.com

میرے متعلق کوئی حکم نازل فرمائے حضرت کعب نے کہا پھر حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا۔ یارسول اللہ۔ بے، شک حضرت بلال بن امیہ۔ بہت بوڑھے ہیں اور ان کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں ہے کیا آپ اس کو ناپسند کرتے ہیں کہ میں ان کی خدمت کروں۔ آپ نے فرمایا نہیں لیکن وہ تم سے مقاربت نہ کرے۔ ان کی بیوی نے کہا بہ خدا وہ تو کسی چیز کی طرف حرکت بھی نہیں کر سکتے اور جب سے یہ معاملہ ہوا ہے بہ خدا وہ اس دن سے مسلسل روتے رہتے ہیں مجھ سے میرے بعض گھر والوں نے کہا تم رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح اجازت لے لو۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی کو ان کی خدمت کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ میں نے کہا میں اس معاملہ میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہیں لوں گا مجھے پتا نہیں کہ اگر میں نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ اس معاملہ میں کیا فرمائیں گے اور میں ایک جوان شخص ہوں۔ پھر میں اسی حال پر دس راتیں ٹھہرا رہا۔ پھر جب سے رسول اللہ ﷺ نے ہم سے گفتگو کی ممانعت کی تھی اس کو پچاس دن گذر چکے تھے۔ حضرت کعب کہتے ہیں کہ پچاس روز کے بعد ایک صبح کو میں اپنے گھر کی چھت پر صبح کی نماز پڑھ رہا تھا پھر جس وقت میں اسی حال میں بیٹھا ہوا تھا۔ جس کا اللہ عزوجل نے ہمارے متعلق ذکر کیا ہے۔ کہ مجھ پر میرا نفس تنگ ہو گیا اور زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی۔ اچانک میں نے سلع پہاڑ کی چوٹی سے ایک چلانے والے کی آواز سنی جو بلند آواز سے کہہ رہا تھا۔ اے کعب بن مالک بشارت ہو (مبارک ہو) حضرت کعب نے کہا میں اس وقت سجدہ میں گر پڑا اور میں نے جان لیا کہ اب کشادگی ہو گئی پھر رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھنے کے بعد لوگوں میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول کر لی ہے۔ پھر لوگ آکر ہم کو مبارکباد دیتے تھے پھر میرے ان دو ساتھیوں کی طرف لوگ مبادکباد دینے کیلئے گئے اور ایک شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا میری طرف روانہ ہوا، اور قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے پہاڑ پر چڑھ کر بلند آواز سے مجھے ندا کی، اور اس کی آواز گھوڑے سوار کے پہنچنے سے پہلے مجھ تک پہنچی، جب میرے پاس وہ شخص آیا جس کی بشارت کی آواز میں نے سنی تھی میں

marfat.com

نے اپنے کپڑے اتار کر اس شخص کو بشارت کی خوشی میں پہنا دیے بہ خدا اس وقت میرے پاس ان کپڑوں کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی اور میں نے کسی سے عاریۃً کپڑے لے کر پہنے پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے قصد سے روانہ ہوا۔ ادھر میری توبہ قبول ہونے پر فوج در فوج لوگ مجھ کو مبادکباد دینے کیلئے آرہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم کو اللہ تعالیٰ کا توبہ قبول کرنا مبارک ہو، جب میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرماتھے اور آپ کے ارد گرد صحابہ بیٹھے تھے حضرت طلحہ بن عبید اللہ جلدی سے اٹھے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی، بہ خدا مہاجرین میں سے ان کے علاوہ اور کوئی نہیں اٹھا تھا۔ حضرت کعب طلحہ کو نہیں بھولتے تھے۔ حضرت کعب نے کہا جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا تو خوشی سے آپ کا چہرہ چمک رہا تھا اور آپ فرمارہے تھے مبارک ہو، جب سے تم کو تمہاری ماں نے جنا ہے۔ اس سے زیادہ اچھا دن تمہارے لئے نہیں آیا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ یہ (قبولیت توبہ) آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے آپ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جب رسول اللہ ﷺ خوش ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ اس طرح منور ہو جاتا تھا جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہو، حضرت کعب نے کہا ہم اس علامت کو پہچانتے تھے انہوں نے کہا جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو میں نے کہا یارسول اللہ۔ میں اپنی توبہ کی خوشی میں اپنے مال کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے لئے کچھ مال رکھ لو وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا مین اپنے اس مال کو رکھ لیتا ہوں جو خیبر میں ہے اور میں نے کہا یارسول اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے صدق کی وجہ سے نجات دی ہے اور اب میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنی باقی زندگی میں ہمیشہ سچ بولوں گا، انہوں نے کہا بہ خدا مجھے یہ معلوم نہیں کہ مسلمانوں میں سے کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی وجہ سے اس طرح سزا میں مبتلا کیا ہو اور جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا تھا اس وقت سے لے کر آج تک میں نے جھوٹ نہیں بولا اور آئندہ کیلئے بھی مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا تب اللہ

marfat.com

تعالی نے یہ آیتیں نازل کیں۔

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالی نے نبی، مہاجرین اور انصار پر رحمت کے ساتھ رجوع کیا جنہوں نے سختی کے وقت نبی کا ساتھ دیا اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل اپنی جگہ سے ہل جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ بے شک وہ ان پر نہایت مہربان بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ اور اللہ تعالی نے ان تینوں کی توبہ قبول فرمائی جو موخر کیے گئے تھے۔ یہاں تک کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہو گئی تھیں اور ان کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ اللہ کے سوا ان کی کوئی جائے پناہ نہیں ہے پھر اللہ تعالی نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ اے ایمان والو۔ اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

حضرت کعب نے کہا جب سے اللہ تعالی نے مجھے ہدایت اسلام کی نعمت دی ہے اس وقت سے لے کر اللہ تعالی نے میرے نزدیک مجھے اس سے بڑی کوئی نعمت نہیں دی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سچ بولا کیونکہ میں نے آپ سے جھوٹ بولا ہوتا تو میں بھی اسی طرح ہلاک ہو جاتا جس طرح وہ لوگ ہلاک ہو گئے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا۔ جب اللہ تعالی نے وحی نازل کی تو جتنی ان جھوٹوں کی مذمت فرمائی ہے کسی کی اتنی مذمت نہیں کی، اللہ تعالی نے فرمایا۔ "جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان (کی بد اعمالیوں) سے اپنی توجہ ہٹائے رکھو، تو تم ان کی طرف التفات نہ کرو۔ بے شک وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے یہ ان کے کاموں کی سزا ہے وہ تم کو راضی کرنے کیلئے قسمیں کھائیں گے سو اگر تم ان سے راضی ہو (بھی) جاؤ تو بے شک اللہ نافرمانی کرنے والوں سے راضی نہیں ہوگا۔

مذکورہ بالا حدیث میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک سفید پوش شخص کو ریگستان سے آتے ہوئے دیکھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تو ابو خثیمہ ہو جا" تو وہ ابو خثیمہ انصاری ہو گئے۔

اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

marfat.com

شیخ انور شاہ کشمیری دیوبندی، فیض الباری ج ۲ ص ۶۱ پر لکھتے ہیں۔
شیخ عبد الغنی نابلسی نے عارف جامی سے نقل کیا ہے کہ ایک امیر آدمی نے عارف جامی کی دعوت کی اور عمدًا مردہ مرغی پکادی، عارف جامی نے کہا "اللہ کے اذن سے زندہ ہو" وہ مرغی زندہ ہو گئی۔ اسی طرح شیخ عبد القادر جیلانی کے وعظ میں ایک چیل نے شور مچا کر خلل ڈالا، آپ نے فرمایا "اللہ تیری گردن کاٹ دے وہ اسی وقت مر کر زمین پر گئی وعظ کے بعد آپ نے فرمایا "اللہ کے اذن سے اٹھ جا" وہ اڑ گئی۔
شیخ محمد یوسف بنوری دیوبندی حاشیہ فیض الباری ج ۲ ص ۶۱ پر لکھتے ہیں۔
میں شیخ بدر عالم میرٹھی سے سنا ہے کہ ایک طالب علم جو کی روٹی کھا رہا تھا اور شیخ عبد القادر جیلانی بھنی ہوئی مرغی کھا رہے تھے طالب علم کی ماں اس سے ملنے آئی تو اس نے کہا آپ مرغی کھا رہے ہیں اور میرا بیٹا جو کی روٹی کھا رہا ہے؟ حضرت شیخ نے مرغی کی طرف اشارہ کر کے کہا "اللہ کے اذن سے کھڑی ہو جا" وہ زندہ ہو گئی۔
شیخ نے فرمایا جب تیرا بیٹا اس مقام پر پہنچے گا تو مرغی کھالے گا۔
اسی طرح حضرت آصف بن برخیا کی تخت بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کرنے کی مثال ہے یعنی حضرت آصف نے تخت بلقیس سے کہا، بلقیس کے ہاں معدوم اور حضرت سلیمان کے ہاں موجود ہو جا سو پلک جھپکنے سے پہلے ایسے ہو گیا۔ ان عبادات سے ظاہر ہے کہ انبیاء کرام کو بطور معجزہ اور اولیاء کرام کو بطور کرامت باذن اللہ کن کا تصرف اللہ تعالی عطا فرماتا ہے۔
حضرت کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں کی توبہ قبول ہونے کے واقعہ میں معترضین کے بہت سے اعتراضات کے جوابات بھی موجود ہیں۔
اگر معترضین اس واقعہ پر صدق دل سے غور کریں تو ان پر حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگائے جانے والے تہمت کے واقعہ کا جواب بآسانی مل جائے گا۔ چند نکات پر غور کریں۔

marfat.com

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے تبوک پہنچنے سے پہلے میرا ذکر نہیں کیا۔

۲۔ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کعب بن مالک کو کیا ہوا؟ بنو سلمہ کے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ۔ اس کو دو چادروں اور اپنے پہلوؤں کو دیکھنے نے روک لیا۔ حضرت معاذ بن جبل نے کہا۔ تم نے بری بات کہی ہے۔ بخدا یا رسول اللہ ہم اس کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانتے رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔

۳۔ حضرت کعب بن مالک بیان کرتے ہیں کہ جب مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس آرہے ہیں تو میری پریشانی پھر تازہ ہو گئی۔

٤۔ جو لوگ غزوہ تبوک میں نہیں گئے تھے وہ حضور ﷺ کے پاس آکر عذر پیش کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے یہ لوگ اسی (۸۰) سے زیادہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ظاہری اعتبار سے ان کا عذر قبول کر لیا آپ نے ان سے بیعت لی اور ان کیلئے استغفار کیا اور ان کے باطنی معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا۔ اور حدیث کے شروع میں یہ بھی ہے۔ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہوتا کہ میں جن لوگوں کے درمیان چلتا تھا یہ صرف وہی لوگ تھے جو نفاق سے متہم تھے یا وہ ضعیف تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے جہاد سے معذور کر رکھا تھا۔

۵۔ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر سلام کیا تو آپ مسکرائے جیسے کوئی ناراض شخص مسکراتا ہے۔

٦۔ حضرت کعب رسول پاک ﷺ سے فرماتے ہیں۔ "بخدا مجھے معلوم ہے کہ اگر میں نے آج آپ سے کوئی جھوٹ بات کہہ دی حتی کہ آپ اس سے راضی ہو بھی گئے تو عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ سے ناراض کر دے گا۔

۷۔ بنو سلمہ کے لوگوں نے حضرت کعب سے کہا کہ اس سے پہلے تم نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس قسم کا عذر پیش کرتے جس طرح دیگر نہ جانے والوں نے کیے تھے۔

marfat.com

۸۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ہم تینوں سے گفتگو کرنے سے منع فرمادیا۔

۹۔ جب میں نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ میری طرف دیکھتے اور جب میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا تو مجھ سے اعراض کرتے۔

۱۰۔ جب وحی چالیس دن تک نہ آئی تو آپ نے یہ حکم جاری کیا کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا آیا میں اس کو طلاق دے دوں یا کیا کروں ؟ جواب ملا، نہیں بلکہ اس سے علیحدہ ہو جاؤ۔

۱۱۔ دوسرے دو ساتھیوں نے خود کو گھروں میں بند کر لیا اور مسلسل روتے رہتے۔

۱۲۔ پچاس روز کے بعد صبح کو توبہ قبول ہونے کی وحی نازل ہوئی۔

۱۳۔ توبہ قبول ہونے کی خبر سن کر میں سجدہ میں گر پڑا۔

۱٤۔ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھنے کے بعد لوگوں میں اعلان کیا کہ اللہ تعالی نے ہماری توبہ قبول کر لی ہے۔ پھر لوگ آکر ہم کو مبارکباد دیتے تھے۔

۱۵۔ جب میں نے توبہ قبول ہونے کی بشارت سنی تو میں نے اپنے کپڑے اتار کر اس شخص کو بشارت کی خوشی میں پہنا دیئے۔

۱٦۔ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپ کے صحابہ ارد گرد بیٹھے تھے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ جلدی سے اٹھے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی۔

نوٹ۔ اس حدیث میں خوشی کے موقعہ پر مبارکباد دینا اور اٹھ کر مصافحہ کرنا یاد رکھیں۔

۱۷۔ میں نے رسول پاک ﷺ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ توبہ کی قبولیت آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالی کی طرف سے ہے۔

۱۸۔ حضرت کعب بن مالک نے کہا۔ یا رسول اللہ میں اپنی توبہ کی خوشی میں اپنے مال کو اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔

اور معترضین جو یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کو منافقین کا علم نہ تھا اور وہ

marfat.com

دلائل پیش کرتے ہیں جو آپ کو منافقین کا علم دیے جانے سے پہلے کے ہیں۔ ان کے لیے اس حدیث میں مقام غور ہے۔

”حضرت کعب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ میں جن لوگوں کے درمیان تھا یہ صرف وہی لوگ تھے جو نفاق سے متہم تھے یا وہ ضعیف تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے جہاد سے معذور کر رکھا تھا“ اس سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام کو بھی منافقین کے متعلق علم تھا۔

اور اسی حدیث شریف کے آخر میں بھی منافقین کا علم دیا جانا ثابت ہے کہ ”جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے۔“ اور اس حدیث میں ان قسمیں کھانے والوں کی تعداد بھی بتا دی گئی کہ یہ لوگ اسی سے زیادہ تھے۔ اگر حضور نبی کریم ﷺ کو منافقین کا علم نہ تھا تو پھر کیوں کر آپ نے صرف تین صحابہ کرام کیلئے مسلمانوں کو کلام نہ کرنے کا حکم فرمایا اور صرف ان کی توبہ کے متعلق ہی کیوں انتظار فرمایا؟

معترضین جو دوسرے اعتراض پیش کرتے ہیں کہ۔

۱۔ غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت جو یہ واقعہ پیش آیا کہ اثناء سفر میں عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے یہ کہتے سنا کہ جب ہم مدینہ واپس چلے جائیں گے تو ہم ان کمینوں (یعنی آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام) العیاذباللہ تعالیٰ کو مدینہ سے ذلیل اور خوار کر کے نکال دیں گے۔ اور جب یہ بات حضور نبی اکرم ﷺ کو پہنچی تو آپ نے رئیس المنافقین کو طلب کیا تو اس کے قسم اور حلفاً اٹھانے پر حضرت زید رضی اللہ عنہ کو جھوٹا قرار دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے (سورہ منافقون پ ۲۸ رکوع ۱) آپ کو اس سے مطلع فرمایا۔ یہ معترضین کو کسی طرح بھی مفید نہیں کیونکہ معترض خود ہی اس کا علم دیا جانا مان رہا ہے تو پھر یہ ان کی دلیل کس طرح ہو سکتی ہے۔

۲۔ منافقین کے مسجد ضرار تعمیر کرنے کا علم دیا جانا بھی (پ ۱۱ توبہ، رکوع ۱۳) ثابت ہے تو پھر آپ اس کو کس طرح اپنی دلیل میں پیش کر سکتے ہیں۔

marfat.com

نوٹ۔ معترضین جتنے بھی دلائل پیش کریں گے ان کا علم دیا جانا ثابت ہو گا۔

بخاری شریف کتاب الصلوۃ باب "المساجد فی البیوت وصلی البراء ابن عازب فی مسجد فی داره جماعة" میں ہے۔

محمود بن ربیع انصاری سے روایت ہے کہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ان اصحاب میں سے ہیں جو انصار سے غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے۔ یارسول اللہ۔ میری نظر کمزور ہو گئی ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں۔ جب بارش ہوتی ہے تو وہ نالہ بہنے لگتا ہے جو میرے اور ان کے درمیان ہے لہذا میں مسجد میں حاضر ہو کر انہیں نماز نہیں پڑھا سکتا یارسول اللہ۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے غریب خانے میں نماز پڑھیں تاکہ میں اسے نماز کی جگہ بنالوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالی۔ میں ایسا ہی کروں گا۔ حضرت عتبان کا بیان ہے کہ اگلے روز دن چڑھے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر میرے پاس تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اجازت طلب کی تو میں نے اجازت دے دی۔ داخل ہونے پر آپ بیٹھے نہیں۔ پھر فرمایا تم کس جگہ چاہتے ہو کہ میں تمہارے گھر میں نماز پڑھوں۔ پس میں نے گھر کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی۔ پس کھڑے ہوئے اور صف بنالی۔ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیر دیا۔ ان کا بیان ہے کہ آپ کو حلیم نے روکے رکھا جو ہم نے آپ کیلئے تیار کیا تھا۔ پس گھر میں اردگرد کے گھروں سے کتنے ہی لوگ اکٹھے ہو گئے۔ کسی نے کہا مالک بن دخیشن یا ابن دخشن کہاں ہے؟ کسی نے کہا کہ وہ منافق ہے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست نہیں رکھتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہ کہو کیونکہ اس نے رضائے الٰہی کیلئے لا الہ الا اللہ کہا ہے۔ اس نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں مگر ہم تو اس کا رجحان اور خیر خواہی منافقوں کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رضائے الٰہی کیلئے لا الہ الا اللہ کہنے والے کو اللہ تعالی نے دوزخ پر حرام کیا ہے۔ یہ حدیث مسلم شریف کتاب الایمان میں بھی ہے۔

marfat.com

اب بالکل واضح ہو گیا کہ حضور سرور کونین امام الانبیاء شافع روز محشر کا شاہد و شہید ہو ان اور امت کا گواہ ہونا ایک ہی معنوں میں قطعاً نہیں۔ اگر دونوں میں کمال ایک ہی درجہ کا ہو تو حضور ﷺ کی صفت شاہد و شہد اور ایک عام امتی کے گواہ ہونے میں کیا فرق رہا۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ ان وہابیوں، دیوبندیوں کے نزدیک امام الانبیاء خاتم الانبیاء حضور سرور کونین ﷺ اور دوسرے عام انسان میں صرف بڑے اور چھوٹے بھائی کا فرق ہے۔ اور ان کی تعظیم و توقیر میں اسی درجہ کا فرق ہے۔

درج ذیل حدیث اور اس کی تشریح ان کے نام نہاد امام شہید کی کتاب تقویۃ الایمان سے ملاحظہ فرمائیں۔

مشکوٰۃ شریف کتاب النکاح کے باب عشرۃ النساء کی تیسری فصل میں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مہاجرین وانصار کی ایک جماعت میں جلوہ افروز تھے تو ایک اونٹ نے حاضر بارگاہ ہو کر آپ کو سجدہ کیا۔ آپ کے اصحاب عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ! آپ کے لیے چارپائے اور درخت بھی سجدہ کرتے ہیں لہذا ہمارا زیادہ حق ہے کہ آپ کیلئے سجدہ کریں۔ فرمایا کہ اللہ تعالی کی عبادت کرو جو تمہارا رب ہے اور اپنے بھائی کی عزت کرو۔ اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ دوسرے کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ اگر وہ اسے حکم دے کہ زرد پہاڑ سے کالے پہاڑ کی طرف اور کالے پہاڑ سے سفید کی طرف لے جائے تو اس کیلئے مناسب یہی ہے کہ اس کے حکم کی تعمیل کرے (احمد)

ان کے مولانا شہید اپنے بھائی کی عزت کرو تک حدیث بیان کرنے کے بعد تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں "یعنی انسان سب آپس میں بھائی ہیں جو بڑا بزرگ (یعنی حضور نبی کریم ﷺ) ہو وہ بڑا بھائی ہے۔ سو اس کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کیجئے۔ اور مالک سب کا اللہ ہی ہے۔ بندگی اسی کو چاہیے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء انبیاء امام زادہ، پیرو شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور "بندے عاجز" اور "ہمارے بھائی"

marfat.com

ہوئے۔ ہم کو ان کی (بڑے بھائی کی سی) فرمانبرداری کا حکم ہے۔ ہم ان کے چھوٹے ہیں سو ان کی "تعظیم انسانوں کی سی" کرنی چاہیے کہ نہ خدا کی سی۔ ہمارے نزدیک اس میں اعتراضات کے پہلو درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضور نبی کریم ﷺ کو اور خود کو ایک ہی درجہ میں رکھنا۔

۲۔ حضور ﷺ کسی کو بھائی فرمائیں تو بجا لیکن کیا کسی امتی کیلئے بھی یہ جائز ہے۔ کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اپنا بڑا بھائی کہے۔ اور وہ بھی اس دور کے۔

۳۔ حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر کو اپنے بڑے بھائی کی سی تعظیم و توقیر کے برابر رکھنا۔

٤۔ حضور ﷺ کی صفات کو عام انسانوں کی صفات کے ہم پلہ قرار دینا۔

۵۔ حضور ﷺ اور دوسرے انبیاء کو "بندے عاجز اور بڑے بھائی" کہنا۔ حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو خصائص عطا فرمائے۔ ان کا لحاظ نہ کرنا۔

٦۔ حضور نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اتنی ہی بڑھائی دی کہ وہ بڑے بھائی کے درجہ کی سی ہے۔

۷۔ حضور نبی ﷺ کی تعظیم عام انسانون کی سی کرنے کا عقیدہ رکھنا۔

ہمارے اوپر مذکورہ اعتراضات پڑھیئے اور ان وہابیوں دیوبندیوں کی اپنے امام شہید کے دفاع میں کی گئی بے سود کوششیں ملاحظہ فرمائیں۔

"اس میں اپنی دانست اور عقیدت کے مطابق تعظیم اور احترام کا پہلو ملحوظ رکھا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ وہ بڑے بھائی ہیں اور ہم چھوٹے ہیں ان کی تعظیم و تکریم ہم پر لازم ہے کیونکہ ان کی فرمانبرداری کا ہمیں حکم ہے" (عبادات اکابر ص ٦٦)

تمہاری دانست اور عقیدت کے مطابق تعظیم اور احترام ہے ہی اتنی ہے کہ ان کو اپنے بڑے بھائی، سمجھو اور بڑے بھائی جیسا ہی ادب واحترام کرو۔ کیونکہ اس سے تمہاری توحید میں بڑا فرق آجاتا ہے۔ ان کے امام شہید نے تو جو غلطی کی سو کی لیکن یہ دفاع کرنے میں بار بار ان غلطیوں کو تسلیم نہ کرتے ہوئے دہراتے جا رہے ہیں (وہ بڑے بھائی ہیں) آگے لکھتے ہیں۔

marfat.com

"غور فرمائیں کہ اس عبارت میں کون سی توہین اور بے ادبی آنحضرت ﷺ کی معاذ اللہ تعالی حضرت شہید مظلوم علیہ الرحمتہ نے کی ہے۔ کیا حدیث شریف کا ترجمہ کرنا توہین ہے؟ یا اس میں اخ اور بھائی کے لفظ میں تعظیم واحترام کا پہلو اجاگر کرنا توہین ہے؟"

(عبارات اکابر ص ٦٦)

حضور ﷺ کے فضائل وکمالات کے منکرو تمہیں اس عبارت میں توہین اور بے ادبی نظر بھی کیسے آسکتی ہے کیونکہ یہ تمہارے عقیدے کے مطابق ہے۔ اور یہ توہین ترجمہ کرنے میں نہیں کیونکہ ترجمہ تو صاف اور واضح ہے لیکن توہین تو تمہارے شہید مظلوم کی فضول اور بکواس تشریح میں ہے۔ حدیث میں اخ کا لفظ ہے۔ لیکن چودہ صدیاں بعد کے تمہارے شہید مظلوم اور بد عقیدہ جماعت کے بڑے بھائی ہونے کیلئے نہیں ہے۔ اور نہ یہ ثابت کرتا ہے کہ تم حضور سرور کونین کو اپنا بڑا بھائی کہو اور بڑے بھائی کی سی تعظیم کرو۔ آگے لکھتے ہیں۔ قرآن کریم میں آتا ہے۔ انما المومنون اخوۃ کہ سب مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ پہلے اپنے آپ کو مومن ثابت کرو پھر اس کو اپنی دلیل میں پیش کرنا۔

حضور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام کو بھائی فرمایا کرتے تھے لیکن تم نے یہ ثابت کرنا ہے کہ صحابہ کرام کا تکیہ کلام آپ کو بھائی سے مخاطب کرنے کا تھا۔ اور وہ آپ کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کرتے تھے اور حضور ﷺ کو بندہ عاجز سمجھتے تھے۔ وہ حضور ﷺ کے خصائص وکمال کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور عام انسان جیسے بڑا بھائی ایسا ہی حضور سرور کونین کو خیال کرتے تھے؟

ان اعتراضات کے جوابات دو اور اپنی نجدی ذہنیت جس کا ذوالخویصرہ نے مظاہرہ کیا تھا تم بھی اس کا بھرپور اظہار کرو۔

آگے لکھتے ہیں۔

"آنحضرت ﷺ نے جب سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا رشتہ اپنے لئے طلب فرمایا تو سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے

marfat.com

فرمایا۔ انما انا اخوک کہ حضرت میں تو آپ کا بھائی ہوں۔ (پھر یہ رشتہ کیسے جائز ہو سکتا ہے)
آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔
انت اخی فی دین الله وکتابه۔(بخاری ج ۲ ص ۷۶۰)
تم اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی کتاب کی رو سے میرے بھائی ہو۔ یعنی یہ رشتہ میرے لئے حلال ہے۔ اس کے بعد رشتہ ہو گیا۔ (عبارات اکابر ص ۶۷)
اس میں بھی ادب و احترام کو ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت ابوبکر صدیق یار غار خلیفہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ "حضرت میں تو آپ کا بھائی ہوں" یہ نہ فرمایا حضرت آپ میرے بھائی ہیں لیکن یہ آج کے دور کے نام نہاد علامہ آج کہہ رہے ہیں کہ وہ بڑے بھائی ہوئے اور ان کی تعظیم بڑے بھائی کی سی جائے اور وہ بندے عاجز ہیں۔
آگے لکھتے ہیں۔
ایک موقع پر آپ نے فرمایا" ودوت انا قدراینا اخواننا" میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ کاش میں اپنے بھائیوں (یعنی قیامت تک آنے والے امتیوں) کو دیکھ لیتا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ تم میرے صحابی ہو، اور ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے (مسلم ج ۱ ص ۱۲۷ او مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۵، عبارات اکابر ص ۶۷) یہاں بھی غور کرو تو واضح ہو گا کہ صحابہ کرام نے ادب و احترام کا پہلو ملحوظ خاطر رکھا۔ اور عرض کیا "کیا یارسول اللہ ﷺ ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟" یہ تو نہیں کہہ رہے کہ یارسول اللہ ﷺ آپ ہمارے بھائی ہیں۔ لیکن اعتراض تو یہ ہے کہ کیا صحابہ کرام حضور سرور کونین ﷺ کی تعظیم و توقیر جس کا قرآن کریم میں حکم ہے اپنے بڑے کی سی کرتے تھے؟ کیا وہ حضور ﷺ کو بندہ عاجز اور بڑا بھائی سمجھتے تھے؟ کیا وہ آپ کے کمال نبوت شرف رسالت کو مد نظر نہیں رکھتے تھے؟ وہ تو کہتے تھے کہ حضور ﷺ آپ ہمارے جیسے تو نہیں۔ صحابہ کرام تو حضور شافع روز محشر کا تھوک مبارک اپنے جسم اور چہرے پر مل لیا کرتے تھے۔ کیا تم اپنے بڑے بھائی کا تھوک اپنے

marfat.com

چہرے اور جسم پر ملتے ہو ؟ صحابہ کرام تو حضور کے وضو کے پانی کو حاصل کرنے کے لیے انتہائی تگ و دو کرتے تھے کیا تم ایسا کرتے ہو ؟ صحابہ کرام تو حضور ﷺ کے بال مبارک بطور تبرک اپنے پاس رکھتے تھے تم اپنے بڑے بھائی کے بال بطور تبرک رکھتے ہو ؟

آگے لکھتے ہیں۔

"آنحضرت ﷺ نے سب حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو علاتی (پدر شریک) بھائی فرمایا۔ الانبیاء اخوة لعلات الحدیث (بخاری ج ا' ص ۴۹۰)' اپنے عقیدے کےمطابق ہی مثالیں دے رہے ہو جب تمام انبیاء کرام تمہارے بڑے بھائی کی طرح ہیں۔ اور ان کی تعظیم و توقیر بڑے بھائی جتنی ہے اور وہ تمہاری طرح بندے عاجز ہیں تو پھر یہ مثال بھی اپنی جگہ درست ہے۔

آگے لکھتے ہیں۔

"سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ عمرہ کرنے روانہ ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا "اشرکنا یااخی فی دعائك ولاتنسنا" (ابوداؤد ج ص ۲۱۰ ترمذی ج ۲ ص ۱۹۵، مسند طیالسی ص ۴) اپنے بد عقیدے کو ثابت کرنے کیلئے بے موقع مثالیں دیتے جارہے ہیں۔ یہاں کیسے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو بڑا بھائی کہنا اور ان کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کرنا درست ہے۔ اور کہاں یہ ثابت ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ تمہاری طرح بندے عاجز ہیں۔ اور کہاں یہ ثابت ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ کی بڑائی اور تمہارے بڑے بھائی کی بڑائی برابر ہے۔

"ایک دوسرے مصنف نے اس طرح مثالیں دی ہیں تاکہ ان کے حضرت شہید کی تعظیم و توقیر اور عزت و شان میں کچھ فرق نہ آئے چاہے۔ ایمان ضائع ہو جائے چاہے گستاخ رسول ﷺ کی فہرست میں نام لکھا جائے۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکر کو حضرت عائشہ کے عقد کیلئے پیغام بھیجا تو ابو بکر ﷺ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

او تصلح له وهی ابنته اخیه کیا وہ عائشہ آپ کی بیوی بن سکتی ہے حالانکہ وہ آپ کے

marfat.com

بھائی کی بیٹی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے جواب میں فرمایا

اَنْتَ اخی وانا اخوک فی الاسلام۔ تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں

(زرقانی) دین اسلام میں۔

آپ نے جواب میں فرمایا کہ حقیقی بھائی کی بیٹی نکاح میں نہیں آسکتی میں تو تمہارا دینی بھائی ہوں۔ معراج کے موقعہ پر تمام انبیائے کرام نے آپ کو بھائی کے نام کے ساتھ استقبال کیا۔

مرحباً بالنبی الصالح و الاخی الصالح۔ (بخاری شریف) اے نیک نبی اور نیک بھائی خوش آمدید۔

حضرت آدم علیہ السلام حضرت ابراہیم نے معراج کے موقع پر بیٹے کے نام سے استقبال کیا۔

مرحباً بالنبی الصالح و الابن الصالح۔ (بخاری شریف) اے نیک نبی اور نیک بیٹے خوش آمدید۔

حضرت آدم اور حضرت ابراہیم تو آنحضرت ﷺ کو بیٹا کہہ رہے ہیں۔ ان کے متعلق بھی سوچو۔ صرف مولانا اسماعیل شہید کے پیچھے کیوں لگے ہوئے ہو۔ انہوں نے تو صرف حدیث کا ترجمہ کیا ہے۔"

معترض نے یہ نہ سوچا کہ حضور سید کونین ﷺ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق کیا احادیث میں بیان فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام تو تمام انسانوں کے باپ ہیں انبیاء کے بھی باپ ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق بھی حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔ تو پھر وہ آپ کو کس طرح مخاطب کرتے؟ لیکن عبارات میں یہ تو غور کرو کہ انہوں نے حضور ﷺ کے ادب واحترام، تعلیم و توقیر کو مد نظر رکھا کہ نہیں کیا ان کا یہ خیال تھا کہ حضور ﷺ ہمارے عاجز ہیں؟ ان کو اللہ تعالی کے ہاں کوئی شرف و کمال حاصل نہیں؟

اگر غور کرو گے تو اپنی گستاخی کو سمجھ لو گے لیکن اپنے حضرت شہید کی عقیدت میں تسلیم نہیں

marfat.com

کرو گے۔ آگے لکھتے ہیں۔

"اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے متعدد حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو اپنی اپنی امت اور قوم کا بھائی فرمایا ہے۔ حالانکہ ان امتوں کے بیشتر افراد اور اکثریت کفر وشرک پر مصر رہی" (عبادات اکابر ص ۶۸)

اللہ تعالیٰ کے فرمانے کو اپنے پر قیاس کر رہے ہو شرم نہیں آتی۔ اللہ جس کو جو چاہے فرمائے تمہیں کس نے یہ اختیار دیا کہ تم یہ لکھو کہ حضور ﷺ اور دوسرے انبیاء کرام بندے عاجز ہیں اور بڑے بھائی کی سی تعظیم وتوقیر کے حامل ہیں؟ حضورِ سرور کونین ﷺ کی بیویاں تو تمام مومنین کی مائیں ہیں اور حضور ﷺ بڑے بھائی؟ وہابی دیوبندی حضور سرور کونین ﷺ کو اپنے باپ جیسی تعظیم وتوقیر دینے کیلئے بھی تیار نہیں۔ کیونکہ باپ کا مقام بہر حال بڑے بھائی سے بہت بلند ہوتا ہے۔

آگے لکھتے ہیں۔

"بڑی مصیبت یہ ہے کہ اہل بدعت حضرات اپنے خود ساختہ نظریات کے مطابق ایک پہلو کو تولے لیتے ہیں اور اس کی وجہ سے شرعاً جو لاتعداد خرابیاں اور مفاسد پیدا ہوتے ہیں ان سے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیتے ہیں" (عبارات اکابر ص ۷۰)

معترض نے کبھی یہ نہ سوچا کہ اپنے علماء کے دفاع میں تو ہزار حیلے بہانے کرو اور حضور سرور کونین ﷺ کی تعظیم وتوقیر سے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیتے ہو اور ان گستاخانہ عبارات سے جو لاتعداد خرابیاں اور مفاسد پیدا ہوئے ان پر غور نہ کرو اور ان عبارات کے دفاع میں سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہو۔ آگے اپنے امام شہید کی چند عبارات پیش کی ہیں جن سے حضور سرور کونین ﷺ کی صفات کمالات اور تعظیم وتوقیر کا پتہ چلتا ہے۔

لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے جب تم اس گستاخانہ عبارت سے توبہ نہیں کرتے۔

ے گیا شیطان مارا اک سجدے کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

marfat.com

اگر یہی اصول ہو تو پھر مرزا قادیانی کسی بھی طرح کافر اور دائرہ اسلام سے باہر ثابت نہیں ہو سکتا اس کی بھی عظمت و شان رسول اللہ ﷺ کی بہت عبارات پیش کی جا سکتی ہیں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب : حضور سرور کونین شافع روز محشر کی صفت' شاہد و شہید اور صفت علم لازم و ملزوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ پر حاضر موجود ہے تو اپنی صفت علم و قدرت کے اعتبار سے نہ کہ جسم کے اعتبار سے کیونکہ اللہ تعالیٰ جسم و اعضاء سے پاک ہے کوئی چیز اس کی مثل نہیں۔ جہاں ید اللہ کا ذکر ہوا ہے تو وہاں اللہ تعالیٰ کی بے مثال صفات کا ذکر ہے نہ کہ یہاں یہ مراد لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی طرح جسم رکھتا ہے، ہاتھ رکھتا ہے، پاؤں رکھتا ہے، آنکھیں رکھتا ہے۔ اللہ کا آسمان دنیا پر نزول فرمانا جسم کے ساتھ نزول فرمانا نہیں بلکہ اپنی صفات کے نزول فرمانے کا ذکر ہے۔ اور جہاں کرسی کا ذکر ہے تو یہ بھی اللہ کی صفت کا ذکر ہے۔ نہ کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کے لئے زمان و مکان ثابت کر دیے جائیں اور خدائے لم یزال، جس پر کوئی زوال نہیں اس کیلئے فنا کو ثابت کیا جائے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ لازوال ہے اس طرح اس کی صفات جیسے سمیع ہونا، بصیر ہونا، شہید ہونا بھی لازوال ہیں۔ ان صفات کو اسے عطا کرنے والا کوئی نہیں۔ ان میں کسی کمی، کسی زوال، کسی طرح فناہ ہونے کے متعلق سوچا بھی نہیں جا سکتا۔

ہمارے مخالفین ہمارے عقیدہ کو صحیح طرح سے سمجھنے کی کوشش تو کرتے نہیں اور اس پر اعتراضات کرنے لگ پڑتے ہیں۔ جیسے یہ فقہی اعتراض۔

"ایک شخص نے بغیر گواہوں کے ایک عورت سے نکاح کیا مگر گواہ موجود نہیں تھے۔ اس شخص نے عورت کو خطاب کرتے ہوئے یوں کہا۔ میں تیرے ساتھ خدا تعالیٰ اور جناب رسول اللہ ﷺ کو گواہ بنا کر نکاح کرتا ہوں تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس نے یہ اعتقاد کر لیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو علم غیب ہے کیونکہ جس کو علم نہ ہو وہ گواہ کیسے بن سکتا ہے؟ اور جس کا عقیدہ یہ ہو کہ آپ کو علم غیب تھا۔ اور آپ حاضر ناظر تھے تو وہ کافر ہے"۔

marfat.com

اس شخص نے گواہ بنایا ہے۔

۱۔ خدا تعالی کو

۲۔ رسول پاک ﷺ کو

اسلام میں شادی کے موقع پر گواہ کا تصور کیا ہے؟ گواہ کا جسمانی وجود بموقع نکاح ہونا ضروری ہے۔ چاہے وہ گواہ اس جگہ پر موجود نہ بھی ہو جس طرح آج کل ٹیلی فون پر نکاح ہو جاتے ہیں اور علماء کرام نے اس نکاح کو تسلیم

کیا ہے۔ کیا اللہ تعالی جسمانی وجود رکھتا ہے؟ ہر گز نہیں۔

کیا ہم رسول پاک ﷺ کے جسمانی وجود کے ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں؟ ہر گز نہیں۔

اس لئے اس نکاح کا انعقاد باطل ہے۔

پھر ایک اور رخ سے دیکھئے۔

۱۔ اللہ تعالی بصیر ہے شہید ہے۔ اللہ تعالی کل کائنات کے تمام ذرات تمام مخلوقات پر بصیر ہے۔ شہید ہے۔ اللہ تعالی بصیر ہے شہید ہے۔ تو اپنی صفت بصارت اور صفت شہادت کے ساتھ نہ کہ جسمانی صفت بصارت اور جسمانی صفت شہادت کے ساتھ۔

۲۔ رسول پاک شہید ہیں شاہد ہیں اللہ تعالی کی عطا سے۔ اللہ تعالی کی عطا کے بغیر' آپ کو ذرہ برابر چیز کا علم نہیں۔ آپ شاہد و شہید ہیں تو اللہ تعالی کی عطا کردہ صفت علم اور صفت شاہد و شہید کے اعتبار سے۔ صفت شاہد و شہید ااور صفت علم لازم و ملزوم ہیں۔

ہم نے حضور ﷺ کی صفت علم کی تین اقسام بیان کر دی ہیں اور ان پر علیحدہ علیحدہ حکم بھی بیان کر دیا ہے۔ اب تم پر یہ لازم ہے کہ قسم اول قسم دوم اور قسم سوم کے مطابق اس عبارت کی مدد سے ہم پر حکم لاگو کرو۔ کہ ہم قسم اول کے اعتبار سے جو عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس کے اعتبار سے ہم پر کیا فقہی حکم لاگو ہوگا اور قسم دوم کے اعتبار سے کیا اور قسم سوم کے اعتبار سے کیا؟

marfat.com

میں نے حضور سرور کونین ﷺ کی بارگاہ اقدس میں اعمال اُمت پیش ہونے کی حدیث بیان کی ہے اس سے آپ کی صفت علم ثابت ہو گئی اور اسی سے صفت شاہد و شہید ثابت ہوئی۔
اب تم نے یہ ثابت کرنا ہے کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ادھر کسی نے عمل کیا ادھر آپ کو پیش کر دیا گیا۔ جب ہمارا عقیدہ اللہ کی عطا سے علم ہونے کا ہے تو پھر اس نکاح کرنے والے کو کس نے حق دے دیا کہ وہ یہ یقین کر لے کہ میں ادھر گواہ بنا رہا ہوں اور ادھر میری گواہی پیش ہو رہی ہے۔ گواہ بنانے والے کو کس نے یہ حق دے دیا کہ حضور ﷺ کی صفت علم کو اس طرح تسلیم کرے کہ گویا آپ جسمانی طور پر شاہد و شہید ہیں۔
معترض کو کس نے یہ حق دیا کہ وہ ایک ظنی عقیدہ کو قطعی بنا دے۔ فقہا کرام حکم تو قطعی عقیدہ کے اعتبار سے لگا رہے ہیں۔ اور معترض قطعی اور ظنی کے فرق کو سمجھے بغیر اپنی دلیل میں پیش کر رہا ہے۔

نیز اس عبارت میں جو ہے کہ "اس شخص نے یہ اعتقاد کر لیا ہے کہ آنحضرت ﷺ غیب جانتے ہیں حالانکہ آپ زندگی میں غیب نہیں جانتے تھے۔" یہ اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے یہاں علم غیب مستقل بالذات کا ذکر ہے۔ نہ کہ مطلقاً علم غیب کی نفی ہے۔ ہم رسول پاک ﷺ کیلئے غیر مستقل اور عطائی علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ یہاں مستقل بالذات علم غیب کا ذکر نہ ہو تو پھر فقہاء کرام جنہوں نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے وہ سینکڑوں آیات و احادیث کے منکر ثابت ہوتے ہیں اور ہم فقہا کرام سے ایسی لایعنی بات کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے۔
اور ہم حضور ﷺ کیلئے ذہول، نسیان، عدم توجہ مانتے ہیں ایسا علم کس طرح مستقل ہو سکتا ہے اور ایسے موصوف کے علم کو مستقل بالذات کیسے کہہ سکتے ہیں۔ اور اس سے فقہی عبارت اور اس کے حکم کی نوعیت واضح ہو جاتی ہے۔

marfat.com

ایک اعتراض اور اس کا جواب

پ ۲ سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۴۳ میں ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔ اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔

یہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ہے اور معترض کا ترجمہ اس طرح ہے۔ اسی کے مطابق بحث ہو گی۔

"اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت بہتر تا کہ ہو تم گواہ لوگوں پر اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا"

اور پ ۱۷ سورہ الحج آیت نمبر ۷۸ میں ہے۔

ليكون الرسول شهيدا عليكم وتكونوا شهداء على الناس۔ تا کہ رسول ہو گواہی دینے والا تمھارے اوپر اور تم ہو گواہی دینے والے لوگوں پر۔

معترض کا اعتراض یہ ہے کہ "ان آیات میں امت کیلئے شہداء کا لفظ موجود ہے۔ تو نص قرآنی کے مطابق یہ تمام امت پہلی امتوں پر گواہ ہو گی۔ اس امت کو بھی حاضر و ناظر مان لو اور آپ خود لکھتے ہیں قرآن اور احادیث ہمیں بتلاتی ہیں کہ شاہد اور شہید کے معنی حاضر و ناظر ہی کے آتے ہیں۔ للہ کچھ تو فرمائے کہ بات کیا ہے؟

الغرض دونوں جگہوں پر الشھادۃ بالتسامع ثابت ہوتی ہے نہ کہ یہ ثابت ہو کہ ہر مقام پر شاہد کیلئے حاظر اور موجود ہونا ضروری ہے۔ اگر بغیر معائنہ اور مشاہدہ کے گواہی اور 'شہادت درست نہیں ہے تو امت محمد یہ پہلی امتوں پر کیوں شہادت دے گی جب کہ انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء عظام علیہم الصلوۃ والسلام کا زمانہ دیکھا نہ پایا۔ مگر نص قطعی شاہد ہے کہ امت محمد یہ گواہی ضرور دے گی۔ اگر گواہ کیلئے معائنہ اور واقعہ میں حاضر ہونا اور دیکھنا ضروری ہوتا تو امت محمد یہ یقیناً پہلی امتوں پر گواہ نہ بن سکتی۔

marfat.com

حالانکہ قرآن وحدیث اس پر شاہد ہیں کہ یہ امت پہلی امتوں پر ضرور گواہی دے گی اگرچہ یہ امت پہلی امتوں کے پاس حاضر اور ان کے زمانہ میں موجود نہ تھی اور اگرچہ اس امت نے پہلی امتوں کو اور ان کے اعمال واحوال کو بچشم خود نہیں دیکھا لیکن چونکہ خدا تعالیٰ اور اس کے برحق رسول ﷺ نے اس امت کے پاس یہ قطعی اور یقینی خبر پہنچادی ہے کہ مثلاً حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اسی طرح دوسرے حضرات انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے تبلیغ کی ہے اور خدا اور رسول سے بڑھ کر سچا اور معتبر اور کوئی بھی نہیں لہذا ان کے ارشاد پر یقین اور اعتماد کرتے ہوئے یہ امت شہادت پیش کرے گی۔

تفصیلی جواب دینے سے پہلے میں آپ سے پوچھنا چاہوں گا کہ کیا یہ امت کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے متعلق جانتی ہے ؟ کیا قران پاک میں تمام انبیاء کرام کا ذکر موجود ہے ؟ کیا احادیث میں تمام انبیاء کرام کا ذکر موجود ہے ؟ اگر یہ امت مطلقاً ہر نبی کی امت پر گواہ ہے تو پھر وہ پیغمبر جن کا ذکر قرآن وحدیث میں نہیں ان کے امتی کیسے تسلیم کرلیں گے کہ ان کی گواہی درست ہے ؟

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب الحساب و القصاص والمیزان کی پہلی فصل میں ہے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز حضرت نوح کو حاضر بارگاہ کیا جائے گا تو ان سے کہا جائے گا کہ کیا تم نے حکم پہنچادیا تھا ؟ عرض گذار ہوں گے ہاں یارب ؟ ان کی امت سے پوچھا جائے گا کہ تم تک حکم پہنچایا گیا تھا ؟ عرض گذار ہوں گے ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا فرمایا جائے گا کہ تمہارا گواہ کون ہے ؟ عرض گزار ہوں گے محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی امت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں لایا جائے گا تو تم گواہی دو گے کہ انہوں نے حکم پہنچادیا تھا پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا	اور اسی طرح تم کو درمیانی امت بنایا ہے کہ تم
شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ	لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور عظیم رسول تم پر گواہ
عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔ (رواہ البخاری)	ہو جائے (۲:۴۳ بخاری)

یہ حدیث بخاری شریف کتاب التفسیر باب وکذلك جعلنکم میں ہے۔

اور بخاری شریف کتاب الانبیاء کے باب "قول اللّٰہ تعالی انا ارسلنا نوحا الی قومه" میں ہے

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب حضرت نوح علیہ السلام اپنی امت کو لے کر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں گے تو اللہ تعالی دریافت فرمائے گا۔ کیا تم نے میرے احکام پہنچادیئے تھے؟ جواب دیں گے، ہاں اے رب۔ پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا۔ کیا تمہارے تک میرے احکام پہنچائے گئے؟ وہ جواب دیں گے کہ نہیں بلکہ ہمارے پاس تو کوئی نبی آیا ہی نہیں تھا۔ اللہ تعالی حضرت نوح سے فرمائے گا۔ کیا تمہاری گواہی دینے والا کوئی ہے؟ عرض کریں گے حضرت محمد ﷺ اور ان کی امت گواہ ہے۔ پس یہ گواہی دیں گے کہ انہوں نے احکام پہنچادیئے تھے اور یہی مطلب ہے اس ارشاد باری تعالی کا۔

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ	اور بات یوں ہے کہ ہم نے تمہیں سب امتوں میں افضل کیا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔

(سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۴۳)

یہ حدیث ترمذی شریف ابواب تفسیر القرآن "تفسیر سورہ بقرہ" میں بھی ہے۔

امت کے گواہ ہونے کے متعلق آیت کی تفسیر سے واضح ہے کہ وہ صرف حضرت نوح علیہ السلام کے حق میں گواہی دیں گے اور گواہی بھی یہ دیں گے کہ انہوں نے احکام پہنچادیئے ہیں۔ نہ کہ وہ تمام انبیاء کرام پر گواہ بنائے جائیں گے۔ اور بالفرض مزید اور انبیاء کے متعلق گواہی دیں گے تو انہی انبیا کے متعلق جن کے متعلق علم ہے نہ کہ تمام انبیاء کے متعلق گواہی دے دیں۔ اب دوسرے انبیاء کرام کی گواہی اور امام الانبیاء کی گواہی کو ملاحظہ فرمائیں۔

پ ۵ سورہ النساء آیت نمبر ۴۱ میں ہے۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍۭ بِشَهِيدٍ	تو کیسی ہو گی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ

marfat.com

وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا۔ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔

یعنی تمام انبیاء اپنی اپنی امتوں کے حق میں گواہی دیں گے اور ہر نبی کو اپنے امتیوں کی پہچان ہوتی ہے۔ اور حضور نبی کریم ﷺ کیونکہ امام الانبیاء ہیں سید الانبیاء ہیں۔ روز محشر تمام انبیاء آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ اس لئے آپ کو ان سب پر گواہ بنایا جائے گا۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ آپ کو تمام انبیاء کا علم دیا گیا اور قرآن پاک اور احادیث میں جو ملتا ہے کہ آپ کو تمام انبیاء کا علم نہیں تو یہ اس وقت تک کیلئے ہے کہ جب تک آپ کو مکمل علم دیا نہ گیا۔ اگر آپ کو تمام انبیاء کا علم نہ دیا گیا تو آپ ان کے حق میں گواہی کیسے دیں گے۔ اس طرح تو کئی قرآنی آیات کا انکار ہو جاتا ہے۔

پ ۳ سورہ آل عمران آیت نمبر ۸۱، ۸۲ میں ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا، جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میر ابھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار لیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

یہاں عہد کن سے لیا جا رہا ہے؟ تمام پیغمبروں سے۔ اور حضور ﷺ پر ایمان لانے کا کب کہا جا رہا ہے جب حضور ان تمام کے بعد تشریف لا چکے ہیں اور ان تمام کی کتابوں اور صحیفوں کی تصدیق فرما چکے ہوں۔ ایسا کب ہوا؟ معراج شریف کی رات ہوا۔ جب تمام پیغمبر

marfat.com

مسجد اقصیٰ میں حضور علیہ السلام پر ایمان لائے۔ان کے پیچھے نماز ادا کی اور اس سے پیغمبروں کے عالم برزخ میں زندہ ہونے اور مدد فرمانے کا بھی ثبوت ملا۔ الغرض حضور علیہ السلام کو تمام پیغمبروں کا علم عطا ہوا۔ قرآن مجید میں جن چوبیس پیغمبروں کا علم عطا ہوا تو تفصیل کے ساتھ اور معراج کی رات جو علم عطا ہوا وہ اس کی مکمل تفصیل کے ساتھ نہیں۔اور بعد میں وحی خفی کے ذریعے ان کا بھی مکمل علم عطا فرمادیا گیا۔

حضور علیہ السلام تمام سابق کتب و صحیفوں کی تصدیق فرمانے والے ہیں۔ جس طرح قرآن پاک میں تمام اشیاء کا علم ہے۔اسی طرح ان کتب اور صحیفوں میں سابق انبیاء کرام ان کے پیغام اور تبلیغ کا مکمل علم موجود ہے۔جب حضور کو تمام انبیاء کرام کی کتب اور صحائف کا علم ہے تو پھر آپ کو ماکان کا مکمل علم بھی حاصل ہونا ثابت ہوا۔

مشکوۃ شریف کتاب الایمان کے باب الایمان بالقدر کی پہلی فصل میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام آپس میں رب تعالی کے سامنے مصروف مذاکرہ ہوئے اور اس مذاکرہ میں جناب آدم موسیٰ پر غالب ہوئے۔ جناب موسی نے حضرت آدم سے کہا اے آدم آپ وہ شخصیت ہیں جنہیں اللہ تعالی نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اپنی روح پھونکی پھر فرشتوں کا مسجود بنایا اپنی جنت میں رکھا لیکن آپ کی لغزش کی وجہ سے بندوں کو زمین کی طرف اتار دیا۔ جناب آدم نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ اے موسیٰ۔ آپ وہ شخصیت ہیں جنہیں اللہ تعالی نے اپنی رسالت اور کلام کے شرف سے مشرف فرمایا آپ کو الواح توریت ملیں جن میں ہر چیز کا بیان ہے اور سرگوشی کیلئے آپ کو تقرب عطا ہوا اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ میری تخلیق سے کتنے سال قبل اللہ رب العالمین نے الواح توریت لکھیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا چالیس سال تب حضرت آدم علیہ السلام نے جناب موسیٰ سے دریافت کیا کہ آپ کو توریت میں یہ آیت نہ ملی وعصی ادم ربہ فغوی۔

جناب موسیٰ نے فرمایا یہ آیت ملی ہے تب جناب آدم نے فرمایا کیا آپ مجھے ایسے عمل پر

marfat.com

ملامت کرتے ہیں جو میری تخلیق سے چالیس سال قبل کہا جا چکا ہے۔ اور اللہ نے کہہ دیا تھا کہ میں یہ کام کروں گا۔ سرکار نے فرمایا کہ آدم، موسیٰ (علیہم السلام) پر غالب آئے (صحیح مسلم)
اس صحیح حدیث سے کیا کیا فائدے حاصل ہوئے

۱۔ انبیاء کرام کو جو کتب اور صحائف ملتے ہیں وہ تمام علوم کا خزانہ ہوتے ہیں۔

۲۔ حضوری نبی کریم انبیاء کرام کے عالم برزخ کے حالات بھی جانتے ہیں۔

۳۔ انبیاء کرام بعد از وفات زندہ ہوتے ہیں۔

٤۔ انبیاء کرام بعد از وفات کئی جگہوں پر بیک وقت موجود ہو سکتے ہیں۔ حضرت موسیٰ معراج کی رات اپنی قبر پاک میں نماز بھی پڑھ رہے تھے اور مسجد اقصیٰ بھی ملے اور پھر آسمانوں پر بھی حضور ﷺ سے ملاقات کی۔

۵۔ انبیاء کرام بعد از وفات بارگاہ الٰہی میں بھی حاضر ہوتے رہتے ہیں۔

٦۔ انبیاء کرام بعد از وفات ملتے ہیں۔ گفتگو کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ سے بھی انبیاء کرام ملتے ہوں گے۔ یہ بالمشافہ ملاقات ہوئی گواہی حقیقی گواہی ہوئی۔

۷۔ حضور ﷺ کو پہلی کتب اور صحائف کا بھی علم دیا گیا ایک دفعہ زانی کی سزا کا مسئلہ آیا تو آپ نے یہودیوں سے فرمایا کہ اس کی یہ سزا تمہاری کتاب میں بھی یہی ہے یعنی رجم کرنا۔

بخاری شریف کتاب التفسیر سورہ آل عمران کے باب "قولہ قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صادقین" میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہودی ایک مرد اور ایک عورت کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں سزا دلوانے کیلئے آئے جنہوں نے زنا کیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جو تم میں سے زنا کرے تو اس کے ساتھ تم کیا کرتے ہو انہوں نے کہا کہ ہم ان کا منہ کالا کر کے انہیں پیٹتے ہیں آپ نے فرمایا۔ کیا توریت میں تمہیں رجم کا حکم نہیں دیا گیا؟ کہنے لگے ہمیں تو اس میں ایسا کوئی حکم نہیں ملا۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، ذرا توریت تو لا کر پڑھو اگر تم سچے ہو۔ چنانچہ انہوں نے رجم کی آیت پر ہاتھ رکھ لیا اور ادھر

marfat.com

ادھر سے پڑھنے لگے اور رجم کی آیت کو نہیں پڑھتے تھے۔ حضرت عبداللہ نے ان کا ہاتھ آیت رجم کے اوپر سے ہٹا کر فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ جب انہوں نے دیکھی تو کہنے لگے کہ واقعی یہ رجم کی آیت ہے پس آپ نے ان دونوں کو سنگسار کر دینے کا حکم فرمایا۔

اب سورہ النساء آیت نمبر ۴۱ کی تفسیر کتب احادیث سے ملاحظہ فرمالیں۔

بخاری شریف کتاب التفسیر سورہ النساء کے باب فکیف اذ جئنا من کل امتہ بشھید کی تفسیر میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کہ یحیی کا بیان ہے کہ اس حدیث کا ایک حصہ عمرو بن مرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابن مسعود سے فرمایا کہ مجھے قرآن کریم پڑھ کر سناؤ۔ میں عرض گذار ہوا کہ حضور میں پڑھ کر سناؤ جب کہ نازل تو آپ پر ہوا ہے؟ فرمایا مجھے دوسروں کی زبانی سننا بہت پسند ہے۔ پس میں نے آپ کے حضور سورہ النساء پڑھی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا کہ "اس وقت کیسی بات ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب۔ تمہیں ان سب پر گواہ و نگہبان بنا کر لائیں۔" تو آپ نے فرمایا کہ بس کر جاؤ اور اس وقت آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

یہ حدیث ترمذی شریف ابواب تفسیر القرآن تفسیر سورہ النساء میں بھی ہے۔ غور فرمائیں کہ حضور ﷺ اس ذمہ داری کو کس قدر محسوس کر رہے ہیں۔ کیا اس چیز کی گواہی کہ انبیاء کرام نے اپنا پیغام پہنچا دیا" ہی دینا تھی تو آپ اپنی مبارک آنکھوں سے آنسو کیوں بہا رہے ہیں۔

اب میں معترض کے ایک اور اعتراض کا جواب دینے سے پہلے آخری سورت اور آخری آیت کے متعلق چند احادیث بیان کر لو۔

بخاری شریف کتاب المغازی کے باب "حج ابی بکر بالناس فی سنتہ تسع" میں ہے حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ پوری سورت جو سب سے آخر میں نازل ہوئی وہ سورہ براۃ (سورہ توبہ) ہے اور آخری سورت (آیت) وہ ہے جو سورہ النساء کے آخر میں نازل ہوئی یعنی یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالہ۔

marfat.com

تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلالہ میں یہ فتویٰ دیتا ہے (سورہ النساء آیہ ۱۷۶)
یہ حدیث بخاری شریف کتاب التفسیر سورہ النسا کے باب "قوله يستفتونك..." میں بھی ہے یہ حدیث بخاری شریف کتاب التفسیر سورہ توبہ میں بھی ہے۔
بخاری شریف کتاب التفسیر سورۃ البقرۃ کے باب "قوله واتقوا يوما ترجعون فيه الى الله" میں ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر سب سے آخر میں جو آیت نازل ہوئی وہ سود سے متعلق آیت ہے (سورۃ البقرہ آیت ۲۸۱)
مسلم شریف کتاب التفسیر میں ہے۔
عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو کہ قرآن مجید کی کون سی سورت آخر میں یکبارگی مکمل نازل ہوئی ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ انہوں نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ اور مسلم شریف کتاب التفسیر کی دوسری حدیث میں ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ پر لگاتار وحی نازل کی۔ حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا اور جس دن وصال ہوا تھا اس دن بہت مرتبہ وحی نازل ہوئی تھی۔
حضور ﷺ کے چالیس کے قریب مشہور کاتب وحی تھے آپ ان سب سے وحی لکھواتے اور ان کو ہدایت فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں فلاں جگہ لکھو۔ فلاں سورت فلاں کے بعد۔
اس لئے قرآنی آیات کی ترتیب کے متعلق حتمی فیصلہ کر دینا کہ فلاں آیت پہلے نازل ہوئی یا فلاں بڑا مشکل کام ہے لیکن آج کل اپنے مسلک کے حق میں دلائل دینے کیلئے بڑے وثوق سے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ فلاں 'آیت پہلے نازل ہوئی فلاں آیت بعد میں نازل ہوئی۔ اس لئے اس طرح کسی مسئلہ کو حل کرنا قطعاً بہتر طریقہ نہیں۔ کسی بڑے سے بڑے عالم فاضل کو یہ

marfat.com

علم نہیں کہ وہ پورے وثوق سے قرآنی آیات کی ترتیب نزول جاننے کا دعوی کر سکے اس لئے اس ترتیب کو دلائل میں پیش کرنا مناسب نہیں۔ قرآن پاک کی مختصر سورتوں کے علاوہ جتنی سورتیں ہیں ان کی تمام آیات کے متعلق حتمی طور پر یہ فیصلہ نہیں دیا جا سکتا کہ فلاں بڑی سورت کی تمام آیات مکی ہیں یا مدنی ہیں۔ مکی سورتوں میں مدینہ طیبہ نازل ہونے والی آیات بھی ہیں اور مدینہ طیبہ نازل ہونے والی سورتوں میں مکی آیات بھی ہیں۔

معترض کا یہ کہنا کہ حضور ﷺ کی شہادت بھی شہادت بالتسامع ہے قطعاً غلط ہے۔ بخاری شریف کتاب الانبیاء کے باب وفاۃ موسیٰ وذکر ومابعدہ میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھ پر امتیں پیش فرمائی گئیں تو میں نے ایک بہت بڑا گروہ دیکھا جس نے افق کو ڈھانپ رکھا تھا۔ کہا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ اپنی قوم (امت) میں ہیں۔

ایک دلیل پر اعتراضات اور ان کے جوابات

پ ۱۷ سورہ الانبیاء آیت نمبر ۱۰۷ میں ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کیلئے۔

اور پ ۸ سورہ الاعراف آیت نمبر ۵۶ میں ہے۔

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ بے شک اللہ کی رحمت نیکوں سے نزدیک ہے

حضور سرور کونین شافع روز محشر ﷺ کی اس رحمت کو محدود کرنے کیلئے معترض نے چند مثالیں پیش کی ہیں ان کا حضور کی رحمت سے موازنہ کرنا میرا مقصود تحریر ہے۔ معترض نے اپنے مسلک اور فطرت کے مطابق حضور ﷺ کی صفت رحمتہ اللعلمین کو محدود کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ اپنی رحمت کے آگے خوش خبری سناتی۔

marfat.com

پ ۲۰ سورہ النمل آیت نمبر ۶۳۔

یعنی بارش پر رحمت کا اطلاق کیا گیا ہے۔

۲۔ پ ۲۱ سورہ الروم' آیت نمبر ۳۳ میں ہے۔

وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً۔	اور جب لوگوں کو تکلیف پہنچی ہے تو اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی طرف رجوع لاتے ہوئے پھر جب وہ انہیں اپنے پاس سے رحمت کا مزہ دیتا ہے۔

یعنی سختی اور تکلیف کے بعد جو چین اور آرام حاصل ہوتا ہے وہ بھی رحمت ہے۔

۳۔ پ ۲۱ سورہ الروم آیت نمبر ۲۱ میں ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً۔	اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی نسل سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی۔

یعنی بیوی اور خاوند کے درمیان جو الفت اور محبت ہوتی ہے اس پر بھی رحمت کا اطلاق ہوتا ہے۔

۴۔ پ ۱۵ سورہ الکھف آیت نمبر ۶۵ میں ہے

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۝	تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔

یعنی حضرت خضر علیہ السلام کو کرامات وغیرہ عطا ہوئی تھیں ان پر بھی رحمت کا لفظ بولا گیا ہے۔

۵۔ پ ۱۸ سورہ النور آیت نمبر ۲۱ میں ہے

marfat.com

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ

اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوئی تو تم میں کوئی بھی کبھی ستھرا نہ ہو سکتا ہاں اللہ ستھرا کر دیتا ہے جسے چاہے۔

یعنی قذف اور بدکاری کی تہمت سے برات پر بھی خدا کی رحمت کا اطلاق وارد ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اولاد، عزت، مرتبہ، دین، ایمان اور تمام نیک کام خدا کی رحمت ہی ہیں۔ اور یہ خدا تعالی کے نیک بندوں کو اور ان کی برکت سے غیروں کو ملتے ہیں (اور در حقیقت زمین و آسمان کا نظام ہی نیکی اور نیک بندوں سے قائم ہے۔ ورنہ یہ سب کچھ 'آناً فاناً تباہ ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت بھی صرف انہی لوگوں پر آئے گی جن میں ایک بھی خدا تعالی کی توحید خالص کا اقرار کرنے والا نہ ہو گا (دیکھئے مستدرک ج ۴ ص ۴۹۴ وغیرہ) البتہ خدا تعالی کی غیر متناہی اور غیر محدود بے پایاں رحمت کو صرف ایک ہی رحمت میں (گو وہ اپنے مقام پر بہت ہی بڑی رحمت ہے) منحصر سمجھنا خدا تعالی کی جلالت شان سے عقیدت نہیں بلکہ کھلی بغاوت ہے۔

(تبرید النواظر ص ۱۳۸)

میں اس کے جواب میں یہی کہنا پسند کروں گا کہ وہابی دیوبندی ہیں ہی گستاخ، انہیں حضور سرور کونین ﷺ کے فضائل و کمالات سے بغض ہے۔ معترض نے اپنے عقیدہ اور مسلک کی بھرپور ترجمانی کی ہے۔ کیونکہ دیوبند کے مقتدر علماء کے نزدیک رحمة اللعالمین رسول اللہ ﷺ کی صفت خاصہ نہیں فتاوٰی رشیدیہ حصہ دوم ص ۹ پر تحریر فرماتے ہیں۔

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ لفظ رحمة اللعالمین مخصوص آنحضرت ﷺ سے ہے یا ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں؟

الجواب: لفظ رحمة اللعالمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے۔

جب کہ اہل سنت کے نزدیک رحمة اللعالمین خاص رسول اللہ ﷺ کا وصف جمیل ہے۔ اس میں دوسرے کو شریک کرنا حضور ﷺ کی شان کو گھٹانا ہے۔ ان وہابی دیوبندیوں نے

marfat.com

حضور ﷺ کو عام انسانوں کی طرح خیال کرتے ہوئے ان کے خصائص و کمالات کو بھی عام سمجھ لیا ہے۔ جتنا عام انسان اور حضور نبی کریم ﷺ کی شان و عظمت میں فرق ہے اتنا ہی ان کے خصائص و کمالات میں فرق ہے۔ کوئی بشر حضور سرور کونین ﷺ کا ہمسر اور برابر نہیں ہو سکتا اسی طرح کوئی بشر حضور سرور کونین ﷺ کے فضائل و کمالات اور عظمت و شان میں برابر نہیں ہو سکتا۔

یہ ان دیوبندیوں کی گستاخیٔ عظیم ہے کہ اللہ کی رحمت کا حضور ﷺ کی رحمت سے موازنہ کرنے لگ پڑتے ہیں۔ اور دوسری عام اشیاء جو بنی نو انسان کیلئے محدود رحمت ہیں۔ ان کا حضور ﷺ کی صفت رحمتہ اللعالمین سے موازنہ کرنے لگ پڑتے ہیں۔ جیسے اوپر مذکورہ مثالوں میں بارش رحمت ہے ان کیلئے جن پر برس رہی ہے۔ چین اور آرام رحمت ہیں ان کیلئے جو سختی اور تکلیف میں مبتلا ہوئے۔ الفت رحمت ہے خاوند اور بیوی کیلئے قذف اور بدکاری کی تہمت سے نجات رحمت ہے۔ اس کیلئے جس پر لگی تھی۔ اولاد، عزت، مرتبہ، دین، ایمان رحمت ہیں ان کیلئے جن کو حاصل ہوئے۔ اب اس نکتہ پر غور کرو کہ ان تمام چیزوں کا آپس میں تعلق ہے کہ نہیں؟ رابطہ ہے کہ نہیں آشنائی ہے کہ نہیں؟ ان مثالوں میں بارش رحمت ہے لیکن محدود لوگوں کیلئے چین اور آرام رحمت ہے محدود لوگوں کیلئے الفت رحمت ہے۔ خاوند اور بیوی کیلئے علم لدنی رحمت ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کیلئے اولاد رحمت ہے ان کے لئے جن کو حاصل ہو۔ بشرطیکہ نیک اولاد ہو۔ عزت اور مرتبہ رحمت ہے ان کیلئے جن کو حاصل ہوا بشرطیکہ یہ نیک نامی سے حاصل ہو۔ دین رحمت ہے جو اس کے مطابق زندگی بسر کریں۔ ایمان رحمت ہے صاحب ایمان کیلئے نہ کہ گستاخ کیلئے بھی۔

ہر چیز کی رحمت کا حلقہ دائرہ، رابطہ تعلق محدود ہے لیکن حضور سرور کونین ﷺ کی رحمت کا تعلق، دائرہ، رابطہ تعلق عالمین کے ساتھ ہے جس طرح اللہ تعالی رب العالمین ہے اسی طرح حضور نبی پاک ﷺ اللہ کی عطا سے رحمۃ اللعالمین ہیں۔

جس طرح اور اوپر تمام چیز جن کی رحمت کا ذکر ہوا ان کا اس سے تعلق ہے جس کیلئے وہ

marfat.com

رحمت ہیں اسی طرح حضور سرورکونین ﷺ کا بھی ان تمام چیزوں سے تعلق ہے جن کیلئے آپ رحمت ہیں۔

اور یہ جو تم نے خدا تعالی کے عطا کردہ فضل وکمال "رحمۃ اللعالمین" کو اللہ تعالی کی چھوٹی چھوٹی رحمتوں سے ملا دیا۔ ہم پلہ قرار دے دیا۔ یہ دیوبندیو تمہاری خدا تعالی کی جلالت شان سے عقیدت نہیں۔ بلکہ کھلی بغاوت ہے۔ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے باغی ہو۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عظمت وشان کے باغی ہو۔ اور یہ جو تم نے نیک بندوں کے متعلق اپنی عبارت لکھی ہے اپنے بڑوں سے پوچھ کر لکھی ہے۔ ان کے عقیدہ کے مطابق لکھی ہے۔ کہیں تم سے لکھنے میں بھول تو نہیں ہوگئی؟ غور کرو۔ معترض آگے لکھتا ہے۔

وثانیا: اگر "ان رحمة الله قريب من المحسنين" سے جناب رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی مراد ہیں تو دنیا میں اور خاص طور پر مومنوں پر خدا تعالی کے عذاب کیوں آئے؟ کیا دو متضاد چیزیں بیک وقت جمع ہوسکتی ہیں کہ ایک ہی وقت میں ایک ہی مقام پر خدا کا عذاب بھی نازل ہو اور اس کی رحمت بھی موجود ہو۔ (تبرید النواظر ص ۱۳۹) ابھی تم بارش کو رحمت ثابت کر رہے تھے بارش رحمت ہے لیکن کسی کیلئے زحمت بن جاتی ہے۔ کسی کی فصل خراب ہو جاتی ہے کسی کا مکان گر جاتا ہے۔ تو پھر تم پر لازم ہے کہ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرو کہ اللہ جھوٹا ہے۔ **(نعوذ باللہ تعالی)**

لیکن تم سے امید بھی یہی ہے کیونکہ تمہارے دیوبندیوں کا تو مذہب اور عقیدہ ہی یہی ہے کہ اللہ تعالی جھوٹ بول سکتا ہے۔

دیکھئے ضمیمہ براہین قاطعہ مطبوعہ ساڈھورہ ص ۲۷۲۔

"الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالی ہے"۔

اور مولوی رشید احمد گنگوہی فتاوی رشیدیہ جلد اول ص ۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں "پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام وصوفیاء کرام وعلمائے عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالی ہے۔"

marfat.com

ان کے اس عقیدہ کے رد میں اعلٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمتہ اللہ کی کتاب ”اللہ جھوٹ سے پاک ہے“ کا مطالعہ کریں۔

میں اپنی سی کوشش کروں گا کہ اللہ تعالیٰ رسول پاک ﷺ اور عام بشر کے درجات اور فرق کو سمجھو لیکن تم نے ماننا نہیں کیونکہ تم اپنے مسلک اور عقیدہ کے مطابق مجبور ہو۔ کہ نبی پاک ﷺ اور عام بشر میں کوئی فرق نہ کرو۔ کیونکہ تمہارے امام شہید صاحب لکھ گئے ہیں کہ حضور ﷺ کی تعریف بشر کی سی کی جائے بلکہ اس میں بھی اختصار کیا جائے۔ تقویۃ الایمان کے ص ۳۵ پر لکھا ہے۔ ”یعنی کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو وہی کرو سو اس میں بھی اختصار ہی کرو۔“

لیکن ہمارے مسلک میں تو یہ ہے کہ ہر بزرگ کی تعریف اس کی شان اور مرتبہ کے لائق کی جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بعد حضور سرور کونین ﷺ کی شان اور مرتبہ سب سے بڑھ کر ہے اس لئے ان کی شان اور مرتبہ ان کے شایان شان بیان کیا جائے۔ اور جب اللہ کی شان بیان کرنے لگو تو اس طرح نہیں کہ وہ جھوٹا ثابت ہو جائے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو خاتم النبین فرمادیا تو اب تم اصرار کرو کہ ”اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی جن اور فرشتے، جبرائیل اور محمد ﷺ کی برابر پیدا کر ڈالے۔“ (تقویۃ الایمان ۱۶)

یہ اللہ کی شان بیان کر رہے ہو کہ اللہ کو جھوٹا ثابت کر رہے ہو۔

ایسی بات کہتے ہی کیوں ہو جیسی اللہ نے کرنی ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور سرور کونین ﷺ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اگر کسی کو رحمت نہ پہنچے۔ اس سے فیض یاب نہ ہو تو اس میں رحمت کا کوئی قصور نہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے خالص الخاص ”محسنین“ کا ذکر کر کے اور وضاحت فرمادی۔ اگر محسنین کو کوئی تکلیف بیماری، مصیبت پہنچتی ہے تو وہ بھی ان کیلئے رحمت ہوتی ہے کہ ان کے گناہوں میں کمی ہوتی ہے۔ ثواب میں اضافہ ہوتا ہے ان کیلئے ذریعے بخشش بنتی ہے۔ اب تم اس بیماری، تکلیف، مصیبت کو رحمت کہو گے یا زحمت۔

marfat.com

بلا شبہ رحمت کہو گے۔

بلا شبہ آپ تمام عالمین کیلئے رحمت ہیں لیکن آپ کی رحمت محسنین کے زیادہ قریب ہے۔ وہ آپ کی رحمت سے زیادہ مستفید ہو رہے ہیں۔ تو تمہارا یہ اعتراض کرنا کہ اگر' آیت کا مفہوم یہ لیا جائے کہ اللہ تعالی کی رحمت محسنین کے قریب ہے۔ تو آپ کا ہر جگہ حاظر وناظر (شاہد و شہید) ہونا باطل ہوا؟ خود ہی باطل ہو گیا اور خود ہی بارش کی مثال دی اور اس پر غور نہ کیا کہ بارش بحیثیت مجموعی رحمت ہے لیکن کچھ اس سے زیادہ مستفید ہوتے ہیں اور کچھ کم اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جنہیں اس رحمت سے تعلق ہی نہیں ہوتا۔ لیکن رحمت برس رہی ہوتی ہے۔

آخر میں درج ذیل عبارت جو تم نے لکھی ہے اس پر ہی عمل کرو۔ ”جس کے دل میں ذرا بھی خوف خدا ہو گا اور خدا تعالی اور امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ سے عشق اور محبت ہو گی وہ یقیناً ان دلائل کے سامنے گردن جھکا دے گا مگر ہاں ضدی کا معاملہ ہی جدا ہے“

دل میں اگر حضور ہو، سر تیرا خم ضرور ہو
جس کا نہ کچھ ظہور ہو عشق وہ عشق ہی نہیں

اور میں آخر میں ایک حدیث جس میں حضور ﷺ نے ہدایت اور علم کی ”مثال“ دے کر اسی مسئلہ کی وضاحت فرمائی ہے۔ بیان کرتا ہوں۔

مشکوۃ شریف کتاب الایمان کے باب الاعتصام بالکتاب والسنة کی پہلی فصل میں ہے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس چیز کی ”مثال“ جس کو دے کر اللہ تعالی نے مجھے مبعوث فرمایا ہے۔ یعنی ہدایت اور علم تیز بارش کی سی ہے جو خطہ زمین پر برسی ایک خطہ زمین اچھا تھا اس نے پانی کو قبول کر کے خشک وتر گھاس اگائی اور ایک قطعہ زمین سخت تھا اس نے پانی کو محفوظ رکھا جس سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔ پانی کو پیا اور پلایا، کھیتوں کو سراب کیا۔ تیسرا زمین کا ٹکڑا بنجر تھا جس نے نہ تو پانی کو محفوظ رکھا، نہ وہاں روئیدگی ہوئی۔ (متفق علیہ)

marfat.com

ایک دلیل پر اعتراضات اور ان کے جوابات

حضور پر نور ﷺ کی صفت شاہد و شہید کی دلیل میں ایک ضمنی، ذیلی اور بالواسطہ دلیل تشہد میں 'آپ کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ سے خطاب کرنے سے لی جاتی ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق صرف نمازیوں کے ساتھ ہے۔

مشکوۃ شریف میں بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی وغیرہ کے حوالے سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تشہد کی اس طرح تعلیم فرماتے تھے جس طرح آیات قرآنی کی (مشکوۃ باب التشہد) اور بخاری شریف کتاب الصَّلٰوۃُ بَابُ التَّشَھُّدِ فِی الْاٰخِرَۃِ میں ہے۔

جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو کہے۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالطَّیِّبَاتُ	تمام زبانی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ کے لئے
اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ	ہیں سلام ہو آپ پر اے نبی۔ اور اللہ کی رحمت
اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی	اور اس کی برکتیں سلام ہو ہم پر اور اللہ کے
عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ۔	نیک بندوں پر۔

آگے حدیث میں ہے۔

جب تم اس طرح کہو گے کہ تو یہ سلام اللہ تعالی کے ہر نیک بندے کو پہنچ جائے گا خواہ وہ آسمان میں ہو یا زمین میں۔

زمین پر آپ کے جسم اقدس کو یہ سلام فرشتوں کے ذریعے پہنچ جاتا ہے۔ اور آسمان پر آپ اللہ تعالی کی بارگاہ میں بھی حاضر ہوتے ہیں تو یہ سلام براہ راست پہنچتا ہے۔ قطب ربانی سیدی امام عبدالوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف کتاب المیزان مطبوعہ مصر ص ۱۴۵ پر تشہد کے بیان میں ارقام فرماتے ہیں۔

"میں نے سیدی علی خواص رحمتہ اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ شارع (حقیقی) نے (قعدہ) تشہد میں نمازی کو رسول اللہ ﷺ پر صلوۃ و سلام پڑھنے کا حکم صرف اس لئے دیا کہ

marfat.com

اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھنے والے غافلوں کو اس بات پر تنبیہ فرما دے کہ جہاں وہ بیٹھے ہیں۔ اس بارگاہ میں ان کے نبی ﷺ بھی تشریف فرما ہیں اس لئے کہ وہ دربار خداوندی سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔ پس نمازی نبی کریم ﷺ کو بالمشافہ (روبرو) سلام کے ساتھ خطاب کرتے ہیں۔ "اسی مضمون کو تشہد کے بیان میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف فتح الباری شرح صحیح بخاری ء میں حسب ذیل ایمان افروز عبارت میں ارقام فرمایا ہے۔ "اہل عرفان کے طریقہ پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب نمازیوں نے التحیات کے ساتھ ملکیت کا دروازہ کھلوایا تو انہیں حی لا یموت کی بارگاہ میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی ان کی آنکھیں فرحت مناجات سے ٹھنڈی ہوئیں تو انہیں اس بات کی تنبیہ کی گئی کہ بارگاہ خداوندی میں جو انہیں یہ شرف باریابی حاصل ہوا ہے یہ سب نبی رحمت ﷺ کی برکت متابعت کے طفیل ہے۔ نمازیوں نے اس حقیقت سے باخبر ہو کر بارگاہ خداوندی میں جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حبیب کے حرم میں حبیب حاضر ہے یعنی دربار خداوندی میں نبی کریم ﷺ جلوہ گر ہیں۔ حضور کو دیکھتے ہی 'السلام علیک ایھا النبی ورحمتہ اللہ وبرکاتہ" کہتے ہوئے حضور کی طرف متوجہ ہوئے۔ (فتح الباری جلد نمبر ۲ مطبوعہ مصر ص ۲۵۰)

یہی عبارت عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد نمبر ۶ ص ۱۱۱ اور مواہب اللدنیہ جلد ثانی ص ۲۳۰ زرقانی شرح مواہب جلد نمبر ۷ ص ۳۲۹، زرقانی شرح موطا امام مالک جلد ا ص ۷۰ اسعایہ جلد ثانی ص ۲۲۷، فتح الملہم جلد نمبر ۲ ص ۱۴۳، اوجزالمسالک جلد نمبر ا ص ۲۶۵ پر بھی بعینہا مرقوم ہے۔

مقام غور ہے کہ ان تمام کتابوں کے مصنفین اور محدثین کرام یعنی حافظ ابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری، امام قسطلانی صاحب مواہب اللدنیہ، امام بدرالدین عینی صاحب عمدۃ القاری، امام زرقانی صاحب شرح مواہب وشرح موطا، مولانا عبدالحئ لکھنوی صاحب سعایہ رحمہم اللہ تعالیٰ حتی کہ سرگروہ منکرین و معاندین صاحب فتح الملہم واوجزالمسالک، سب بیک زبان کہہ رہے ہیں کہ فاذاالحبیب فی حرم الحبیب حاضر۔ یعنی نمازی جب دربار الٰہی میں نظر

marfat.com

اٹھاتا ہے تو حبیب کو حرم حبیب میں حاضر پاتا ہے۔ فوراً عرض کرتا ہے۔ "السلام علیک ایھا النبی ور حمتہ اللہ وبرکاتہ "اے نبی آپ ﷺ پر سلام ہو، اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ بھی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔ اور حضور ﷺ ہمیشہ مومنوں کا نصب العین اور عابدوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں تمام احوال اور واقعات میں خصوصاً حالت عبادت میں اور اس کے آخر میں نورانیت اور انکشاف کا وجود اس مقام پر بہت زیادہ اور نہایت قوی ہوتا ہے اور بعض عرفاء نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہ الصلوۃ والتحیۃ تمام موجودات کے ذرات اور افراد ممکنات میں جاری و ساری ہے پس آنحضرت ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں۔ لہذا نمازی کو چاہیے کہ اس معنی سے آگاہ رہے اور حضور ﷺ کے اس حاضر ہونے سے غافل نہ ہو تاکہ انوار قرب اور اسرار معرفت سے روشن اور فیض یاب ہو۔"

(اشعۃ اللمعات جلد نمبر اص ۴۰۱)

بعینہ یہی عبارت تیسیر القاری شرح صحیح بخاری جلد اول باب التشہد فی الاخرۃ ص ۲۸۱ مطبوعہ مطبع علوی لکھنؤ ص ۲۷۱، ص ۳۷۱ میں موجود ہے۔ اور مسک الختام شرح بلوغ المرام میں ص ۲۴۴ پر نواب صدیق حسن خان بھوپالی اشعۃ اللمعات کی یہی عبارت منقولہ بالا تحریر فرما کر ایک شعر بھی لکھتے ہیں۔

در راہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست
می بنیمت عیاں و دعامی فرستمت

معترض تبرید النواظر ص ۱۶۴ پر لکھتا ہے۔

"یہ بحث بھی اس پر مبنی ہے کہ نمازی گویا کہ اللہ تعالی کو دیکھتا ہے اور گویا کہ اس کے دربار میں حاضر ہوتا ہے اور وہاں آنحضرت ﷺ موجود ہوتے ہیں اور اس رنگ میں آپ سے خطاب کیا جاتا ہے۔ تصوف اور تعرف کے اس شارحانہ یا عارفانہ نکتہ سے بھی ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہوتے بلکہ نمازی کو خود کمال پیدا کر کے اللہ تعالی کے دربار میں

marfat.com

حبیب کے سلام کیلئے حاضر ہونا پڑتا ہے۔ مگر یہ مقام کتنوں کو حاصل ہے؟ جس کو خدا دے۔"

میرے خیال میں تو ایک کامل نمازی، ایک عارف، ایک فناہ فی اللہ اور فناہ فی الرسول، شروع نماز ثناء، فاتحہ، قرات وغیرہ میں دربار الٰہی میں حاضر ہوتا ہے۔ اور جتنا وہ فناہ فی اللہ ہو کر، اللہ کے تصور میں کھو کر نماز پڑھتا ہے۔ اتنی نماز کامل ہے۔ اور نماز پڑھتے پڑھتے جب نماز میں بیٹھنے کی ہیئت آتی ہے تو نمازی کو تھوڑی دیر کیلئے دربار الٰہی میں مشاہدہ حبیب الٰہی کا بھی موقع ملتا ہے۔ اور وہ فوراً پکار اٹھتا ہے۔ السلام علیک ایھا النبی اگر کامل اور عارف نمازی ہے تو یہاں اسے فناہ فی الرسول کا مقام بھی حاصل ہو جاتا ہے وہ ایسے محسوس کرتا ہے کہ وہ واقعی حضور سرور کونین ﷺ کے دیدار سے فیضیاب ہو رہا ہے۔ حضور ﷺ بھی اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اور حضور سرور کونین ﷺ کی صفت شاہد و شہید کا بھی وجوب ملتا ہے۔

پہلے معترض صاحب اپنا صحیح عقیدہ بیان کرتے ہیں کہ یہ تشہد میں حضور سرور کونین ﷺ کو سلام بطور حکایت کے پڑھا جاتا ہے اور مفسرین کرام کے مشہور اور اکثریتی قول بیان کرنے کی بجائے شاذ قول بیان کرتا ہے۔ اور پھر قرآنی آیات سے اس کے بطور حکایت پڑھے جانے کے حق میں بھی دلائل دیتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں تبرید النواظر ص ۱۶۲، ص ۱۶۳۔

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کو تبلیغ کی اور فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیش کردہ دلائل کا گستاخانہ الفاظ میں رد کیا تو فرعون کی اس گستاخی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا

وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا۔ اور بے شک میں تجھے خیال کرتا ہوں اے فرعون کہ تو تباہ کر دیا جائے گا

اس آیت میں یا فرعون کے جملہ کو ذہن میں محفوظ رکھئے تا کہ کام آئے۔ داشتہ بکار آید البتہ ملاحظہ کیجئے کہ آج بھی ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں قرآن کریم پڑھنے والے مسلمان لاظنک کو خطاب کی ضمیر سے ہی پڑھتے ہیں۔ لیکن اس سے فرعون کو کوئی بھی

marfat.com

حاضر وناظر نہیں سمجھتا۔

۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے عزیز مصر کی بیوی نے ایک مخصوص ڈرامہ کھیلنا چاہااور اللہ تعالی نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی طہارت اور عصمت پر عزیز مصر کی بیوی کے خاندان ہی سے ایک شیر خوار بچے کو گواہ بنایا۔اور عزیز مصر پر جب یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا توبالکل کوئی قصور نہیں بلکہ سارا قصور ہی میری بیوی کا ہے تو اس پر وہ اپنی بیوی کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے۔

وَاسۡتَغۡفِرِیۡ لِذَنۡۢبِكِ اِنَّكِ كُنۡتِ مِنَ الۡخٰطِـئِيۡنَ۔(پ ۱۲) اپنے گناہ پر معافی مانگ بے شک تو ہی خطاکاروں میں تھی۔

اس آیت میں بھی لذنبك اور انك سے عزیز مصر کی بیوی کو خطاب ہے۔اور سارے مسلمان اس کو اسی طرح پڑھتے ہیں مگر عزیز مصر کی بیوی کو کوئی بھی حاضر و ناظر نہیں سمجھتا۔ ممکن ہے کہ فریق مخالفکرشن کنہیا کافر کی طرح اس کو بھی حاضر و ناظر جانتا ہو کیونکہ فریق مخالف کے ولی اور بزرگ تو رحم میں نطفہ پڑتے بھی دیکھتے رہتے ہیں اور جماع کے وقت بھی پاس ہی موجود ہوتے ہیں۔(العیاذباللہ تعالیٰ)

۳۔ مصر کے جیل خانہ میں بے قصور حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ چند دیگر اخلاقی مجرم بھی تھے۔دو آدمیوں نے خواب دیکھے۔حضرت یوسف علیہ الصلوۃ السلام نے ان کو تفسیر بتائی۔جس قیدی کی رہائی اور نجات ہونے والی تھی، حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے کہا۔

وَاذۡكُرۡنِیۡ عِنۡدَ رَبِّكَ۔ میرا ذکر بھی اپنے آقا کے سامنے کردینا۔

اس آیت میں بھی حضرت یوسف علیہ لسلام نے ایک قیدی کو خطاب کیا تھا مگر آج بھی مسلمان عندربك کے الفاظ سے ہی اس آیت کریمہ کی تلاوت کرتے ہیں لیکن اس قیدی کو کوئی بھی حاضر وناظر نہیں کہتا۔

جواب میں میں اتنا ہی کہنا چاہوں کہ معترض یہ بتائے کہ نماز پڑھتے جب تم یہ آیات انکے

marfat.com

مفہوم کو سمجھتے ہوئے تلاوت کر رہے ہوتے ہو اس وقت تمہارے ذہن میں حضرت موسیٰ اور فرعون کا واقعہ آتا ہے یا نہیں ؟۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور اس کی بیوی کا واقعہ آتا ہے یا نہیں ؟ حضرت یوسف علیہ السلام اور ان قیدیوں کا واقعہ ذہن میں آتا ہے۔ یا نہیں ؟

بالفرض مان لیتے ہیں کہ یہ واقعات تمہارے ذہن میں آگئے پھر یہ بتاؤ کہ ان کو خبر ہوتی ہے یا نہیں ؟ اگر خبر ہوتی ہے تو ثابت کرو۔

اب حضور سرور کونین ﷺ کے متعلق سوچو کہ جب تم نے تشہد میں حضور ﷺ کو سلام کیا، اگر اچھی طرح سے نماز پڑھ رہے ہو تو یہ بتاؤ کہ حضور سرور کونین ﷺ کا تصور ذہن میں ابھرتا ہے یا نہیں ؟ تمہارے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے یا نہیں کہ کاش حضور سرور کونین ﷺ میرے سلام کا جواب دیں ؟

چلو فرعون کو تو سلام نہیں پہنچتا کیونکہ وہ نیک بندہ نہیں لیکن تمہارا سلام حضرت یوسف علیہ السلام کو تو پہنچ رہا ہے کیونکہ وہ نیک بندے ہیں۔ اور حضور سرور کونین ﷺ کو بھی پہنچ رہا ہے۔ حضور سرور کونین ﷺ نے بروز قیامت تیری گواہی دینی ہے۔ تیری شفاعت کرنی ہے۔ چلو انہیں تیرے اعضاء سے پتہ چل گیا کہ تم ان کے امتی ہو اور اگر اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں مل گیا تو پھر نجات ہو گئی اب شفاعت کی ضرورت ہی نہیں تم امتی ہو لیکن اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں ملا ہے اب حضور سرور کونین ﷺ کس طرح تمہاری گواہی دیں شفاعت فرمائیں ؟ انہیں تو تمہارے اعمال کا پتہ ہی نہیں۔ چلو تسلیم کیا کہ حضور کو اعمال امت پیش ہوتے ہیں صحیح حدیث سے ثابت ہے اس طرح تمہارے اعمال کا بھی پتہ چل گیا۔ اب یہ بتاؤ کہ سرسری اعمال پیش ہوتے ہیں یا تفصیلی پیش ہوتے ہیں ؟ اگر سرسری یا جزوی پیش ہوتے ہیں تو پھر گواہی ناقص کیا حضور ﷺ ناقص گواہی دیں گے۔ ہرگز نہیں کیونکہ جس کی حضور گواہی دیں گے وہ بڑی پکی گواہی تسلیم کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اس کو رد نہیں فرمائے گا۔

چلو حضور ﷺ کی گواہی سے کہ تم نمازی تھے کلمہ توحید پڑھا تھا نجات ہو گئی اب کوئی ایسا امتی بھی ہو کہ صرف صدق دل سے لا الہ الا اللہ پڑھا ہے لیکن نیک اعمال ساری عمر نہیں

marfat.com

کئے۔ حساب کتاب کے بعد اسے دوزخ میں پھینک دیا گیا ہوا ہے۔ اب حضور ﷺ کو جب حکم ہو کہ ان سارے دوزخیوں کو نکال لین جنہوں نے صدق دل سے لا اله الا الله پڑھا ہے اب یہ بتاؤ یہ صدق دل سے پڑھنا عام عمل ہے۔ ظاہر عمل ہے یا چھپا ہوا عمل ہے۔ دل کی گہرائیوں میں چھپے ہوئے جذبات سے اس کا تعلق ہے یا دل کی ایک خاص کیفیت سے اس کا تعلق ہے۔ ؟

تم تسلیم کرو گے کہ اس کا تعلق دل سے ہے۔ اگر حضور کو تمہاری دلی کیفیت کا علم نہیں تو پھر انہیں کیسے علم ہو گا کہ اس امتی نے صدق دل سے لا اله الاالله پڑھا کہ نہیں ؟بالاخر حضور سرور کونین ﷺ کی صفت شاہدو شہید کو تسلیم کرو گے۔

اب جو تم نے حکایۃً کو اپنی دلیل میں پہلے پیش کیا ہے اور قرآنی مثالیں بھی پیش کی ہیں۔ تو کیوں ایسا کیا ہے ؟ یہ بالکل واضح ہے کہ ایسا تم نے اپنے مسلک اور عقیدہ کے مطابق کیا ہے۔ اگر یہ حکایۃً پڑھا جاتا تو پھر اس کو قرآنی آیات کی طرح نہ سکھاتے اور نہ اس کا سلام زمین و آسمان کے تمام اہل ایمان تک پہنچتا۔ اور نہ تم انگشت شہادت سے اس پر گواہی دیتے۔ تم ان دلائل کو جانتے تھے اسی لئے اپنے مسلک کو بیان کرنے کے باوجود یہ تسلیم کرنے پر خود ہی مجبور ہو گئے اور اقرار کر لیا کہ الفاظ تشہد سے مراد محض حکایت نہیں بلکہ بطور انشاء اور دعا ہے۔

تمہارے امام شہید صاحب کے نزدیک نماز میں رسول اللہ ﷺ کا خیال مبارک دل میں لانا بیل اور گدھے کے تصور میں غرق ہو جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔

دیکھئے علمائے دیوبند کی مسلمہ و مصدقہ کتاب "صراط مستقیم" ص ۸۱ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔

"از وسوسه زنا خیال مجامعت زوجه خود بهتر است و صرف همت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشدبچندیں مرتبه از استغراق در صورت گاؤ خرخود است۔"

ان کا اپنا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

marfat.com

"زنا کے وسوسے سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے۔ اور شیخ یا اسی جیسے بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت ماب ﷺ ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے۔" (عبارات اکابر ص ۹۱)

اس سے آگے کی عبارات کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمائیں جو انہوں نے خود کیا ہے "کیوں کہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپید گی (یعنی تعلق اور لگاؤ) ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر و ذلیل ہوتا ہے۔ اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے حاصل کلام اس جگہ وسوسوں کے مرتبوں کے تفاوت کا بیان کرنا مقصود ہے۔ انسان کو چاہیے کہ آگاہی حاصل کر کے کسی مانع کے ساتھ اللہ عزوجل کے حضور سے نہ رکے اور نہ پیچھے ہٹے اور اس موقعہ پر اس خلل کا علاج اس طرح سے بیان کرنا مقصود ہے کہ ہر کس و ناکس اس کو سمجھ سکے۔ (صراط مستقیم فارسی ص ۸۶، صراط مستقیم مترجم اردو ص ۹۵، ۹۶، ۹۷)

دیوبندیوں کا نام نہاد محدث اعظم پاکستان لکھتا ہے۔

'اس عبارت میں جو گاؤ خر کے الفاظ ہیں اس سے بیل اور گدھا ہی علی التعین مراد نہیں بلکہ اللہ تعالی کے سوا جو کچھ بھی ہو زمیں ہو یا آسمان ہو یا جنت ہو یا دوزخ، حوریں ہوں یا فرشتے، انسان ہوں یا جن، بھلی چیزیں ہو یا بری سب مراد ہیں۔ چنانچہ (صراط مستقیم کی) عبارت میں اس کی تصریح موجود ہے کہ گاؤ خر تو ایک مثال ہے حضور خدا تعالی کے سوا جو کچھ ہو خواہ گاؤ ہو خواہ گدھا، ہاتھی ہو یا اونٹ سب کا یہی حکم ہے۔ (عبارات اکابر ص ۹۴)

۱۔ امام شہید صاحب تو جانوروں کے نام لے رہے ہیں اور وکیل دیوبند زمین، آسمان، جنت دوزخ، حوریں، فرشتے، انسان، جن، بھلی چیزیں، بری چیزیں مراد لے رہے ہیں۔

۲۔ دیوبندیوں کے اپنے ترجمہ صراط مستقیم میں بیل اور گدھا ترجمہ کیا گیا ہے۔ مترجم نے عام روزمرہ کے مطابق ترجمہ کیا اور امام شہید صاحب خود لکھ رہے ہیں۔ (اوپر مذکورہ عبارت ملاحظہ فرمائیں)

marfat.com

بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر وذلیل ہوتا ہے۔ اور آخر میں ہے "اس موقع پر خلل کا علاج اس طرح سے بیان کرنا مقصود ہے کہ ہر کس وناکس اس کو سمجھ سکے" گستاخ رسول تو خود اپنی عبارت سے واضح کر رہا ہے کہ میں بیل اور گدھا اس لئے استعمال کیا ہے کہ ہر کس وناکس کو سمجھ آسکے۔ اور حقیر وذلیل کس کا خیال ہو سکتا ہے۔ بیل اور گدھے کا ہی ہو سکتا ہے نا کہ جنت، حوروں، بھلی چیزوں کا جیسا کہ نام نہاد محدث اعظم دیوبند نے اوپر اپنے امام شہید کی گستاخی پر پردہ ڈالنے کیلئے بیان کیا۔ اس عبارت کے بعد وکیل دیوبند لکھتے ہیں۔

"خانصاحب بریلوی اور ان کے پیروکاروں کا لفظ گاؤخر سے علی التعیین بیل اور گدھا مراد لے کر قائل کی مراد کے خلاف خواہ مخواہ بیل اور گدھے سے تقابل کر کے عوام کے مذہبی جذبات کو ابھارنا اور اس عمومی تعبیر کو صرف بیل اور گدھے کے خیال پر ہی بند کر کے قائل سے تنفر دلانا شرمناک قسم کی بددیانتی اور توجیہ القول بمالا یرضی بہ قائلہ کا مصداق ہے"۔

(عبارات اکابر ص ۹۴)

تبصرہ: ہماری مذکورہ بالا وضاحت کے بعد خود سوچو کہ بیل اور گدھے کو خواہ مخواہ کون نکال رہا ہے۔ جب کہ قائل کی مراد یہ ہی ہیں اور شرمناک قسم کی بددیانتی کا مصداق کون ثابت ہو رہا ہے۔ عوام کے مذہبی جذبات ابھارنا ہمارا کبھی بھی مقصود نہیں رہا ہاں گستاخوں کی سرکوبی کرنا ہی ہمارا مقصود تھا اور ہے اور ص ۹۲ پر لکھتے ہیں۔

"کتاب "صراط مستقیم" حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید رحمتہ اللہ علیہ کی تالیف و تصنیف نہیں بلکہ یہ کتاب حضرت شاہ سید احمد شہید بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات ہیں اور حضرت شاہ اسماعیل شہید علیہ الرحمتہ نے حضرت سید صاحبؒ کے یہ ملفوظات جمع کئے ہیں اور ان کی حیثیت صرف ایک جامع کی ہے مؤلف و مصنف کی نہیں"

تبصرہ: تم خود سوچو اس سے ہمارے کئے گئے اعتراض پر کوئی حرف آیا کچھ فرق پڑا، اپنے

marfat.com

شاہ شہید کے ساتھ ساتھ ان کے پیرومرشد کو بھی گستاخ رسول ﷺ میں خود ہی شامل کر لیا ہے۔ یہ دونوں ہیں تو تمہارے ہی اکابر۔ جمع کرنے والا تمہارا امام شہید ہے کوئی جاہل آدمی نہیں۔ الغرض وہ بھی تو اس میں برابر کا حصہ دار ہے۔ آگے لکھتے ہیں۔

"صراط مستقیم میں حضرت سید صاحب شہید علیہ السلام کے سارے ملفوظات حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ ہی کے جمع کردہ نہیں۔ بلکہ ان میں کچھ اوراق مجاہد جلیل حضرت مولانا عبدالحئی صاحب داماد حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے جمع کردہ بھی ہیں۔"

تبصرہ: میں پھر کہوں گا اس سے ہمارے اعتراض پر کوئی حرف نہیں آتا۔ بلکہ ان گستاخوں میں اب تم نے شاہ شہید اور سید احمد شہید کے ساتھ ساتھ اپنے مجاہد جلیل مولانا عبدالحئی صاحب کو بھی شامل کر لیا ہے۔ لیکن عبدالحئی صاحب کی اپنی باقاعدہ تصنیف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کا انداز نہیں تمہارے امام شہید صاحب یا سید احمد شہید صاحب کا ہی ہے۔ آگے ص ۹۳ پر لکھتے ہیں۔

ممکن ہے کہ یہ عبارت ان اوراق کی ہو جن کو حضرت مولانا عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمع کیا ہے۔ دریں حالات علی التعین یقین اور قطعیت کے ساتھ اس کو حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی بتانا اور انکی تذلیل و تحقیر کے درپے ہونا اور اس عبارت کو قطعی طور پر بزعم خود ان کے کفریات میں شمار کرنا سراسر ظلم ہے اگر اس عبارت میں معاذ اللہ تعالیٰ کوئی توہین ہے تو پہلے حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کو کافر قرار دینا چاہیے (العیاذ باللہ تعالیٰ) کیونکہ ملفوظات تو ان کے ہیں اور اگر محض جامع ہونے کی وجہ سے کافر قرار دینا ہے۔ تو (معاذ اللہ تعالیٰ) حضرت مولانا عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کافر ہونے کا بھی احتمال ہے۔ کہ شاید یہ عبارت ان اوراق کی ہو جو انہوں نے جمع کیے ہیں لیکن عموماً اہل بدعت حضرات بشمولیت خان صاحب اس عبارت کی وجہ سے صرف مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ ہی کو کافر کہتے اور کوستے ہیں اور یہ بات تحقیق اور دیانت سے

marfat.com

کوسوں دور ہے کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی۔

تبصرہ: یہ تم خود ہی فیصلہ کرلو اور خود ہی تعین کرلو کہ کس کی عبارت ہے۔ لیکن ہے یہ ان تینوں میں سے کسی ایک کی ہمیں تو صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ عبارت تمہاری ہے۔ اور اس میں حضور سرور کونین ﷺ کی گستاخی کی گئی ہے۔ اور حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کا حکم تم خود بھی اچھی طرح جانتے ہو۔

آگے ص ۹۵ پر لکھتے ہیں۔

"عبارت میں اصل مقصود یہ ہے کہ نماز کو صحیح معنی میں نماز بنایا جائے کہ اس میں قصداً وارادۂ صرف اللہ تعالی کی تعظیم واجلال ہی مقصود نظر ہو۔"

تبصرہ: کس نے تم پر یہ اعتراض کیا کہ صرف اللہ تعالی کی تعظیم واجلال ہی کو مقصود نظر نہ بناؤ لیکن حضور سرور کونین ﷺ کے خیال کو بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا کہو تو اس پر اعتراض ہے اور یہ ہی تمہاری گستاخی ہے۔

تمہیں کون روکتا ہے کہ وسوسوں کے تفاوت کا بیان نہ کرو۔ اس کی وضاحت نہ کرو۔ مثالیں نہ دو لیکن جب تم حضور سرور کونین ﷺ کے خیال کو چاہے صرف ہمت سے ہی ہو اس کا موازنہ بیل اور گدھے کے تصور اور خیال سے کروگے تو ضرور روکیں گے۔ تم پر حق واضح کریں گے کیا یہ تمہاری گستاخی نہیں کہ تم حضور ﷺ کے خیال میں آنے کو اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا کہو۔ آگے ص ۹۷ پر لکھتے ہیں۔

(صراط مستقیم کی) عبارت میں تصریح ہے کہ خود بخود ارواح وفرشتوں اور مسائل کا کشف وسنوح اور خیال نماز کیلئے مضر نہیں۔ کیونکہ اس میں انسان کے قصد اور ارادہ کا دخل ہی نہیں اور یہ خیال غیر اختیاری طور پر آتا ہے ہاں غیر اللہ کی طرف نماز میں صرف ہمت یعنی قصداً اپنی پوری توجہ ماسوی اللہ کی طرف مبذول کردینا نماز کیلئے مضر ہے۔

تبصرہ: ٹھیک ہے خود بخود ارواح، فرشتوں اور تمہارے کشف اور خیال نماز کے لیے

marfat.com

مضر نہیں اور تمہارے نزدیک بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونا بھی برا ہے کیونکہ ارواح' فرشتوں اور تمہارے (نا معلوم مسائل) کو بیل اور گدھے سے نسبت نہیں دی جاسکتی لیکن حضور ﷺ کا خیال اگر تمہارے دل میں پیدا ہو جائے تو وہ تمہارے نزدیک بیل اور گدھے کے خیال میں مستغرق ہونے سے بھی برا ہے۔اور صراط مستقیم کی عبارت میں ہے۔

"غیر کی تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے "ارواح، فرشتے اور تمہارے (نا معلوم) مسائل کا خیال اگر نماز میں آجائے تو یہ شرک کی طرف کھینچ کر نہ لے جائیں بیل اور گدھے کا خیال آجائے تو بھی شرک نہ ہو لیکن جیسے ہی حضور سرور کونین ﷺ کا خیال تعظیم اور بزرگی کے ساتھ آئے تو شرک ہو جائے۔

نمازی جب نماز شروع کرتا ہے تو وہ ثناء پڑھتا ہے۔اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان کا اظہار کرتا ہے۔

سورہ فاتحہ پڑھتا ہے تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان کا اظہار کرتا ہے۔رکوع کرتا ہے قیام کرتا ہے سجدہ کرتا ہے۔اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان اور بڑھائی کا اظہار کرتا ہے۔

اور نماز کے آخر میں جب التحیات پر پہنچتا ہے تو پھر حضور سرور کونین ﷺ کا خیال آتا ہے۔ درود شریف پڑھتا ہے۔تب خیال آتا ہے۔اگر نماز میں کسی کا خیال آجانے سے شرک ہو جاتا تو پھر التحیات، درود شریف کو نماز کا حصہ ہی نہ بنایا جاتا۔اللہ تعالیٰ تو حضور نبی ﷺ کریم کا ذکر بلند فرمائے جہاں اللہ کا ذکر ہو وہاں اللہ اپنے حبیب کا ذکر پسند فرمائے لیکن حضور ﷺ کی عظمت و شان کے منکروں کو حضور ﷺ کے خیال اور تعظیم و توقیر سے ہی شرک کا دورہ پڑ جائے۔

اللہ ان کے قلب کی سیاہیوں کو دور فرما۔ان کو اپنے حبیب مکرم کا ادب نصیب فرما۔آگے ص ۹۸ پر لکھتے ہیں۔

"صراط مستقیم کی اس عبارت میں جس پر خان صاحب بریلوی اور ان کے چیلے اعتراض کرتے

marfat.com

ہیں۔ صرف ہمت کے الفاظ چمک دار ستاروں کی طرح جھلک رہے ہیں۔"

تبصرہ: تمہیں صرف ہمت کی وضاحت کرنے سے کس نے روکا تھا۔ اس صرف ہمت کی وضاحت حضور نبی کریم ﷺ کی توہین اور نامناسب تشبیہہ کے بغیر بھی کی جاسکتی تھی آگے ص ۱۰۲ پر لکھتے ہیں۔

"صراط مستقیم کی اس عبارت میں وساوس کے مختلف درجات بیان کئے گئے ہیں۔ کہ بعض کا خطرہ کم ہے اور بعض کا زیادہ مثلاً زنا کے خیال سے اپنی منکوحہ عورت کے ساتھ جماع کا خیال بہتر ہے کیوں کہ ایک چیز فی نفسہ جائز ہے اور دوسری حرام ہے۔ لہذا حلال کا وسوسہ حرام کی بہ نسبت بہتر ہے۔

تبصرہ: منکوحہ عورت سے جماع کا خیال اگر نماز کے دوران آئے اس سے تو شرک نہ ہو۔ لیکن حضور کا خیال آئے تو شرک ہو۔ تمہارے قاعدے کے مطابق تو بیل اور گدھے کا خیال اگر نماز میں آئے تو وہ حلال چیز کا خیال ہے۔ جب کہ حضور نبی کریم ﷺ کا خیال اگر نماز میں آئے تو وہ حرام ہے۔ اسی لئے کہتے ہو۔

"شیخ یا اسی جیسے بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت ماب ﷺ ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے"۔ (صراط مستقیم)

ہمت لگا دینا اور مستغرق ہونا غور طلب ہیں۔ پہلے میں تو کوشش کی جانے کے متعلق بتایا گیا ہے اور دوسرے میں کوشش کے بعد خیال بٹھا کر اس میں مکمل طور پر کھو جانا ہے۔ اب خود فیصلہ کر لو ایک تو کوشش میں ہے اور ایک کوشش کے بعد مکمل طور پر اس خیال میں ڈوب چکا تھا۔ ان میں کون سا بہتر ہے۔ اس اعتراض کے آخر میں معترض نے اعلیٰ حضرت کے بعض اشعار پر تنقید کی ہے۔ ہم بھی اپنے بے وزن اشعار بیان کرنے کا حق رکھتے ہیں ؎

تو اگر محرف قرآن ہوا پھر ہم کو کیا
اپنے اکابر کا ہندہ بنا پھر ہم کو کیا

marfat.com

تو نے چھوڑ دی تعظیم و توقیر رسول ﷺ
حکمِ ربانی کا منکر ہوا پھر ہم کو کیا
قرآن و حدیث اور مفسرین کو جھٹلا کر
شیطان کا بندہ ہوا پھر ہم کو کیا
آیتوں کے صحیح شانِ نزول کو چھوڑ کر
تحریفِ قرآن کا مجرم ہوا پھر ہم کو کیا
ہم تو اللہ کے بندے اور اس کے رسول کے غلام ہیں
تمہاری عقل ناقص میں نہ آئے پھر ہم کو کیا

ایک دلیل پر اعتراضات اور ان کے جوابات

علماء اہل سنّت وجماعت نے حاضر و ناظر کی تین صورتیں بیان کی ہیں۔

۱۔ ایک جگہ رہ کر سارے عالم کو دیکھنا۔

۲۔ آن کی آن میں سارے عالم کی سیر کر لینا۔

۳۔ ایک وقت میں چند جگہ ہونا۔

پہلی صورت کی مثالیں علماء کرام اس طرح بیان کرتے ہیں۔

۱۔ ملک الموت تمام مخلوقات کی جانیں قبض کرتا ہے۔ ساری دنیا اس کے آگے مثل چھوٹے خوان یا طشت کے ہے۔ **فیقبض من ھھنا وھھنا** یعنی ادھر سے لے لیتا ہے جان کو اور ادھر سے

۲۔ شیطان تمام لوگوں کو اپنے مقام سے دیکھتا ہے اور اپنی ذریت کی مدد سے تمام لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اللہ کے راستے سے بھٹکاتا ہے۔

اور عالم علوی میں اس کی مثال سورج اور چاند ہیں۔ کہ جتنے کرۂ ارض پر سورج یا چاند طلوع ہوتے ہیں۔ اس سارے کرہ ارض پر کوئی آدمی کہیں بھی چلا جائے چاند اور سورج کو پائے گا۔

marfat.com

وہ او جھل ہو جائے تو علیحدہ بات ہے لیکن اس پورے کرہ ارض پر سورج اور چاند اپنی نورانی کرنیں بکھیرتے ہوئے موجود ہوتے ہیں۔ مذکورہ بالا مثالوں سے علماء کرام یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ۔

جس طرح ملک الموت ایک مقام پر رہ کر ساری دنیا پر نظر رکھ سکتا ہے۔ شیطان تمام لوگوں پر نظر رکھ سکتا ہے۔ جب سورج سب جگہ اس کرہ ارض پر موجود ہو کر چوتھے آسمان پر ہے۔ اسی طرح روح نبی پاک ﷺ جو رفیق اعلیٰ کے حضور حاضر ہے اعلیٰ علیین میں ہے اگر وہ وہاں سے کل زمین یا زمین کے چند مواضع و مقامات کو ملاحظہ فرمائے تو اس میں کیا محال اور بعید ہے۔

پس فرق یہ ہے کہ سورج اور چاند کے دیکھنے کی آنکھ اللہ تعالیٰ نے کھول رکھی ہے اور اس کے ذریعے سے بینا آدمی دیکھ کر کہہ دیتا ہے چاند ہر جگہ موجود ہے۔ اندھا مادر زادیوں کہے گا کہ چاند کہیں نہیں۔ پس اسی طرح روح نبی پاک ﷺ کا دیکھنا موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت پر اگر وہ آنکھ باطنی کھول دے اور پردہ اٹھا دے ہر جگہ انسان جلوہ احمدی دیکھ سکتا ہے۔

قرآن وحدیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ

شیطان تمام انسانوں کو گمراہ کر سکتا ہے۔ ان کو دیکھتا ہے۔ اس میں اس کے چیلے بھی معاونت کرتے ہیں۔ شیطان کے مختلف چیلوں کی مختلف ڈیوٹیاں ہیں کوئی چیلہ نوزائیدہ بچے کو ٹھونگا مارنے پر مامور ہے کوئی چیلہ نماز میں خلل ڈالنے پر مامور ہے کوئی میاں بیوی میں تفریق کروانے پر مامور ہے۔ شیطان نے اپنے چیلوں کی مختلف ڈیوٹیاں لگائی ہوئی ہیں اور ان سے رپورٹیں سن کر محظوظ بھی ہوتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان کے باب فی الوسوسۃ کی پہلی فصل میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ولادت کے وقت بچے کا چیخنا شیطان کے ٹھونگا مارنے کی وجہ سے ہوتا ہے (متفق علیہ) اسی باب کی اسی فصل میں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک ابلیس

marfat.com

اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے اور اپنی ذریت کو لوگوں کے گمراہ کرنے کیلئے روانہ کرتا ہے۔

(مسلم شریف)

اسی باب کی تیسری فصل میں ہے۔

عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ شیطان میری نماز اور قرات کے درمیان حائل ہوا اور مجھے شبہات میں مبتلا کرتا رہا۔ سرکار ﷺ نے فرمایا کہ اس شیطان کا نام خزب ہے۔ جب تم اس کی مداخلت کا احساس کرو تو اللہ سے پناہ طلب کرو اور اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھتکارو (اس کے بعد) میں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو مجھ سے دور کر دیا۔ (مسلم)

یعنی تمام نمازیوں کی نماز میں حائل ہونے والا ایک ہی شیطان ہے۔ وہ ایک وقت میں سینکڑوں لاکھوں نمازیوں کی نماز میں خلل انداز ہو سکتا ہے۔ اور وہ تمام نمازیوں کو دیکھتا بھی ہے۔

حضور سرور کونین ﷺ کی روح مبارک بھی اعلیٰ علیین میں ہوتے ہوئے سارے عالم کو ملاحظہ فرما سکتی ہے۔ کوئی چیز اس میں مانع نہیں۔ اور دوسری صورت کی مثالیں اوپر مذکورہ دلائل میں موجود ہیں۔ اور قرآن پاک میں اس کی مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق بھی بیان کی گئی ہے۔ کہ انہیں زمین و آسمان کا مشاہدہ کروایا گیا۔ حضور ﷺ کیلئے اس کی مثالیں علم غیب کی بحث میں بیان کی گئیں۔

اور تیسری صورت کی مثالیں اس طرح ہو سکتی ہیں کہ۔

۱۔ حضور نبی کریم ﷺ ایک وقت میں اپنے کئی امتیوں کو دیدار کروا سکتے ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل نہیں بن سکتا۔ (بخاری و مسلم شریف)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا عنقریب وہ بیداری میں مجھے دیکھے گا اور شیطان میری شکل نہیں بن سکتا (بخاری و مسلم شریف)

یہاں یہ اعتراض کرنا کہ یہ فرمان صحابہ کرام کیلئے تھا نہ کہ ہمارے لئے بالکل احمقوں جیسا

marfat.com

اعتراض ہے۔ کیا یہاں رسول پاک نے کسی بھی حدیث میں یہ قید لگائی کہ یہ صرف صحابہ کرام کیلئے ہی ہے ؟ تم رسول پاک کے عام حکم کو خاص کرنے والے کون ہو ؟۔

۲۔ اسی طرح حضور ﷺ ایک وقت میں کئی محافل میں اپنی مثالی شکلوں کے ساتھ جاسکتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا رحمتہ اللہ علیہ اور معراج کی رات حضور سرور کونین ﷺ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مختلف مقامات پر دیکھنا اس کی دلیلیں ہیں۔

پہلی صورت کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ ساری دنیا کو ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔ تمام محافل کو ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

تیسری صورت کے ساتھ آپ صرف اور صرف پاک محافل میں تشریف لے جاتے ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو بری اور ناپاک محافل میں تشریف لے جانے سے منع فرمایا ہے۔ نیک محافل اللہ تعالی کے نیک بندوں کی آماجگاہ ہوتی ہے۔ وہاں سے شیطان بھاگتا ہے۔ اور بری اور ناپاک محافل شیطان اور اس کے چیلوں کی آماجگاہ ہوتی ہیں۔ یہاں شیطان کے چیلے، شیطان کے پیروکار اکٹھے ہوتے ہیں۔

یہ حضور ﷺ کی مرضی ہے کہ چند ایک نیک محافل میں اپنے مثالی جسم کے ساتھ تشریف لائیں چاہیں سب محافل میں تشریف لے آئیں۔

فریق مخالف کے محدث اعظم ہمارے موقف کو نہ سمجھتے ہوئے اپنے خیالات کا اس طرح سے اظہار فرماتے ہیں۔

"اور تاسف بالائے تاسف یہ ہے کہ جتنے مقامات پر آنحضرت ﷺ کا حاضر ہونا تسلیم کرتے ہیں ملک الموت اور ابلیس کا ان سے زیادہ تر مقامات میں حاضر ہونا مانتے ہیں گویا جتنے مقامات کا علم آنحضرت ﷺ کیلئے مانتے ہیں ان سے بڑھ کر اور کہیں زیادہ وہ ملک الموت اور ابلیس کیلئے تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ برا کرے تعصب و عناد کا کہ خان صاحب اور ان کے اتباع و اذناب یہ ناروا الزام حضرت مولانا خلیل احمد رحمتہ اللہ تعالی علیہ کے سر تھوپتے ہیں کہ وہ

marfat.com

شیطان کا علم (معاذ اللہ تعالی) زیادہ بتاتے اور مانتے ہیں" (عبارات اکابر ص ۱۵۶)

میں تو جواب میں یہی کہوں گا کہ نام نہاد محدث اعظم کو ہمارے حاضر و ناظر کے عقیدہ کی سمجھ ہی نہیں۔ ہم حضور سرور کونین ﷺ کو روحانیت و نورانیت کے اعتبار سے ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہیں اور جسم مثالی کے ساتھ جس جگہ چاہیں وہ تشریف لے جائیں یہ مانتے ہیں۔ چاہے سو جگہ تشریف لے جائیں چاہے ہزار جگہ تشریف لے جائیں۔

اوپر مذکورہ پہلی صورت کے اعتبار سے تو آپ کو ہر اس محفل کا علم ہے جس میں تم ملک الموت اور ابلیس کو بڑھانا بتارہے ہو۔ اور تیسری صورت کے اعتبار سے آپ اللہ کے حکم کے تابع ہیں۔ شیطان اور ملک الموت پھر کس طرح علم میں بڑھ گیا؟

تمہارے حضرت مولانا خلیل احمد نے حضور سرور کونین ﷺ کی جناب میں جو گستاخی کی ہے اس کو تم نے خود ہی عبارات اکابر ص ۱۵۸ پر نوٹ کیا وہیں سے ملاحظہ فرمائیں۔

"الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔"

خود ہی حضور ﷺ کے فضائل و کمالات سے انکاری ہو رہے ہیں اور خود ہی فخر عالم تسلیم کر رہے ہیں۔

اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں۔

"خاصہ حق تعالی کے علم کا یہ ہے کہ اس کا علم ذاتی حقیقی ہے کہ جس کا لازم احاطہ کل شی کا ہے اور تمام مخلوق کا علم مجازی ظلی کہ در عطا کی حق تعالی کی طرف سے مستفاد ہے۔ پس اعلی علیین میں روح مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کی برابر بھی ہو چہ جائے کہ زیادہ"۔

marfat.com

آگے عبارات اکابر ص ۱۶۰ پر نام نہاد محدث اعظم تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
" قارئین کرام۔ ابراہین القاطعہ کی اس عبارت کو جو مکمل نقل کر دی گئی ہے بار بار پڑھیں اور انصاف سے فرمائیں کہ اس عبارت میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کون سی بات قرآن و حدیث اور اجماع امت کے خلاف کہی ہے۔ اور اس عبارت کے کن الفاظ میں (معاذ اللہ تعالیٰ) آنحضرت ﷺ کی توہین کی ہے؟"
آگے ص ۱۷۰ پر لکھتے ہیں۔
" علمائے دیوبند سے تو خان صاحب کا بلاوجہ بیر ہے وہ ان کو تمام کفار سے بدترین گردانتے ہیں اور موقع و محل ہو یا نہ ان کو جلی کٹی سنانے اور ان کو کافر بنانے سے نہیں چوکتے۔ چنانچہ خانصاحب کی عبارت پہلے عرض کی گئی ہے۔ جس میں وہ یہ بھی لکھتے ہیں۔ کہ "اور دیوبندی کتب فقہ کے ماننے میں بھی شریک ہوتے اور بایں ہمہ محمد رسول ﷺ کی توہین کرتے یا ضرورت دین سے کسی شئے کا انکار رکھتے ہیں ان کی اس کلمہ گوئی و ادعاء اسلام اور افعال و اقوال میں مسلمانوں کی نقل اتارنے ہی نے ان کو اخبث واضر اور ہر کافر اصلی یہودی، نصرانی، بت پرست، مجوسی سب سے بدتر کر دیا کہ یہ آکر پلٹے، دیکھ کر اندھے، واقف ہو کر اوندھے (ہوئے)" (احکام شریعت حصہ اول ص ۶۹)
سبحان اللّٰہ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ۔ خان صاحب سے پوچھئے کہ آپ ذرہ ہمت کر کے وہ خبیث عبارت تو بتائیں جس میں دیوبندیوں نے (معاذ اللہ تعالیٰ) آنحضرت ﷺ کی توہین کی ہے؟ یا قاعدہ اور انصاف کے لحاظ سے اس عبارت سے توہین نکلتی ہے؟ یا ان کی مراد العیاذ باللہ تعالیٰ توہین کا پہلو ہے؟ اور پھر ہمت کر کے ضروریات دین میں سے کسی ایک مسئلہ کا انکار ہی ان کی کسی عبارت سے ثابت کر دیں؟ مگر آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ خانصاحب ایسا کرنے سے قطعاً عاجز اور یقیناً قاصر ہیں۔ ہاں جھوٹی فریاد کر کے اور بلاوجہ دہائی دے کر عامتہ المسلمین کے اسلامی جذبہ سے کھیلنے کے بڑے مشتاق اور وسیع تجربہ کار ہیں۔ اور فریاد مسلمانو فریاد کہہ کر ان کو خوب اکساتے ہیں۔"

marfat.com

میں کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتا۔ اہل علم حضرات خود ہی فیصلہ فرمالیں۔

ولی کے دشمن سے اللہ تعالیٰ کا اعلان جنگ

بخاری شریف کتاب الرقاق کے "باب التوضع" میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے۔ جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ ایسی کسی چیز کے ذریعے قرب حاصل نہیں کرتا جو مجھے پسند ہیں۔ اور میں نے اس پر فرض کی ہیں بلکہ میرا بندہ برابر نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سنتا ہے اور اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں ضرور اسے عطا فرماتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ پکڑے تو ضرور میں اسے پناہ دیتا ہوں اور کسی کام میں مجھے تردد نہیں ہوتا۔ جس کو میں کرتا ہوں مگر مومن کی موت کو برا سمجھنے میں کیونکہ میں اس کے اس برا سمجھنے کو برا سمجھتا ہوں۔

مذکورہ بالا حدیث سے درج ذیل معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

۱۔ جو اللہ تعالیٰ کے ولی سے دشمن رکھے اللہ کا اس کے خلاف اعلان جنگ ہے۔

۲۔ اللہ کا ولی فرائض مکمل ادا کرتا ہے۔ اور نوافل کثرت سے پڑھتا ہے۔

۳۔ کثرت نوافل پڑھنے والے سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔

٤۔ اللہ کا ولی اللہ کی صفات کا مظہر ہوتا ہے۔

۵۔ اللہ کا ولی اگر اللہ سے کسی چیز کا سوال کرتا ہے تو اللہ اسے ضرور عطا فرماتا ہے۔

٦۔ اللہ کا ولی جب اس دار فانی سے دار بقا میں جاتا ہے۔ تو اس کے مقام و مرتبہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کی وفات اس کے بلندی درجات میں مانع نہیں۔ اس کی موت کو برا نہیں

marfat.com

سمجھنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو ناپسند فرماتے ہیں۔

اب وہابیوں گستاخوں کو خود اس حدیث قدسی اور اس سے حاصل ہونے والے فوائد پر غور کرنا چاہیے اور خود سے یہ سوال کرنے چاہئیں کہ

کیا ہم اللہ تعالیٰ کے ولی سے دشمنی رکھتے ہیں یا نہیں؟

کیا ہم نے نوافل کثرت سے پڑھتے ہیں یا نہیں؟

جب ہم نے نفلی عبادت کبھی کی ہی نہیں تو پھر ولی ہم میں کیسے ہو سکتے ہیں۔

جب ہم میں کبھی ولی ہوئے ہی نہیں تو ولی جو صفات الٰہی کا مظہر ہوتا ہے اس کی حقیقت ہم کو معلوم ہی کیسے ہو سکتی ہے؟

جب ہم نے کسی ولی اللہ کے پاس جانا ہی نہیں تو پھر کیسے معلوم ہوگا کہ اللہ ان کی دعا سے کچھ عطا کرتا ہے یا نہیں؟

جب ہم نے کسی ولی کی قبر پر حاضری دینی ہی نہیں تو پھر کیسے معلوم ہوگا کہ بعد از وفات اس کے درجات میں اللہ نے بلندی کی ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے وسیلہ کی قبولیت ہے یا نہیں۔؟

معترض نے اس حدیث کے جواب میں اہل سنت و جماعت پر حلول کا عقیدہ رکھنے کی تہمت لگائی ہے اور لکھتا ہے۔ کہ

"اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نصاریٰ کو پہلے کافر فرمایا ہے اور پھر ان کا عقیدہ بتلایا ہے کیونکہ انہوں نے یہی کہا تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام فنافی اللہ ہو گئے ہیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ میں حلول کر گئے ہیں ان میں اور اللہ تعالیٰ میں کامل اتحاد ہو گیا ہے۔"

آگے لکھتے ہیں۔

"اور یہی عقیدہ ان نام نہاد محبوں کا ہے جنہوں نے سنن من قبلکم کی اتباع کرتے ہوئے خالق اور مخلوق کو گڈمڈ کر دیا ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ) اور عیسائیوں کو بھی چند قدم پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ فوا اسفا" (تبرید النواظر ص ۱۸۱)

marfat.com

معترض نے صفات الٰہی اور مظہر صفات الٰہی میں فرق کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف "تسکین الخواطر فی مسئلۃ الحاضر والناظر" میں اس فرق کو سمجھانے کیلئے تفصیلی کلام کیا ہے۔ انہیں کے الفاظ میں پیش کر دیتا ہوں۔

"اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ اپنے مقبول بندوں میں ایسی صفات کریمہ پیدا کر دے جن کو کمالات خداوندی کی تجلی اور صفات ایزدی کا ظہور کہا جا سکے ایسی صفات کو صفات خداوندی قرار دینا ابلہ فریبی ہے کیوں کہ خدائے قدوس کی کوئی صفت حادث اور غیر مستقل نہیں ہو سکتی اور اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں جو صفات تسلیم کی گئی ہیں وہ خلق خداوندی سے مانی گئی ہیں۔ جو چیز مخلوق اور حادث ہو اس میں استقلال ذاتی کا وصف کیوں کر پایا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ان صفات مخلوقہ کو صفات خداوندی کہنا بندے کو خدا یا خدا کو بندہ بنانے کے مترادف ہے۔

مخلوق کا مظہر انوار الٰہی ہونا شرک نہیں بلکہ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جس کی حقیقت کو تسلیم کرنا فی الجملہ ضروریات دین سے ہے۔ امکان شرک کا عقیدہ یقیناً کفر خالص ہے۔ لیکن مخلوقات کا مظہر انوار الٰہی اور جلوہ گاہ کمالات ایزدی ہونے کا انکار بھی کفر والحاد سے کم نہیں۔ میرے نزدیک یہ امر بدیہیات سے ہے کہ عالم کے ذرے میں جو خوبی اور کمال موجود ہے در حقیقت وہ حسن و جمال الوہیت ہی کا ظہور ہے۔ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے ملاحظہ فرمایئے۔

فلما اتاھا نودی من شاطی الوادا لایمن فی البقعة المبارکة من الشجرة ان یموسی انی انا الله رب العالمین۔	پھر جب موسیٰ علیہ السلام اس آگ کے پاس تشریف لائے تو ان کو ایک درخت سے برکت جگہ میں میدان کے داہنے کنارے کی طرف سے آواز دی گئی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) بے شک میں اللہ رب العالمین ہوں۔"

marfat.com

ظاہر ہے کہ نہ وادی ایمن کا کوئی کنارہ خدا ہے۔ نہ بقعۂ مبارک خدا ہو سکتا ہے نہ درخت کو خدا کی ذات قرار دیا جا سکتا ہے۔ نہ وہ آگ خدا کی ذات ہے جو اس درخت پر تیزی سے چمک رہی تھی۔ یہ سب چیزیں انوار الٰہی کے مظاہر ہیں نہ کہ عین ذات خداوندی دوسری جگہ سورہ نمل میں یہ واقعہ ان الفاظ میں مذکور ہے۔

فلماء جاء ھا نودی ان بورک من فی النار ومن حولھا وسبحٰن اللّٰہ رب العالمین۔

ترجمہ پھر جب موسیٰ علیہ السلام اس آگ کے پاس تشریف لائے توان کو آواز دی گئی کہ برکت والا ہے وہ جو آگ میں۔ ہے اور جو اس کے آس پاس ہے اور اللہ رب العالمین کی ذات پاک ہے۔

فیض الباری (جز رابع ص ۴۲۸/۴۲۹) شرح صحیح بخاری میں انور شاہ صاحب کشمیری اس آیت کریمہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

"پھر جب موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس آئے تو آپ کو ندا کی گئی کہ برکت والا ہے جو آگ میں ہے پس موسیٰ علیہ السلام نے صرف آگ کو دیکھانہ کہ رب تعالیٰ جل مجدہ کو لیکن چوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں تجلی فرمائی تھی اس لئے فرمایا اے موسیٰ بے شک میں اللہ ہوں" میں نے تمام قرآن میں اس سے زیادہ وہم پیدا کرنے والا لفظ نہیں دیکھا یہاں غور کیجئے کہ موسیٰ علیہ السلام نے "انی اناللّٰہ" کی آواز سنی جس چیز سے وہ آواز آرہی ہے۔ وہ آگ ہے اس کے باوجود بھی یہ بات صحیح رہی کہ "بے شک میں اللہ ہوں" دیکھنے میں درخت متکلم ہے۔ (جس پر آگ بھڑک رہی ہے) لیکن درحقیقت وہ کلام اللہ کی طرف منسوب ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اس میں تجلی فرمائی تو وہ درخت معرفت الٰہیہ کے لئے وسیلہ ہو گیا اور متجلی فیہ و (درخت) نے متجلی بنفسہ رب تعالیٰ اجل مجدہ کا حکم لے لیا انتہا اگر کوئی شخص "بورک من فی النار ومن حولھا وسبحٰن اللّٰہ رب العٰلمین" کو پڑھ کر یہ کہنے لگے کہ نعوذ باللّٰہ تعالیٰ "نار" میں حلول فرمارہا ہے تو اس کے مشرک ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن اسکے برخلاف یہ عقیدہ رکھنا کہ "نار ومن حولھا" مظاہر حق ہیں اور تجلیات حضرت

marfat.com

حق سبحانہ و تعالیٰ کی جلوہ گاہ ہیں عین ایمان اور روح قرآن ہے معلوم ہوا کہ مخلوق کا مظاہر حق ہونا قرآن کی روشنی میں یقینی طور پر ثابت ہے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

ابراہیم علیہ السلام عرض کرتے ہیں" رب ارنی کیف تحیی الموتی " اے میرے رب مجھے دکھادے کہ تو مردوں کو کیسے جلاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" اولم تومن " اے ابراہیم علیہ السلام آپ کا اس بات پر ایمان نہیں، قال بلی ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کیوں نہیں۔ ضرور میرا ایمان ہے " ولکن لیطمئن قلبی " اور لیکن میں اس لئے سوال کر رہا ہوں کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چار پرندوں کو لے لیجئے اور ان کو اپنے ساتھ مانوس کر لیجئے پھر انہیں ذبح کر کے ہر پہاڑ پر ان میں سے ایک جزو رکھ دیجیے۔ "ثم ادعہن یاتینک سیعا" پھر ان کو پکاریئے آپ کے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے۔"

چنانچہ ایسا ہی ہوا ابراہیم علیہ السلام نے حسب ارشاد خداوندی چار پرندے لے کر انہیں ذبح کیا اور ان کے اجزاء کو مخلوط کر کے ہر پہاڑ پر ان کے ایک ایک جزو کو رکھ دیا اور اس کے بعد انہیں پکارا تو وہ چاروں کے چاروں پرندے زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے ان کے سامنے آموجود ہوئے۔

ظاہر ہے کہ احیاء یعنی زندہ کرنا صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے اور سوال بھی اللہ تعالیٰ ہی کے احیاء کے متعلق تھا۔ لیکن ان مردہ پرندوں کی زندگی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پکارنے پر ظہور پذیر ہوئی جو اس امر کی روشن دلیل ہے کہ صفت احیاء اللہ تعالیٰ ہی کی تھی۔ لیکن اسکا ظہور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات اقدس میں ہوا یہی ہمارا ایمان ہے کہ صفات خداوندی کا ظہور مقربان بارگاہ ایزدی میں علی وجہ الکمال ہوا کرتا ہے۔ اگر بندے میں صفات خداوندی کا ظہور ناممکن ہو تو تخلقو باخلاق اللہ کے کیا معنی ہوں گے؟ ہر شخص جانتا ہے کہ اخلاق الٰہیہ کے جلوؤں سے متصف ہونا مطلوب عندالشرع ہے۔ اگر اس چیز کو شرک قرار دے دیا جائے تو کمال انسانی کا کون سا مقام باقی رہے گا۔ ایک صفت یا ایک سے زیادہ

marfat.com

صفات کے ظہور میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا یعنی جس طرح خدا کی تمام صفات کا کسی بندے میں مستقلاً پایا جانا ممتنع عقلی ہے بالکل اسی طرح کسی ایک صفت خداوندی کا بھی بندے میں بالاستقلال پایا جانا محال ہے۔

بندے کا مظہر صفات الوہیت ہونے کا یہی مطلب ہے کہ وہ انوار صفات سے منور ہو جائے نہ یہ کہ صفات الٰہیہ عرض قائم بالغیر کی طرح اس کی ذات میں پائی جائیں۔ ایسا عقیدہ کتاب و سنت کے منافی اور صریح الحاد و بے دینی ہے۔ علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی حنفی بغدادی روح المعانی میں اسی مسئلہ میں ارباب ریاضت و مجاہدہ کا ذکر فرماتے ہوئے ایک طویل بیان میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

جب طالب صادق محبوب کے راستے میں لذتیں اور راحتیں پانے کی وجہ سے شہوات نفسانیہ سے خالی ہو جاتا ہے اور اس کی زندگی اور اوقات ہر قسم کی کدورتوں سے پاک اور صاف ہو جاتے ہیں تو اس کا باطن روشن ہو جاتا ہے اور انوار غیب کی تجلیاں اس پر ظاہر ہوتی ہیں اور اس کے لئے ملکوت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ جس سے اس کو بار بار نوری شعاعیں محسوس ہوتی ہیں اور وہ مثالی صورتوں میں امور غیبیہ کا مشاہدہ کرتا ہے پھر وہ جب ان امور میں سے کسی شے کا مزہ چکھتا ہے تو گوشہ نشینی، تنہائی، ذکر اور ہمیشہ پاک رہنا اور عبادت اور مراقبہ اور نفس کا محاسبہ اس کیلئے مرغوب ہو جاتا ہے اور وہ تمام حسی ملذذات سے اجتناب کرنے لگتا ہے اور اسکا دل ان کی محبت سے خالی ہو جاتا ہے۔ اور پھر وہ اپنے باطن کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جاتا ہے تو اس کے لئے وجد و سکر اور شوق و عشق اور بے چینی کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ اور یہ چیزیں اس کو اس کے نفس سے فانی اور غافل کر دیتی ہیں پھر وہ پوشیدہ حقائق اور غیبی انوار کو دیکھتا ہے تو وہ مشاہدہ معائنہ اور مکاشفہ کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے اور اس کے لئے انوار حقیقیہ ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ یہ انوار جو اس پر ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ کبھی پوشیدہ بھی ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ پختہ ہوکر اس دورنگی (ظہور و خفا) سے نجات پاتا ہے۔ (اس پر ظہور ہی کا حال رہتا ہے) اور اس پر سکینت روحانیہ اور طمانیت الٰہیہ کا نزول ہوتا

marfat.com

ہے اور ان احوال اور روشنیوں کا وارد ہونا اور اس کے لئے ملکہ بن جاتا ہے۔ پھر وہ عوالم جبروت میں داخل ہو کر ان عقول مجردہ اور انوار قاہرہ کا مشاہدہ کرتا ہے جو نگہبان کرنے والے ملائکہ مقربین سے ہیں اور ان کے انوار کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کے لئے عظمت اور کبریا الٰہیہ کی تجلیاں اور سلطان احدیت کے انوار ظاہر ہوتے ہیں تو وہ ہبا منثوراً کر دیتے ہیں اور اس کی انانیت کے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے لئے گر کر تعین ذاتی میں گم ہو جاتا ہے اور اس کا وجود وجود الٰہی میں فنا ہو جاتا ہے۔ یہ مقام محو اور فنا کا مقام ہے اور وہ سالکین کے پہلے سفر کی منزل ہے" پھر اگر وہ اسی محو و فنا کے حال میں رہا اور بقاء و صحو کی طرف نہ آیا تو عین جمع میں مستغرق ہو کر حق کے ساتھ (مشغول ہونے کی وجہ سے) تمام مخلوق سے محجوب ہو جاتا ہے۔ اور اس کی نظر حق تعالیٰ جل شانہ کے مشاہدہ جمال سے نہیں چوکتی اور اس کی ذات اور جلال کے انوار کو وہ ہر وقت دیکھتا رہتا ہے۔ اس وقت کثرت شہود و حق میں مضمحل ہو جاتی ہے اور تفصیل وجود باری کے سامنے روپوش ہو جاتی ہے۔ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے اس کے اوپر ایک اور مرتبہ ہے جو سکرے سے صحو اور فنا سے بقا کی طرف آنے کے بعد ملتا ہے اور سالک عین جمع میں تفصیل کو دیکھتا ہے اور اس کا سینہ حق اور خلق دونوں کے لئے فراخ ہو جاتا ہے اور یہ دیکھنا ایسے طریقہ پر ہوتا ہے جس میں تکثر اور تجسم کو داخل نہیں ہوتا۔ اور یہ ایسا طور ہے جو طور عقل سے وراء الوراء ہے اور بعض عارفین کاملین کی عبارت میں واقع ہوا ہے کہ عارف کبھی حقیقت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے ساتھ متخلق ہو جاتا ہے۔ نہ بایں معنے کہ اللہ کی صفات اس کیلئے ایک عرض ہو جائیں جو قائم بالنفس ہو۔ کیوں کہ یہ اس قبیل سے ہیں کہ جس کا کبھی تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ اور ایسی بات کہنا شریعت طریقت اور حقیقت سے نکل جانا ہے بلکہ یہ تخلیق ایک دوسرا علاقہ ہے جو صفات کو نیہ بدنیہ کے علاقے سے بہت زیادہ کامل اور اکمل ہے جس کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی۔ (روح المعانی پ ۱۵ ص ۱۴۶/۷/۱۴ مطبوعہ مصر)

بندے کا مظہر صفات الٰہیہ ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار قرآن و حدیث کی روشنی میں

marfat.com

کسی طرح نہیں ہو سکتا جیسا کہ ہمارے بیان سابق سے ہمارے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا مزید وضاحت کے لئے ایک حدیث قدسی اور سن لیجئے جس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ اور وہ حدیث مشکوۃ شریف میں بھی موجود ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے رسول اکرم ﷺ کی زبان اقدس پر فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے عداوت کی میں نے اس کو اعلان جنگ فرما دیا۔

اور جن چیزوں کے ذریعہ بندہ مجھ سے قریب ہوتا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے وہ کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ حملہ کرتا ہے اور اس کے وہ پاؤں ہو جاتا ہوں جن وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بری چیز سے بچنا چاہتا ہے تو میں اسے ضرور بچاتا ہوں۔ الحدیث

(۱) اس حدیث کے معنی بیان کرتے ہوئے یہ کہنا کہ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ اللہ تعالی نزدیکی حاصل کرنے والے کے حواس کو اپنی پسندیدہ چیزوں کیلئے وسیلہ بنا دیتا ہے۔ اور وہ بندہ اپنے کانوں سے کوئی ناجائز چیز نہیں سنتا۔ اور اپنی آنکھوں سے خلاف حکم شرع کوئی چیز نہیں دیکھتا اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں سے خلاف شرع کوئی کام نہیں کرتا۔ غلط اور حدیث شریف میں تحریف کرنے کے مترادف ہے۔ الفاظ حدیث ان معنی کے متحمل نہیں کیوں کہ ان معنی کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالی سے نزدیکی حاصل کرنے والا بندہ محبوب ہونے کے بعد اپنے کسی عضو یا حصہ سے کوئی گناہ نہیں کرتا اور وہ اپنے کان آنکھ وغیرہ سے جو کام کرتا ہے وہ سب جائز اور شرع کے مطابق ہوتے ہیں لیکن ان معنی کو جب الفاظ حدیث پر پیش کیا جاتا ہے تو کوئی لفظ ان کی تائید نہیں کرتا۔ ایک معمولی سمجھ والا انسان بھی اس بات کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ گناہوں سے بچنے کا مرتبہ تو اسے محبوبیت سے پہلے ہی حاصل ہو گیا ہے۔ اب اگر محبوبیت کے

marfat.com

بعد بھی وہ اسی مقام پر رہے تو یہ اس کے حق میں بلندی مراتب ہو گی یا ترقی معکوس۔ اگر معصیتوں میں مبتلا ہونے کے باوجود بھی خدا کی محبوبیت کا مقام حاصل ہو سکتا ہے۔ تو تقویٰ اور پرہیز گاری کی کوئی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ نص قرآنی اس امر پر شاہد ہے کہ اتباع رسول ﷺ (تقویٰ اور پرہیز گاری) کے بعد ہی اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

حضور ﷺ کی اتباع یعنی تقویٰ اور پرہیز گاری کے بغیر مقام محبوبیت خداوندی کا حصول ناممکن ہے۔ "کنت سمعه وبصره" کا مرتبہ فاذا احببته کے بعد ہے جس کا مقتضی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس بندے کی سمع اور بصر ہونا "اتقاء عن المعاصی" کے علاوہ اس سے بلند اور بالا مرتبہ ہے جس کو گناہوں سے پاک ہونے کے بعد ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جو پرہیز گاری کا نتیجہ اور قرب نوافل کا ثمرہ ہے۔

ہمارے مخالفین کے مستند اور مسلم محدث انور شاہ صاحب کشمیری فیض الباری شرح بخاری۔

جزو رابع ص ۴۲۸ مطبوعہ ڈابھیل میں اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں

علمائے شریعت نے کہا ہے کہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ بندے کے اعضا جوارح رضائے الٰہی کے تابع ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ رضائے رب کے خلاف بالکل حرکت نہیں کرتے تو جب اس کے سمع و بصر اور تمام اعضاء جوارح کی غایت اللہ تعالیٰ ہو جائے تو اس وقت یہ کہنا صحیح ہوگا کہ وہ بندہ اللہ ہی کیلئے سنتا اور اسی کے لئے بولتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ اس کی سمع و بصر ہو گا۔ میں کہتا ہوں کہ حدیث کے یہ معنی بیان کرنا حق الفاظ سے تجاوز اور کجروی ہے اس لئے کہ بصیغہ متکلم اللہ تعالیٰ کا کنت سمعہ فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عبد متقرب بالنوافل میں اس کے جسم اور صورت کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ اور اس میں صرف اللہ تعالیٰ ہی متصرف ہو گیا ہے۔ اور فنافی اللہ سے صوفیاء کی مراد بھی یہی ہے کہ بندہ اپنے خواہشات نفس سے اس

marfat.com

طرح خالی ہو جائے کہ اس میں اللہ تعالی کے سوا کوئی چیز تصرف کرنے والے (سننے دیکھنے او ربولنے والی) باقی نہ رہے اس حدیث میں وحدۃ الوجود کی چمک ہے اور مسئلہ وحدت الوجود میں میں اتنا متشدد نہیں لیکن شاہ عبدالعزیز کے زمانہ تک ہمارے مشائخ اس میں نہایت متشدد اور حریص تھے۔

"بڑے تعجب کی بات ہے کہ میں ان کی محبت و اشتیاق میں پگھلا جارہا ہوں اور ہمیشہ ان کے متعلق سوال کرتا رہتا ہوں حالانکہ وہ میرے ساتھ ہیں اور میری آنکھیں ان کے لئے روتی رہتی ہیں حالانکہ وہ پتلی میں ہیں اور میری روح ان کے لئے مشتاق رہتی ہے اور وہ میرے پہلو میں ہیں۔"

بندے میں صفات خداوندی کے ظہور کا مرتبہ در حقیقت وہی مقام ہے جس کو قرآن وحدیث کی روشنی میں ہم بیان کرتے چلے آرہے ہیں یعنی اللہ تعالی کی صفت سمع اور بصر اور قدرت کے انوار بندے کی سمع اور قدرت میں ظاہر ہونے لگتے ہیں اور اس طرح یہ عبد مقرب بالنوافل صفات الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے یعنی یہ بندہ اللہ کے نور سمع سے سنتا ہے اور اسی کے نور بصر سے دیکھتا ہے اور اسی کے نور قدرت سے تصرف کرتا ہے نہ خدا بندے میں حلول کرتا ہے نہ بندہ خدا ہو جاتا ہے بلکہ خدا کا یہ مقرب بندہ مظہر خدا ہو کر کمال انسانیت کے اس مقام پر فائز ہوتا ہے جس کے لئے اس کی تخلیق ہوئی تھی۔

اگر آپ غور فرمائیں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ آیت کریمہ **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** کے معنی یہی ہیں۔ جن کا مصداق یہ عبد مقرب ہے عبادت کے معنی پامالی کے ہیں یعنی عبد مقرب اپنی انانیت اور صفات بشریت کو اپنے رب کی بارگاہ میں پامالی یعنی ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ ان کو فنا کر دیتا ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس بندے میں اس کے اپنے صفات عبدیت کی بجائے صفات حق متجلی ہوتی ہیں اور انوار صفات الٰہیہ سے وہ بندہ منور و مستنیر ہو جاتا ہے۔ دیکھئے "فیض الباری" میں انور شاہ صاحب کشمیری اس مقام پر فرماتے ہیں۔

marfat.com

"جب درخت سے "مافی انا اللہ" کی آواز آسکتی ہے تو متقرب بالنوافل کا کیا حال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو سمع و بصر نہ ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کا اپنے مقرب بندوں کی سمع و بصر ہو جانا ایسی صورت میں کیوں کر محال ہو سکتا ہے جب کہ وہ ابن آدم جو صورت رحمٰن پر پیدا کیا گیا شرف و کمال میں شجرہ موسیٰ علیہ السلام سے کسی طرح کم نہیں۔" (فیض الباری شرح بخاری جز و رابع ص ۴۴۹)

اور ملاحظہ فرمایئے۔ امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر کبیر کی پانچویں جلد میں فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس پر فرمایا۔

میرا بندہ میری طرف کسی چیز کے ذریعہ وہ نزدیکی حاصل نہیں کر سکتا جو ادائے فرائض کے ذریعے حاصل کرتا ہے اور نوافل کے ذریعہ وہ ہمیشہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔ پھر جب وہ میرا محبوب ہو جاتا ہے تو میں اس کے کان اور آنکھ اور زبان اور دل اور ہاتھ اور پاؤں ہو جاتا ہوں وہ مجھ سے سنتا ہے مجھ سے دیکھتا ہے مجھ سے بولتا ہے مجھ سے چلتا ہے۔ اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان بندگان مقربین بارگاہ ایزدی کی آنکھوں، کانوں بلکہ تمام اعضائیں غیر اللہ کیلئے کوئی حصہ باقی رہا اس لیے اگر یہاں اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے کوئی حصہ باقی رہا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ کبھی نہ فرماتا کہ میں اس کی سمع اور بصر ہو جاتا ہوں۔" (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۶۸۷)

یہی امام رازی تفسیر کبیر کی اسی پانچویں جلد میں عبارت مسطور بالا کے بعد رقمطراز ہیں۔

"اور اسی لئے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ جسمانی قوت سے نہیں اکھاڑا بلکہ ربانی قوت سے اکھاڑا تھا اور اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس وقت حضرت علی کی نظر عالم اجساد سے منقطع ہو چکی تھی اور ملکی قوتوں نے حضرت علی کو عالم کبریا کے نور سے چمکا دیا تھا جس کی وجہ سے ان کی روح قوی ہو کر ارواح ملکیہ کے جواہر سے مشابہہ ہو گئی تھی اور اس میں عالم قدس و عظمت کے انوار چمکنے لگے تھے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں وہ قدرت حاصل ہو گئی جو ان کے غیر کو حاصل نہ تھی اور اسی طرح جب کوئی

marfat.com

بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کنت لہ سمعاً و بصراً فرمایا ہے جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک آوازوں کو سن لیتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہو گیا تو وہ دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو گیا تو یہ بندہ مشکل اور آسان، دور اور قریب کی چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۵ 'ص ۶۸۸ مطبوعہ مصر)

علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی حنفی بغدادی روح المعانی میں فرماتے ہیں۔

عارفین نے ذکر کیا ہے کہ قوم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ میں، اللہ کیلئے، اللہ کے ساتھ، اللہ سے سنتے ہیں اور وہ سمع انسانی کے ساتھ نہیں بلکہ سمع ربانی کے ساتھ سنتے ہیں جیسا کہ حدیث قدسی کنت سمعه الذی یسمع به میں وارد ہے۔"

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ الیواقیت والجواہر جلد نمبر اول میں فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی کہ جب وہ کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے تو وہ اس کی سمع اور بصر ہو جاتا ہے (الحدیث) وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی صفت سمع و بصر کا مظہر بن جاتا ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو جنہیں وہ چاہتا ہے ان میں اپنی کل صفات جمع کر دیتا ہے اور کبھی بعض صفات عطا فرماتا ہے اور درجہ بدرجہ تھوڑی تھوڑی صفات عطا فرماتا رہتا ہے۔"

(الیواقیت والجواہر مطبوعہ مصر ج اول ص ۱۲۵)

انفاس رحیمیہ مکتوبات شاہ عبدالرحیم رحمتہ اللہ علیہ والد ماجد شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی میں ہے۔

اور رحمت کاملہ نازل ہو اس ذات پاک پر جو اللہ تعالیٰ کے مظہر اتم و اکمل ہیں۔ اور اس کے حسن و جمال کی حسین و جمیل جلوہ گاہ ہیں جن کا نام پاک محمد مصطفیٰ ﷺ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ واصل ہیں۔" (ص ۱۸)

نیز اسی کتاب میں ہے۔

اور بہترین تحفہ اس کے حبیب پر جو اللہ تعالیٰ کے جمال و کمال کا آئینہ ہیں اور اس کے خزائن

marfat.com

بخشش کی کنجی ہیں۔

مظہر صفات باری تعالی کو شرک کہنے والے ذرا آنکھیں کھول کران جلیل القدر ائمہ دین علمائے علام، محدثین ومفسرین اور علمائے عارفین کی عبارات جلیلہ کو پڑھیں اور سوچیں کہ ان کے مصنوعی شرک کی زد میں کیسی کیسی مقدس ہستیاں آتی ہیں۔

ہمارے مخالفین کہتے ہیں کہ مشرکین اپنے تلبیہ حج میں کہا کرتے تھے لاشریک لک لبیک الا شریک تملکہ وماملک یعنی اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں لیکن وہ شریک جس کا تو مالک ہے اور وہ تیرا مالک نہیں" یہ کلام اس دعوی کی واضح دلیل ہے کہ مشرک ہونے کیلئے غیر اللہ کو متصرف بالا ستقلال ماننا ضروری نہیں بلکہ محض تملیک اور عطائے کمالات کا اعتقاد بھی مشرک بنا دیتا ہے نیز یہ کہ مشرکین مکہ اپنے بتوں کے حق میں تصرف بالا ستقلال کے قائل نہ تھے کیوں کہ استقلال ذاتی اور مملوکیت میں منافات ہے۔

جواب: جواباً عرض ہے کہ مخالفین کا یہ استدلال بھی عجیب مضحکہ خیز ہے کہ وہ شریک یعنی اثبات توحید میں مشرکین کے کلام سے دلیل لاتے ہیں۔ اور اتنا نہیں سمجھتے کہ مشرکین کا شرک، قدرت و تصرف ہی میں منحصر نہ تھا بلکہ وہ استحقاق عبادت میں بھی غیر اللہ کو اللہ تعالی کے ساتھ شریک کیا کرتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ان کا مقولہ مذکور ہے **ما نعبدهم الاليقربونا الى الله زلفى** ۔ یہ آیت اس مفہوم میں بالکل صریح ہے کہ مشرکین مکہ بتوں کی عبادت کرتے تھے خواہ ان کی عبادت کا مقصد کچھ ہو مگر ان کا اپنے بتوں کی عبادت کرنا بہر حال ثابت ہے معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ استحقاق عبادت میں غیر اللہ کو شریک مان کر "الا شریکا" بولا کرتے تھے اور ان کا مشرک ہونا عطاء اوصاف کے اعتقاد کی وجہ سے نہیں بلکہ غیر اللہ کو مستحق عبادت سمجھنے کی بناء پر تھا لہذا محض تملیک اور عطائے کمالات کے عقیدے پر مشرک ہونا کا دعوی کلام مشرکین سے بھی ثابت نہ ہوا۔

مخالفین کے استدلال کا دوسرا پہلو بھی انتہائی لغو ہے کیوں کہ مشرکین سے ان کے معبودوں کے حق میں تصرف بالا ستقلال کی نفی مملوکیت اور تصرف بالا ستقلال میں منافات پر مبنی ہے

marfat.com

حالانکہ مشرکین کے جاہلانہ نظریے کے مطابق ان دونوں کے درمیان کوئی منافات نہیں اس لئے کہ جب ان کے نزدیک ایک مملوک معبود ہو سکتا ہے تو متصرف بالاستقلال کیوں نہیں ہو سکتا؟

اگر اس منافات کی وجہ سے مشرکین کے اعتقاد استقلال بالتصرف کی نفی کر دی جائے تو ان سے بتوں کی عبادت کی بھی نفی کرنی پڑے گی کیوں کہ جس طرح مملوکیت اور تصرف بالا ستقلال میں مناجات ہے بالکل اسی طرح مملوکیت اور معبودیت میں بھی منافات ہے۔ پس اگر اعتقاد مملوکیت کے ساتھ مشرکین کے ناپاک دلوں میں معبودیت کا عقیدہ جمع ہو سکتا ہے تو مملوکیت کے عقیدہ کے ساتھ تصرف بالاستقلال کا اعتقاد بھی پایا جاسکتا ہے لہذا یہ پہلو بھی ہباء منشوراً ہو گیا اور مشرکین مکہ کے قول سے استدلال کر کے ہمارے مخالفین نے جو استعانت بالمشرکین کی تھی اس سے بھی مقصد بر آری نہ ہوئی وللہ الحمد۔

شرک کی بحث میں مخالفین کی کجروی

بیان شرک کے مسئلہ میں ہمارے مخالفین کی کجروی قابل ملاحظہ ہے کہ حضرت انبیاء کرام علیہم السلام واولیائے عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے عطائی علوم غیبیہ ماننے کو بھی شرک قرار دے دیا۔ اسی طرح نفع وضرر کے اختیارات عطائے الٰہی سے کسی مخلوق کیلئے تسلیم کرنے کو بھی شرک صریح لکھ دیا اور بزرگان دین سے غائبانہ طور پر مافوق الاسباب امور میں عطائے الٰہی کا اعتقاد رکھتے ہوئے مدد طلب کرنے کو بھی شرک خالص بنا دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ جو شخص انبیائے کرام علیہم السلام کے علم غیب عطائی کو علم الٰہی کے مساوی نہ مانتا ہو وہ بھی مخالفین کے نزدیک کافر و مشرک ہے۔

اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ انبیاء واولیاء علیہم السلام زمین و آسمان کے قریب یا ہمارے اعمال و افعال کا علم ہر وقت تو نہیں رکھتے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں طاقت دی ہوئی ہے کہ جس وقت چیز کو چاہیں جان لیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے طاقت دی ہوئی ہے کہ جب چاہیں آنکھیں

marfat.com

کھول کر دیکھ لیں جب چاہیں بند کر لیں تو مخالفین کے نزدیک یہ بھی کفر و شرک ہے۔اس سے بھی بڑھ کر مخالفین نے اپنی کتابوں میں صاف لکھ دیا کہ اگر انبیائے کرام و اولیائے عظام علیہم السلام کے لئے کوئی شخص عطائی علم و قدرت بھی نہ مانتا ہو بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صرف شفاعت کرنے والا یعنی سفارشی سمجھتا ہو وہ بھی قطعاً کافر و مشرک ہے۔

اس بیان کے تمام اجزاء مذکورہ بالا کی دلیلیں مخالفین نے اپنی کتابوں میں حسب ذیل تفصیل کے ساتھ تحریر کی ہیں۔

۱۔ چونکہ مشرکین مکہ اپنے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کا مملوک اور متصرف بالعرض مانتے تھے لہٰذا ثابت ہوا کہ کسی نبی و ولی کو متصرف بالعرض بتمليك الله ماننا بھی شرک ہے۔

۲۔ چونکہ مشرکین عرب کا یہ اعتقاد تھا کہ ہمارے معبود علم و قدرت میں اللہ تعالیٰ کے مساوی نہیں لہٰذا ان کا یہ اعتقاد اس دعویٰ کی دلیل ہے کہ اگر کوئی شخص انبیاء و اولیا کو علم و قدرت میں اللہ تعالیٰ کے مساوی نہ مانے تب بھی کافر و مشرک ہے۔(جواہر القرآن ۱۴۰/۱۲)

۳۔ مشرکین مکہ اپنے معبودوں کو محض سفارشی سمجھ کر پکارتے تھے۔جیسا کہ قرآن مجید میں ان کا قول مذکور ہے "وما نعبد هم الاليقربونا الى الله زلفى" اسی طرح دوسری آیت میں ہے "ويعبدون من دون الله مالايفرهم ولا ينفعهم ويقولون هولاء شفعاء نا عند الله" معلوم ہوا کہ کسی نبی و ولی کو عطائی علم و قدرت سے متصف مانے بغیر بھی انسان صرف اس وجہ سے مشرک ہو جاتا ہے کہ اس نے ان کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنا سفارشی قرار دیا۔(جواہر القرآن ص ۱۱۴/۱۲)

٤۔ چونکہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب سب کا یہی خیال تھا کہ حضرت عیسیٰ و مریم عزیر و ابراہیم و اسمٰعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نفع نقصان کے اختیارات دے دیئے ہیں لہٰذا معلوم ہوا بزرگان دین کے لئے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اختیارات ماننا شرک ہے۔اس پر مزید ستم ظریفی ملاحظہ فرمائے کہ بزرگان دین کیلئے بعطائے الٰہی علم و تصرف ماننے پر کفر و شرک کا فتویٰ لگانے والوں سے جب سوال کیا گیا کہ اگر بزرگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کے

marfat.com

دینے سے بھی علم و تصرف کا اعتقاد رکھنا کفر و شرک ہے تو معتبر کتابوں میں بالاستقلال وغیرہ الفاظ کی قید کیوں لگائی گئی ہے ؟

اس کے جواب میں مخالفین نے لکھا ہے کہ جن کتابوں میں بالاستقلال یا بالذات وغیرہ کی قیدیں آئی ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے پیروں فقیروں کو طاقت دے دی ہے کہ جس وقت جو چیز چاہیں جان لیں یا جس کو چاہیں نفع و نقصان پہنچادیں۔ انتہٰی

دعویٰ سے پہلے تفصیل دلائل کی نوعیت قابل غور ہے کہ بحث ہے ہر جزو کے ثبوت کا دارومدار مشرکین کے عقائد و اعمال کو قرار دیا ہے۔ گویا مخالفین کے نزدیک رد شرک کی دلیل مشرکین کا قول و فعل ہے سبحان اللہ کیا عجیب استدلال ہے کہ چونکہ مشرکین اپنے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کا مملوک کہتے اور انہیں متصرف بالعرض مانتے تھے۔ اسلئے غیر اللہ کو متصرف بالغرض سمجھنا شرک ہے اور چونکہ مشرکین اپنے معبودوں کو سفارشی سمجھتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں کسی کو سفارشی سمجھنا شرک ہے۔

ان عقل کے دشمنوں سے کوئی اتنا نہیں پوچھتا کہ ارے بے وقوف۔ مشرکین کا قول و فعل بھی حجت شرعیہ ہو سکتا ہے۔ پھر یہ کہ توحید جو اصل دین ہے اس کے اثبات کیلئے نہ اللہ تعالیٰ کا کوئی قول تمہیں ملا نہ اس کے رسول ﷺ کا ایسے عظیم الشان دعویٰ پر دلیل لائے تو کہاں سے ؟ مشرکین کے عقائد و اعمال سے ؟ **لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ** تمہیں شرم نہیں آتی کہ ہم بزرگان دین کا کوئی کلام یا عمل واعتقاد اپنے مسلک کی تائید میں پیش کرتے ہیں تو تم یہ کہہ کر رد کر دیتے ہو کہ بزرگوں کے اقوال و اعمال دلیل شرعی نہیں ہو سکتے۔ حجت شرعیہ صرف قرآن و حدیث ہے لیکن اپنی خود ساختہ توحید کے ثبوت میں مشرکین کے اقوال وافعال سے استدلال کر رہے ہیں۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

مخالفین نے اپنی کجروی میں انتہا کر دی کہ بزرگان دین کے اقوال کو جو باب فضائل میں فی الجملہ قابل استدلال ہیں۔ رد کر دیا اور مشرکین کے عقائد و اعمال کو حجت شرعیہ قرار دے

marfat.com

دیا۔ ناطقہ سربہ گریباں ہے اسے کیا کہیے

اس بحث میں بعض معاندین کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں کہ مشرکین عرب اپنے بتوں کی عبادت کرنے کی وجہ سے مشرک قرار پائے لیکن عبادت کے معنی بھی تو یہی ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنا سفارشی سمجھے یا نفع و نقصان پہنچانے کے اختیارات اس کے لئے مانے۔ اگرچہ وہ اس کو متصرف فی الامور بالعرض بتملیک اللہ اعتقاد کرے اور اس کے علم و قدرت کو اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت کے مساوی نہ مانے لیکن جب وہ اسے مافوق الاسباب نفع و نقصان کا مختار جانتے ہوئے غائبانہ طور پر پکارتا اور اس سے اپنی حاجات طلب کرتا ہے تو اس کا یہی فعل غیر اللہ کی عبادت ہے اور اس سے مستقل و بالذات سمجھنے کا مفہوم بھی یہی ہے۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ عبادت اور استقلال ذاتی کے یہ معنی قرآن و حدیث میں قطعاً وارد نہیں ہوئے نہ سلف صالحین سے منقول ہیں بلکہ مخالفین نے امت مسلمہ کو کافر و مشرک بنانے کے لئے قرآن و حدیث کی طرف سے آنکھیں بند کر کے اپنے دل سے گھڑ لئے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں اکثر و بیشتر ایسے الفاظ وارد ہوئے ہیں جن کے معنی اس قدر روشن اور ظاہر ہیں کہ ہر شخص انہیں جانتا اور سمجھتا ہے ان کے بیان کی کسی کے لئے حاجت نہیں اسی واسطے ان کی تفصیل قرآن و حدیث میں وارد نہیں ہوئی۔ مثلاً حمد، شکر، تعظیم وغیرہا بکثرت الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ مگر ان کے معانی کی تفصیل کتاب و سنت میں کہیں مذکور نہیں اسی طرح عبادت بھی ایک ایسا لفظ ہے جس کے معنی نہایت واضح اور روشن ہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ عبادت کے معنی بندگی ہیں یعنی کسی کو حقیقی بے نیاز مان کر اس کے غیر کو اس کا حقیقی نیاز مند سمجھنا اسی لئے علمائے مفسرین نے عبادت کے معنی غایۃ الخضوع والخشوع کئے ہیں جن کو ہمارے مخالفین نے بھی تسلیم کیا ہے۔

مشرکین عرب اپنے بتوں کو قطعاً اور مطلقاً بے نیاز تصور کر کے اپنے آپ کو ہر طرح کا کلیتاً ان کا نیاز مند سمجھتے تھے اور ظاہر ہے کہ تذلل و خضوع کی غایت یہی ہے کہ مختصر یہ کہ عبادت

marfat.com

کے معنی صرف بندگی، غایت خشوع و خضوع ہیں اس کے سوا کچھ نہیں ہمارے مخالفین نے عبادت کی تفسیر استعانت سے کردی حالاں کہ یہ دونوں الگ الگ معنی کے لئے موضع ہیں اور ہر ایک کا مفہوم دوسرے سے مختلف اور جداگانہ ہے جیسا کہ آیت کریمہ ایاک نعبد وایاک نستعین۔ سے واضح ہے اور بعض مفسرین نے استعانت سے خاص استعانت علی العبادت مراد لے کر اس بات کو خود واضح کردیا کہ استعانت و عبادت باہم متغائر ہیں البتہ اگر کسی استعانت میں غایت اور بندگی خشوع و خضوع کا وصف بھی پایا جائے گا تو ہم اسے بھی محض اس لئے عبادت قرار دیں گے کہ اس میں غایت تذلل کی صفت پائی جاتی ہے۔

جن آیات قرآنیہ سے مخالفین کو دھوکا لگا ہے ان میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہو کہ کسی کے لئے نفع و نقصان پہنچانے کا اختیار ماننا یا حاجات میں امداد طلب کرنا عبادت ہے بلکہ ان آیات میں اس امر کو بیان کیا گیا ہے۔ کہ مشرکین اپنے بتوں سے علی وجہ العبادت استعانت کے قائل تھے یا انہیں اس بات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ عقل سلیم کے مطابق معبود ہی ہو سکتا ہے۔ جو فی الوقع ہر قسم کی امداد کرنے والا اور تمام حاجات بر لانے والا ہو تیز مستقل بالذات، مختار ہونا اس کی صفت ہو۔

اس مقام پر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہم بھی ہر استعانت کو عبادت نہیں کہتے بلکہ اسی استعانت کو عبادت قرار دیتے ہیں جس مین غایت تذلل پایا جائے مگر ایسی استعانت ہمارے نزدیک وہی ہے جو مافوق الاسباب امور میں غائبانہ نداء کے ساتھ کی جائے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ غایت تذلل اور عبادت کا تعلق نہ مافوق الاسباب امور سے ہے نہ غائبانہ نداسے اس کا تعلق تو محض اعتقاد سے ہے یعنی انسان اپنے آپ کو کسی کے سامنے ذلت اور پستی کے اس آخری درجہ میں سمجھے جس کے بعد عاجزی اور ذلت کا کوئی درجہ نہ ہو تو وہ انسان اس کا عابد قرار پائے گا جس کے سامنے اس نے اپنے آپ کو ذلت و عاجزی کے آخری درجہ میں سمجھا ہے۔

اس قسم کی عاجزی کرنے والا عابد ہے اور جس کیلئے یہ عاجزی کی گئی ہے وہ معبود ہے اور ایسی

marfat.com

عاجزی عبادت ہے اس مفہوم عبادت کے مافوق الاسباب امور یا غائبانہ نداء وغیرہ سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔ فافہم وتدبر

سلسلہ کلام میں ایک آخری شبہ کا جواب دے کر اس بحث کو ختم کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ابن قیم نے مدارج السالکین میں عبادت کے حسب ذیل معنی لکھے ہیں۔

العبادة عبارة عن الاعتقاد والشعور بان للمعبود سلطة غيبة (الى فى العلم والتصرف) فوق الاسباب يقدر بها على النفع والضرر فعل وعاء وثناء وتعظم ينشاء من هذا الاعتقاد فهى عبادة۔ (جواہر القرآن ص ۱۲۹)

یعنی اس اعتقاد اور شعور کا نام عبادت کہ (علم تصرف) معبود کیلئے فوق الاسباب ایسی غیبی قوت حاصل ہے جس کی وجہ سے وہ نفع اور ضرر پر قدرت رکھتا ہے۔ لہذا ہر وہ دعا اور ثناء اور تعظیم جو اس اعتقاد سے پیدا ہو وہ عبادت ہے۔

یہ عبادت اس مفہوم میں صریح ہے کہ فوق الاسباب امور میں کسی کو غائبانہ طور پر پکارنا اور حاجات طلب کرنا عبادت ہے۔

جواباً عرض ہے کہ اول تو ابن قیم کی عبارت ہم پر حجت نہیں دوسرے یہ کہ عبادت کی یہ تعریف غلط ہے اس لئے کہ "للمعبود سلطةٌ غيبةٌ" میں لفظ معبود تعریف عبادت کا جزو ہے جو عبادت سے ماخوذ ہے جب تک عبادت کے معنی معلوم نہ ہوں معبود کے معنی معلوم نہیں ہو سکتے۔ ایسی صورت میں دور لازم آتا ہے۔

تیسرے یہ کہ یہ تعریف اپنے تمام افراد کو جامع نہیں اس لئے کہ جو شخص کسی کو غایت تعظیم کا مستحق جان کر اس کے لئے انتہائی تذلل اختیار کرتا ہے مگر وہ اس کے حق میں قدرت غیبیہ کا قائل نہیں تو اس کا یہ فعل بالاتفاق عبادت ہے مگر ابن قیم کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی۔

چوتھے یہ کہ مخالفین نے غائبانہ طور پر کسی کو پکارنے اور مافوق الاسباب امور میں حاجات طلب کرنے کا نام عبادت رکھا ہے اور ظاہر ہے کہ طلب و ندا دونوں فعل محض ہیں ان میں سے کوئی بھی اعتقاد نہیں حالانکہ ابن قیم نے صرف اعتقاد کو عبادت قرار دیا ہے۔ اور مسلمہ

marfat.com

طور پر یہ لکھا ہے کہ کسی کے حق میں قدرت غیبیہ کے اعتقاد اور شعور کو عبادت کرتے ہیں۔ 'اعتقاد مذکور کے بغیر کسی قول و فعل کو ابن قیم نے عبادت نہیں کہا اور اگر مخالفین کے قول میں طلب و ندا کے ساتھ اعتقاد کی قید کا لحاظ بھی کر لیا جائے تب بھی ابن قیم کے بیان کیساتھ مطابقت نہیں ہوتی اس لئے کہ مخالفین نے صرف غائبانہ ندا اور طلب حاجات کو عبادت قرار دیا ہے اور ابن قیم کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ قول و فعل جو اعتقاد مذکور سے پیدا ہو وہ عبادت ہے خواہ وہ دعا یا تعظیم ہو یا ثناء۔

اس بحث سے تنگ آکر مخالفین یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اچھا ہم نے مان لیا کہ مافوق الاسباب امور میں حاجات طلب کرنا اور کسی کو غائبانہ پکارنا عبادت نہیں مگر شرک تو ضرور ہے لہذا یہ فعل شرک فی العلم والتصرف قرار پائے گا۔ اس کے جواب میں مخالفین سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہاں کس چیز کا شرک سمجھتے ہیں۔

۱۔ مافوق الاسباب امور میں غیر اللہ کے لئے علم و قدرت کا اثبات شرک ہے۔

۲۔ یا محض غائبانہ ندا کو آپ شرک کہتے ہیں۔

۳۔ یا ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ شرک قرار دیتے ہیں۔

٤۔ یا دونوں کے مجموعے کو شرک مانتے ہیں۔

دوسری اور تیسری صورت میں چوں کہ محض ندائے غائبانہ کو شرک قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے لازم آتا ہے کہ غائبانہ ندا کرنے والے تمام کافر و مشرک ہو جائیں حالانکہ بات ہمارے مخالفین کے نزدیک بھی بالکل غلط ہے چنانچہ السلام علیك ایھاالنبی ندائے غائبانہ ہونے کے باوجود نہ صرف جائز بلکہ بالاتفاق واجب ہے۔ اگر اسے شرک قرار دیا جائے تو معاذ اللہ عہد رسالت سے لیکر قیامت تک تمام نمازی مشرک قرار پائیں گے اور چوتھی صورت میں علم و قدرت کے اعتقاد اور ندائے غائبانہ دونوں کے مجموعے کو شرک مانا گیا ہے۔ اس لئے اس کا واضح مفہوم یہی ہے کہ ان دونوں کا صرف مجموعہ شرک ہے۔ اگر دونوں اجزاء یعنی غیر اللہ کے حق میں علم و قدرت و تصرف کے اعتقاد اور غیر خدا کیلئے ندائے غائبانہ کو ایک

marfat.com

دوسرے سے الگ کر لیا جائے تو ان دونوں میں سے کوئی بھی شریک نہ رہے حالانکہ یہ صریح البطلان ہے ورنہ مخالفین کے نزدیک وہ تمام لوگ اصحاب توحید قرار پائیں گے جو غیر اللہ کو غائبانہ طور پر کبھی نہیں پکارتے مگر اس کے لئے علم و قدرت اور تصرف فی الامور کے قائل ہیں۔

اب رہی پہلی صورت اور وہ یہ کہ غیر اللہ کے لئے مافوق الاسباب امور میں علم و قدرت اور تصرف کے اثبات کو آپ شرک کہتے ہیں۔ یا غیر مستقل ذاتی غیر مقید بالاذن علم و قدرت اور تصرف کا ثابت کرنا بھی آپ کے نزدیک کفر و شرک ہے بر تقدیر اول ہمیں آپ سے اختلاف نہیں لیکن آج تک کسی مسلمان نے کسی غیر اللہ کے کیلئے مستقل اور ذاتی علم و قدرتی اور غیر مقید بالاذن تصرف ثابت نہیں کیا پھر آپ خواہ مخواہ مسلمانوں پر کفر و شرک کا الزام کیوں لگاتے ہیں اور دوسری تقدیر پر ہم عرض کریں گے۔ کہ غیر مستقل عطائی مقید بالاذن علم و قدرت اور تصرف کا اثبات غیر اللہ کے لئے اسی وقت شرک ہو سکتا ہے جب کہ اللہ تعالی کے لئے بھی اسی قسم کا غیر مستقل عطائی اور مقید بالاذن علم و قدرت اور تصرف ثابت کیا جائے کیوں کہ صفات الٰہیہ کا غیر اللہ کے لئے ثابت کرنا ہی شرک ہے اگر غیر مستقل علم و قدرت اللہ تعالی کی صفت نہیں تو شرک کیسے ہوگا؟ اور اگر اللہ تعالی کے لئے بھی عطائی اور غیر مستقل صفت مانی جائے تو ایسا عقیدہ خود کفر و شرک ہے۔

وہ الزام ہم کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اس کے بعد اس حقیقت کا انکشاف بھی ضروری ہے کہ معترض کے جواب میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کی اصل معترض کے مسلم بزرگوں اور اکابر کی کتابوں میں مذکور ہے چنانچہ مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی آخری تصنیف بوادر النوادر حصہ سوم ص ۷۰۷ میں لکھا ہے۔ کہ مشرکین عرب اپنے الٰہیہ کے لئے قدرت مستقلہ کے قائل تھے۔

"حاصل اس اعتقاد تاثیر و عدم اعتقاد تاثیر کے معیار فرق کا یہ ہے کہ بعض کا تو یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے کسی خاص مخلوق کو جو اس کا مقرب ہے کچھ قدرت مستقلہ نفع و ضرر کی

marfat.com

اس طرح سے عطا فرمادی ہے کہ اس کا اپنے معتقد و مخالف کو نفع و ضرر پہنچانا مشیئت جزئیہ حق پر موقوف نہیں۔ گو اگر روکنا چاہے پھر قدرت حق ہی غالب ہے۔ جیسے سلاطین اپنے نائبین و حکام کو خاص' اختیارات اس طرح دیتے ہیں کہ ان کا اجراء اس وقت سلطان اعظم کی منظوری پر موقوف نہیں آتا۔ کو روکنا چاہے سلطان ہی کا حکم غالب رہے گا سو یہ عقیدہ تو اعتقاد تاثیر ہے۔ اور مشرکین عرب کا اپنے الہہ باطلہ کے ساتھ یہی اعتقاد تھا۔"

اس کے بعد تھانوی صاحب نے تقریر شرک کے دو مقدمے کر کے انہیں عقلی اور نقلی دلیلوں سے ثابت کیا ہے اور دو مقدمے حسب ذیل فرماتے ہیں۔ ایک یہ کہ مشرکین اس تصرف غیر مقید بالاذن کے قائل تھے۔ دوسرے یہ کہ تصرف مقید بالاذن کا قائل ہونا شرک اکبر نہیں۔

شرک کی تفصیل میں جتنی عبارات پائی جاتی ہیں ان میں ایک مفہوم کو متعدد اور مختلف عنوانات سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مثلاً کہیں شرک کے معنی اعتقاد تاثیر کئے گئے ہیں اور کسی جگہ قدرت مستقلہ کے عقیدے کو شرک کہا گیا ہے بعض مقامات پر شرک کی تفصیل کے تحت تصرف غیر مقید بالاذن بولا گیا ہے ان مختلف عنوانوں کا فائدہ یہ ہے کہ کوئی عنوان بھی اپنے مفہوم کے اعتبار سے مبہم نہیں رہا لیکن بعض جہلا نے مفہوم استقلال کے بیان میں اختلال حواس کا ثبوت دیتے ہوئے ایسا گول مول کلام کیا ہے۔ جس کا کوئی واضح مفہوم متعین نہیں ہوتا۔ البتہ بطور احتمال اتنا سمجھ میں آتا ہے کہ مستقل ہونے کا مفہوم معترض کے نزدیک صاحب اختیار ہونا ہے جس کا قول علماء امت میں سے آج تک کسی نے نہیں کیا۔ بلکہ "بلغۃ الحیران" کی عبارت کے پیش نظر معترض خود مشرک قرار پاتا ہے۔ اس لئے کہ بلغۃ الحیران ص ۱۵۷ میں صاف مذکور ہے کہ انسان خود مختار ہے جب مختار ہونا استقلال کا مفہوم ٹھہرا تو ثابت ہو گیا کہ صاحب بلغہ بندے کو مستقل فی الاعمال مانتا ہے اور اس کا شرک ہونا معترض کے نزدیک بھی مسلم ہے اس لئے صاحب بلغۃ الحیران کا مشرک ہونا لازمی امر ہے۔

اب مولوی اشرف علی تھانوی کی تصریحات اسی مسئلہ میں ملاحظہ فرمائیے۔ تھانوی

marfat.com

صاحب نے کہیں قدرت مستقلہ کا لفظ بولا جیسا کہ ان کی عبارت منقولہ میں آپ ابھی پڑھ چکے ہیں اور کسی جگہ تصرف غیر مقید بالاذن تحریر فرمایا۔ اس اختلاف تعبیر سے ہر عنوان کے معنی واضح ہو گئے ہیں یعنی اعتقاد تاثیر اور قدرت مستقلہ کا عقیدہ سب کا خلاصہ یہ ہے کہ تصرف غیر مقید بالاذن کا اعتقاد پایا جائے۔ معلوم ہوا کہ استقلال کے جو معنے معترض کے کلام سے مفہوم ہوتے ہیں وہ قطعاً باطل ہیں بلکہ اس کا صحیح مفہوم غیر مقید بالاذن ہونا ہے اور بس لیجئے بوادر النوادر سے تھانوی صاحب کی اور عبادت بھی ہمارے بیان کی تائید ار معترض کے رد بلیغ میں ملاحظہ فرمالیجئے تھانوی صاحب بوادر النوادر اور حصہ دوم ص ۷۰۷ پر لکھتے ہیں اور جاہلان عرب کا مشرک ہونا نص سے ثابت ہے پس لامحالہ وہ تصرف غیر مقید بالاذن کے قائل تھے۔"

آخر میں میں یہ کہنا پسند کروں گا کہ وہابیوں دیوبندیوں کو اللہ تعالیٰ کی صفات، حضور نبی کریم ﷺ کی صفات اور عام انسانوں کی صفات میں فرق کو ضرور مد نظر رکھنا چاہیے اور اپنی اس سوچ و فکر کو بدلنا چاہیے کہ نبی علیہ السلام اور عام انسانوں کی صفات میں کوئی فرق نہیں اور فرق صرف چند ایک معاملات میں ہو لباقی وہ اور ہم برابر ہیں۔

ہم معترض کی عبارت کا حوالہ دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ تفریح الخواطر کے ص ۳۴۳ پر لکھتے ہیں "صوفی صاحب کا یہ کہنا کہ اللہ تعالی کے دکھانے اور آنحضرت ﷺ کے دیکھنے کو لوگوں کے دیکھنے پر قیاس کرنا کہاں کی ایمانداری ہے؟ سو گذارش ہے کہ اس میں بھی تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ جو جو واقعات اور مقامات اللہ تعالی نے آپ کو بطور معجزہ دکھائے اور آپ نے دیکھے ہیں۔ (مثلاً نجاشی حضرت اصحمہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ دور سے اللہ تعالی نے آپ کو دکھایا اور آپ ﷺ نے دیکھا اور بیت المقدس کا متبرک مقام دور سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھایا ور آپ ﷺ نے دیکھا اور نماز پڑھتے وقت آپ ﷺ اپنے پیچھے بھی جتنی صفیں ہوتی تھیں ان میں کھڑے ہونے والے نمازیوں کو دیکھ لیا کرتے تھے اور کسوف کی نماز میں اللہ تعالی نے جنت اور دوزخ مثالی طور پر آپ ﷺ کے سامنے کر دی اور آپ ﷺ نے دیکھ لیں اور اسی

marfat.com

طرح بے شمار چیزیں جو معجزانہ طور پر آپ ﷺ کو اللہ تعالی نے دکھائیں اور آپ ﷺ نے دیکھ لیں) یہ تمام امور محل نزع سے خارج ہیں اور جو امور معجزہ سے تعلق نہیں رکھتے، ان میں آپ ﷺ کے دیکھنے اور افراد امت کے دیکھنے میں کوئی فرق نہیں۔ جو شخص ایسے امور میں فرق کا مدعی ہے اس کو عقلی اور نقلی، صاف اور صریح حوالوں سے یہ بات واضح کرنی چاہیے ولا یمکنہ ان شاء اللہ تعالی الی یوم القیمۃ۔

یہ اہل بدعت کا انتہائی خبیث نظریہ ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ (اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور حضرت اولیاء عظامؒ) کو ان کے انسانی رتبہ اور درجہ سے اٹھا کر خدا تعالی اور اس کی ذات مقدسہ و صفات میں گڈمڈ کر کے توحید خالص پر ضرب کاری لگاتے ہیں اور اسلام کی بنیاد کو کھوکھلا کر کے شرک کے چور دروازہ کی راہیں ہموار کرتے ہیں اور اسی فرقہ کے کسی غالی شاعر نے یہاں تک کہہ دیا ہے۔

خدا کے پاس سوائے وحدت کے دھرا کیا ہے؟

لینا ہے جو کچھ ہم نے وہ لے لیں گے محمد سے (معاذاللہ تعالیٰ)

وہابیو دیوبندیو خبیثو۔ اپنے محدث اعظم کی مذکورہ بالا عبارت کو غور سے پڑھو اور فیصلہ کرو کہ تم گستاخ ہو کہ نہیں؟ تم انبیاء کرام کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہو یا نہیں؟ تمہیں حضور نبی کریم کی صفات اور عظمت و شان سے بغض ہے کہ نہیں؟ کیا تمہاری توحید خالص تمہیں یہی درس دیتی ہے کہ انبیاء کے اعلی وارفع مقام و مرتبہ کا کوئی لحاظ ہی نہ کرو؟ بخاری شریف کتاب الرقاق کے باب قول النبی ﷺ "لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا" میں ہے؟

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو یقیناً کم ہنستے اور ضروری تھا کہ زیادہ روتے اس سے اگلی حدیث میں ہے۔

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اگر تم بھی وہ باتیں جانتے جو میں جانتا ہوں تو ضروری تھا کہ کم ہنستے اور ضروری تھا کہ زیادہ روتے" مشکوۃ شریف

marfat.com

کتاب الفتن کے باب فی اخلاقہ وشمائلہ ﷺ کی تیسری فصل میں ہے۔

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے عائشہ۔ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔"

مسلم شریف کتاب الفتن واشراط الساعۃ میں ہے۔

"حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام مدینہ منورہ کے قلعوں میں سے بعض قلعوں پر چڑھے، پھر فرمایا کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں۔ میں فتنوں کے گرنے کی جگہوں کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح تمہارے گھروں میں بارس کے قطروں کے گرنے کی جگہیں ہوتی ہیں۔

حضور ﷺ کی حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث "جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا یہاں تک کہ میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔" (مسلم ج ۲ ص ۳۹۰، مستدرک ج ۴ ص ۴۴۹)

پر یہ اعتراض کرنے والے کہ یہ دیکھنا صرف اس وقت کا تھا اس سے مستقبل میں دیکھنا کب ثابت ہوتا ہے۔ ؟ کیا ہر چیز اپنی اصل پر رہتی ہے ؟ جب آنحضرت ﷺ کے سامنے زمین سمیٹی گئی تو کیا آپ نے ہر ہر آدمی اور ہر چیز کو تفصیلا دیکھا ؟ اگر حضور ﷺ نے ہر ایک کو دیکھ لیا تو چاہیے کہ ان لوگوں کو جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ایمان قبول کیا تھا۔ صحابی کہا جائے اگرچہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو نہ دیکھا ہو اور آپ سے ملاقات بھی نہ کی ہو مگر آنحضرت ﷺ کی طرف سے تو روئت (دیکھنا) ہوئی ہو گی۔ اس عبارت کو پیش نظر رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو ہر جگہ حاضر و ناظر جاننے اور ماننے والے خود صحابی بننے کا دعوی کرتے ہیں (العیاذ باللہ تعالی) (ملخصا از تبرید النواظر ص ۸۷ ۱، ۱۸۰)

جواب میں میں اتنا ہی عرض کروں گا کہ اوپر مذکورہ بالا حدیث جس میں صرف فتنوں کے دیکھنے کا ذکر ہوا۔ اس میں ہے کہ "میں فتنوں کے گرنے کی جگہوں کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح تمہارے گھروں میں بارش کے قطروں کے گرنے کی جگہیں ہوتی ہیں۔"

marfat.com

فتنہ بارش کی طرح یعنی بہت کثرت ہو گی اور میں ان تمام کو اب یہیں کھڑے دیکھ رہا ہوں۔

قطروں کی تعداد کا علم، آسمان کے تاروں کی تعداد کا علم بظاہر ناممکن نظر آتا ہے لیکن حضور ﷺ کی مذکورہ بالا حدیث اور حضرت عمر کی نیکیوں کا آسمان کے تاروں کی تعداد کے برابر ہونے والی حدیث ان کا علم حضور سرور کونین کیلئے ثابت کر رہے ہیں۔

جس طرح قیامت تک کے فتنوں کو آپ دیکھ سکتے ہیں۔ تو آپ قیامت تک کی زمین کو بھی ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ جب عام انسان میں آسمان تک اور دور تک دیکھنے کی طاقت موجود ہے تو جب وہ دیکھ نہ رہا ہو تو یہ نہیں کہیں گے کہ وہ دیکھ ہی نہیں سکتا اس طرح حضور سرور کونین ﷺ کو یہ فضل و کمال حاصل ہے کہ وہ پوری زمین کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں تو جب چاہیں دیکھ سکتے ہیں۔ اور جب نہ دیکھ رہے ہوں تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ آپ کو یہ فضل و کمال ہی حاصل نہ رہا۔ حضور نبی کریم ﷺ اب بھی رفیق اعلیٰ کے حضور سے اور اپنے مزار پر انوار سے پوری زمین کا مشاہدہ فرما سکتے ہیں۔ اگر تمہاری عقل میں نہ آئے تو اس میں تمہاری عقل کا قصور ہے نہ کہ حضور ﷺ کے فضل و کمال کے ہی انکاری ہو جاؤ اور معترض کا یہ کہنا کہ ”اسی طرح بے شمار چیزیں جو معجزانہ طور پر آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دکھائیں اور آپ ﷺ نے دیکھ لیں یہ تمام امور محل نزاع سے خارج ہیں۔ اور جو امور معجزہ سے تعلق نہیں رکھتے ان میں آپ ﷺ کے دیکھنے اور افراد امت کے دیکھنے میں کوئی فرق نہیں“ اس کی بے عقلی کا ثبوت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے علم کے معجزہ کو کیوں تسلیم نہیں کرتے؟ حضور ﷺ کے علم ماکان و مایکون کو بطور معجزہ کیوں تسلیم نہیں کرتے؟

بلا شبہ ہر چیز اپنی اصل پر قائم نہیں رہتی لیکن حضور ﷺ کی قیامت تک کی پیشین گوئیاں جو میں نے مختصراً پیچھے بیان کی ان کو ملاحظہ فرماؤ کہ جیسے جیسے زمانہ میں تبدیلیاں آرہی ہیں آپ ﷺ ویسے ہی ان کی نشاندہی فرما رہے ہیں۔

marfat.com

اور تمہارا یہ اعتراض کرنا کہ کیا ہر ہر آدمی اور ہر چیز کو تفصیلاً دیکھا؟ جب اللہ تعالیٰ دکھانے والا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ دیکھنے والے ہیں تو ہم کیوں نہ اس کا یقین کریں تم عام کو خاص کرنے والے کون ہوتے ہو؟ کیا اس کے لئے کوئی دلیل تمہارے پاس موجود ہے؟

اور جو صحابی کی تعریف تم نے کی ہے سوچ سمجھ کر کی ہے۔ کیا صحابی کی تعریف یہ ہے کہ کسی صاحب ایمان کو حضور تو دیکھیں اور صاحب ایمان حضور نبی ﷺ کو نہ دیکھے اور وہ صاحب ایمان صحابی بن جائے؟

اور آخر میں جو تم نے یہ شعر لکھا ہے کہ

خدا کے پاس سوائے وحدت کے دھرا کیا ہے؟
لینا ہے جو کچھ ہم نے وہ لے لیں گے محمد سے

ہم اس سے قطعاً بری الذمہ ہیں۔ کسی فرد واحد کے نظریہ اور سوچ سے اہل سنت و جماعت پر اعتراض بے جا ہے۔

ہم کسی ایسے شعر کو تسلیم نہیں کرتے۔ کسی ایسے شاعر کو نہیں مانتے تم اپنے بڑوں کے عقیدہ اور نظریہ کے مطابق حضور نبی ﷺ کو عام بشر ہی قرار دیتے ہو۔ جب کہ حضور ﷺ کے صحابہ حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کرتے ہیں لست مثلنا یا رسول ۔(مسلم)

یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمارے جیسے تو نہیں۔

تم اور تمہارے بڑے ہیں ہی گستاخ۔ اپنے عقیدہ کی اصلاح کرو۔

تم اور تمہارے بڑے جب حضور نبی کریم ﷺ کو ایک عام بشر تصور کرتے ہیں اور عام انسانوں کی طرح حضور نبی کریم ﷺ کیلئے بھی مٹی میں ملنا ثابت کرتے ہیں۔ ان دیوبندیوں وہابیوں کے امام شہید صاحب نے تقویۃ الایمان میں توحید کی آڑ میں گستاخی بھی کی۔ اب وہابیوں دیوبندیوں میں بھی دو گروہ ہو گئے ایک تو ایسے ہی تسلیم کریں۔ سماع موتی کا انکار کریں۔ اور دوسرے سماع موتی کو حق قرار دیں اور انبیاء کرام کے جسم کو اپنی قبر انور میں بالکل اصلی حالت میں تسلیم کرتے ہیں۔ ان کی دنیوی زندگی کی طرح کی برزخی زندگی تسلیم کرتے

marfat.com

ہیں۔ پہلا گروہ اس کو اپنی دلیل سمجھتا ہے اور ان کے مطابق یہ گستاخی نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ اور دوسرا گروہ اپنے امام شہید کے دفاع کو فرض عین سمجھتے ہوئے بے جا تاویلیں کرتا ہے۔ اور اپنا ایمان ضائع کرتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی توہین ہو تو ہو لیکن ان کے کسی اکابر کی توہین ہو جائے یہ ان کو گوارا نہیں۔ اللہ انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

اب معترض کے حوالے سے ہی اصلی عبارت پیش کرتے ہیں۔

عبارات اکابر ص ۵۷ میں یہ اس طرح سے ہے۔

حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید فی سبیل اللہ علیہ الرحمتہ ایک حدیث شریف کا (عربی عبارت نقل کر کے) یوں ترجمہ کرتے ہیں)

ترجمہ: مشکوۃ کے باب عشرۃ النساء میں لکھا ہے کہ ابوداؤد رحمتہ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ (سیدنا حضرت) قیس بن سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نقل کیا کہ "گیا میں ایک شہر میں جس کا نام حیرہ ہے سو دیکھا میں نے وہاں کے لوگوں کو سجدہ کرتے تھے اپنے راجہ کو۔ سو کہا میں نے البتہ پیغمبر خدا ﷺ زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیجئے ان کو، پھر آیا میں پیغمبر ﷺ کے پاس پھر کہا میں نے کہ گیا تھا میں حیرہ میں سو دیکھا میں نے ان لوگوں کو کہ سجدہ کرتے ہیں اپنے راجہ کو، سو تم بہت لائق ہو کہ سجدہ کریں ہم تم کو۔ تو فرمایا مجھ کو بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو؟ کہا میں نے نہیں۔ فرمایا مت کرو۔"

ف: یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدہ کے لائق ہوں۔ سجدہ تو اسی ذات پاک کو ہے کہ نہ مرے کبھی۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ سجدہ نہ کسی زندہ کو کیجئے نہ کسی مردہ کو نہ کسی قبر کو کیجئے نہ کسی تھان کو کیوں کہ جو زندہ ہے سو ایک دن مرنے والا ہے۔ اور جو مر گیا سو کبھی زندہ تھا اور بشریت کی قید میں گرفتار پھر مر کر خدا نہیں بن گیا۔ بندہ ہی بندہ ہے۔ انتہی بلفظہٖ

اب میرے نزدیک اس میں غور طلب درج ذیل باتیں ہیں۔

۱۔ مٹی میں ملنا عام اردو زبان میں اردو محاورہ میں کن معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

marfat.com

۲۔ مرنے کا لفظ یہاں کن معنوں میں لیا گیا ہے کیا مرنے کے بعد مرنے والے کو برزخی حیات حاصل نہیں ؟ کیا مرنے کے بعد مردہ قبر میں گل سڑ جاتا ہے یا اس کا جسم محفوظ بھی رہ سکتا ہے ؟

۳۔ جو شخص مر جاتا ہے کیا اس کی بشریت ختم ہو گئی۔

"اور جو مر گیا سو بھی زندہ تھا اور بشریت کی قید میں گرفتار۔"

٤۔ کیا اس عبارت میں گستاخی ہے یا نہیں ؟ کیا ان کے امام شہید نے حضور ﷺ کے جسم مبارک کو گلنے سڑنے میں عام انسانوں کی طرح سمجھا ہے کہ نہیں ؟

معترض خود تسلیم کرتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس عبارت میں یہ الفاظ کہ یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں" تفصیل طلب ہیں اگر ان کا یہ مطلب ہو (العیاذ باللہ تعالیٰ) کہ آنحضرت ﷺ کا جسم مبارک مٹی ہو جائے گا جس طرح کے اکثر مردوں کا جسم مٹی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ نصوص اور مشاہدہ سے ثابت ہے۔ تو یہ مطلب یقیناً قابل اعتراض ہے اور صحیح اور صریح حدیث شریف کے خلاف ہے جس میں تصریح موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام حرام کر دیئے ہیں کہ وہ ان کو کھائے۔" (عبارات اکابر ص ٧٦)

آگے ص ٧٧ پر اپنے قطب عالم گنگوہی صاحب کا اس عبارت کے متعلق فتویٰ درج کیا ہے کہ

الجواب۔ مٹی میں ملنے کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ مٹی ہو کر زمین کے ساتھ خلط ہو جاوے۔ جیسا کہ سب اشیاء زمین میں پڑ کر خاک ہو کر زمین ہی بن جاتی ہے۔ دوسرے مٹی سے ملاقی و متصل ہو جانا، یعنی مٹی سے مل جانا تو یہاں مراد دوسرے معنی ہیں۔ اور جسد انبیاء علیہم السلام کا خاک نہ ہونے کے مرحوم بھی قائل ہیں۔

غور طلب بات ہے کہ اس دور میں کیا کوئی بھی اہل زبان نہیں تھا؟

کیا لوگوں کو اس دور کے عام روزمرہ اور محاورہ کا علم نہیں تھا؟

marfat.com

کیا پوری تقویۃ الایمان میں اسماعیل دہلوی صاحب نے عام روزمرہ اور محاورہ سے ہٹ کر کوئی عبارت لکھی ہے؟

کیا شرک کا مفہوم واضح کرنے کیلئے ایسی زبان استعمال کرنی تھی کہ لوگ اس کیلئے ڈکشنری لغت سے رابطہ کریں کہ اس کا معنی مٹی سے ملاقی و متصل ہونا مراد لیا جائے۔ مٹی سے مل جانا یا دفن ہونا مراد لیا جائے؟

کیا اسماعیل دہلوی صاحب نے تقویۃ الایمان عام لوگوں کی اصلاح کیلئے لکھی تھی کہ صرف اہل علم اور لغت کا علم رکھنے والے اہل فن لوگوں کیلئے لکھی تھی؟ کیا اسماعیل دہلوی یہاں عام مردے کے مرنے اور اس کی برزخی زندگی میں جو اس پر کیفیت طاری ہوتی ہے وہ مراد نہیں لے رہے ہیں؟

کیا اسماعیل دہلوی صاحب کے یہ الفاظ کہ "اور جو مر گیا سو کبھی زندہ تھا اور بشریت کی قید میں گرفتار" واضح نہیں کر رہے ہیں کہ جو زندہ ہوتا ہے اس میں بشریت (جسم کا صحیح سلامت ہونا) ہوتی ہے اور جو مر جائے اس کی بشریت ختم اور اب وہ خاک کا ڈھیر ہے۔ میں تو صاف واضح الفاظ میں کہوں گا کہ آپ کو اپنے امام شہید کی اس گستاخی پر پردہ ڈالنے سے شرم آنی چاہیے تھی لیکن تم میں تو حب اکابر اور بغض رسول ﷺ ختم ہو تو تمہیں یہ گستاخی نظر آئے۔

یہاں بلاشبہ اسماعیل دہلوی صاحب نے گنگوہی صاحب کے پہلے معنی ہی مراد لئے ہیں عام محاورہ ہے کہ اس کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے۔ کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان منصوبوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا؟ ہرگز نہیں علامہ اقبالؒ اپنے کلام میں فرماتے ہیں۔

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

کیا دانہ بالکل صحیح سلامت رہا؟ کیا وہ خاک میں مل کر خاک ہو لیا نہیں؟

کیا دانہ صحیح سلامت رہنے کے باوجود گل و گلزار ہو سکتا ہے؟

کیا اس کی ہستی صحیح سلامت رہی؟

marfat.com

دیوبندیو، وہابیو، گستاخو کچھ تو شرم کرو۔ اپنے اکابر کی گستاخیوں کا دفاع کرتے وقت تمہاری عقل پر شیطان سوار ہو جاتا ہے۔ آخر میں اس حدیث کو پھر بیان کرنا پسند کروں گا۔

بخاری شریف کتاب الجنائز کے باب "الصَّلٰوۃِ عَلَی الشَّھِیْد" میں ہے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک روز شہدائے احد پر نماز پڑھنے کیلئے تشریف لے گئے جیسے میت پر نماز پڑھی جاتی ہے پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا۔ میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور بے شک خدا کی قسم میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرما دی گئی ہیں یا زمین کی کنجیاں اور بے شک خدا کی قسم مجھے تمہارے متعلق ڈر نہیں ہے کہ میرے بعد شرک کرنے لگو گے بلکہ مجھے اندیشہ ہے کہ تم دنیا کی محبت میں نہ پھنس جاؤ۔

حضور سرور کونین ﷺ تو قسم کھا کر فرمائیں کہ میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہے۔ اور تم کہو کہ آپ ﷺ کے دیکھنے اور افرادِ امت کے دیکھنے میں کوئی فرق نہیں۔

ایک دلیل پر اعتراضات اور ان کے جوابات

صحیح بخاری شریف کتاب الجنائز کے باب "ماجاء فی عذاب القبر" میں ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بندے کو جب اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی لوٹتے ہیں اور وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا کر کہتے ہیں۔ • تو اس شخص کے متعلق کیا کہا کرتا تھا یعنی محمد ﷺ کے متعلق اگر مومن ہو تو کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس سے کہا جائے گا کہ جہنم میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے تجھے جنت میں ٹھکانہ دے دیا ہے۔ پس دونوں کو دیکھتا ہے۔ قتادہ نے ہم سے ذکر کیا کہ اس کی قبر وسیع کر دی جاتی ہے۔ پھر حدیث انس کی طرف لوٹتے ہوئے فرمایا اگر منافق یا کافر ہو تو اس سے کہا جاتا ہے۔ تو اس شخص کے متعلق کیا کہا

marfat.com

کرتا تھا۔ ؟وہ کہتا ہے کہ مجھے تو معلوم نہیں میں وہی کہتا جو لوگ کہتے تھے اس سے کہا جاتا ہے تو نے نہ جانا اور نہ سمجھا اسے لوہے کے گرز سے مارا جاتا ہے تو وہ چیختا چلاتا ہے جس کو سب قریب والے سنتے ہیں سوائے جنوں اور انسانوں کے۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الجنائز کے باب "المیت یسمع خفق النعال" میں بھی ہے

یہ حدیث مشکوۃ شریف کتاب الایمان کے باب اثبات عذاب القبر میں بھی ہے۔(متفق علیہ)

مشکوۃ شریف کتاب الایمان کے باب اثبات عذاب القبر کی دوسری فصل میں ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور مردے کو بٹھاتے ہیں تو اس سے کہتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے ؟وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے وہ اس سے کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے ؟وہ کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے۔وہ کہتے ہیں کہ یہ شخصیت کون ہے جس کو تمہاری طرف مبعوث کیا گیا تھا مردہ کہتا ہے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں تمہیں کس طرح معلوم ہوا تو وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی اور اسی کو اللہ نے قرآن میں فرمایا (اللہ تعالی مسلمان بندوں کو قول محکم پر ثابت رکھتا ہے (آخر آیت تک) اس وقت ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے۔ میرے بندے نے سچ کہا اس کیلئے جنت کا بستر بچھاؤ اور جنتی لباس پہناؤ جنت کی طرف دروازہ کھول دو جب دروازوں کو کھولا جاتا ہے تو اس کے پاس جنتی ہوا اور خوشبو آتی ہے اور تاحد نگاہ اس کی قبر میں وسعت کردی جاتی ہے لیکن کافر کی موت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی روح جسم میں واپس کی جاتی ہے اور اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں اس کو بٹھا کر دریافت کرتے ہیں تیرا رب کون ہے تو وہ کہتا ہے افسوس افسوس میں نہیں جانتا دوسرا سوال کرتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے افسوس میں نہیں جانتا۔ تیسرا سوال یہ ہوتا ہے یہ شخصیت کیسی ہے جس کو تمہارے مبعوث کیا گیا تو حسب معمول وہی جواب دیتا ہے افسوس میں نہیں جانتا اس وقت آسمان سے ایک منادی کہتا ہے۔ یہ جھوٹا ہے اس کو آگ کا لباس پہناؤ آگ کا بستر دو اور دوزخ کی جانب کے دراز ے کھول دو۔ جس سے لو اور گرمی آتی

marfat.com

ہے سرکار نے فرمایا اس پر قبر تنگ کر دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی پسلیاں آپس میں مختلط ہو جاتی ہیں پھر اس پر ایک نابینا اور بہرا فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے۔ جس کے پاس لوہے کا گرز ہوتا ہے اس گرز کو پہاڑ پر مارا جائے تو ریزہ ریزہ ہو جائے وہ فرشتہ اس گرز سے اس مردہ کو مارتا ہے تو اس کی آواز کو جن وانس کے علاوہ مشرق و مغرب میں سب سنتے ہیں اس ضرب سے وہ مٹی ہو جاتا ہے۔ پھر اس میں روح لوٹائی جاتی ہے۔ (اور یہ عمل جاری رہتا ہے) (احمد، ابوداؤد)

اوپر مذکورہ احادیث میں زیر غور عبارت درج ذیل ہے۔

مَاكُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ. تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟

(بخاری)

مَاهٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ. یہ شخصیت کون ہے جس کو تمہاری طرف مبعوث کیا گیا تھا۔

(احمد، ابوداؤد)

لفظ ہذا کا موضوع لہ حاضر ہے۔ کیونکہ لفظ ہذا کا حقیقتاً استعمال حاضر کیلئے ہے اس لئے ہم اس کا استعمال یہاں حاضر کیلئے لیتے ہیں۔ اگرچہ غائب کیلئے بھی اس کا استعمال جائز ہے لیکن اس کیلئے کوئی دلیل یا قرینہ موجود ہونا چاہیئے لہذا یہاں ہذا الرجل سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات ستودہ صفات ہے (اشعۃ اللمعات) اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ قبر میں حضور علیہ السلام کا مثالی وجود حاضر ہوتا ہے۔ یا میت سے حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کو دیکھتا ہے۔ اور عشاق رسول کیلئے یہ بہت بڑی خوشی کی بات ہے۔ (مختصراً از اشعۃ اللمعات)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہذا الرجل معہود ذہنی کی طرف اشارہ ہے کہ وہ مردہ سے پوچھتے ہیں کہ وہ جو تیرے ذہن میں موجود ہیں انہیں تو کیا کہتا تھا؟ مگر یہ درست نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کافر میت سے یہ سوال نہ ہوتا کیونکہ وہ تو حضور علیہ السلام کے تصور سے خالی الذہن ہے۔

نیز کافر اس کے جواب میں یہ نہ کہتا۔ میں نہیں جانتا بلکہ پوچھتا کہ تم کس کے بارے میں سوال کرتے ہو؟ اس کے لا ادری کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کو آنکھوں سے دیکھتا ہے مگر پہچانتا نہیں اور یہ اشارہ خارجی ہے۔ (جاء الحق) الغرض ثابت ہوا کہ حضور نبی ﷺ کو

marfat.com

ایک وقت میں کئی جگہوں پر دیکھا جا سکتا ہے اور اس کی مثال بالکل اسی طرح ہے کہ سورج اور چاند تو ایک ایک ہیں لیکن ان کو لاکھوں لوگ ایک وقت میں دیکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح حضور نبی ﷺ اپنی قبر انور میں ہیں اور انہیں ہزاروں لاکھوں جگہ سے دیکھا جا سکتا ہے۔

معترض نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ لفظ ہذا کا موضوع لہ اگرچہ حاضر ہے لیکن استعمال اس کا غائب کیلئے بھی ہوتا ہے (تفریح الخواطر ص ۳۱۸) اور تبرید النواظر ص ۱۴۰ پر فرماتے ہیں کہ گو یہ استعمال عام کے مقابلہ میں قلیل ہی ہے لیکن ہے ضرور۔

ویجوز علی قلة لفظ الحاضر نحو قاتل هذا الرجل وان کان غائبا۔ (مطول ص ۱۳۱)

یعنی کبھی کبھی حاضر کے لفظ سے غائب کو تعبیر کیا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں جھگڑا کیا اس شخص نے اگرچہ وہ شخص غائب ہی کیوں نہ ہو۔ مگر غائب کو ہذا سے تعبیر کرنا صحیح ہے۔

آگے کافی مثالیں دے کر اس کے حق میں دلیلیں بھی قائم کی ہیں۔ لیکن میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اس وقت جب کہ ایک آدمی کی جزا اور سزا کا معاملہ در پیش ہے۔ اس کا امتحان ہو رہا ہے اس کے صحیح جواب کی بنا پر ہی اس کی نجات کا انحصار ہو اس وقت کیا اس قاعدہ کا غائب کیلئے استعمال ہونا چاہیے؟

یہ ہماری بالواسطہ دلیل ہے۔ علماء کرام میں مختلف فیہ ہے کہ واقعی مثالی جسم پیش ہوتا ہے۔ یا نہیں اور واقعی پردے ہٹا دیئے جاتے ہیں کہ کیونکہ احادیث کا مفہوم اس واقعہ کے متعلق مختلف جگہوں پر مختلف ہے۔

مشکوۃ شریف کتاب الایمان کے باب "اثبات عذاب القبر" کی پہلی حدیث ہی اس طرح ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ مسلمان سے جب قبر میں سوال ہوتا ہے تو یہ شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ کیونکہ فرمان الٰہی یہ ہے کہ (ترجمہ) اللہ تعالی مسلمان بندوں کو قول محکم کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے دنیا اور آخرت کی زندگی میں۔ ایک اور روایت میں

marfat.com

رسول اللہ ﷺ سے اس طرح منقول ہے کہ آیت کریمہ " يثبت الله الذين امنو بالقول الثابت " عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب مردے سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور محمد ﷺ میرے نبی ہیں۔

(متفق علیہ)

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ما تقول فی ھذا الرجل ان کے بارے میں کیا کہتا ہے ؟ اب نہ معلوم کہ سرکار خود تشریف لاتے ہیں۔ یا روضہ مقدسہ سے پردہ اٹھادیا جاتا ہے۔ شریعت نے کچھ تفصیل نہ بتائی۔

(بلفظہٖ ملفوظات حصہ چہارم ص ٦٥)

اس عبارت کو لکھ کر معترض لکھتا ہے کہ خان صاحب نے اس عبارت میں اس کی تصریح کر دی ہے کہ آپ کے قبر میں تشریف لانے پر شریعت کی کوئی تفصیل موجود نہیں ہے۔ جب شریعت سے اس کی کوئی تفصیل اور کوئی ثبوت نہیں تو کسی کو اپنی طرف سے کچھ کہنے کا کیا حق ہے ؟ (تبرید النواظر ص ۱۵۳) اعلیٰ حضرت کچھ فرما رہے ہیں یہ کچھ نتیجہ اخذ کر رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت فرمارہے ہیں کہ یہ حتمی طور پر ثابت نہیں کہ سرکار خود تشریف لاتے ہیں یا روضہ مقدسہ سے پردہ اٹھادیا جاتا ہے۔ اور معترض یہ نتیجہ نکال رہا ہے کہ یہ بالکل ہی اس کی دلیل ہی نہیں۔ احادیث سے اس کی دلیل تو ہم نے بیان کی ہے اور کئی علماء کرام و مفسرین نے ان احادیث سے حاضر و ناظر کی دلیل پکڑی ہے۔ اگرچہ سب یہاں ہمارے موقف کے حق میں نہیں لیکن اس سے بالکل ہی انکار بھی تو ناممکن ہے۔ مسلک اہل حدیث کے مجتہد حافظ عبداللہ روپڑی نے پرزور اور وزنی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ لفظ ھذا سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبر میں مکشوف ہوتے ہیں نہ کہ حاضر مافی الذہن کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

فتاویٰ اہلحدیث ص ۱۴۳۸ تا ۱۴۵ جلد ۲ اور جواہر البحار ص ۱۱۲، ج ۲ میں ہے۔

جب بندہ قبر میں جاتا ہے تو منکر نکیر سوال کرتے ہیں " ماکنت تقول فی ھذا الرجل " یہ کون ہیں اس پر بعض کہتے ہیں اس سے حاضر فی الذہن کی طرف اشارہ ہے لیکن ہم کہتے ہیں

marfat.com

یہاں حاضر فی الذہن کا کوئی راستہ نہیں ہے کیونکہ۔

نقول مالذی دعا الی التجوز والعدول عن الحقیقۃ الی ذلك فوجب ان یکون حاضرا۔ بجسدہ الشریف بلا کلام کیونکہ واسم الاشارۃ لایشاربہ الا الحاضر ھذا ھو الاصل فی حقیقتہ معناہ۔

یعنی اسم اشارہ سے حاضر چیز کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اور یہ اسم اشارہ کا حقیقی معنی ہے تو حقیقت معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی اختیار کرنا اس کا کون داعیہ ہے لہذا ضروری ہے کہ سید دو عالم ﷺ ہر قبر میں اپنے جسم مبارک حقیقی کے ساتھ جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ (کہ قبر انور ﷺ تک کہ پردے اٹھا دیئے جاتے ہیں)

اور حدیث پاک میں ہے۔

عن البراء ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المومن اذا شھدان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ وعرف مُحَمَّداً رَسُوْلَ اللہ ﷺ فی قبرہ فذٰلك قول اللہ جل وعلا یثبت الذین امنو بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الاخرۃ۔

(صحیح ابن حبان ص ۱،٤۳۵)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن جب قبر میں اس بات کی گواہی دے گا کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ رسول اللہ ﷺ کو پہچان لے گا (تو وہ کامیاب ہو جائے گا) اور یثبت اللہ الذین سے یہی مراد ہے۔

اور یہ حدیث پاک صحیح ہے شارح نے فرمایا اسناد صحیح علی شرط البخاری معترض آگے ص ۱۵۳ پر حاضر ناظر کی نفی اور تردید میں درج ذیل دلائل پیش کیے ہیں مختصرا پیش کرتا ہوں۔

۱۔ صحیح بخاری ج ا ص ۶۵ مسلم ج ا ص ۳۰۹ اور طیالسی ص ۳۲۱ وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ ایک خادم مسجد نبوی رات کے وقت فوت ہو گیا صحابہ نے رات کے وقت ہی اس کو دفن کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد حضور ﷺ کو صحابہ سے دریافت کرنے پر اس کے فوت ہونے کا علم ہوا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے اس کی

marfat.com

قبر پوچھ کر وہاں گئے اور اس کے لئے دعا کی۔ (حدیث کا مفہوم اختصار سے بیان کیا ہے) فریق مخالف سے مودبانہ التجا ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ قبر میں میت کے پاس حاضر ہوتے ہیں تو اس شخص سے بھی ماتقول فی ھذا الرجل سے سوال ہوا ہوگا اور فریق مخالف کے مزعوم کی بنا پر آپ وہاں تشریف لے گئے ہوں گے۔ اس کو دیکھا ہوگا تو پھر کیوں یہ پوچھتے ہیں کہ فلاں شخص کہاں ہے؟ اس کو کیا ہوا؟ تم نے مجھے جنازہ پر کیوں اطلاع نہ دی چلو مجھے اس کی قبر بتلاؤ۔ کیا جناب رسول اللہ ﷺ نے دیدہ دانستہ حضرات صحابہ کرامؓ سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا؟ یہ جھوٹ ہوگا یا سچ؟ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

۲۔ موطا امام مالک ص ۷۸ وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے کہ ایک غریب عورت بیمار ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ کو جب اس کی بیماری کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا۔ اگر اس کی وفات ہو جائے تو مجھے مطلع کرنا تاکہ میں اس کا جنازہ پڑھاؤں۔ تقدیراً اس کی وفات بھی رات کو ہوگئی۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ کو اطلاع دیئے بغیر اس کو دفن کر دیا۔ آنحضرت ﷺ کو اس کی وفات کا علم تک بھی نہ تھا۔ صبح ہوئی تو بعض حضرات صحابہؓ نے اس بی بی کی وفات کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو دی کہ فلاں عورت رات کو دفن کر دی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا

الم ام کم ان توذنونی بھا۔ کیا میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ مجھے ضرور اطلاع دینا۔

حضرت صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عذر پیش کیا کہ حضرت رات کا وقت تھا آپ آرام فرما رہے تھے۔ ہم نے آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا آپ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور کھڑے ہو کر اس کے لئے دعا کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت صحابہ کرامؓ کا بھی یہ عقیدہ نہ تھا کہ آپ میت کے پاس حاضر ناظر ہوتے ہیں۔ ورنہ آپ کو اس کی اطلاع دینے کی کیا ضرورت تھی۔ کہ حضرت فلاں عورت رات کو وفات پاچکی ہے۔ ما تقول فی ھذا الرجل سے سوال اس سے بھی ہوا ہوگا۔ اور بقول مخالفین آپ وہاں حاضر ہو کر اس کو دیکھ بھی آئے ہوں گے لیکن

marfat.com

باجود اس کے حضرت صحابہ کرامؓ سے اس طرز سے گفتگو فرماتے ہیں کہ بالکل لاعلمی کا ثبوت ہو رہا ہے۔

۳۔ نسائی ج ۱ ص ۲۲۰ ابن ماجہ ص ۱۱۱، مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۸، طحاوی ج ۱ ص ۲۹۵ اور سنن الکبریٰ ج ۴ ص ۴۲ وغیرہ میں ایک حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے۔ حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ چند حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان باہر نکلے۔ آپ نے ایک تازہ قبر دیکھی اور فرمایا قبر کس کی ہے؟ حضرات صحابہ علیہم الرضوان نے جواب دیا۔

مولاۃ بنی فلان فعرفھا رسول الله ﷺ کہ یہ فلاں خاندان کی لونڈی کی قبر ہے۔ حضرت صحابہ کرامؓ کے بتلانے پر آنحضرت ﷺ نے اس کو پہچان لیا اور اس کی قبر پر کھڑے ہو کر دعائے جنازہ پڑھی اور پھر آپ سے حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ حضرت آپ کا روزہ بھی تھا اور آپ آرام بھی فرما رہے تھے۔ لہذا ہم نے آپ کو اس کے جنازہ پر مطلع کرنا مناسب سمجھا آپ نے فرمایا۔

لا یموت فیکم مَیِّت مادمت بین اظھرکم الا اذنتمونی بہٖ۔	جس وقت تک میں تمہارے اندر موجود ہوں کسی بھی میت کو مجھے اطلاع دیئے بغیر دفن نہ کیا جائے کیونکہ میری دعا باعث رحمت ہے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ قبر میں میت کے پاس اگر حاضر ہوتے ہیں اس بی بی سے بھی ماتقول فی ھذا الرجل سے سوال ہوا ہوگا اور آپ اس کے سامنے حاضر ہوئے ہوں گے اور تو پھر نا معلوم آپ نے صحابہ اکرامؓ سے ان الفاظ سے کہ "یہ قبر کس کی ہے؟" کیوں لاعلمی کا اظہار کیا اور پھر یہ کیوں فرمایا کہ جب بھی کسی کی وفات ہو تو مجھے ضرور اطلاع کر دیا کرو۔ کیا حاضر و ناظر اور عالم الغیب سے بھی کسی کی موت مخفی رہ سکتی ہے؟ اگر آپ اب بھی ہر وقت موجود ہیں و مخالفین ہی فرما دیں کہ کیا انہوں نے اپنے جنازوں میں آنحضرت ﷺ کو بھی اطلاع دی ہے اور آپ کی موجودگی میں وہ خود کیوں نماز جنازہ پڑھتے

marfat.com

ہیں ؟ نماز تم خود پڑھاتے ہو۔ خطبہ خود پڑھتے ہو، فتویٰ خود دیتے ہو، تمہیں کیا حق ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں تم خود محراب اور منبر کی زینت بنے رہو اور امت کو آپ کی امامت سے محروم رکھو ؟

آگے ص ۱۶۰ پر ایک اور حدیث بیان کی ہے۔

مستدرک ج ۱ ص ۳۶۷ میں ایک حدیث آتی ہے (جس کی امام حاکم رحمتہ اللہ علیہ اور علامہ ذہبی رحمتہ اللہ علیہ دونوں تصحیح کرتے ہیں) مضمون اس کا یہ ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ ایک جنازہ میں شریک ہوئے تو ایک (جدید) قبر نظر پڑی آپ نے فرمایا قبر من ھذا؟ یہ کس کی قبر ہے ؟ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ یہ ایک حبشی غلام کی قبر ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا قدرت کے کرشمے دیکھو۔ اس کو خاک گور کس طرح اپنے وطن سے کھینچ کر لائی۔ اگر آپ قبر میں حاضر ہوتے تو اس سوال کا کیا مطلب ؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک قبر کے قریب سے گزرے اور آپ نے فرمایا متی دفن ھذا ان کو کب دفن کیا گیا ہے ؟ حضرات صحابہؓ نے فرمایا رات کو آپ نے فرمایا کہ تم نے مجھے کیوں اطلاع نہ دی ؟ حضرات صحابہ نے عرض کیا حضرت ہم نے اس کو رات کے وقت دفن کیا ہے اور ہم نے آپ کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا چنانچہ آپ نے اور حضرت صحابہؓ نے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر جنازہ پڑھایا (مشکوۃ ج ۱ ص ۱۴۵ و قال متفق علیہ)

جواب دینے سے پہلے میں یہ عرض کروں گا کہ غور طلب بات یہ ہے کہ یہ مختلف واقعات ہیں۔ یا مختلف راویوں کے بیان بدلنے کی وجہ سے ایک ہی واقعہ مختلف واقعات کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ اگر غور کریں تو واضح طور پر یہ بات سامنے آئے گی کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے۔ کیا صحابہ کرامؓ بار بار آپ کے حکم کی نافرمانی کرتے رہے اور ہر دفعہ یہ ہی وجہ بیان کرتے رہے کہ آپ آرام فرما رہے تھے۔ رات کا وقت تھا۔ اطلاع دینا مناسب نہ سمجھا۔ اگر ان احادیث سے علم غیب کی نفی ثابت کر رہے ہیں۔ تو آپ کو قطعاً مفید نہیں۔ اس طرح کے ایک اعتراض کا ہم

marfat.com

پیچھے جواب دے آئے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۱ کے مطابق تو آپ ان کو اپنے دلیل میں پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ تمام اخبار احاد قرآنی آیات کے عموم کو خاص نہیں کر سکتیں۔

قاعدہ نمبر ۲ کے مطابق بھی آپ ان کو اپنی ذلیل میں پیش نہیں کر سکتے کیونکہ یہ تمام واقعات نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے کے ہیں اور ہم تدریجاً مسلسل اضافہ کے ساتھ علم غیب عطا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

تدریجاً علم غیب عطا کرنے کی یہ حکمت ہے کہ لوگوں کیلئے آپ کی زندگی ایک جامع اور مکمل نمونہ حیات بن جائے۔ اللہ تعالی نے ہر موقع محل کے احکامات ان مواقع کے مطابق ہی نازل فرمائے۔ اور اس طرح تدریجاً علم میں اضافہ فرمایا۔

قاعدہ نمبر ۳ کے مطابق ان تمام احادیث میں عدم توجہ کا پہلو نمایاں ہے۔ کیونکہ تقریباً یہ تمام واقعات رات کو وقوع پذیر ہونا ثابت ہو رہے ہیں۔ اور رات کا وقت آپ تہجد میں گزارتے تھے۔ آپ رات کو بڑی بڑی دیر تک تلاوت قرآن اور نوافل کی ادائیگی میں مصروف رہتے۔ جب اللہ تعالی سے ہم کلامی ہو رہی ہو اس وقت کسی واقعہ کا علم نہ بھی ہو تو عدم توجہ ثابت ہو گی اور عدم توجہ علم کے منافی نہیں۔

مصلحت اور حکمت کے پہلو ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں۔ وہیں سے ملاحظہ فرمالیں۔

اب حاظر ناظر پر جو اعتراضات وارد کئے ہیں ان کے جوابات علیحدہ علیحدہ دینے کی ضرورت نہیں۔ مختصر جواب یہ ہے کہ عالم دینا اور عالم برزخ دو علیحدہ علیحدہ عالم ہیں دونوں کے احکامات علیحدہ ہیں۔ جب تک حضور نبی کریم ﷺ اس عالم دنیا میں رہے یہ کسی طرح ممکن نہیں تھا کہ اس مردہ کی قبر اور حضور نبی ﷺ کی قبر سے حجابات دور کر دیئے جاتے۔ ایک انسان عالم دنیا سے عالم برزخ میں جا کر واپس عالم دنیا میں اس انسانی جسم کے ساتھ واپس نہیں آسکتا۔ اس وقت تک جب کہ آپ عالم برزخ میں تشریف نہ لے گئے سوالات کی نوعیت اور تھی جیسے کہ مختلف احادیث میں سوالات کی نوعیت سے واضح ہوتا ہے اور جب آپ عالم برزخ

marfat.com

میں تشریف لے گئے تو نوعیت اور ہے۔ ہم عالم برزخ کی نوعیت کے مطابق دلیل پیش کر رہے ہیں۔ اور آپ عالم دنیا اور عالم برزخ میں فرق کئے بغیر بے جا اعتراضات کئے جا رہے ہیں۔ یا یہ مطلب بھی لیا جا سکتا ہے کہ جب آپ ﷺ عالم دنیا میں تھے اس وقت آپ کی مثالی شکل پیش کر کے سوالات کئے جاتے ہوں۔ اور وہ مثالی شکل عالم برزخ تک ہی محدود رہتی ہو۔ اور مثالی شکل ہزاوں لاکھوں مقامات پر نظر آتی ہو اور آپ عالم دنیا میں رہتے ہوئے اس عالم برزخ میں کئے جانے والے سوالات اور جوابات کو جب چاہتے ملاحظہ فرما لیتے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔

اور یہ جو تم نے اعتراضات کئے ہیں کہ حضور کے موجود ہوتے ہوئے نماز جنازہ کیوں پڑھتے ہو؟ نماز کیوں پڑھتے ہو؟ خطبہ کیوں پڑھتے ہو؟ فتویٰ خود کیوں دیتے ہو؟ وغیرہ وغیرہ تمہاری کم عقلی کی روشن دلیلیں ہیں کبھی ہمارے عقیدہ حاضر و ناظر کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ کیا ہم نے کبھی جسمانی طور پر ہر جگہ حاضر ناظر ہونے کا دعوی کیا ہم تو روحانیت اور نورانیت کے لحاظ سے حاضر ناظر مانتے ہیں۔ جس کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ تم اپنے میں یہ احساس پیدا کرو کہ گویا تم کو حضور دیکھ رہے ہو۔ کیا عالم برزخ میں جانے کے بعد کوئی عالم دنیا والوں کی امامت کر سکتا ہے؟ نماز یا نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے؟ فتوی جاری کر سکتا ہے؟ خطبہ دے سکتا ہے؟ تم خود ہی غور کر لو تم کیسے اعتراضات کر رہے ہو۔ ہاں عالم دنیا کا انسان عالم ملکوت، عالم برزخ کی مخلوق کی امامت کر سکتا ہے۔ معراج کی رات لاکھوں پیغمبروں نے حضور نبی کریم ﷺ کی امامت میں نماز ادا کی۔ اب بھی فرشتے عالم دنیا کے ایک انسان کے پیچھے صفیں باندھ کر نماز، نماز جنازہ ادا کر سکتے ہیں اور کسی کسی کے پیچھے ادا بھی کرتے ہیں۔

کیا حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں دوسرے علاقوں کے لوگ امامت نہیں کرواتے تھے۔؟ کیا وہ حضور نبی کریم ﷺ کے بغیر خطبہ دینے کیلئے کھڑے نہیں ہوتے تھے؟ مدینہ منورہ میں ہی دوسری مساجد میں امام صاحبان لوگوں کو نماز نہیں پڑھاتے تھے؟ کیا وہ سب بے ادبی کرتے تھے؟ کیا حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضور نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں ان کے

marfat.com

سامنے نماز نہ پڑھائی؟

آخر میں میں غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ تعالی علیہ کی مشہور و معروف تصنیف "تسکین الخواطر فی مسئلہ الحاظر والناظر" سے حضور نبی کریم ﷺ کی صفت شاہد و شہید پر معترضین کے کئے گئے چند اعتراضات کے جوابات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا پسند کروں گا۔

اگر معترض یہ کہے کہ آیہ کریمہ یاایھا النبی انا ارسلنك شاھدا کے لفظ "شاہد" اور شہید کے معنی حاضر و ناظر کرنا صحیح نہیں بلکہ یہاں شاہد و شہید کے معنی صرف گواہ ہیں اور اگر آپ کے ان معنی کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو ہر وہ شخص جس کیلئے لفظ شاہد نصوص شرعیہ میں وارد ہوا ہے حاضر و ناظر ماننا پڑے گا۔ دیکھئے قرآن مجید میں ہے وشاھد من اھلھا پ ۱۲ کیا یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کا شاہد بھی حاضر و ناظر ہے اور وکذٰلك جعلنا کم امته وسطالتکونوا شھداء علی الناس (پ ۲) سے ثابت ہوا کہ امت محمدیہ کا ہر فرد و بشر حاضر و ناظر ہے۔ نیز واستشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکون رجلین فرجل وامراتان ممن ترضون من الشھداء کیا آپ کے نزدیک یہ تمام مرد اور عورتیں حاضر و ناظر ہیں؟ اور آیتہ کریمہ وادعوا شھداء کم من دون اللہ میں جن کفار کو شھداء فرمایا گیا ہے۔ کیا وہ بھی آپ کے نزدیک حاضر و ناظر ہیں؟ لم یکن لھم شھداء الا انفسھم نیز وما شھدنا الایما علمنا میں بھی "شہداء اور شہدنا" کے معنی وہی جو آپ "شاہدا" میں بیان کر چکے ہیں۔

نیز یہ دعویٰ کہ حضور علیہ السلام تمام اشیاء اور امور پر شاہد ہیں اس مقام پر مفسرین اور محدثین کے کلام میں "من" وغیرہ عموم کے صیغے اپنی اصل پر نہیں بلکہ وہاں عموم سے کثرت مراد ہے اور اگر اصل پر ہونے کا دعوی ہے تو دلیل قائم کیجئے۔

تنقیح ۲ کی ذیل میں یہ شاہد سے استدلال کرتے ہوئے مفسرین کی عبارات نقل کی گئی ہیں جیسا کہ تفسیر ابو السعود سے نقل کیا گیا ہے۔ کہ شاھد علی من ارسلت الیھم اس کیبعد صحیح

marfat.com

مسلم کی حدیث ارسلت الی اخلق کافۃ پیش کر کے عبارات منقولہ کو حدیث شریف سے ملا کر یہ نتیجہ نکالا گیا کہ حضور ﷺ ساری مخلوق کی طرف رسول ہیں اور جس کی طرف آپ رسول ہیں اس پر آپ شاہد ہیں لہذا ثابت ہوا کہ آپ ساری مخلوق پر شاہد ہیں ایک زبردست مغالطہ اور سفطہ ہے۔

یہ صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے لیکن مفسرین کی عبارات میں یہ نہیں کہ حضور ساری مخلوق پر شاہد ہیں بلکہ ان کی عبارات میں من ارسلت الیھم اور ظاہر ہے کہ "خلق" عام ہے اور "من" خاص ایک ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ من ذوی العقول کے لیئے مستعمل ہوتا ہے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ حضور ﷺ مبعوث تو ساری مخلوق کی طرف ہیں۔ لیکن شاہد صرف ذوی العقول پر ہیں۔ آپ کی تقریب اس وقت تک تام نہیں ہو سکتی جب تک آپ یہ ثابت نہ کریں کہ "من" کے عموم میں ذوی العقول اور غیر ذوی العقول سب شامل ہو سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان تفاسیر کے حوالے بالکل ترک کر دیئے گئے ہیں۔ جن میں آپ کے خلاف تصریح موجود ہے۔ دیکھئے تفسیر جامع البیان میں "شاھدا" للہ بالوحدانیۃ او علی الناس باعمالھم فی القیامۃ (جامع البیان برحاشیہ جلالین مطبوعہ مجیدی کانپور ص ۳۵۳)

تنقیح ۳ کے ذیل میں آپ نے بڑی کوشش اور محنت سے وہ عبارتیں پیش کی ہیں جن سے نبی کریم ﷺ کا آن واحد میں متعدد مقامات پر تشریف فرما ہونا اور بیک وقت اکثر حضرات کا دور دراز مقامات میں بحالت بیداری حضور ﷺ کو دیکھنا ثابت ہے لیکن آپ نے اس مرحلہ پر بھی اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا کہ اولیاء اللہ کا بحالت بیداری وفات نبوی کے بعد نبی ﷺ کو دیکھنا درحقیقت اولیاء اللہ کا کشف ہے اور کشف والہام سے استدلال کرنا کسی طرح صحیح ثابت نہیں ہو سکتا۔ مسائل اعتقادیہ ہمیشہ کتاب و سنت سے ثابت ہوا کرتے ہیں نہ کشف و الہام سے اس لئے آپ کی یہ تمام محنت بے فائدہ رہی نیز رسول اللہ ﷺ کیلئے اجساد مثالیہ کا ثابت کرنا آپ کے اپنے عقیدے کے بھی خلاف ہے اس لئے کہ اجساد مثالیہ حضور کی مثل

marfat.com

ہوں گے اور آپ حضور کو بے مثل مانتے ہیں اس تقدیر پر حضور کیلئے امثال کثیرہ کا اثبات لازم آئے گا اور آپ کے عقیدہ کے مطابق حضور بے مثل نہ رہیں گے۔

اگر حضور علیہ السلام کا یہ تشریف فرما ہونا اور مواقع متعددہ میں تشریف لانا وفات شریف کے بعد ممکن ہوتا تو اہم ترین مواقع اور شدید اختلافات امت کے وقت ظاہر ہوتے اور امت مرحومہ کی رہنمائی فرماتے لیکن ساری دنیا جانتی ہے کہ صحابہ کرام کے زمانے میں کثیر و شدید اختلافات ہوئے حتی کہ زبردست خونریزی ہوئی لیکن حضور علیہ السلام نے ظاہر ہو کر اس کا انسداد نہ فرمایا۔ اسی طرح مسائل شرعیہ میں بکثرت علماء امت حضرات مجتہدین کرام کے اختلافات ہوئے لیکن کسی موقعہ پر بھی حضور علیہ السلام نے تشریف لا کر اظہار حق نہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ سب من گھڑت افسانے ہیں جن کی کوئی حقیقت اور واقعیت نہیں۔

آپ نے شاہ عبدالحق صاحب کا ایک قول ان کے مکتوبات سے حاضر و ناظر کے ثبوت میں نقل کیا ہے۔ اس کے جواب میں اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ حاضر و ناظر کے مسئلہ میں شاہ عبدالحق صاحب نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ امت محمدیہ میں ایک شخص کو بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں مشاہدہ کے خلاف ہے پھر یہ کہ انہوں نے صرف اعمال امت پر حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر کہا ہے اور آپ ہر ذرہ کائنات پر حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ آپ کے دعوی پر ان کا قول کہاں منطبق ہوتا ہے؟

ہر ذرہ کائنات میں حقیقت محمدیہ کو جاری و ساری ماننا حضور علیہ السلام کی شدید توہین ہے۔ سب جانتے ہیں کہ ذوات کائنات میں ناپاک اور خبیث اشیاء بھی شامل ہیں اور شرم و حیا کے موقع پر بھی اس کے عموم میں داخل ہیں تو کیا پیشاب، پاخانہ، کتا، بلی وغیرہ ناپاک حرام اور خبیث اشیاء ہیں اور اسی طرح شیاطین کفار و منافقین اور طبقات جہنم کے اندر بھی حضور کے نور کی شعاعیں پائی جاتی ہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو آپ نے اپنے دعوی کو خود ہی باطل قرار دے دیا۔ اور اگر اثبات میں ہے تو اس سے بڑھ کر حضور کی کیا توہین ہوگی کہ ہر خبیث و قبیح اور نجس و ناپاک چیز میں حضور کی حقیقت مبارکہ کے جلوؤں کو تسلیم کیا جائے۔ العیاذ باللہ

marfat.com

نیز حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر جاننے کی تقدیر پر حضور ﷺ ہر ایک کے نزدیک موجود ہوں گے۔ ایسی صورت میں کسی شخص کو بلند آواز سے کلام کرنا کسی وقت بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اور ولا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ان آیات کے ہوتے ہوئے اونچی آواز سے بولنا کسی مسلمان کے لیے کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا لہذا عند الضرورت اونچی آواز سے بولنے والے یا تو حضور کو حاضر و ناظر نہیں سمجھتے یا جان بوجھ کر حکم خداوندی کی مخالفت کرتے ہیں۔

مزید بر آں کئی آیات قرآنیہ حضور کے حاظر و ناظر ہونے کی نفی کرتی ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما کنت ثاویافی اھل مدین تتلوا علیھم ایاتنا (قصص) اور نہ تھے آپ نازل اہل مدین میں کہ ان پر ہماری آیتوں کی تلاوت کرتے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما کنت بجانب الطور اذ نادینا۔ (سورہ قصص) اور نہیں تھے آپ طور کی جانب میں جب ہم نے آواز دی۔

سنئے ارشاد ہوتا ہے۔

وما کنت لدیھم اذ یلقون اقلامھم۔ (آل عمران) اور نہ تھے آپ ان کے قریب جب وہ ڈالتے تھے اپنی قلموں کو۔

ان تمام آیتوں سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حاضر و ناظر نہیں ورنہ ان مواقع اور مقامات پر حضور کا موجود نہ ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ اس مضمون کی بکثرت آیات قرآن پاک میں موجود ہیں۔

اب احادیث کی طرف آیئے تو ایک حدیث معراج ہی حاضر و ناظر کے مسئلہ کا قلع قمع کرنے کیلئے کافی ہے ہر شخص جانتا ہے کہ شب معراج حضور ﷺ جب مکہ سے بیت المقدس کی طرف چلے تو مکہ میں حضور نہ رہے۔ پھر جب مسجد اقصیٰ سے پہلے آسمان پر پہنچے تو مسجد اقصیٰ حضور سے خالی ہو گئی اور دوسرے آسمان پر پہنچے تو پہلے پر آپ نہ رہے۔ اسی طرح ساتوں

marfat.com

آسمانوں کی طرف چلے جایئے جب پھر حضور وہاں سے واپس آئے تو سماوات حضور کے وجود سے خالی ہو گئے اگر حاضر و ناظر کا مسئلہ حق ہو تو معراج باطل ہوتی ہے کیوں کہ جانے اور آنے کے معنی یہ ہیں کہ جانے سے پہلے جانے والا اس مقام پر موجود نہیں جہاں جانا چاہتا ہے۔ اور آنے کے بعد اس جگہ نہیں رہا جہاں سے آیا ہے اس لئے حاضر و ناظر کے عقیدے کے ساتھ معراج کا عقیدہ جمع نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ معراج کے قائل ہیں تو حاضر و ناظر کا انکار کیجئے اور اگر حاضر و ناظر کو صحیح مانتے ہیں تو عقیدہ معراج سے دستبرداری کا اعلان فرمایئے۔

یہ اعتراض کہ اگر "شاہداً" کے معنی حاضر و ناظر ہیں تو قرآن وحدیث میں جس جس کے متعلق شاہد و شہید کا لفظ فرمایا گیا ہے۔ ان سب کو حاضر و ناظر ماننا پڑے گا اس کے جواب میں عرض ہے کہ شاہد و شہید کے معنی تو حاضر و ناظر کے ہیں جیسا کہ مفردات امام راغب اصفہانی کی مفصل عبارات پیش کی جا چکی ہیں۔ لیکن معترض نے اس بات پر بالکل غور نہیں کیا کہ یہ شاہد و شہید اسی چیز پر حاضر و ناظر ہو گا۔ جس پر شاہد و شہید ہے اگر کوئی شخص آپ کے کسی معاملہ کا گواہ ہے تو اس کا حاضر و ناظر ہونا اسی واقعہ کے ساتھ خاص ہے نہ یہ کہ وہ تمام واقعات عالم پر حاضر و ناظر ہے۔ آپ نے جو آیتیں معارضے میں پیش کی ہیں۔ ان میں کوئی شاہد و شہید بھی ایسا مذکور نہیں جس کی شہادت تمام عالم پر منصوص ہو بخلاف رسول اللہ ﷺ کے کہ حضور علیہ السلام شاہد اعلی من ارسلت الیھم یعنی جس کی طرف آپ رسول ہیں اس پر شاہد بھی ہیں اور مسلم شریف کی حدیث میں پیش کر چکا ہوں کہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ **ارسلت الی الخلق کافۃ** اگر **شاہد اعلی من ارسلت الیھم** اور **ارسلت الی الخلق کافۃ** دونوں کو ملا کر نتیجہ نکالیں تو بڑی آسانی سے سمجھ لیں گے کہ حضور ﷺ **شاہد علی الخلق کافۃ** ہیں۔ یعنی تمام مخلوق پر شاہد ہیں۔ اب سوچئے کہ یہ معارضہ کہاں تک صحیح ہے ؟

لفظ "من" کے متعلق جو اعتراض کیا گیا اس کے جواب سے پہلے اس شبہ کا ازالہ ضروری ہے کہ قرآن کریم میں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ کو مخاطب فرما کر یہ ارشاد فرمایا گیا

marfat.com

ہے۔ "لتكونو شهداء على الناس" ہم نے تم کو امت عادل اس لئے بنایا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ" "الناس" اسم جنس ہے لہذا حضور کی امت کا تمام لوگوں پر شہید ہونا ثابت ہوا اس لئے ماننا پڑے گا کہ جب وہ تمام لوگوں پر شہید ہیں تو وہ ان سب پر حاضر و ناظر بھی ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ کسی لفظ کے مرادی معنی ہر مقام پر ایک ہی ہوں بلکہ اصول یہ ہے کہ جس مقام پر بھی کسی لفظ کے معنی متعین کیے جائیں تو پہلے یہ دیکھلیا جائے کہ اس مقام میں ان معنی کی تعیین کسی دلیل کے خلاف تو نہیں اگر کوئی دلیل اس کے خلاف پر قائم نہ ہو تو وہ معنی یقیناً حق ہوں گے اور اگر اس معنی کے خلاف پر کوئی دلیل قائم ہو تو ان کے باطل ہونے میں کوئی شک نہیں۔

بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ یہ اعتراض بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ مرزائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کیلئے قرآن مجید کی وہ تمام آیتیں پڑھ دیتے ہیں۔ جن میں لفظ "توفی" بمعنی موت وارد ہے اور اس امر کو قطعاً نظر انداز کر دیتے ہیں کہ آیت کریمہ فلما توفیتنی میں توفی بمعنی موت مراد لینے کے خلاف کتاب و سنت کے بے شمار دلائل قائم ہیں۔

معترض اس امر پر غور کرے کہ جس طرح قرآن مجید کی متعدد آیات میں توفیٔ بمعنی موت مستعمل ہے لیکن ہم ان استعمالات کو فلما توفیتنی میں توفی بمعنی موت ہرگز بطور نظیر پیش نہیں کر سکتے۔ بالکل اسی طرح "شهداء على الناس" کے مرادی معنی کو شاہدًا کے مقابلہ میں بطور نظیر نہیں لا سکتے۔

اس اجمال کی تفصیل کے لئے گزارش ہے کہ شاہد اور شہود کے معنی تو حاضر ہونا اور دیکھنا ہی ہیں۔ لیکن محاورات اور مقامات کے اختلاف سے حاضر و ناظر ہونے کی نوعیت میں ضرور تبدیلی ہو جاتی ہے۔ اور تبدیلی نوعیت کی وجہ سے حاضر و ناظر ہونے کا مفہوم باقی رہتے ہوئے لفظ شہادت اور شاہد و شہید کے معانی کثیرہ ہو گئے باوجود ان کثرت معانی کے حقیقی معنی کسی رنگ میں ہر استعمال میں موجود ہیں۔ بطور نمونہ چند معانی مفردات راغب مجمع بحار

marfat.com

الانوار، منجد، مختار الصحاح وغیرہ کتب معتبرہ متداولہ سے نقل کرتا ہوں۔

شہادت

۱۔ ظاہری یاباطنی آنکھ کے ساتھ دیکھتے ہوئے حاضر ہونا (شہود کے معنی بھی یہی ہیں)

۲۔ عالم موجودات ظاہری

۳۔ خدا کی راہ میں جان دینا۔

٤۔ قسم

۵۔ یقینی خبر

شاہد

ظاہری یاباطنی آنکھ کے ساتھ دیکھ کر حاضر ہونے والا

٦۔ زبان

۷۔ ستارہ

۸۔ املاک الامر کسی شے کے دارومدار

شہید

ظاہری یاباطنی آنکھ کے ساتھ دیکھتے ہوئے حاضر ہونے والا۔

۹۔ اپنی شہادت میں امانت داری سے کام لینے والا

۱۰۔ وہ ذات جس کے علم سے کوئی شے غائب نہ ہو۔ اور اللہ کی راہ میں جان دینے والا۔

اگر آپ ان معانی کو مختلف محاورات اور مقامات استعمال میں بغور ملاحظہ فرمائیں۔ تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ شہادت اور شہود کے حقیقی معنی الحضور مع المشاہدۃ کا اعتبار ہر محاورے اور محل استعمال الفاظ میں پایا جاتا ہے۔ البتہ حیثیات مختلف ضرور ہوں گی جو کسی حال میں ہمارے دعوی کیلئے مضر نہیں۔

marfat.com

حضور ﷺ کیلئے شاہد و شہید کے الفاظ جو قرآن مجید میں ارشاد ہوئے ہیں ان کے معنی وہی ہیں جو دلائل کے ساتھ بیان کئے جا چکے ہیں۔ وہ تمام دلائل میرے مرادی معنی کے ثبوت کیلئے کافی ووافی ہیں۔ چنانچہ ان کا اجمالی تذکرہ پھر کئے دیتا ہوں کہ

۱۔ حضور ﷺ اصل کائنات اور اول مخلوقات ہیں۔ اول ما خلق اللہ نوری (مدراج النبوۃ جلد ۲ ص ۱) اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ (مواہب اللدنیہ جلد ۱ ص ۹)

۲۔ پھر یہ کہ اشعۃ اللمعات اور دیگر کتب معتبرہ سے نقل کر چکا ہوں کہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ذوات عالم میں جاری وساری ہے

۳۔ علاوہ ازیں حضور سید عالم کا خواب میں زیارت کرنے والے مومنین کیلئے بیداری میں جمال جہاں آراء کے دیدار سے مشرف ہونے کا وعدہ متفق علیہ حدیث میں وارد ہے اور نقول کثیرہ سے اولیاء و عرفاء کیلئے اس کا وقوع بھی ثابت ہے۔ اور بعد الوفاۃ امکنہ متعددہ میں تشریف فرما ہو کرامت کی رہنمائی و دستگیری فرمانا بھی ثابت ہے۔

۴۔ اس کے بعد دنیا و ما فیہا کو کف دست کی طرح دیکھنا بھی حضور ﷺ کیلئے حدیث صحیح میں وارد ہے جیسا کہ کنز العمال جلد ص میں ہے۔

ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن کانما انظر الی کفی ھذا الی یوم القیمۃ۔

۵۔ اور **ویکون الرسول علیکم شھیدا** کی تفسیر میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر فتح العزیز ص ۵۱۸ کی یہ مشہور عبارت بھی آپ کے سامنے ہے یعنی ”وباشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر مرتبہ ہر متدین بدین طور کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او می شناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاق و نفاق شمارا“۔

۶۔ یاایھا النبی انا ارسلنک شاھدا کی تفسیر میں مفسرین کی تصریحات پیش کر

marfat.com

چکا ہوں کہ حضور کا شاہد ہونا ان تمام مخلوقات پر ہے جن کی طرف حضور رسول بن کر مبعوث ہوئے ہیں۔ علی من ارسلت الیھم جیسی عبارات کثیرہ تفاسیر معتبرہ سے نقل کر چکا ہوں۔ یہ تمام دلائل ایک منصف مزاج کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا حاضر وناظر ہونا عام ہے اگر اسی قسم کے دلائل حضور کی امت کے حق میں آپ قائم کر دیں تو میں تسلیم کرلوں گا کہ شھداء علی الناس اور آپ کی باقی پیش کردہ تمام آیات جن میں لفظ شاہد و شہید وارد ہے۔ ان سب کے وہی معنی ہیں جو نبی ﷺ کے حق میں وارد شدہ شاہد و شہید کے مرادی معنی ہیں جب تک غیر نبی ﷺ کے حق میں آپ اسی قسم کے دلائل قائم نہ کریں اس وقت تک، آپ کا معارضہ تمام نہیں ہو سکتا۔

تمام تفاسیر معتبرہ میں اس مضمون کی تصریح موجود ہے۔ کہ شھداء علی الناس کے یہ معنی ہیں کہ حضور ﷺ کی امت کے عادل لوگ قیامت کے دن پچھلی امتوں پر اس امر کی گواہی دیں گے کہ انبیاء علیہم السلام نے ان تمام احکامات الٰہیہ کی تبلیغ فرمادی۔ وہ امتیں اعتراض کریں گی کہ یہ ہمارے زمانے میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے حاضر وناظر نہ تھے تو ان کو ہمارے خلاف گواہی دینے کیا حق ہے؟ اس اعتراض کے جواب میں امت محمدیہ یہ نہ کہے گی کہ شہید کے معنی حاضر وناظر نہیں بلکہ ان کے اس اعتراض کا یہ جواب دے گی کہ تبلیغ انبیاء علیہم السلام کا یقینی علم ہی ہم کو نبی کریم ﷺ کے ذریعہ حاصل ہوا ہے جو ہمارے مشاہدہ سے زیادہ یقینی ہے اس لئے ہم گواہی کے اہل ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو حضور کی امت پر شاہد بنائے گا اور حضور ﷺ اپنے غلاموں کا تزکیہ فرماتے ہوئے ان کے تمام افعال واعمال ایمان واعتقادیات ظواہر وبواطن کی گواہی دیں گے۔

جب مفسرین نے حضور کے شہید ہونے اور امت کے شہید ہونے کے ایک معنی مراد نہیں لئے بلکہ دونوں معنی کی جداگانہ تفسیر فرمادی تو کسی اور کو کیا حق حاصل ہے کہ تصریحات مفسرین کے خلاف دونوں کی شہادت کو یکساں قرار دیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کا حضور مع المشاہدہ بلا تاویل ہے اور حضور کی امت کا حضور مع

marfat.com

المشاہدہ بتاویل علم یقینی ہے اور یہ تاویل ایسی نہیں جو میں نے بلا دلیل پیش کی ہو بلکہ مفسرین کی تصریحات کے حوالہ سے عرض کی ہے۔

اس تمام گفتگو کے بعد میں عرض کروں گا کہ اگر معترض کے معاوضہ کے جواب میں یہ گزارش کروں کہ حضور مع المشاہدہ کا جو کمال حضور ﷺ کے لئے کتاب و سنت کی روشنی میں ہو چکا ہے۔ اگر حضور ﷺ کی اتباع میں کاملین میں علی سبیل التبعیۃ اس کمال کا پایا جانا کمال محمدی کی دلیل ہو گی۔ جو میرے دعای کی مزید موید قرار پائے گی۔ معارضہ تو اس وقت ہو جب کہ میرے دعوی کے خلاف کوئی چیز مجھ پر لازم آئے جب کاملین کا یہ کمال کمال مصطفوی کی دلیل بلکہ عین کمال محمدی ﷺ قرار پایا تو میرا یہ دعوی اور بھی مستحکم ہو گیا اور اس چیز کو معارضہ قرار دینا انتہائی تسامح یا کمال قلت تدبر کی روشن دلیل ہو گا۔

میرے اس قول کی تائید میں مسلم بین الفریقین علماء کی بہت سی چمکتی ہوئی عبارتیں موجود ہیں جن میں سے چند مختصر نقول پیش خدمت کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

روح البیان جلد نمبر ۱ ص ۹۹۔

قال الغزالی رحمه الله تعالی والرسول له الخیار۔

فی طواف العالم مع ارواح الصحابة رضی الله عنهم لقد راه کثیر من الاولیاء۔

اخبار الاخیار شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ص ۱۵ پر حضرت غوث الاعظمؓ کا قول منقول ہے۔

بعزت پروردگار که نیک بختاں و بد بختاں همه عرض کرده می شوند برمن و نظر من

درلوح محفوظ است منم غواص دریائے علم و مشاہده الٰهی من حجت خداوندم برتمامه

شما نائب رسول الله و وارث اویم " انتهی

marfat.com

کبریت احمر ص ۱۶۵۔

واما شیخنا سیدی علی الخواص فسمعته یقول

لایکمل الرجل عندنا حتی یعلم حرکات

مریده فی انتقاله فی الاصلاب وهو نطفته

من یوم الست بربکم الی استقراره فی الجنته

اداالنار والله تعالی اعلم

اس کے علاوہ اولیاء کاملین کے بیک وقت امکنہ متعددہ میں موجود ہونے اور تصرف کرنے پر بعض عبارات منقول ہو چکی ہیں ان سب کا مفادیہ ہے کہ کاملین امت کا آن واحد میں امکنہ متعددہ میں موجود ہو جانا اور ذرات کائنات کو دیکھ لینا اور اکوان عالم کا مشاہدہ فرمانا ایک ایسا کمال ہے جو حضور ﷺ کی اتباع میں ان حضرات کو حاصل ہے اور در حقیقت یہ کمال حضور ہی کا ہے جو ان حضرات کے آئینہ قلوب میں ظاہر ہو۔ بناء بریں معارضہ مذکورہ ہی نہیں جس کے جواب کی طرف توجہ کی جائے۔

نیز یہ اعتراض کہ مفسرین کے کلام میں تحت آیت کریمہ شاھد علی من ارسلت الیھم۔ میں اپنی اصل پر نہیں بلکہ عام مخصوص البعض ہے اور اگر اس کے اصل پر ہونے کا دعوی ہے تو اس پر دلیل قائم کیجئے۔

سبحان اللہ۔ اعتراض کتنا معقول ہے کہ اصل کو ثابت کرنے کے لئے دلیل قائم کی جائے۔ اور مخالف خلاف اصل قول کرنے کے باوجود اقامت دلیل سے بے نیاز رہے عجیب فلسفہ ہے۔ یاد رہے کہ کسی لفظ کے اصل پر ہونے کا دعوی محتاج دلیل نہیں ہوا کرتا البتہ عدول عن الاصل کیلئے دلیل کی حاجت ہوا کرتی ہے اس لئے اقامت برہان معترض کے ذمہ ہے۔ دیکھئے اصولیین تصریح فرما رہے ہیں۔

من وما یحتملان العموم والخصوص واصلهما.

العموم یعنی افهما فی اصل الوضع للعموم.

marfat.com

ویستعملان فی الخصوص بعارض القرائن۔

(نورالانوار ص ٦١)

اور جب خصوص کا کوئی قرینہ نہیں تو اصل عموم ہی بر قرار رہا۔ یہ کہنا کہ آیت کریمہ یاایھا النبی انا ارسلناك شاہداً سے اس وقت تک تقریب تام نہیں ہو سکتی۔ جب تک یہ ثابت نہ کر دیا جائے کہ من ذوی العقول اور غیر ذی العقول سب کیلئے عام ہے کیوں کہ حضور شاہد ہیں من ارسلت الیہم اور "من" ذوی العقول کیلئے ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور صرف ذوی العقول پر شاہد میں اور مبعوث تمام مخلوق کی طرف ہیں جن میں ذوی العقول اور غیر ذوی العقول سب شامل ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی "من" ذوی العقول کیلئے ہے اور صرف غیر ذوی العقول میں اس کا استعمال نہیں ہوتا لیکن جس وقت غیر ذوی العقول میں ذوی العقول بھی شامل ہوں۔ تو اس وقت بشمول عقلاء اس کا اطلاق غیر ذوی العقول پر بھی ہوا کرتا ہے۔

مفردات امام راغب اصفہانی ص ۴۹۲ میں ہے۔

ومن عبادة عن الناطقين ولا يعبر به عن غير۔ الناطقين الا اذا جمع بينهم وبين غيرهم۔

قرآن کریم میں دو آیتیں ایسی موجود ہیں جن میں کلمہ "من" عقلاء اور غیر عقلاء سب کو شامل ہے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ وله اسلم من فی السموات والارض۔

۲۔ ولله يسجد من فی السموات والارض۔

کیا عقلا اور غیر عقلا میں کوئی ایسا فرد ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے (اختیاری یا غیر اختیاری طور پر) نہ جھکا ہو یا اس کے لئے سجدہ ریز نہ ہوا ہو؟

تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۳۳۷ مطبوعہ مصر میں تحت آیت کریمہ وله اسلم من فی السموات والارض مرقوم ہے۔

فهذه الايات تفيدان واجب الوجود واحد وان

marfat.com

کل ماسواه فانه لایوجد الابتکونیه ولا یفنی
الا بافنائه سواء کان عقلا اونفسا اوروحاً
اوجسما او جوهرا او عرضا اور فاعلا او
فعلا و نظیر هذه الایة فی اله لا الة علی هذا
المعنی قوله تعالی ولله یسجد من فی السموات والارض

جس طرح امام فخر الدین رازی نے ان دونوں آیتوں میں کلمۂ من عقلاء و غیر عقلاء کیلئے عام رکھا ہے اسی طرح من ارسلت الیہم میں کلمہ من عقلا و غیر عقلا سب کو شامل ہے اور ارسلت الی الخلق کافة میں جتنے افراد ہیں من ارسلت ان سب کو حاوی ہے لہذا ثابت ہو گیا کہ جس کی طرف آپ مبعوث ہیں اس پر' آپ شاہد بھی ضرور ہیں اور حضور کی بعثت کل مخلوق کی طرف ہے لہذا وہ حاضر و ناظر بھی کل مخلوق پر ہیں۔

جامع البیان کی عبارت کو ہمارے دعوے کیخلاف قرار دینا بھی غلط ہے کیوں کہ صاحب جامع البیان نے حضور ﷺ کو شاہد بالوحدانیة یا شاہد علی احوال الناس قرار دے کر ادعائے حصر کہاں فرمایا ہے اور کس لفظ سے ماسوا مذکور کی نفی معلوم ہوتی ہے۔جب نبی علیہ السلام ہر چیز پر شاہد ہیں تو احوال الناس حضور کی شہادت سے کب مستثنیٰ رہ سکتے ہیں بلکہ اس حساب سے تو حضور کی' شاہدیت کی تعمیم ظاہر ہوتی ہے۔اور وہ اس طرح کی پہلی عبارات میں تو حضور کا تمام مخلوق پر شاہد ہونا ثابت ہوا تھا۔ یہاں اللہ کی واحدانیت پر بھی حضور کی شاہدیت ثابت ہو گئی اب آپ ہی بتائیں کہ عبارت سے معترض کو کیا فائدہ پہنچا۔

رہا یہ اعتراض کہ عقائد کتاب و سنت سے ثابت ہوتے ہیں نہ کشف والہام سے اس کے جواب میں گزارش ہے کہ اولیاء اللہ کے کشف والہام کو مطلقاً نظر انداز کر دینا کسی طرح جائز نہیں یہ صحیح ہے کہ کشف والہام سے آیات محکمات و دلائل قطعیہ کی طرح علم یقینی حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ کشف والہام دلیل ظنی بھی نہیں حدیث شریف میں ہے۔

marfat.com

اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور اللّٰہ۔

(ترمذی جلد ۲ سورہ الحجر کتاب التفسیر ص ۱۴۰)

صاحب نبراس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔

وضع بعض المحدثین والحق انه صحیح۔

(نبراس ص ۱۰۸ مطبوعہ خضر مجتبائی ملتان)

یہی صاحب نبراس اسباب علم کے حصر پر اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وثالثا بان الفراسة ظنیة وکلا منا فی الیقین معلوم ہوا کہ کشف والہام دلائل ظنیہ میں سے ہیں۔ اگر دلائل ظنیہ کو آپ مسائل ظنیہ میں حجت نہیں مانیں گے تو قیاسات مجتہدین بلکہ اخبار احاد کو بھی ساقط الاعتبار قرار دینا پڑے گا جو اہل علم کے نزدیک صحیح نہیں۔

حاضر و ناظر کا مسئلہ قطعیات سے نہیں بلکہ باب فضائل سے متعلق ہے اس لئے اس کے ثبوت میں دلائل ظنیہ قابل احتجاج ہیں۔ علاوہ ازیں یہ کہ میں نے صرف وہ نقول ہی پیش نہیں کی تھیں۔ بلکہ میرا اصل استدلال کتاب و سنت ہی سے ہے جس کی تائید میں عبارات منقولہ پیش کی گئی ہیں لہذا یہ اعتراض بھی بے بنیاد ہے۔

نیز یہ اعتراض کہ رسول اللہ ﷺ کے اجساد مثالیہ ثابت کرنا حضور کی بے مثلی کا انکار ہے کیوں کہ اجساد مثالیہ کو تسلیم کرنے سے لاتعداد ولاتحصیٰ امثال حضور کے لئے ماننا پڑیں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مثل کیلئے مغائرت شرط ہے جو چیز کسی کی مثل ہو ضروری ہے کہ وہ اس چیز کا غیر بھی ہو لیکن اجساد مثالیہ رسول اللہ ﷺ کا غیر نہیں اس لئے ان کو مثل کہنا بھی غلط ہے۔

اگر یہ مسئلہ اس طرح نہ سمجھا جا سکے تو یوں سمجھ لیجئے کہ قرآن مجید کے متعلق ہمارا ایمان ہے کہ وہ بے مثل کتاب ہے قرآن کریم نے علی الاعلان فرمایا کہ فاتوا بسورة من مثله اب اگر کوئی منکر قرآن آپ سے کہے کہ آپ کوئی سورت پڑھئے میں اس کا مثل پیش کرتا ہوں آپ نے سورہ کوثر پڑھی اور اس نے بھی آپ کے سامنے اسی سورہ کو پڑھ دیا اور دعوی یہ کیا کہ

marfat.com

میں نے جو کچھ پڑھا ہے وہ آپ کی قرأت کے بعد پڑھا ہے اگر پڑھی ہوئی سورۃ بعینہٖ وہی ہے جو آپ نے پڑھی تو لازم آتا ہے کہ ایک شے اپنی ذات سے موخر ہو جائے اور یہ محال ہے لہذا آپ کو ماننا پڑے گا کہ میں نے جو سورہ پڑھی وہ آپ کی پڑھی ہوئی سورت نہیں تو کیا آپ اس کے معارضہ کو صحیح تسلیم کر لیں گے۔ نہیں اور یقیناً نہیں پس جس طرح قرآن کریم کی ایک سورت لاتعدد ولا تحصٰی قرأتوں میں ظاہر ہونے سے ایک دوسرے کی غیر اور اس کی مثل قرار نہیں پاتی اسی طرح متعدد اور بے شمار اجساد مثالیہ میں ذات پاک مصطفٰی ﷺ کے ظہور فرمانے سے کوئی جسد مثالی آپ کا غیر نہیں ہو سکتا۔ اور قرآن کریم متعدد صحیفوں کی شکل میں پایا جاتا ہے لیکن پھر وہ ایک ہی ہے یہ نہیں کہ وہ متعدد قرآن کریم آپس میں ایک دوسرے کا غیر قرار پا کر سب قرآن منزل من اللہ کے امثال ہو جائیں اور اس طرح قرآن کی بے مثل کا دعوی نعوذباللہ باطل ہو جائے بلکہ وہ تمام قرآن مجید خواہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں عین قرآن منزل من اللہ ہیں اور ان کو کثیر یا متعدد کہنا محض ظاہر کے اعتبار سے ہے حقیقتاً قرآن ایک ہے بالکل اسی طرح کثیر اجساد مثالیہ ذات پاک مصطفٰی ﷺ کے امثال و نظائر ہیں۔ اور یہ اعتراض کہ اگر رسول اللہ ﷺ کا بعد الوفاۃ بیداری میں نظر آنا اور امکنہ متعددہ میں بیک وقت تشریف فرما ہونا ممکن ہے تو کیا یہ تشریف آوری اختلافات امت کے موقع پر نہ ہوتی خصوصاً صحابہ کرام کے زمانہ میں جو شدید اختلافات ہونے پر آئمہ مجتہدین کے مابین مسائل فقہ میں اختلاف رہا۔ اس کے علاوہ بکثرت مواقع ایسے ظاہر ہوئے جن میں تشریف آوری اور امت کی راہنمائی اشد ضروری تھی لیکن عہد صحابہ وغیرہ میں کبھی حضور ﷺ ظاہر نہ ہوئے لہذا یہ سب صوفیوں کی من گھڑت کہانیاں ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔

بجائے اس کے کہ اس اعتراض کا جواب میں اپنے لفظوں میں دوں مناسب سمجھتا ہوں کہ یہ اعتراض اور اس کا جواب تفسیر روح المعانی سے نقل کر دوں تا کہ زیادہ ردو قدح کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ سنیئے روح المعانی پارہ ۲۲ ص ۳۰ مطبوعہ مصر میں ہے۔

والحاصل انه لم يبلغنا ظهوره عليه الصلوة والسلام لاحد من اصحابه

marfat.com

واهل بيته وهم مع احتياجهم الشديد لذلك وظهوره عند باب مسجد قبا كما يحكيه بعض الشيعة افتراء محض و بهت بحت وبالجملة عدم ظهوره لاولئك الكرام وظهوره لمن بعدهم مما يحتاج الى توجيه يقنع به ذوالافهام لايحسن منى ان اقوال كل ما يحكى عن الصوفيته من ذلك كذب الاصل له لكثرة حاكيه وجلالته مدعيه وكذا لايحسن منى ان اقول انهم انماراء والنبى صلى الله عليه وسلم منامافظنوا ذلك لخفته النوم وقلة وقت يقظة فقالو راينا يقظة المافيه من البعد ولعل فى كلامهم ماياباه وغاية ماأقوال ان تلك الروية عن خوارق العادة كسائر كرمات الاولياء ومعجزات الانبياء عليهم السلام وكانت الخوارق فى الصدرالاول لقرب العهد بشمس الرسالة قليلة جداوانى يرى النجم تحت الشعاء اويظهر كوكبا وقدانتشر ضوء الشمس فى البقاع فيمكن ان يكون قد وقع ذلك لبعضهم على سبيل الندرة ولم تقتض المصلحة افشاء ه ويكمن ان يقال انه لم يقع لحكمة الابتلاء ولخوف الفتنة او لان فى القوم من هو كالمراة له صلى الله عليه وسلم اوليهرع الناس الى كتاب الله تعالى وسنته صلى الله عليه وسلم فيما يهمهم فيتسع باب الاجتهاد وتنشر الشريعة وتعظم الهجة التى يمكن ان يعقلها كل احداولنحوذلك وربما يدعى انه عليه الصلوة والسلام ظهر ولكن كان مستترا فى ظهوره كما روى ان بعض الصحابة حب ان يرى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فجاء الى ميمونة رضى الله عنها فاخرجت له مراته فنظر فيها فراى صورة رسول الله عليه الصلوة والسلام ولم يرى صورة نفسه فهذا كالظهور الذى يدعيه الصرفية الا انه بحجاب المراة وليس من باب التخيل اه.

اور سارے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں آج تک کسی صحابی اور کسی اہلبیت کے لئے رسول

marfat.com

اللہ ﷺ کے ظہور فرمانے کی خبر نہیں پہنچی حالانکہ وہ اہل بیت اور صحابہ تھے اور انہیں حضور کے ظہور فرمانے کی حاجت بھی نہایت شدید تھی۔

اور وہ جو بعض شیعوں نے مسجد قبا کے دروازہ کے نزدیک حضور ﷺ کے ظاہر ہونے کو نقل کیا ہے خالص بہتان اور افتراء محض ہے خلاصہ یہ کہ صحابہ اور اہل بیت جیسے بزرگوں کیلئے حضور ﷺ کا ظاہر نہ ہونا اور ان کے بعد والوں کیلئے ظہور فرمانا اس قبیل سے ہے جس کی ایسی توجیہہ ضروری ہے جس سے اہل فہم حضرات کو قناعت حاصل ہو جائے اور مجھے یہ بات کسی طرح زیب نہیں دیتی کہ میں یہ کہہ دوں کہ وہ تمام واقعات جو حضور ﷺ کے ظاہر و باہر تشریف لانے کے متعلق صوفیائے کرام سے منقول ہیں وہ نعوذ باللہ سب کے سب جھوٹ ہیں ان کی کوئی اصل نہیں۔ یہ بات اس لئے زیب نہیں دیتی کہ ان واقعات کی حکایت اور دعوٰی کرنے والے اتنے کثیر اور جلیل القدر حضرات ہیں۔ جن کے متعلق اس قسم کی سؤ ظنی کسی طرح ممکن نہیں اور اسی طرح مجھے یہ بات بھی گوارا نہیں کہ میں یہ کہہ دوں کہ جن حضرات نے رسول اللہ ﷺ کو ظاہر و باہر دیکھا شاید انہوں نے حضور کو خواب میں دیکھا اور وقت کی قلت اور نیند کی خفت کی وجہ سے یہ گمان کر لیا کہ ہم نے بیداری میں حضور کی زیارت کی ہے یہ بات اس لئے گوارا نہیں کہ یہ بہت ہی بعید ہے اور غالباً ان حضرات کا کلام بھی اس تاویل سے صاف انکار کرتا ہے۔

(اس اشکال کے حل میں) میری غایت گفتگو یہ ہے کہ یہ رویت جو صوفیاء کیلئے واقع ہوئی یہ معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء کی طرح خوارق عادت سے ہے اور خوارق عادت کا ظہور صدر اول یعنی صحابہ کرام کے زمانہ میں آفتاب رسالت کے قرب زمانہ کی وجہ سے بہت ہی قلیل تھا اور حقیقت یہ ہے کہ آفتاب کی شعاعوں میں ستارے کب نظر آ سکتے ہیں۔ اور جب آفتاب عالمتاب کی شعاعیں میدانوں میں پھیلی ہوئی ہوں تو کوئی ستارہ کس طرح ظاہر ہو سکتا ہے۔ تو ممکن ہے کہ حضور ﷺ کا ظہور بعض صحابہ کرام کیلئے نادر طور پر واقع ہوا ہو اور بہ تقاضائے مصلحت اس کا اظہار نہ کیا گیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام کی آزمائش کی

marfat.com

حکمت یا خوف فتنہ کی وجہ سے حضور ﷺ کا ظہور واقعی ہی نہ ہوا ہو یا جمال نبوت کا ظاہر نہ ہونا اس بنا پر ہو کہ اس وقت قوم میں ایسے لوگ موجود تھے جو نبی کریم ﷺ کے آئینے کی طرح تھے جس سے انوار نبوت کی شعاعیں چمکتی تھیں یا حضور ﷺ کے ظہور نہ فرمانے کی وجہ یہ ہو کہ لوگ اپنے مہمات کو حل کرنے کیلئے کتاب و سنت کی طرف متوجہ رہیں اور اجتہاد کا دروازہ فراخ ہو جائے اور شریعت مطہرہ پھیل جائے اور اس حجت شرعیہ کی عظمت قائم ہو جائے جسے ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے۔ (اگر نبی کریم ﷺ ہر موقع پر ظاہر ہو کر تمام امور میں خود ہی راہنمائی فرماتے رہتے تو امت مسلمہ کتاب و سنت کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوتی اور شریعت مطہرہ ہرگز نہ پھیلتی اور کتاب و سنت میں اجتہاد کی کوئی ضرورت نہ رہتی اور اس طرح تمام شریعت اسلامیہ اور دین متین بالکل بے معنی ہو کر رہ جاتا) یا اس کے علاوہ اس قسم کی دوسری حکمتوں پر عدم ظہور مبنی ہے۔

اور بسا اوقات حضور ﷺ کے ظہور کا دعویٰ بھی کیا جا سکتا ہے یعنی کہا جا سکتا ہے کہ صدر اول میں بھی نبی کریم ﷺ نے فرمایا لیکن حضور ﷺ (مذکور حکمتوں کی بنا پر) اپنے ظہور میں بھی ایک گونہ پردہ پوشی کی شان میں رہے جیسا کہ مروی ہے کہ کسی صحابی کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ میں حضور ﷺ کا جمال جہاں آراء دیکھوں وہ صحابی ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے حضرت ام المؤمنین نے اس صحابی کے سامنے حضور ﷺ کا آئینہ مبارک نکال کر رکھ دیا اس صحابی نے جب اس آئینہ میں نظر کی تو اسے اپنی صورت بالکل نظر نہ آئی بلکہ اپنی شکل کی بجائے اس نے رسول اکرم ﷺ کی مبارک صورت کو دیکھا۔ پس یہ رویت اسی ظہور کی طرح ہے جس کا صوفیائے کرام دعویٰ کرتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ صوفیائے کرام کے لئے حضور ﷺ کا ظہور بالکل بے حجاب ہے اور یہ ظہور آئینہ کے پردہ میں ہے اور اس آئینہ کے ظہور کو محض خیالی صورت مبارکہ جو صحابی نے آئینہ میں دیکھی حضور ﷺ کی اصلی صورت قرار دینا بالکل لغو ہے جیسا کہ ابن خلدون نے گمان کیا ہے بلکہ یہ صورت مبارکہ تھی۔

marfat.com

اب معترض کو واضح ہو گیا کہ یہ اعتراض اہل علم کی نگاہوں میں کیا وقعت رکھتا ہے۔ نیز حاضر وناظر کے مسئلہ پر میں نے شیخ اجل حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک قول ان کے مکتوبات سے نقل کیا ہے کہ باوجود کثرت اختلافات امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ) کے ایک فرد نے بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کیا کہ نبی کریم ﷺ بغیر شائبہ مجاز اور بلا توہم تاویل حقیقت حیات کے ساتھ دائم وباقی اور اعمال امت پر حاضر وناظر ہیں اس قول پر اعتراض کرنے والے کی جرات بھی قابل داد ہے کہ بقول حضرت شاہ صاحب حضور ﷺ کا امتی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کر سکتا۔ اب معترض کو اپنے امتی ہونے کی خیر منانی چاہیے۔

یہ صحیح ہے کہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے زمانے تک حاضر وناظر کے مسئلہ میں امت محمدیہ کے کسی ایک فرد نے بھی اختلاف نہیں کیا شاہ صاحب کے زمانے کے بعد کسی کا اختلاف شاہ صاحب کے قول کو باطل نہیں کر سکتا۔ بلکہ اختلاف کرنے والے کے امتی ہونے کا بطلان کر سکتا ہے۔

اور یہ اعتراض کہ شاہ صاحب تو صرف امت کے اعمال پر حضور ﷺ کو حاضر وناظر مان رہے ہیں اور آپ تمام کائنات پر حضور کو حاصر وناظر سمجھتے ہیں تو اس کے جواب میں مخلصانہ گزارش ہے کہ اگر حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کو آپ اپنے مسلم بزرگوں میں شمار کرتے ہیں تو صرف اتنا ہی مان لیں کہ حضور ﷺ اعمال امت پر حاضر وناظر ہیں۔ صرف اتنے سے اقرار پر یہ مسئلہ طے ہو جاتا ہے۔

سنئے کہ اگر امت کو امت اجابت اور دعوت دونوں کے لئے عام رکھا جائے اور ابتداء سے انتہا تک تمام کائنات کے احوال کو نگاہ رسالت پر منکشف مانا جائے جیسا کہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ خود تصریح فرما رہے ہیں تو اس میں کونسا استحالہ لازم آتا ہے؟ دیکھئے مدارج النبوۃ جلد نمبر ا پر ہے۔

"ہر چہ در دنیا است از زمان آدم تا نفحہ اول بروئے صلیٰ اللہ

marfat.com

علیه وسلم منکشف ساختند تاہمه احوال اور از اول تاآخر
معلوم گردید"

یعنی آدم علیہ السلام کے زمانے سے نفخہ اولی تک جو کچھ دنیا میں ہے سب ہمارے نبی ﷺ پر منکشف فرمادیا یہاں تک کہ اول سے آخر تک تمام احوال حضور ﷺ کو معلوم ہو گئے اور حضور ﷺ نے اپنے اصحاب کو ان میں سے بعض کی خبر دی۔

یہ مضمون حدیث طبرانی سے بھی نقل کیا جا چکا ہے خود حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "ان اللہ قدرفع لی الدنیاوانا انظر الیها والی ماهو کائن فیها الحدیث"

پھر اس پر بھی غور فرمائیں کہ یہی شاہ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ حقیقت محمدیہ کو ذرات کائنات میں جاری و ساری کر چکے ہیں۔ جیسا کہ اشعۃ اللمعات سے نقل ہو چکا ہے الغرض دلائل شرعیہ اور خود حضرت شاہ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات اس امر پر شاہد ہیں کہ حضور ﷺ تمام احوال کائنات پر حاضر و ناظر ہیں۔ وللہ الحمد

اس مضمون کی مزید وضاحت کے لئے مدراج النبوۃ جلد نمبر ۲ ص ۷۸۷ مطبوعہ نول کشور سے ایک اور عبارت نقل کرتا ہوں (ملاحظہ فرمائیے۔)

بدانکه وے ﷺ می بنید ومی شنود کلام تراز یراکه وے
متصف است بصفات اللہ تعالی ویکی ازصفات الہی آن ست که
انا جلیس من ذکرنی مر پیغمبررا ﷺ نصیب وافراست ازیں صفت"

یعنی اے مخاطب جاننا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ تجھے دیکھتے ہیں اور تیرا کلام سنتے ہیں اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہیں اور صفات الٰہیہ میں سے ایک صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے۔ کہ جو مجھے یاد کرے میں اس کا جانشین ہوں۔ اور حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے پورا پورا حصہ ملا ہے۔ لہذا حضور بھی اپنے یاد کرنے والے کے ہمنشین ہیں۔

اس کے بعد حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آخری وصیت بھی سن لیجئے فرماتے ہیں۔

marfat.com

وصیت می کنم ترا اے برادر بدوام ملاحظه صورت و معنی او اگرچه باشی تو متکلف و مستحضر پس نزدیك است که الفت گیر و روح تو بوے پس حاضر آ۔ ترا وے ﷺ عیانا ویابی اورا وحدیث کنی باوے وجواب و ہدترا وے وحدیث گوید با تو و خطاب کند ترا۔ پس فائز شوے بدرجه صحابه عظام ولا حق شو ے به ایشاں انشاء الله تعالی مطبوعه نول کشور۔

اے بھائی میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ ہمیشہ حضور ﷺ کی صورت و معنی کا ملاحظہ یعنی تصور کرتا رہے اگرچہ اس تصور میں تجھے تکلف بھی کرنا پڑے تیری روح جلد حضور ﷺ سے مانوس ہو جائے گی اور حضور ﷺ تیرے سامنے ظاہر و باہر رونق افروز ہوں گے۔ تو حضور کو پائے گا اور حضور سے باتیں کریگا حضور ﷺ تجھے جواب دیں گے اور تجھ سے گفتگو اور خطاب فرمائیں گے پس تو صحابہ کرام کے درجہ پر فائز اور انشاء اللہ ان سے لاحق ہو گا''۔

(مدراج النبوہ جلد ۲ ۸۹۲)

یعنی صحابیت کا ظاہر حکم نہیں بلکہ یہ درجہ تجھے نصیب ہو گا سبحان اللہ۔ حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے حاضر و ناظر کے مسئلے کو کس قدر واضح فرمادیا ولله الحجة الباهرة.

حاضر و ناظر کے مسئلے پر یہ اعتراض کہ اگر حضور ﷺ کو تمام ذرات کائنات پر حاضر و ناظر مانا جائے تو ہر ناپاک، نجس، گندی، خبیث، بری اور حرام چیزوں پر بھی حضور حاضر و ناظر ہوں گے۔ اور حقیقت محمدیہ کے جلوے ان میں بھی پائے جائیں گے بتائیں کہ اس میں حضور ﷺ کی کیسی شدید توہین ہے۔

لوگ پیشاب پاخانہ پھرتے ہیں، جنسی تقاضے پورے کرتے ہیں۔ ایسے شرمناک مواقع پر بھی حضور کو حاضر و ناظر سمجھیں گے، طبقات جہنم، کفار و مشرکین، شیاطین وغیرہ میں بھی حضور کی حقیقت کے جلوے ضرور ہوں گے۔ کیا کوئی مسلمان حضور ﷺ کے حق میں ایسا اعتقاد رکھ سکتا ہے۔ حضور کی تعظیم و توقیر کے مدعی غور کریں کہ یہ عقیدہ اس دعوے کے سراسر

marfat.com

خلاف اور منافی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام قباحتیں اس وقت لازم آسکتی تھیں جب کہ ہم حضور ﷺ کو بشریت مطہرہ کے ساتھ حاضر و ناظر تسلیم کرتے لیکن حضور ﷺ کو بشریت مقدسہ کے ساتھ ہر گز حاضر و ناظر تسلیم نہیں کرتے بلکہ حضور کی نورانیت و روحانیت اور حقیقت مبارکہ کے ساتھ حضور کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔

معترض نے بشریت اور حقیقت و نورانیت کو ایک سمجھ لیا ہے۔ یہ بنیادی غلطی ہے عالم شہادت اور مادیات و جسمانیات کے ضمن میں نجاست و خباثت، معصیت و قباحت وغیرہ کے جو تصورات پیش کئے گئے ہیں اور ان کے خبیث و ناپاک اثرات کو حقیقت و نورانیت محمدیہ پر اثر انداز قرار دیا گیا ہے۔ بہت بڑی غلطی ہے کیوں کہ مادی اور جسمانی کیفیات نورانی حقیقتوں پر اثر انداز نہیں ہوا کرتیں آفتاب و ماہتاب کی شعاعیں بول براز پر پڑنے سے ناپاک نہیں ہو جایا کرتیں۔ خود آپ کی اپنی نگاہیں جب کسی نجاست پر پڑتی ہیں تو وہ ناپاک نہیں ہوتیں ہزاروں مرتبہ آپ کی نظر ناپاک چیزوں پر پڑی ہو گی لیکن ایک دفعہ بھی آپ نے اپنی آنکھوں کو ناپاک قرار دے کر ان کو نہیں دھویا۔ جب آنکھوں کے نور اور آفتاب و ماہتاب کی نوری شعاعوں کو نجاستیں ناپاک نہیں کر سکتیں تو انوار محمدی ﷺ کی شعاعوں پر یہ مادی نجاستیں کیونکر اثر انداز ہو سکتی ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ حقیقت محمدیہ کے جلوے ذرات کائنات میں جاری و ساری ہیں۔ جیسا کہ متعدد کتب معتبرہ اور مسلم اکابر کی عبارات سے ظاہر ہے لیکن اس پر یہ شبہ وارد کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کہ خبیث اور ناپاک چیزیں حضور کے جلووں کو ناپاک کر دیں گی۔ حضور کے جلووں کو تو ذرات کائنات میں نہیں مانا جاتا لیکن جلوے ہائے قدرت کو ہر فرد عالم اور ذرہ کائنات میں ضرور تسلیم کیا جاتا ہے اور قرآن کریم کی روشنی میں اس بات کو ضرور ماننا پڑے گا کہ کائنات کے ہر ذرہ میں قدرت خداوندی کے چمکتے ہوئے نشانات پائے جاتے ہیں۔ کوئی چیز اچھی ہو یا بری، پاک ہو یا ناپاک، دنیا کی ہو یا آخرت کی، ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی صفت و

marfat.com

خالقیت اور اس کی قدرت کے جلوے چمک رہے ہیں۔ ہر ذرہ اس کی قدرت کی دلیل اور ہر قطرہ اس کی حکمت کا نشان اور ہر تنکا اس کی وحدانیت کی آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

انّ فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنھار والفلك التی تجری فی البحر مما ینفع الناس وما انزل الله من السماء من ماء فاحب به الارض بعد موتها وبث فیها من كل دابة وتصریف الریاح والسحاب المسخربین السماء والارض لایت لقوم یعقلون۔

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات دن کی آمدورفت میں اور ان کشتیوں میں جو لوگوں کے فائدہ کی چیزیں (مال تجارت) لے کر سمندر میں چلتی ہیں اور بارش میں جسے اللہ تعالیٰ آسمانوں سے نازل کرتا ہے پھر اس کے ساتھ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے اور ہر قسم کے جانور جو اللہ تعالیٰ نے زمین پر پھیلا دیئے ہیں اور ہواؤں کے ادھر ادھر پھرنے میں اور ان بادلوں میں جو خدا کے حکم سے زمین و آسمان کے درمیان کھڑے رہتے ہیں ان سب چیزوں میں عقل رکھنے والوں کیلئے قدرت الٰہیہ کی بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔"

یہ قرآنی بیان اس دعویٰ پر شاہد و عادل ہے کہ ہر ذرہ کائنات میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں اور اس کی حکمت کے جلوے موجود ہیں۔ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے شاید اسی آیۂ کریمہ کے پیش نظر فرمایا ہے۔

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

اب بتایئے۔ یہ تمام جلوہ ہائے قدرت نجس اور خبیث چیزوں کی ناپاکی اور خباثت سے متاثر ہو رہے ہیں اور یہ نجاست و خباثت جس کا تعلق محض ایک خاص تعین اور ظاہری صورت سے ہے اللہ تعالیٰ کی حکمت کے جلووں اور قدرت کی آیتوں کو نعوذباللہ ناپاک کر رہی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں جب خدا کے جلووں کو یہ چیزیں ناپاک نہیں کر سکتیں تو مظہر خدا حضرت

marfat.com

محمد ﷺ کے جلووں کو کس طرح ناپاک کر سکتی ہیں۔

جلوہ ہائے حقیقت محمدیہ کے ناپاک اور خبیث چیزوں میں پائے جانے کی وجہ سے اگر آپ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں حضور کی توہین ہے تو ذرا اس امر پر غور فرمائیں کہ اللہ تعالی قرآن کریم کے پندرہویں پارے میں ارشاد فرماتا ہے وان من شئ الا یسبح بحمده ولکن لاتفقھون تسبیحھم اور تسبیح کے متعلق علمائے اعلام و مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ تسبیح حقیقی ہے جیسا کہ مفردات امام راغب مطبوعہ ص ۲۲۰ پر مرقوم ہے۔ فذلك یقتضی ان یکون تسبیحا علی الحقیقة یعنی دلائل و قرائن کا تقاضا یہ ہے کہ آیت کریمہ میں تسبیح حقیقت پر محمول ہو یعنی تسبیح قولی مراد لی جائے اور صرف امام راغب نہیں بلکہ علامہ آلوسی علیہ الرحمتہ تفسیر روح المعانی پارہ نمبر ۱۵، ص ۹۷ پر تسبیح قول حقیقی پر احادیث و آثار کثیرہ نقل فرما کر لکھتے ہیں۔

الی مالا یکاد یحصی من الاخبار والاثار وھی بمجموعھا متعاضدة فی الدلالته علی ان التسبیح قال کمالا یخفی وھو مذہب الصوفیة۔	یعنی بے شمار احادیث اور آثار مجموعی قوت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آیت کریمہ میں اللہ تعالی جس تسبیح کا ذکر فرمارہا ہے۔ وہ تسبیح قالی ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور یہی صوفیہ کا مذہب ہے۔"

اس کے بعد ص ۸۰ پر فرماتے ہیں۔

ولعل الاولی فیه ان یلتزم حمل التسبیح علی ماھو الاعم من الحالی والقالی ویثبت کلا النوعین بکل شئی۔	یعنی اولیٰ یہ ہے کہ یہاں تسبیح سے عام تسبیح مراد لی جائے جو حالی اور قالی دونوں کو شامل ہو اور دونوں قسم کی تسبیح ہر شے کیلئے ثابت کی جائے۔"

ان عبارات سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ عالم کا ہر ذرہ (خواہ وہ پاک ہو یا ناپاک، خبیث ہو یا طیب) حالی اور قالی تسبیح حقیقی میں مصروف ہے۔ اب صرف اتنی بات غور طلب

marfat.com

ہے کہ یہ تسبیح ناپاک اور خبیث چیزوں میں پائے جانے کی وجہ سے کہیں ناپاک تو نہیں ہو گئی اگر تسبیح خداوندی ہر ناپاک اور خبیث چیز میں پائی جا سکتی ہے تو جلوہ ہائے حقیقت محمدیہ کا پایا جانا کیوں قابل اعتراض ہے۔

نجاست جس قسم کی ہوتی ہے اسی قسم کی اشیاء میں اثر کرتی ہے دیکھئے مشرکین نجس ہیں۔ لیکن اگر کوئی مشرک اپنا صاف ستھرا ہاتھ پاک پانی میں ڈال دے تو وہ پانی ناپاک نہ ہو گا حالانکہ مشرک ناپاک ہے اس پانی کے ناپاک نہ ہونے کی وجہ سے صرف یہی ہے کہ پانی اس عالم اجسام کی قسم سے ہے اور مشرک کی نجاست محض اعتقادی ہے۔ امور اعتقادیہ عالم اجسام کی قسم سے نہیں لہذا یہ نجاست پانی میں اپنا اثر نہیں کر سکتی بخلاف جسمانی نجاست کے کہ وہ اشیاء جسمانیہ کو متاثر کرے گی۔

رسول اللہ ﷺ کی حقیقت عالم امر بلکہ اس سے بھی بالاتر ہے اور یہ نجاست و خباثت کے آثار صور جسمانیہ سے متعلق ہیں جو عالم خلق کی چیز ہے اب بتایئے کہ شرک کی اعتقادی نجاست پانی کو ناپاک نہیں کر سکتی تو یہ نجاستیں حضور کے نور کو کس طرح ناپاک کر سکتی ہیں۔ آفتاب و ماہتاب شعاع بصری اور چراغ کی روشنی رات دن نجس اور ناپاک چیزوں پر پڑتی ہے مگر ناپاک نہیں ہوتی آپ اندازہ کیجئے کہ جو نجاست مذکورہ روشنی اور اس کی شعاعوں کو ناپاک نہیں کر سکتی وہ حضور ﷺ کے نورانی جلووں کو کیونکر ناپاک کر سکے گی جس طرح یہ نجاست اپنی ہی نوع کی چیزوں کو متاثر کر سکتی ہے۔ اسی طرح اس کا ازالہ بھی ایسی ہم جنس اشیاء سے ہو سکتا ہے۔

اعتقادی نجاست پانی سے دور نہیں ہو سکتی خواہ تمام دنیا کے سمندر مشرک کو پاک کرنے کیلئے صرف کر دیئے جائیں لیکن وہ پاک نہ ہو گا اس کی پاکی کلمہ طیبہ کی تصدیق پر موقوف ہے اگر وہ سچے دل سے ایک مرتبہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ پڑھ لے تو جو نجاست دنیا کے پانیوں سے دور نہیں ہو سکتی وہ ایک آن میں زائل ہو سکتی ہے اب اگر کوئی بے وقوف اس کلمہ طیبہ کو جسمانی نجاست کے ازالہ کیلئے استعمال کرے اور ناپاک جسم یا نجس کپڑے پر کلمہ شریف پڑھ کر پھونکنا

marfat.com

شروع کردے اور یہ خیال کرے کہ یہ کلمہ تو ایسا ہے کہ سات سمندروں سے جو چیز پاک نہ ہو سکے۔ وہ اس سے پاک ہو جاتی ہے۔ یہ ماشہ بھر نجاست اس کے سامنے کیا حقیقت رکھ سکتی ہے۔ تو کیا اس بے وقوف کا خیال صحیح ہو گا؟ یقیناً نہیں۔ اس جسمانی نجاست کے ازالہ کے لئے بہر صورت اس کو پانی ہی استعمال کرنا پڑے گا۔ جو اس عالم اجسام کی چیز ہے معلوم ہوا کہ عالم شہادت کی نجاستیں اسی عالم شہادت کی اشیاء کو متاثر کر سکتی ہیں اور جو نجاستیں جسمانیت سے الگ ہیں ان کا اثر جسمانیات پر نہیں ہو سکتا۔ پاکی اور ناپاکی کے اس فلسفے کو ذہن میں رکھ کر اگر آپ حاضر و ناظر کے مسئلہ کو سوچیں تو کوئی الجھن آپ کے ذہن میں باقی نہ رہے۔

مزید وضاحت کیلئے عرض کر دوں کہ نجاست کا حکم حقیقت پر نہیں لگ سکتا بول و براز کو کھاد کی صورت میں کھیتوں میں ڈالا جاتا ہے۔ اناج اور سبزیوں کے پودے انہیں اجزائے نجاست کو جڑوں کے راستے سے اپنے اندر جذب کرتے ہیں اور وہ تمام نجس اثرات اور ناپاک اجزاء ان پودوں میں جذب ہونے کے بعد اناج، سبزیوں اور میوہ جات وغیرہ کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں جن کو آپ بھی پاک سمجھ کر تناول فرماتے ہیں اور یہ کبھی خیال نہیں فرماتے ہیں کہ یہ وہی نجاستوں کے ڈھیر ہیں جن کو ایک نظر دیکھنا بھی مکروہ تھا۔ آج وہ دستر خوان کی زینت بن کر آپ کے حلقوم شریف کی راہوں سے گزر کر شکم اقدس میں رونق افروز ہوں۔ اگر آپ غور فرمائیں تو ان مسائل کیلئے آپ کو قرآن کی روشنی میں وہ تمام مواد ملے گا جس کو میں نے چند لفظوں میں پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **سنریهم ایاتنا فی الافاق وفی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق** دیکھئے میں نے آفاق وانفس دونوں کی نشانیوں پیش کر کے آپ کو بتا دیا کہ جلوہ ہائے نور محمدی ﷺ ان ناپاکیوں کے اثرات سے متاثر نہیں ہو سکتے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دنیا کی ناپاک اور خبیث چیزیں ہوں جہنم کے طبقات ہوں یا کفار و مشرکین کی ذوات اس بات کو ماننا پڑے گا کہ ان سب چیزوں میں خدا کی شان جلال و کمال اور اس کی صفت و قدرت کے کمال کے وہ نمونے پائے جاتے ہیں جو کھلی ہوئی آیات اور روشن نشانیاں ہیں جب ان خباثت و نجاست کے اثرات جلوہ ہائے جلال و جمال خداوندی پر اثر انداز

marfat.com

نہیں ہو سکتے تو حقیقت محمدیہ کے جلوے بھی تو جمال خداوندی ہی کے جلوے ہیں انکو یہ چیزیں کیسے متاثر کر سکتی ہے۔

آیت کریمہ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی سے حاضر و ناظر کے مسئلہ پر اعتراض کرنا بھی عجیب مضحکہ خیزبات ہے مسلمان کا ایک بچہ بھی اس حقیقت کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ بلند آواز سے بولنے میں اگر حضور ﷺ کے تکلیف پانے یا سرکار کی بے ادبی کا کوئی تصور نہ ہو سکتا تو وہ رفع صوت اس نہی قرآنی کے تحت نہیں آتا۔ حضور ﷺ کی حیات ظاہری میں حضور کے سامنے ایسا رفع صورت حدیث میں وارد ہے جو حضور ﷺ کی تاذی و تکلیف پانے اور بے ادبی کے شائبہ سے پاک تھا جب حیات ظاہری میں اس قسم کا رفع صوت ناجائز نہیں تو بعد الوفات کس طرح ناجائز ہوگا۔ یاد رکھئے جب تک حضور ﷺ کی تاذی و تکلیف پانے) یا استہانت (بے ادبی ہونے) کا تخیل نہ رہے اس وقت تک حضور ﷺ کے سامنے رفع صورت ہرگز ناجائز نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر کوئی چیز اس تاذی یا استہانت کے تخیل کا موجب ہو سکے تو ایسی صورت میں رفع صوت ناجائز ہوگا۔ مثلاً روضہ اطہر حضور ﷺ کے قریب ہونا اس کے بعد دوسرے درجے میں حدیث شریف کی قرات کا موقعہ یا پھر اس سے بھی نیچے مرتبے میں عالم دین کی موجودگی کا ہونا رفع صو ت کے ناجائز ہونے کے سبب قرار پائے گا۔ یوں کہ یہ تمام مواقع ایسے ہیں کہ جن میں حضور ﷺ کے تکلیف پانے یا حضور کی بے ادبی ہونے کا تخیل ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ جہاں اس تخیل کا امکان نہ ہو وہاں بھی رفع صورت کو ناجائز کہنا دلائل شرعیہ کے خلاف ہے ملاحظہ فرمایئے بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ جب آیت کریمہ لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی آواز بہت بلند تھی گھر میں بیٹھ رہے جب ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ بارگاہ رسالت میں کیوں حاضر نہیں ہوتے تو انہوں نے کہا ولقد علمتم انی ارفعکم صوتا علی رسول اللہ صلی اللہ علہ وسلم فانا من اھل النار۔

کہ تم جانتے ہو کہ تم سب سے زیادہ حضور ﷺ کی آواز پر بلند آواز کرنے والوں ہوں اس لئے

marfat.com

(آیۂ کریمہ کی رو سے) میں اہل نار سے ہوں" حضور سید عالم ﷺ نے اس کے جواب میں ان کے حق میں ارشاد فرمایابل هو من اهل الجنة۔

وہ اہل نار سے نہیں بلکہ اہل جنت سے ہیں دیکھئے حضور کی حیات ظاہری میں حضرت ثابت بن قیس کا رفع صوت ناجائز قرار نہ پایا محض اس لئے کہ وہ تخیل تاذی واستہانت سے پاک تھااور سنیئے روح المعانی پ۲۶ ص ۱۲۴پر ہے۔

ثم ان من الجهرمالم يتناوله النهى بالاتفاق وهو ماكان منهم فى حرب او مجادلة معاند اوارحاب عدو اوما اشبه ذلك مما منه تاذاء واستهانة ففى الحديث انه عليه الصلوة والسلام قال للعباس بن عبدالمطلب لما ولى المسلمون يوم حنين ناد اصحاب السمرة فنادى باعلى صوته اين اصحاب السمرة وكان رجلا صيتا يروى انا غارة اتتهم يوما فصاح العباس ياصباحاه فاسقطت الحوامل لشدة صوته۔

پھر جہر (بلند آوازی) کی بعض وہ صورتیں ہیں جن کو نہی قرآنی بالاتفاق شامل نہیں اور وہ وہ صورتیں ہیں جن میں حضور ﷺ کے تکلیف پانے یا حضور کی بے ادبی ہونے کا خیال تک پیدا نہ ہو سکے مثلاً لڑائی یا مجادلہ یا دشمن کے ڈرانے وغیرہ کے مواقع پر (حضور ﷺ کی موجودگی میں) آواز بلند کی جائے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب غزوہ حنین کے دن مسلمان میدان جہاد سے چلے گئے تو حضور ﷺ نے حضرت عباس بن عبد المطلب سے فرمایا کہ اصحاب سمرہ یعنی بیت الرضوان کو آواز دو تو حضرت عباس نے بڑی اونچی آواز سے فرمایا کہاں ہیں اصحاب سمرہ ؟اور حضرت عباس بڑے بلند آواز تھے مروی ہے کہ ایک دن کچھ لٹیرے آپڑے تو حضرت عباس نے "یاصباحاہ" کہہ کر پکارا تو ان کی شدت آواز کی وجہ حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو گئے۔"

روح المعانی کی بعینہ یہی عبارت مولوی شبیر احمد صاحب دیوبندی نے فتح الملہم جلد اول ص ۷۰ ۲پر نقل کر کے ہمارے اس جواب پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ وللہ الحمد ایک آیت سورہ

marfat.com

آل عمران کی دو اور آیتیں سورہ قصص کی معارضے میں پیش کی جاتی ہیں۔ جن کا ماحصل ایک ہی ہے کہ آپ حضرت مریم کی کفالت کے لئے قرعہ اندازی کرنے والوں کے پاس نہ تھے جب کہ وہ اپنے قلم ڈالتے تھے اور آپ اہل مدین میں مقیم نہ تھے اور جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی تو آپ کوہ طور کی جانب میں نہ تھے ایک یہ آیت بھی پیش کی جاتی ہے۔

وما كنت بجانب الغربى اذقضينا	جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی
الى موسى الا مرد ماكنت من	رسالت فرمائی تو آپ جانب غربی میں نہ تھے
الشاهدين۔ (قصص)	اور آپ شاہدین میں سے نہ تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ معترض کو یہ سب الجھنیں اس لئے پیش آتی ہیں کہ وہ حاضر و ناظر کے مسئلہ میں اہل حق کے مسلک کو نہیں سمجھ سکا ان آیات کا کوئی لفظ بھی حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کے مسئلے کا معارض نہیں۔ اہل سنت کا دعویٰ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی روحانیت و نورانیت کے ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور آیات قرآنیہ کا مفاد یہ ہے کہ اے محمد ﷺ اپ اپنی جسمانیت کے ساتھ ان مقامات پر موجود نہ تھے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ جسمانی طور پر موجود نہ ہونا روحانی طور پر موجود ہونے کے کس طرح معارض ہو سکتا ہے۔ آپ کی پیش کردہ آیات کی جو توجیہ میں نے کی ہے۔ اس پر علامہ صاوی آپ کی پیش کردہ سورہ قصص کی آیات کے تحت ارقام فرماتے ہیں۔

وهذا بالنظر للعالم الجسمانى لاقامة الحجة على الغصم واما بالنظر للعالم الروحانى فهو حاضر رسالة كل رسول وما وقع له من لدن آدم الى ان ظهر بجسمه الشريف ولكن لايخاطب به اهل العناد۔

خلاصہ یہ کہ ارسال رسل اور ان کے زمانہ رسالت کے واقعات پر محمد ﷺ کا حاضر و ناظر و موجود نہ ہونا عالم جسمانی کے اعتبار سے ہے یعنی ان واقعات پر نبی کریم ﷺ کا جسمانی حضور نہ تھا اور اگر عالم روحانی کے اعتبار سے نظر کی جائے تو حضور ﷺ آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اپنے زمانہ تک ہر رسول کی رسالت اور تمام واقعات پر حاضر ہیں یہاں تک کہ

marfat.com

حضور نے اپنی جسمانیت مطہرہ کے ساتھ ظہور فرمایا لیکن یہ ایسی باتیں ہیں جس کے ساتھ اہل عناد کو خطاب نہیں کیا جا سکتا؟

سبحان اللہ اس عبارت نے معترض کے استدلال کو ہبائً منثوراً کر دیا اور اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ دلائل شرعیہ یا عبارات کتب معتبرہ میں جہاں بھی اس قسم کا مضمون وارد ہے اس کے یہی معنی متعین ہیں کہ نبی ﷺ کے جلوے روحانی طور پر عالم کے ہر ذرے میں چمک رہے ہیں۔

آنکھ والا تیرے جلوے کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

معترض کے استدلال بالقرآن کی حقیقت واضح ہو چکی اب اس کے استدلال بالحدیث کا جواب عرض ہے معترض حاضر و ناظر کے عقیدے کے خلاف حدیث معراج سے معارضہ بھی کرتا ہے۔ لیکن یہ بھی در حقیقت ایک مغالطہ ہے اور اس کی وجہ بھی ہمارے مسلک کو صحیح طور پر نہ سمجھنا ہے۔ معراج جسمانیہ میں لفظ جسمانی ہی میں اعتراض موجود ہے جب معراج جسمانی تو آنا جانا بھی جسم اقدس ہی سے متعلق ہوا۔ جہاں سے حضور چلے وہاں سے حضور کی جسمانیت منتقل ہوئی اور جہاں پہنچے وہاں جسمانیت پہنچی جہاں سے آئے جسمانیت وہاں سے روانہ ہوئی اس ضمن میں جو جگہ حضور سے خالی ہوئی وہ حضور کی نورانیت اور روحانیت سے نہیں بلکہ حضور کی بشریت اور جسمانیت سے خالی ہوئی جب ہم جسمانیت اور بشریت کے ساتھ حضور کے حاضر و ناظر ہونے کے قائل نہیں تو حدیث معراج ہمارے دعوی کے کس طرح معارض ہو سکتی ہے۔

اب صرف ایک اعتراض باقی رہ گیا ہے اور وہ بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے یعنی یہ کہ اگر حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں تو من زار قبری وجبت له شفاعتی کے کیا معنی ہوں گے اور مدینہ جانے کی کیا ضرورت باقی رہے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قبر شریف میں حضور ﷺ اپنی بشریت مطہرہ کے ساتھ رونق افروز ہیں اور ظاہر ہے کہ بشریت ایک محدود چیز ہے۔ اگرچہ رسول اللہ ﷺ کی رحانیت اور نورانیت تمام عالم میں موجود ہے۔ لیکن جب

marfat.com

تک اس صحیح معرفت کے بعد قرب روحانی حاصل نہ ہو اس وقت تک کوئی شخص اس روحانیت مقدسہ کے حاضر و موجود ہونے سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اہل کمال کو تو ہر وقت حضور کا قرب نصیب ہے لیکن وہ گنہ گاران امت جو بشریت کی حدود سے تجاوز ہو کر علم روحانیت تک نہیں پہنچے ان کیلئے اگر قبر شریف کا سہارا نہ ہو تو ان کیلئے پناہ کی کونسی جگہ ہے۔ قید بشریت والوں کے لئے ان کی بشریت مطہرہ جائے پناہ ہے اور اہل روحانیت کیلئے ان کی روح اقدس ملجاو ماوی ہے۔ مختصر یہ کہ حدیث میں من زار قبری میں دور افتادوں کیلئے مژدہ شفاعت ہے اور یہ بتانا مقصود ہے کہ میں اپنی جسمانیت مقدسہ کے ساتھ قبر انور میں زندہ رونق افروز ہوں۔ جس طرح میری حیات ظاہری میں میری بارگاہ میں حاضر ہونے والا کبھی محروم نہیں ہوا بالکل اسی طرح بعد الوصال بھی میرا فیض جاری ہے۔ یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے کہ میں حاضر و ناظر نہیں۔ بشریت مقدسہ کے ایک جگہ رونق افروز ہونے سے حاضر و ناظر کے مسئلہ پر کس طرح زد پڑ سکتی ہے۔ جسمانیت مطہرہ حیات حقیقیہ کے ساتھ قبر انور میں جلوہ گر ہے اور روحانیت و نورانیت تمام اکوان عالم میں موجود ہے۔

کالشمس فی کبدالسماٗ وضوء ھا

یغشی البلاد مشارقا و مغاربا

جس طرح سورج کے آسمان پر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ زمین پر اس کی روشنی نہ ہو اسی طرح قبر انور میں جسمانیت شریفہ کے پائے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آفاق عالم میں شمس رسالت کے انوار نہ ہوں۔ سورج آسمان پر ہی ہوتا ہے مگر اس کی شعاعیں ہر خطے کو روشن کرتی ہیں حضور ﷺ قبہ خضری ہی میں ہیں۔ لیکن اپنے انوار سے زمین و آسمان کو منور فرما رہے ہیں۔ (علامہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ کی عبارت ختم ہوئی)

آخر میں میں چند احادیث پیش کرتا ہوں جن کو حاضر و ناظر کی دلیل میں پیش کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق کی تیسری فصل میں ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن کی

marfat.com

طرف بھیجا تو رسول اللہ ﷺ بھی ان کے ساتھ وصیت کرتے ہوئے نکلے۔ حضرت معاذ سوار تھے اور رسول اللہ ﷺ ان کی سواری کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ جب فارغ ہو گئے تو فرمایا۔ اے معاذ۔ شاید اس سال کے بعد تم مجھ سے ملاقات نہ کر سکو اور شاید تم میری اس مسجد کے پاس سے گزرو یا میری قبر کے پاس سے۔ پس رسول اللہ ﷺ کے فراق میں حضرت معاذ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ پھر آپ مڑ کر مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ لوگوں میں سب سے زیادہ میرا قرب حاصل کرنے والے متقی ہیں وہ خواہ کوئی ہوں یا کسی جگہ ہوں۔ (احمد)

۲۔ مشکوۃ شریف کتاب الرؤیا کی پہلی فصل میں ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ (متفق علیہ)

اسی فصل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو عنقریب وہ مجھے بیداری میں دیکھ لے گا اور شیطان میرے جیسی صورت اختیار نہیں کر سکتا (متفق علیہ) ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی ﷺ کو معلوم ہوتا ہے کہ کون مجھ سے ملاقات کا خواہشمند ہے۔ میری دید اس کی انتہائی خواہش ہے۔ یہ دلی جذبات سے تعلق رکھتا ہے۔ اور دیدار حبیب الٰہی اسی کو نصیب ہوتا ہے جس کی خواہش اور لگن سچی ہوتی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان احادیث کا تعلق صرف حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ تک تھا تو میں اسے پوچھوں گا کہ وہ عام کو خاص کس قاعدہ کے تحت کر رہا ہے؟

اور حضور ﷺ کے زمانے میں جس جس کو نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوتی تھی اس کے متعلق بھی حضور نبی ﷺ کو خبر ہوتی تھی یا نہیں؟

بزرگان دین اور علماء کرام کے سینکڑوں واقعات اس بات کی دلیل ہیں کہ اب بھی حضور نبی کریم ﷺ کا دیدار حضور نبی ﷺ کے پروانوں اور دیوانوں کو ہوتا رہتا ہے۔

marfat.com

۳۔ مناظر اہل سنت علامہ محمد عمر اچھروی رحمتہ اللہ علیہ مقیاس حنفیت میں ابوداؤد شریف کے حوالے سے ایک دلیل اس طرح دیتے ہیں۔

”ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا تمام مال نبی علیہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے تو آپ نے ارشاد فرمایا اے ابو بکر رضی اللہ عنہ تو نے اپنے اہل کے واسطے کیا چھوڑا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں ان کے واسطے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔

(ابوداؤد ۲۴۳۔۱)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی نبی ﷺ کو حاضر و ناظر ہر مقام پر سمجھتے تھے ورنہ آپ یہ نہ ارشاد فرماتے کہ میں اپنے گھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ آیا ہوں اور نبی ﷺ نے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس عقیدہ کو صحیح ہونے کی بنا پر نہ روکا ورنہ آپ فرما دیتے کہ اے ابو بکر رضی اللہ عنہ میں تمہارے سامنے یہاں بیٹھا ہوں اور تم کہتے ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو گھر چھوڑ آیا ہوں۔ تمہارا یہ عقیدہ غلط ہے۔ (مقیاس حنفیت ص ۲۸۰)

٤۔ بخاری شریف کتاب الاحکام کے باب القضاء والفتیا فی الطریق میں ہے۔

سالم بن ابوالجعد کا بیان نے کہ ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ نبی کریم ﷺ اور میں ہم دونوں مسجد سے نکل رہے تھے کہ مسجد کے دروازے پر ایک آدمی ملا تو وہ عرض گزار ہوا۔ یارسول اللہ۔ قیامت کب آئے گی؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ تم نے اس کیلئے کیا تیار کر رکھا ہے؟ وہ آدمی کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر عرض کی کہ یارسول اللہ۔ میں نے اس کیلئے زیادہ روزہ۔ نماز اور صدقہ وغیرہ اعمال تو جمع نہیں کئے لیکن مین اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ فرمایا کہ تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے محبت رکھتے ہو۔

یہ حدیث بخاری شریف کتاب الادب کے باب ماجاء فی قول الرجل ویلک میں بھی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ اہل محبت کو پہچانتے ہیں۔ اور جس کو چاہتے ہیں اپنا دیدار بھی کرا دیتے ہیں۔

marfat.com

اب دو احادیث علامہ فیض احمد اویسی حفظ اللہ تعالیٰ کی کتاب "تحقیقی حاظر و ناظر یعنی دلوں کا چین" سے پیش کرتا ہوں۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

اولی الناس بی یوم القیمۃ اکثرھم علی صلوۃ۔ لوگوں میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص خوش نصیب ہوگا جو زیادہ درود و سلام بھیجنے والا ہوگا۔

بخاری شریف، ترمذی شریف ج ۱ ص ۶۴ مشکوۃ شریف ص ۱۹۔

یعنی دنیا میں جو مجھ پر زیادہ صلوۃ و سلام بھیجے گا قیامت میں وہ میرے قریب تر ہوگا۔ دیکھئے یہاں اولیٰ بمعنی اقرب خود حضور ﷺ نے استعمال فرمایا۔

٦۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔

مامن مومن الاوانا اولی الناس به فی الدنیا والاخرۃ۔ کوئی مومن نہیں مگر میں دنیا اور آخرت میں تمام لوگوں کی بہ نسبت اس سے زیادہ قریب ہوں۔

اخرجہ البخاری ص ۳۲۳ وج ۲ ص ۸۰۵ وابن جریر و تفسیر در منثور ج ۵ ص ۱۸۲

آخر میں اللہ عزوجل سے عاجزانہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے پوری دنیا میں اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کی ترجمان بنادے۔ جہاں مجھ سے اپنی کم علمی کی بناپر کوئی غلطی اور نا معلوم گستاخی سرزد ہوگئی ہو تو اسے معاف فرما۔ اور اگر کوئی غلطی میری وفات کے بعد بھی معلوم ہو تو میں اس گستاخی و غلطی سے معافی چاہتا ہوں۔

مخالفین نے شرک کے مفہوم کو بہت پھیلادیا ہے اس لئے جب کبھی فرصت نصیب ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی رضا شامل حال ہوئی تو اس کا دوسرا حصہ بھی لکھوں گا جو توسل، شفاعت،

marfat.com

زیارت روضہ رسول اللہ ﷺ غیر اللہ، طاغوت، تعویذ، تقلید اور چند دوسرے مسائل کے متعلق ہوگا اگرچہ مختصرًا ان مسائل پر گفتگو ہو چکی ہے لیکن مخالفین کے تمام اعتراضات کے جوابات دینا ضروری ہیں۔

آخر میں حضرت صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ کے الفاظ سے اپنی اس کاوش کا اختتام کرتا ہوں۔

سمجھانے سے تھا ہمیں سرکار اب مان نہ مان تو ہے مختار

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه سید نا محمد واله واصحابه وبارك وسلم

تمت بالخیر۔

نعت شریف

علماء دیوبند کے پیرومرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ

ذرا	چہرے	سے	پردے	کو	اٹھاؤ	یارسول اللہ
مجھے	دیدار	تک	اپنا	دکھاؤ	یارسول	اللہ
اٹھا	کر	زلف	اقدس	کو	ذرا	چہرہ مبارک سے
پیاسا	ہے	تمہارے	شربت	دیدا	کا	عالم
کرم	کا	اپنا	اک	پیالہ	پلاؤ	یارسول اللہ
چھپیں	خجلت	سے	جاکر	پردہ	مغرب میں	ماہ و خور
گر	اپنے	حسن	کا	جلوہ	دکھاؤ	یا رسول اللہ
یقین	ہو	جائے	گا	کفار	کو بھی	اپنی بخشش کا
جو	میدان	میں	شفاعت	کے	تم آؤ	یارسول اللہ
ہوا	ہوں	نفس	اور	شیطان	کے ہاتھوں	بہت رسوا
میرے	اب	حال	پر	تم	رحم کھاؤ	یا رسول اللہ

marfat.com

کرم فرماؤ ہم پر اور کرو حق سے شفاعت تم
ہمارے جرم و عصیاں پر نہ جاؤ یا رسول اللہ

مشرف کرکے مجھ کو کلمہ طیب سے اپنے تم
پھر اب نظروں سے اپنی مت گراؤ یا رسول اللہ

کرو روئے منور سے میری آنکھوں کو نورانی
مجھے فرقت کی ظلمت سے بچاؤ یا رسول اللہ

شفیع عاصیاں ہو تم وسیلہ بیکساں ہو تم
تمہیں چھوڑ اب کہاں جاؤں بتاؤ یارسول اللہ

خدا عاشق تمہارا اور ہو محبوب تم اس کے
ہے ایسا مرتبہ کس کا سناؤ یا رسول اللہ

مجھے بھی یاد رکھیو ہوں تمہارا امتی عاصی
گنہگاروں کو جب تم بخشواؤ یا رسول اللہ

اگرچہ نیک ہوں یا بد تمہارا ہو چکا ہوں میں
تم اب چاہو ہنساؤ یا رلاؤ یا رسول اللہ

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
بس چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

پھنسا ہوں جس طرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر
مری کشتی کنارے پر لگاؤ یا رسول اللہ

یہ نعت فناہ فی الرسول اور تصور رسول ﷺ کی بہترین مثال ہے۔ یہ ثابت کرتی ہے کہ اہل دیوبند نے اپنے عقائد میں تحریف کرلی ہوئی ہے۔ کاش نعت شریف کے ساتھ وہابی دیوبندی اپنے اس معاندانہ سلوک کو ترک کردیں جو انہوں نے نعت شریف کے ساتھ روا رکھا ہوا ہے۔ کاش نعت شریف اپنے صحیح والہانہ جوش و جذبہ کے ساتھ ان میں رواج پا

marfat.com

جائے۔ کاش اہل سنت و جماعت بھی نعت شریف کے صحیح مقام و مرتبہ کو سمجھیں اور اسے معاشرہ میں ایک اچھا مقام دلانے میں کامیاب ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ اے اللہ ہم اہل سنت و جماعت کو نعت شریف کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ غیر شرعی امور کا قلع قمع ہو جائے عشق و مستی سے بھرپور نعتیں رواج پائیں اور رسول پاک ﷺ سے ہماری عقیدت اور جذباتی وابستگی میں بھرپور اضافہ ہو۔ ہمارے اندر کی سیاہی اور شیطانیت کا خاتمہ ہو جائے اور مقام رسول کریم حبیب رب العالمین ﷺ صحیح معنوں میں ہم پر واضح ہو جائے (آمین)

marfat.com

توحید اور شرک

از غزالئ زماں حضرت

علامہ سیّد احمد سعید شاہ صاحب کاظمی

رحمة الله عليه

marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کی وحدانیت : اللہ تعالیٰ کی ذات ایک ہے اس کا موجود ہونا اور ایک ہونا ایسا ہے کہ جاہلیت زدہ لوگوں کو اس کی تفصیل کی ضرورت ہو تو ہو ورنہ اس دور میں سلیم الفطرت انسان کیلئے محض اس مسئلہ کی طرف توجہ دلانا ہی کافی ہے۔ عربی کا مشہور مقولہ "الاشیاء تعرف باضدادھا" ہر چیز اپنی ضد کی وجہ سے پہچانی جاتی ہے۔ مثلاً راحت کا ادراک وہی کر سکتا ہے جو کبھی پریشان ہوا ہو جس نے کبھی رنج و غم نہ پایا ہو وہ راحت کی لذت سے آشنا نہیں ہو سکتا۔ دن کا اندازہ رات کے بغیر نہیں لگایا جا سکتا۔ اسی طرح ظلمت کے بغیر نور کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اور یہی وجہ ہے کہ باطل کا تصور اگر کسی کے سامنے نہ ہو تو وہ حق کی لذتوں سے آشنا نہیں ہو سکتا اسی طرح یہ جو نہ سمجھے کہ شرک کسے کہتے ہیں وہ توحید کو نہیں جان سکتا جس طرح حق کی پہچان باطل کے تصور سے ہوتی ہے اسی طرح یقیناً توحید کا صحیح ادراک بھی تب ہو گا جب ہم سمجھیں کہ شرک کسے کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے توحید اور شرک کے مفہوم کو واضح طور پر بیان کیا اور لادینی کے تمام تصورات کو مٹا دیا۔ لیکن تعجب ہے کہ قرآن کریم کی تصریحات کے باوجود بھی مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ لیکن یہ چیز الجھی ہوئی ان ہی لوگوں کے لئے ہے جن کے ذہن الجھے ہوئے ہیں۔

توحید کا معنی : توحید کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو اس کی ذات اور صفات میں شریک سے پاک ماننا یعنی جیسا اللہ ہے ویسا ہم کسی کو اللہ نہ مانیں اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو اللہ تصور کرتا ہے تو وہ ذات میں شرک کرتا ہے۔ علم، سمع، بصر وغیرہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اگر ان صفات میں کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائیں تو ہم مشرک ہوں گے۔

توحید اور شرک میں فرق : ہمیں توحید کا معنی معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ علم

marfat.com

"اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اگر ہم کسی دوسرے کے لئے علم ثابت کر دیں تو کیا یہ شرک ہوگا؟ سمع و بصر اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اگر ہم کسی دوسرے کیلئے سننے اور دیکھنے کی صفات ثابت کر دیں تو کیا یہ بھی شرک ہوگا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کیلئے صفت حیات ثابت ہے۔ اگر ہم کسی دوسرے کو حیات کی صفت کا حامل کہیں تو کیا ہم مشرک ہوں گے؟

اللہ تعالیٰ کی حیات اور انسانی حیات: اللہ تعالیٰ کی حیات پر تو سب کا ایمان ہے اور جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے صفت حیات دی ہے وہ سب اس صفت کے حامل ہیں۔ پس ہم نے اپنے لئے بھی حیات کی صفت کو جانا اور اللہ تعالیٰ کیلئے بھی صفت حیات کو مانا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو حیات ہم اللہ تعالیٰ کے لئے مانتے ہیں۔ وہ حیات نہ ہم اپنے لئے مانتے ہیں نہ کسی اور کیلئے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی حیات دینے والا نہیں۔ ہماری حیات عارضی ہے اس کی دی ہوئی ہے محدود اور فانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حیات عارضی نہیں عطائی نہیں اور محدود بھی نہیں۔ پس جب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی حیات عارضی، عطائی اور محدود نہیں اور ہماری زندگی عطائی ہے اللہ تعالیٰ کی حیات باقی ہے اور ہماری فانی، تو شرک ختم ہو گیا۔ یہی تصورات تمام مسائل میں پیش کرتے چلے جایئے بات واضح ہو جاتی ہے۔

قدرت خداوندی اور اختیار انسانی: سوال ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر کوئی قوت پیدا نہیں کی؟ اگر نہیں کی تو پھر پتھر اور انسان میں کیا فرق ہوگا؟

اللہ تعالیٰ قادر و مختار ہے اور انسان کی وہ قدرت اور اختیار جو اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے اندر پیدا کی، اس کی وجہ سے انسان بھی مختار ہوا کہ نہیں؟ تو پھر اللہ بھی مختار اور بندہ بھی مختار یہ کیا ہوا؟ سنئے اللہ تعالیٰ مختار ہونے میں محتاج نہیں اللہ تعالیٰ کو اختیار کسی سے عطا نہیں ہوا بلکہ ذاتی ہے اور بندہ مختار ہونے میں محتاج ہے۔

علم ایزدی اور علم انسانی: علم انسانیت کا نور ہے لیکن علم تو خدا کی صفت ہے تو کیا یہ شرک ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو علم اللہ تعالیٰ کا ہے وہ بندے کا نہیں اللہ تعالیٰ کا علم اپنا

marfat.com

ہے۔ ہمارا علم اسی کا عطا کردہ ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے اور فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو سمیع و بصیر یعنی سننے اور دیکھنے والا بنایا تو اللہ تعالیٰ کی یہ تمام صفات بے نیاز و غنی ہو کر ہیں اور بندوں کی یہ صفات اس کے حاجت مند اور نیاز مند ہو کر ہیں۔ کیوں کہ انہیں یہ صفات رب نے دیں اور وہ خود اور اس کے صفات رب کے قبضہ اور قدرت میں ہیں۔ الوہیت اور عبدیت کے درمیان یہی فرق ہے۔

اب شرک کا مطلب واضح ہو گیا کہ جو صفات اللہ تعالیٰ کی اپنی ہیں یعنی کسی کی عطا کردہ نہیں وہی کسی اور کیلئے ثابت کرنا شرک ہے۔ اور ان صفات سے شرک لازم نہیں آتا جو اللہ تعالیٰ نے کسی کو بخشی ہیں۔ اگر انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے صفات نہ بخشی ہوں تو پھر نہ کوئی سننے والا ہو نہ دیکھنے والا ہو۔ نہ زندہ ہو۔ نہ کوئی علم والا ہو۔ پس ہم یہی کہیں گے کہ جو صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں وہ بندے کی نہیں ہو سکتیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات ازلی و ابدی ہیں۔ بندے کی عارضی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کمالات بغیر کسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور انسان کے کمالات اللہ تعالیٰ کے بخشے ہوئے ہیں۔

اگر ہم کسی کے لئے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت اور اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ اختیار مانیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ سمع اور بصر مانیں تو شرک نہیں۔ کیوں کہ جب عطا کا تصور آیا تو شرک کی نفی ہو گئی۔

لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہو گیا۔ آپ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیز کا تصور آگیا تو شرک ختم ہو گیا حالاں کہ یہ بات نہیں کیوں کہ مشرکین بتوں کی پوجا کرتے تھے ان سے پوچا گیا کہ تم جو بتوں کی پوجا کرتے ہو تو ان کو کس نے پیدا کیا؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”وہ کہیں گے اللہ نے پیدا کیا“ (سورہ زخرف آیت نمبر ۸۷)

معلوم ہوا کہ صرف اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کے تصور کو مان لینے سے مقصد پورا نہ ہوا اور محض مخلوق کا تصور کرنا شرک سے بچنے کے لئے کافی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص صفات میں

marfat.com

کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرانا اور یہ ماننا کہ خدا کی ہر صفت اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے بھی ضروری ہے۔

مشرکین کا اعتقاد : یہ درست ہے کہ مشرکوں نے اپنے باطل معبودوں کو مخلوق مانا لیکن جب مان لیا تو ان کو تسلیم کرنا چاہیے تھا کہ مخلوق خالق کی محتاج ہے اور خالق کے وجود کے بغیر مخلوق کا وجود نہیں ہو سکتا اور مخلوق جس طرح پیدائش میں خالق کی محتاج ہے اسی طرح موت کے لئے بھی اسی کی محتاج ہے، یہ اعتقاد ضروری تھا لیکن ان مشرکین نے کہا یہ ٹھیک ہے کہ ان کو اللہ نے پیدا کیا لیکن پیدا کرنے کے بعد ان کو الوہیت دے دی۔ لہذا اب اللہ تعالیٰ کوئی کام نہ کرے اور یہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں کہ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اب ان کو اپنے حکم میں نہیں رکھا اور استقلال کی صفت انکو دے دی کہ میرا حکم نہ بھی ہو تو تم کام کر سکتے ہو۔ یہ تھا ان جاہلوں کا اعتقاد حالانکہ ان کو سمجھنا چاہیے تھا کہ جو چیز مخلوق ہے وہ مستقل نہیں ہو سکتی۔

الوہیت عطائی نہیں ہو سکتی : اللہ تعالیٰ سب کچھ دے سکتا ہے مگر الوہیت کا دینا ممکن نہیں کیوں کہ الوہیت مستقل ہے اور عطائی چیز مستقل نہیں ہو سکتی۔ الوہیت استقلال ہی کے معنی میں ہے۔ لیکن مشرکین کا تصور یہ تھا انہوں نے کہا کہ لات و مناۃ وغیرہ ایسے زاہد و عابد لوگ تھے کہ اللہ نے کہا تمہاری عبادت کمال کو پہنچ گئی اب میں تم پر یہ عنایت کرتا ہوں کہ تم آزاد ہو۔ میں تم پر نہ کچھ فرض کرتا ہوں اور نہ کوئی پابندی لگاتا ہوں پس اس طرح انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے تمام معبودوں کو الوہیت دے دی۔

جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو وصف الوہیت عطا فرما دیا وہ مشرک اور ملحد ہے۔ مشرکین اور مؤمنین کے مابین بنیادی فرق یہی ہے کہ وہ غیر اللہ کے لئے عطائے الوہیت کے قائل تھے اور مومنین کسی مقرب سے مقرب ترین حتی کہ حضور سید المرسلین ﷺ کے حق میں بھی الوہیت اور غنائے ذاتی کے قائل نہیں۔

ہر کام باذن اللہ عین توحید ہے : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

marfat.com

مَنْ ذَالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔ کون ہے جو شفاعت کرے بغیر اذان خداوندی کے۔ (پ ۳)

یہاں ایک قاعدہ بیان فرمادیا کہ ہر شخص کو بارگاہ الٰہی میں لب کشائی اور شفاعت کی طاقت نہ ہوگی صرف وہی شفاعت کرے گا جس کو پروردگار عالم نے اذن فرمایا۔ بتانا یہ ہے کہ اے کفار و مشرکین قیامت کے دن تو وہی شفاعت کرے گا جسے اجازت ہوگی اور تمہارے ان بتوں کو تو کوئی اجازت نہیں پھر ان سے یہ توقع عبث کیوں لگائے بیٹھے ہو اور باذنہ سے یہ واضح فرمادیا کہ وہ محبوب و مقبول بندگان خدا ضرور شفاعت کریں گے جن کو ان کے رب نے اجازت مرحمت فرمائی ہوگی۔ سب سے پہلے شفاعت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد ﷺ ہوں گے بعد میں انبیاء کرام اور اولیاء کرام حفاظ اور شہداء بھی شفاعت کریں گے۔"

پتہ چلا کہ بغیر اذن کے شفاعت کا اعتقاد شرک ہے اور اذن کے ساتھ عین توحید ہے۔ پس جب یہ عقیدہ آیا کہ فلاں شخص اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی حاجت پوری کر سکتا ہے۔ تو شرک ہے اور جب اذن الٰہی کا عقیدہ آیا تو شرک ختم۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب قوم کے سامنے تعلیم رسالت پیش کی تو ان سے کہا۔

وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ

اور اچھا کرتا ہوں اندھے اور کوڑھی کو اور مردے کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

(پ ۳ سورہ آل عمران آیت ۴۹)

اب دیکھئے شفا دینا اور مردے کو زندہ کرنا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اس لحاظ سے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے کاموں کا دعویٰ کیا۔ لیکن آپ آگے فرماتے ہیں۔ "باذن اللہ" یعنی میں جو کچھ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے اذن سے کرتا ہوں پس جہاں اذن الٰہی آجائے تو شرک چلا جاتا ہے۔ اور جہاں اذن گیا توحید بھی گئی یہی اذن الٰہی ہونا اور نہ ہونا توحید اور شرک کا

marfat.com

بنیادی نکتہ ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ :اگر آج کوئی یہ کہے کہ مادر زاد اور اندھوں کو اللہ کے اذن سے اچھا کر دوں گا اور حالانکہ کہ اسے اذن نہیں دیا گیا تو اس کا یہ کہنا شرک تو نہ ہو گا کیوں کہ اس نے خود اچھا کرنے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ باذن اللہ کہا لیکن بغیر اذن کے اذن کہنا اور اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنا ہے اور یہ خدا پر بہتان باندھنے والا جھوٹا کہلا سکتا ہے۔ اسے ہم کافر تو کہہ سکتے ہیں۔ لیکن مشرک نہیں کہہ سکتے۔

اب اگر کوئی اولیاء اللہ کو باذن للہ حاجت روا کہے تو شرک تو ختم ہو گیا لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعی اللہ تعالیٰ نے ان کو اذن دیا ہے ؟ اگر اذن دیا تو اس کی کیا دلیل ہے ؟

اس سوال میں مشرکین تو دونوں طرح سے پٹ گئے کہ ایک تو اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر بتوں کو حاجت روا مانا۔ دوسرا یہ کہ اگر وہ اذن کے ساتھ حاجت روا مانتے بھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اذن دیا نہ تھا تو اس طرح بھی پٹ گئے۔ ایک تو یہ کہ وہ حاجت روائی کے اہل نہ تھے۔ اور ان کو حاجت روا مانا۔ دوسرا یہ کہ اذن الٰہی کا محتاج بھی نہ مانا پس وہ کفر میں بھی مبتلا ہوئے اور شرک میں بھی۔

اب آیئے مومنین کی طرف کہ وہ شرک سے پاک ہیں کہ ان کے پاس باذن اللہ کا ثبوت ہے اور وہ باذن اللہ حاجت روا مانتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیا واقعی اللہ نے ان کو اذن دیا ہے ؟

اب خطرہ یہ ہے کہ ان پر کفر ثابت نہ ہو جائے کیوں کہ کفر بھی تو معصیت ہے۔ ہم نے یہ بتانا ہے کہ ہمارے اعتقاد میں نہ شرک کا شائبہ ہے اور نہ ہی کفر کا۔

لیکن اس سے پہلے ایک بنیادی بات کہہ دوں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جو شرف انسانیت عطا فرمایا ہے اس کے متعلق چند چیزیں قرآن و حدیث کی روشنی میں سامنے لائیں تو بات بالکل واضح ہو جائے گی۔

مقصد تخلیق انسان :اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو کسی نہ کسی کام کیلئے پیدا کیا ہے۔ سورج اپنا کام

marfat.com

کرتا ہے۔ درخت اپنا کام کرتے ہیں، پانی، ہوا، اپنا کام کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا اس کا بھی تو کوئی کام ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون. (پ ۲۷) — ہم نے جنوں اور انسانوں کو عبادت کیلئے ہی پیدا کیا۔

عبادت تب ہوتی ہے جب معرفت ہو پس اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی معرفت کیلئے پیدا کیا۔ اب خدا کی معرفت کا مفاد کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو کوئی جس قدر پہچانتا جائے گا یعنی جتنی معرفت ہوتی جائے گی اسی قدر اللہ کا قرب اس کے نزدیک بڑھتا جائے گا۔ معلوم ہوا انسان کا مقصد حیات خدا کی معرفت ہے۔ اور معرفت کا نتیجہ قرب ہے۔ تو یوں کہیے کہ قرب الٰہی انسانیت کا کمال ہوا۔ اب اس کمال کو ذرا تفصیل کی روشنی میں دیکھیں تو تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ آیئے اس قرب کے مفہوم، قرب کے انجام اور قرب کے معنی کو دلائل شرعیہ میں تلاش کریں۔

حدیث قدسی :عن ابی هریرہ رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله تعالی قال من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئ احب الی مما افترضت علیه وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببته فاذا احببته فکنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها وان سالنی لاعطینه ولئن استعاذ نی لا عیذنه۔ (بخاری شریف جلد ۲ ص ۹۶۳ مطبوعہ مجتبائی مشکوۃ کتاب الدعوات مطبوعہ مجیدی کانپور)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم ﷺ کی زبان اقدس پر فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے عداوت کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور جن چیزوں کے ذریعے بندہ مجھ سے نزدیک ہوتا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے

marfat.com

ذریعہ میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں۔ ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بری چیز سے بچنا چاہے تو میں اسے ضرور بچاتا ہوں۔"

بعض لوگ اس حدیث کا یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر کے اس کا محبوب بن جاتا ہے تو پھر وہ اپنے کانوں سے کوئی ناجائز بات نہیں سنتا، اپنی آنکھوں سے خلاف حکم شرع کوئی چیز نہیں دیکھتا، اپنے ہاتھ پاؤں سے خلاف شرع کوئی کام نہیں کرتا۔

یہ معنی بالکل غلط ہے اور حدیث شریف میں تحریف کرنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ اس معنی سے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے نزدیکی حاصل کرنے والا بندہ محبوب ہونے کے بعد اپنے کسی عضو یا حصہ سے گناہ نہیں کرتا اور وہ اپنے کان، منہ، ہاتھ، پاؤں سے جو کام کرتا ہے۔ وہ سب جائز اور شرع کے مطابق ہوتے ہیں لیکن اس معنی کو جب الفاظ حدیث پر پیش کیا جاتا ہے۔ تو حدیث شریف کا کوئی لفظ اس کی تائید نہیں کرتا کیونکہ ایک معمولی سمجھ والا انسان بھی اس بات کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ گناہوں سے بچنے کی وجہ سے تو وہ محبوب بنا۔ اگر گناہوں میں مبتلا ہونے کے باوجود بھی محبوبیت کا مقام حاصل ہوتا ہے تو تقویٰ اور پرہیز گاری کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔ (پ ۳)

آپ فرمائیے (انہیں کہ) اگر تم محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کرو (تب) محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ)

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی اتباع یعنی تقویٰ اور پرہیز گاری کے بغیر مقام محبوبیت خداوندی کا حصول ناممکن ہے۔

marfat.com

بندہ پہلے برے کاموں کو چھوڑتا ہے اور ان سے توبہ کرتا ہے فرائض و نوافل ادا کرتا ہے۔ تب وہ محبوب ہو جاتا ہے، محبوب ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ اس بندے کے کان ہو جاتا ہے۔ جس سے وہ سنتا ہے۔ اللہ اس کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اللہ اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے اللہ اس کے پاؤں ہو جاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے یہ سب محبوب بننے کے بعد ہوتا ہے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ برے کام بھی کرے اور محبوب بھی بن جائے اور بعد میں برے کام چھوڑے۔

تو بندہ جب اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفت سمع بصر اور قدرت کے انوار بندے کی سمع بصر اور قدرت میں ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اور اس طرح یہ مقرب بندہ صفات الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے یعنی یہ بندہ اللہ تعالیٰ کے نور سمع سے سنتا ہے اسی کے نور بصر سے دیکھتا ہے اور اسی کے نور قدرت سے تصرف کرتا ہے۔ نہ خدا بندے میں حلول کرتا ہے۔ نہ بندہ خدا ہو جاتا ہے بلکہ خدا کا یہ مقرب بندہ مظہر خدا ہو کر کمال انسانیت کے اس مرتبہ پر فائز ہوتا ہے جس کے لیے اس کی تخلیق ہوئی تھی اگر آپ غور فرمائیں گے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ آیت کریمہ "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ" کے معنی یہی ہیں جن کا مصداق یہ عبد مقرب ہے۔ عبادت کے معنی پامالی کے ہیں۔ عبد مقرب اپنی انانیت اور صفات بشریت کو اپنے رب کی بارگاہ میں پامال یعنی ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے ان کو فنا کر دیتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس بندے میں اس کی اپنی صفات عبدیت کی بجائے صفات حق متجلی ہوتی ہیں اور انوار صفات الٰہیہ سے وہ بندہ منور ہو جاتا ہے۔ جب قرآن سے ثابت ہے کہ درخت سے "انی انا اللہ" کی آواز آ سکتی ہے۔ تو عبد مقرب کے لئے یہ کیوں کر محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات سمع و بصر کا مظہر نہ ہو سکے۔

علامہ امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث قدسی کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

وکذالک العبد اذا واظب علی الطاعات بلغ الی المقام الذی یقول اللہ کنت لہ

marfat.com

سمعا و بصرا فاذا اصار نور جلال الله سمعاله سمع القريب والبعيد واذا صاد ذلك النور بصراله رای القريب والبعيد واذا صار ذلك النوريداً له قدر على التصريف فی الصعب والسهل والبعيد والقريب انتهی۔

(تفسیر کبیر سورۃ کہف ص ۹۱، ج ۲)

اور اسی طرح جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کر لیتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کنت له سمعاو بصرا فرمایا ہے۔ جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے۔ تو وہ دور و نزدیک کی آوازوں کو سن لیتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہو گیا تو وہ دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو جائے تو یہ بندہ مشکل اور آسان اور دور اور قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔"

حدیث قدسی کی شرح میں امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے مقرب بندہ کی شان میں جو کچھ لکھا ہے وہ عبد اور بشر سمجھتے ہوئے لکھا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس طرح ان صفات عالیہ کا اس بندہ کے لئے ماننا اس کی عبدیت اور بشریت کے منافی نہیں۔

یہ انسانیت کا کمال ہے کہ بندہ صفات خداوندی کا مظہر ہو جائے جب اللہ تعالیٰ صفت سمع کی تجلیاں اس کی سمع میں چمکنے لگیں گی تو یہ ہر قریب و بعید کی آواز کو سن لے گا۔

یہ اس کی ذاتی صفت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کا ظل ہے عکس ہے اور پر تو ہے پر تو اور ظل غیر مستقل ہوتا ہے اور پر تو والا مستقل ہوتا ہے۔ پس اصل توحید تو یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا اتنا قرب حاصل کرے کہ خدا کی صفات کا آئینہ بن جائے۔

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی بصر کا نور جب اس کی بصر کے صیقل شدہ آئینے میں چمکے گا تو وہ ہر نزدیک اور دور کی چیز کو دیکھ لے گا۔

جب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نور کے جلوے اس کے ہاتھ پاؤں دل اور دماغ میں ظاہر ہوں گے تو یہ ہر آسان ہر مشکل اور ہر دور و نزدیک کی چیز پر قادر ہو جائے گا۔ اب بتایئے کہ جب مشکل پر بندے کی قدرت ثابت ہو گئی تو مشکل کشا نہیں تو اور کیا ہے؟ مگر خوب یاد رکھیے کہ

marfat.com

خدا کا مشکل کشا ہونا ذاتی ہے اور بندے کا مشکل کشا ہونا عطائی ہے کیونکہ بندہ اگر کسی کی کوئی مشکل حل کرتا ہے یا حاجت پوری کرتا ہے تو اللہ کی دی ہوئی طاقت و اختیار سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے کرتا ہے۔

پس واضح ہو گیا کہ ہمارا یہ عقیدہ شرک کی تمام جڑوں کو کاٹنے والا ہے اب بتائیے کہ عین توحید کو لوگ شرک کہتے ہیں تو اسلام پھر کیا ہوگا؟

پس یہ ادراک علم سمع اور بصر جو مقربین بارگاہ الٰہی میں پائے جاتے ہیں اور جن میں دلیل موجود ہے ان میں آسان سے آسان کام پر بھی اولیاء اللہ کی قدرت ثابت ہوگئی اور مشکل وبعید چیزوں پر بھی ان کی قدرت ثابت ہوگئی اور یہ دلیل قائم ہوگئی کہ یہ نفع پہچانے والے ہیں اور بارگاہ رب العالمین میں دعائیں کر کے رب کو راضی کرنے کی صلاحیتیں رکھنے والے ہیں ان میں مشکل کشائی کی قدرتیں بھی ہیں۔ دور سے دیکھنے کی قدرتیں بھی ہیں اور بعید کی آواز کو بھی سن سکتے ہیں۔

کفار مکہ تو خدا پر یہ بہتان باندھتے تھے کہ خدا نے ان پتھروں اور بتوں کو اختیار دے رکھا ہے اور اذان دے دیا ہے حالانکہ ایسا نہیں تھا اور جب ہم نے ان انبیاء اولیاء پر اذن کی شرط لگائی تو شرک دور ہو گیا اور جب ان کے اختیار کو ثابت کر دیا تو کفر بھی جاتا رہا۔

الحمد للہ ہم باذن اللہ کا اعتقاد کر کے شرک سے پاک اور انبیاءؑ اولیاء کے اختیارات ثابت کر کے کفر سے بھی پاک ہیں۔

بعض لوگوں کو یہ عادت ہے کہ جو آیات قرآنی بتوں کے حق میں آئی ہیں ان کو مومنوں پر چسپاں کرتے ہیں اس طرح بھولے بھالے مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خارجی گروہ کو ساری مخلوق سے برا جانتے تھے اور فرمایا کہ ان لوگوں نے اپنا طریقہ یہ بنالیا ہے کہ جو آیات کفار و مشرکین کے حق میں نازل ہوئی ہیں ان کو مومنوں پر چسپاں کر دیتے ہیں۔

(بخاری شریف جلد دوم باب قتال الخوارج)

marfat.com

کسی محترم دوست نے ایک سوال پوچھا ہے مناسب ہے کہ اس کے متعلق چند جملے عرض کر دوں تاکہ سابقہ مضمون نامکمل نہ رہے۔

سوال: کمال انسانیت کا جو معیار کتاب و سنت کی روشنی میں ہمارے سامنے آیا وہ ٹھیک ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کا آئینہ اور مظہر تجلیات ربانی بن جائے یہ بات زندگی میں تو ممکن ہے لیکن مرنے کے بعد تو وہ صرف مٹی کا ایک ڈھیر ہے اس وقت اس کے کمالات کا اعتراف کرنا کہاں مناسب ہے کہ مرنے کے بعد بھی وہ ابھی تک مورد تجلیات الٰہی ہے اور ابھی تک انسان کامل ہے مرنے کے بعد تو یہ بات ختم ہو جانی چاہیے ان کا سننا، دیکھنا، قریب اور بعید کی آواز سننا، نزدیک و دور کی اشیاء کو دیکھنا اور ان پر قدرت رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا مظہر قرار پانا ختم ہو جانا چاہیے کیوں کہ جب موت آئی تو تمام کمالات ختم ہو گئے۔

جواب: یہ بات ذہن میں اس لئے پیدا ہوئی کہ ہم نے انسانیت کے مفہوم کو نہ سمجھا ہم نے خیال کیا کہ یہ گوشت پوست ہی انسان ہے۔

یہ غلط ہے یاد رکھئے کہ یہ مفہوم انسانیت حقیقت انسانیت نہیں حقیقت۔

انسانیت وہ چیز ہے جو مرنے کے بعد بھی زندہ اور باقی رہتی ہے یہ جسم اور روح کا مجموعہ ہمیں انسان نظر آتا ہے ان دونوں میں جو اصل حقیقت ہے وہ روح ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ جسم تو سڑ گل جاتا ہے اگر جسم کو اصل حقیقت قراد دے دیا جائے تو پھر یہ تو مرنے کے بعد فنا ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اصل حقیقت تو روح ہے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا قبر جنت کا باغ ہے یا جہنم کا گڑھا ہے وہ جنت کا باغ اور دوزخ کا گڑھا کس کیلئے ہے تعین کیجئے اسی طرح روح کیلئے ہے۔ اجزائے جسمانی چاہے بکھرے ہوئے ہوں یا اکٹھے ہوں ان کا تعلق روح سے اس طرح ہوتا ہے جیسے سورج کا تعلق اشیاء سے ہے۔ اگر کہیں ریت کا ڈھیر پڑا ہو یا سنگلاخ زمین ہو یا گرد و غبار میں ہو تو بھی سورج کی کرنوں کا تعلق اس سے ہے۔ اسی طرح جسم کے اجزاء پر روح کی شعاعیں پڑتی ہیں۔ تو مرنے کے بعد بھی روح کا تعلق اس سالم بدن یا جسم کے متفرق

marfat.com

اجزاء سے ضرور ہوگا۔ البتہ روح کا تعلق جو بدن سے اب ہے وہ تعلق مرنے کے بعد اور روح کے بدن سے نکل جانے کے بعد بدل جائے گا۔

پس اصل حقیقت روح ہے جو آفتاب کی حیثیت رکھتی ہے اور جسم فانی ہے ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد پھٹ جائے گا منتشر ہو جائے گا۔ تو اس کا نظام بھی فانی ہے ایک مرتبہ کھانا کھایا پھر ضرورت ہو گئی جسم کا کمال بھی فانی ہے کئی طاقتور انسان پیدا ہوئے لیکن جب موت آئی تو ان کی انگلی بھی نہیں ہلتی لیکن روح باقی ہے تو اس کی صفات بھی باقی ہیں۔ اور اس کے کمالات بھی باقی ہیں۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ روح بمنزلہ آفتاب کے ہے روح اگر خوش ہے تو جسم کے اجزاء پر اچھے تاثرات دے گی اور اگر روح ناخوش ہے تو وہ اپنا برا اور ناخوش اثر دے گی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ قبر میں کوئی گرمی یا عذاب نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی قبر میں کوئی باغ وغیرہ نظر آتا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ روح اگر خوش ہے تو بدن پر خوشی کے اثرات مرتب کرے گی۔ اور تکلیف میں ہے بدن پر تکلیف کے اثرات چھوڑ دے گی لیکن وہ خوشی یا تکلیف کے اثرات عالم برزخ میں ہوں گے اور کسی کو نظر نہیں آئیں گے۔ مثلاً کسی کے ذہن میں غمی یا خوشی کے اثرات ہیں یا کسی کے سر میں درد ہے تو اس کے سر کے عالم کو آپ کس طرح جان سکیں گے؟ درد والے سر پر آپ ہاتھ رکھ دیں یا لاکھ آلات لگائے جائیں تو کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ سر کے اندر درد ہے ہلکا درد ہو یا تیز۔ وہ تو اسی کو پتہ ہے جس کو درد ہے اسی طرح قبر میں جو مردہ یا مردے کے اجزاء پڑے ہیں یقیناً ان پر روح نے راحت یا رنج کے اثرات چھوڑے ہیں۔ مگر وہ ہمیں معلوم نہیں ہوتے مردے کی تکلیف کا اثر مردے کے اجزاء کو ہی محسوس ہوگا نہ کہ زمین کو جس پر وہ اجزاء پڑے ہیں۔

ایک شخص عالم خواب میں دیکھتا ہے کہ اس کے مکان کو آگ لگ گئی ہے اس کی چارپائی جل رہی ہے وہ خود جل رہا ہے چیخ رہا ہے آپ اس کو دیکھیں تو کیا آپ کو اس کی چارپائی جلتی ہوئی

marfat.com

نظر آئے گی؟ یقیناً نہیں تو اسی طرح عالم برزخ میں کافروں کو عذاب ہوتا ہے مگر ہمیں قبر کے اندر عذاب، گرمی اور آگ معلوم نہیں ہوتی۔

فشار قبر: حدیث شریف میں آتا ہے مرنے کے بعد جب انسان کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو قبر تنگ ہو جاتی ہے مومن ہو اس کو بھی دباتی ہے اور کافر ہو اس کو بھی دباتی ہے۔ مومن کو قبر کیوں دباتی ہے؟ یہ اس لئے کہ قبر تو آغوش مادر ہے اور قبر کی آغوش میں مردہ ایسے ہے جیسے ماں کی گود میں بچہ۔ ام ماں کو کہتے ہیں۔ اور اصل کو بھی کہتے ہیں بچے کی اصل ماں ہے اسی طرح تمام نبی آدم کی کی اصل زمین ہے اور اصل ماں ہوتی ہے پس ہم پیدا ہوئے اور اپنے احوال میں مبتلا ہو گئے اور یہ ایسا ہے کہ جیسے کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے اور آغوش مادر کا زمانہ ختم ہونے پر وہ بازار، گلیوں میں جاتا ہے۔ اگر بچہ اچھا ہے اور ماں اس کی خصلتوں سے خوش ہے اس صورت میں ماں منتظر رہے گی کہ کب میرا بچہ آئے میرے سینے سے لگے اور میرے دل کو ٹھنڈا کرے۔ لیکن ایک بچہ برا ہے اس صورت میں ماں اس سے جلی بیٹھی ہے۔ اور چاہتی ہے کہ وہ آئے اور میں اس کو سزا دوں اسی طرح قبر ہر بنی آدم کے لیے منتظر ہے۔

ماں جب بچہ کو آغوش میں دبا کر پیار کرتی ہے تو اس بچہ کو کچھ نہ کچھ تکلیف تو ضرور ہوتی ہے لیکن بچہ اس تکلیف کو تکلیف نہیں سمجھتا پس قبر جب مومن کو دباتی ہے تو مومن کو وہ تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔

معلوم ہوا کہ اگر روح کو فانی قرار دیں تو یوں سمجھئے کہ قبر کا عذاب اور ثواب سب کچھ ختم اور حساب کتاب بھی نہ ہو اور پھر حشر و نشر کیسا؟ کیوں کہ ثواب و عذاب تو روح کے لئے ہے اور اگر روح کو فانی مان لیں تو سارا دین ختم ہو کر رہ جائے۔

ہم نے ثابت کر دیا کہ روح باقی ہے اور جب روح باقی ہے تو حقیقت انسانیت اسی روح کا نام ہے اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں دیں۔ جسم اور روح ان میں جسم فانی ہے اور روح باقی ہے۔ پس فانی کے اثرات اور وصف بھی فانی کیوں کہ موصوف فانی ہو تو اس کی صفات بھی فانی ہوتی ہیں لہذا بدن

marfat.com

فانی ہوا تو بدن کے سب کمالات بھی فانی ہیں اب بتایئے کہ مظہر تجلیات صفت الٰہی اور آئینہ جمال رب ہونا یہ صفت روح کی ہے یا جسم کی؟ یقیناً یہ روح کی صفت ہے تو معلوم ہوا کہ موصوف جب باقی ہے تو اس کی صفت بھی باقی ہوگی۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ نیکی کے کام ہیں یہ سب اللہ تعالی کی عبادت اور اللہ کا ذکر ہے۔ یہ روح کی غذا ہے تو کیا مرنے کے بعد ایمان نماز اور دوسری نیکیاں ختم ہو جائیں گی یا باقی رہیں گی؟ یقیناً باقی رہیں گی تو بھائی مرنے کے بعد تمہاری تمام روحانی صفتیں باقی رہیں اور ولی کے مرنے کے بعد اس کے تمام روحانی کمالات ختم ہو جائیں۔ یہ عجیب بات ہے پس ان حضرات کی قبور کے اندر بھی روحانیت زندہ ہوتی ہے۔ اور روحانی کمالات بھی باقی ہوتے ہیں۔

ترمذی شریف کی حدیث ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صحابی رسول نے ایک قبر پر اپنا خیمہ نصب کیا لیکن اس کو اس جگہ قبر ہونے کا علم نہ تھا کچھ دیر کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں کسی انسان کی قبر ہے اور اس میں سے سورہ ملک پ ۲۹ پڑھنے کی آواز آرہی ہے جب وہ صحابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاصر ہوئے تو تمام واقعہ بیان کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا سورۃ ملک روکنے والی اور نجات دینے والی ہے اپنے پڑھنے والے کو عذاب قبر سے۔

اگر مرنے کے بعد قبر میں کوئی چیز نہ ہوتی تو حضور نبی کریم ﷺ اس صحابی سے فرماتے کہ بھئی یہ تمہارا وہم ہے یا فرماتے کہ کوئی فرشتہ ہوگا یا کوئی جن تلاوت کر رہا ہوگا قبر میں مرنے کے بعد کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن حصور ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا اور کوئی تردید نہیں فرمائی۔

یہ تو عہد رسالت کا واقعہ ہے اب دور صحابہ کا واقعہ سنیئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مکہ اور مدینہ کے درمیان نہر کھودی گئی تو اتفاقاً وہ نہر اسی راستے سے آئی جس میں احد کا قبرستان آتا تھا۔ مزدور کام کر رہے تھے ایک مزدور نے کھدائی کرتے ہوئے زمین میں پھاوڑا مارا تو اتفاقاً وہیں ایک شہید دفن تھا۔ تو وہ پھاوڑا اس کے پاؤں کے انگوٹھے میں جا لگا اور خون جاری ہو گیا۔

marfat.com

(جذب القلوب' شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۲۰۳' مطبوعہ کراچی)

یہ تو قبر میں حیات جسمانی کی دلیل ہے کہ مرنے کے بعد ان کے جسم میں بھی زندگی موجود ہے اور چہ جائیکہ روح جو ہے ہی باقی۔

زمانہ تابعین کا ایک واقعہ: امام ابو نعیم "حلیتہ الاولیاء" میں حضرت سعید بن جبیر سے رویت نقل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی قسم میں نے اور حمید طویل رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ کو لحد میں اتارا تھا جب ہم کچی اینٹیں برابر کر چکے تو ایک اینٹ گر گئی میں نے انہیں دیکھا کہ وہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں وہ دعا کیا کرتے تھے اے اللہ اگر تو نے کسی مخلوق کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے تو مجھے بھی اجازت فرما۔ اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو رد فرمادے۔

(کشف النور عربی' علامہ عبدالغنی نابلسی رحمتہ اللہ علیہ ص ۹' مطبوعہ لاہور)

امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ شعب الایمان میں اپنی سند سے قاضی نیشاپور ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صالح عورت کا انتقال ہو گیا۔ ایک کفن چور اس کے جنازہ کی نماز میں اس غرض سے شامل ہو گیا تاکہ ساتھ جا کر اس کی قبر کا پتہ لگائے۔ جب رات ہو گئی تو وہ قبرستان میں گیا اور اس عورت کی قبر کھود کر کفن کو ہاتھ ڈالا تو وہ خدا کی بندی بول اٹھی کہ سبحان اللہ ایک جنتی شخص ایک جنتی عورت کا کفن چراتا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری اور ان تمام لوگوں کی مغفرت فرمادی جنہوں نے میرے جنازے کی نماز پڑھی اور تو بھی ان میں شریک تھا۔ یہ سن کر اس نے فوراً قبر پر مٹی ڈال دی اور سچے دل سے تائب ہو گیا۔

(شرح الصدور' علامہ سیوطی ص ۲۰۵' مطبوعہ کراچی)

پس ولیوں کا تو یہ حال ہے کہ چور جائے اور ولی بن کے آئے۔ اب کوئی کہے کہ مرنے کے بعد ان کو کوئی روحانی طاقت نہیں تو یہ سراسر غلط ہے کیوں کہ روح تو اپنے لوازمات کے ساتھ باقی ہے۔

marfat.com

حدیث قدسی میں ہے کہ میرا بندہ جب میرا مقرب ہوا تو اس نے اپنے کلام کو میرے کلام کا اور اپنی صفات کو میری صفات کا ائینہ دار بنا دیا تو اب مجھ سے کچھ مانگے تو میں اس کو عطا کروں گا۔ وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے پناہ دوں گا یہ سب کمالات اس کی روح کے لئے ہیں اور جب تک روح چلے گی۔ یہ سب باتیں بھی ساتھ چلیں گی۔ اس حدیث میں وقت کی کوئی قید نہیں مطلب یہ ہے کہ جب مانگے میں ضرور دوں گا تو اب وہ چاہے دنیا میں مانگیں یا موت کے بعد کے جہان میں مانگیں یا آخرت میں وہ مانگ سکتے ہیں۔ اور خدا ضرور دیتا ہے۔

ہم اولیاء اللہ کے مزرات پر اس لئے جاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ (ان سألنی لاعطینه) اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتے ہیں تو میں ان کو ضرور دیتا ہوں تو کسی کے مزار پر جا کر یہ کہنا اے اللہ کے ولی خدا سے دعا کریں کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو کوئی قباحت نہیں۔ اب اگر کوئی کہے کہ ولی کے پاس جانے سے کچھ نہیں بنتا تو اس نے ولی کا کچھ نہ بگاڑا بلکہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو جھٹلایا۔

اب بات یہ ہے کہ کسی نے مزار پر جا کر کہا اے اللہ کے ولی باذن اللہ ہمارا یہ کام کر دو وہ کام نہ ہوا تو اولیاء اللہ کو برا کہنے لگے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ تو کسی اذن کا محتاج نہیں وہ فرماتا ہے۔

"میرے بندو مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا" (پ ۲۴)

اب دیکھئے ایک شخص کو پھانسی کا حکم ہو گیا ادھر تم دعا مانگتے ہو کہ اے اللہ اس کو پھانسی سے بچانے لیکن جب خدا نے تقدیر مبرم میں لکھ دیا تو وہ ضرور پھانسی چڑھے گا۔ اب خدا کا یہ کچھ بگاڑ کر دکھاؤ وہ تو کہتا ہے تم مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔ اب یہاں تم خدا کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے تو اولیاء اللہ کا کیا بگاڑو گے وہ تو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سوا چلتے ہی نہیں۔"

جب زندہ لوگوں میں سے اہل خیر اور صالحین سے دعا کی درخواست جائز ہے۔ پھر جب یہ حضرات جن سے زندگی میں طلب دعا کرتے تھے وصال فرما جائیں اور برزخی حیات سے مشرف ہو جائیں تو ان سے اب طلب دعا میں کیا قباحت پیدا ہو جاتی ہے۔ انکی بزرگی ان کا تقرب اور ان کی مبارک روحانیت پر تو موت نہیں آئی موت تو صرف جسم پر ہے نہ کہ روح

marfat.com

پر وہ تو زندہ ہے اس کا شعور ادراک قوت سماعت اور استجابت دعا بھی باقی ہے۔ بلکہ ساری کرامتیں باقی ہیں کیوں کہ یہ اس کے روحانی کمالات ہیں اور روح فانی نہیں اس لئے یہ کمالات بھی فانی نہیں یہ تو تھی عالم دنیا اور عالم برزخ کی بات اب سوال یہ ہے کہ کیا عالم آخرت میں بھی اولیائے کرام کا فائدہ ہوگا یا نہیں ؟ تو میں عرض کرتا ہوں کہ آخرت میں بھی ان بزرگوں کا فائدہ ہوگا حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری امت کے علماء حافظ اور شہداء شفاعت کریں گے۔ حتی کہ ایک بچہ بھی جس کے والدین مومن ہوں وہ ان کے لئے سفارش کرے گا۔

اگر انبیاء ور اولیاء سے مدد مانگنا شرک ہے تو یہ شرک آخرت تک چلے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اب تو شرک ہے لیکن آخرت میں عین توحید ہو جائے کیوں کہ شرک تو ہر زمانہ میں شرک ہی رہے گا۔ آخرت میں بھی کوئی غیر اللہ سے مدد مانگے تو شرک ہی ہوگا تو جناب یہ شرک تو قیامت تک چلے گا۔ کیوں کہ ہول محشر سے بڑھ کر تو کوئی قیامت نہیں ہوگی اور اس وقت تمام لوگوں کی نظر کسی اللہ کے بندے کو تلاش کرنے میں ہوگی سب آپس میں کہیں گے کہ کوئی ایسی ہستی ڈھونڈو جو تمہاری شفاعت کرے۔

سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں آئیں گے کہ آپ ابو البشر آدم ہیں۔ آپ ہماری شفاعت کریں آدم علیہ السلام یہ نہیں فرمائیں گے کہ تم شرک کر رہے ہو مجھ سے کیا مانگتے ہو، جاؤ خدا کے پاس نہیں بلکہ وہ بھی غیر کی راہ دکھائیں گے اور فرمائیں گے "نفسی نفسی اذہبوالی غیری"۔

دیکھئے کہ جب غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہے تو قیامت کے دن جو لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ کیا وہ مشرک ہوں گے ؟ یہاں تو پھر حضرت آدم علیہ السلام بھی نہیں بچتے وہ بھی ان کو خدا کا راستہ نہ بتائیں گے بلکہ کسی غیر کا راستہ بتائیں گے اور فرمائیں گے "اذہبوا الی غیری" پس تمہارے فتوی کی رو سے تو (معاذ اللہ) حضرت آدم علیہ السلام بھی مشرک ہوئے اور ان کے پاس جانے والے بھی مشرک ہوئے۔

marfat.com

تو جناب آپ کے تمام فتوے غلط ہیں کیوں کہ حضرت آدم علیہ السلام تو مشرک ہو نہیں سکتے پھر سب لوگ آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی رہنمائی سے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ ہر ایک یہی کہے گا۔

"اذہبوا الی غیری"

اب ان کو خیال آئے گا کہ چلو حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں چلیں جب وہاں پہنچیں گے تو آپ کی بارگاہ میں بھی وہی مدعا عرض کریں گے۔ جو دیگر انبیاء کرام کے حضور عرض کر چکے تھے تو نبی کریم ﷺ سماعت فرمانے کے بعد یہ نہیں فرمائیں گے کہ بھئی تم تو پکے مشرک ہو فلاں فلاں نبی کے پاس گئے پھر میرے پاس آئے ہو۔ جاؤ خدا کے پاس نہیں نہیں ایسا فرمائیں گے۔ بلکہ فرمائیں گے کہ آدم، نوح، ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام نے نفسی نفسی اذہبوا الی غیری "اس لئے کہا تھا کہ تم مجھ تک پہنچ جاؤ اور اس کام کیلئے تو میں ہوں کیوں کہ اللہ تعالی نے مجھ ہی کو یہ اعزاز عطا فرمایا ہے۔

انبیاء علیم السلام کے نفسی نفسی کہنے میں حکمت یہ ہے کہ جب سردار موجود ہو تو سردار کے ہوتے ہوئے اس کا کام نیچے والے نہیں کریں گے۔ کمشنر موجود ہو تو کمشنر کا کام ڈپٹی کمسنر نہ کرے گا پس مطلب یہ تھا کہ تم سب کے پاس گھوم آؤ جو کام کوئی نہ کرے وہ میرا محبوب کرتا ہے اور حضور پرنور ﷺ نے فرمایا "انا لہا" کہ اس کام کیلئے تو میں ہوں۔

ا۔ حضور نبی کریم ﷺ اس وقت اللہ تعالی کے دربار میں سر جھکا دیں گے۔

فیقال یا محمد ارفع راسك وقل تسمع وسل تعطه واشفع تشفع .

حکم دیا جائے گا کہ اے محمد ﷺ سر اٹھاؤ اور کہو آپ کی بات کی شنوائی ہوگی اور جو مانگو عطا ہوگا اور شفاعت فرمائیں گے آپ کی شفاعت قبول ہوگی۔ حضور نبی اکریم ﷺ اپنی امت کی شفاعت فرمائیں گے پھر انبیاء و اولیاء ور مومنین کو شفاعت کرنے کی اجازت مرحمت ہو جائے گی۔

marfat.com

دیکھئے اگر انبیاء اور اولیاء کے پاس جانا اور ان سے مدد مانگنا شرک ہے تو یہ شرک تو پھر آخر تک چلے گا پس معلوم ہوا کہ جو یہاں شرک سمجھتے ہیں وہ وہاں بھی نہیں۔

(اے بخاری جلد اول ص ۴۰۷ جلد دوم، ۶۴۳، ۹۷۱، ۱۱۰۲ مشکوۃ ۴۸۸)

جائیں گے اور جو جائیں گے نہیں تو شفاعت کیسے پائیں گے؟ کرنے والا تو سب کچھ خداوند ہے مگر خداوند کریم اپنے بندوں کا احترام کرتا ہے اور اعزاز بخشتا ہے جو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ولی کچھ نہیں ہوتے سب فراڈ ہے تو وہ بھی سن لیں حدیث قدسی کے شروع ہی میں ہے کہ "من عادٰی لی ولیا فقد اذنة بالحرب" یعنی جس نے میرے ولی سے عداوت کی اس کے ساتھ میرا اعلان جنگ ہے۔ (بخاری شریف ص ۹۶۳ ج ۲)

تو دوستو اولیاء کرام نہ خدا کے شریک ہیں نہ ساجھی ہیں وہ تو خدا کے اذن اور حکم کے تابع ہیں معلوم ہوا "من دون اللّٰہ" تو ایک تنکا بھی نہیں ہلا سکتا اور "باذن اللّٰہ" سے مردے بھی زندہ ہو جاتے ہیں اب جو لوگ من دون اللہ کی باتیں "باذن اللّٰہ" پر چسپاں کرتے ہیں خدا ان کو ہدایت دے۔

اب ایک بات میری نظر میں ایسی باقی ہے جو اہل علم طبقہ کے لئے قابل تشریح ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے مقربین اور حضرات اولیاء کرام کے تصرفات بعد الوفات اور علم وادراک بعد الممات کے قائل نہیں اور اس امر کو توحید کے منافی سمجھتے ہیں ان کی طرف سے علی العموم یہ شبہ پیش کیا جاتا ہے اور اچھے خاصے پڑھے لکھے طبقہ کو متاثر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ آپ لوگ تو اولیاء اللہ کے علم وادراک بعد الوفات کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن پاک میں صاف وارد ہے کہ انبیاء کرام کو موت کے بعد کوئی ادراک اور کوئی علم نہیں ہوتا۔ اور جو انبیاء نہیں بلکہ اولیاء ہیں ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کیوں کر صحیح ہوگا۔

اس شبہ کو کہ مرنے کے بعد اولیاء اللہ بے خبر ہوتے ہیں قرآن مجید کی ایک آیت سے موید کرنے کی کوشش کی گئی ہے میں اس آیت کا جواب دیتا ہوں تاکہ اس شبہ کا ازالہ ہو جائے وہ آیت یہ ہے

marfat.com

اوكاالذی مرعلی قرية وهی خاوية علی عروشها قال انی يحی هذه الله بعد موتها فاماته الله مائة عام ثم بعثه قال كم لبثت قال لبثت يوما اوبعض يوم قال بل لبثت مائته عام۔ (پ ۳ سورۃ بقرہ آیت ۲۵۹)

ترجمہ :یا مثل اس شخص کے جو گذرا ایک بستی پر وہ اس حال میں تھی کہ گر پڑی تھی اپنی چھتوں کے بل کہنے لگا کیوں کر زندہ کرے گا اسے اللہ تعالیٰ اس کے ہلاک ہونے کے بعد پس حالت موت میں رکھا اسے اللہ تعالیٰ نے سو سال تک پھر زندہ کیا اسے فرمایا کتنی مدت تو یہاں ٹھہرا رہا۔ اس نے عرض کی میں ٹھہرا ہوں گا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ اللہ نے فرمایا نہیں بلکہ ٹھہرا رہا ہے تو سو سال۔"

اللہ تعالیٰ نے کچھ امثال بیان فرمائے ایک یہ کہ حضرت عزیر علیہ السلام جو ایک دراز گوش یا حمار شریف پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے اور کسی ایسے مقام سے گزرے جہاں عمارتیں گر چکی تھیں اور اس بستی کے کھنڈرات پڑے تھے (مفسرین نے لکھا ہے کہ اس بستی سے مراد بیت المقدس ہے) جب آپ وہاں سے گزرے تو فرمانے لگے اے اللہ تو ان کے مرنے کے بعد ان کو کس طرح زندہ فرمائے گا اور کس طرح اٹھائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو سو سال تک حالت موت میں رکھا اور پھر ان کو اٹھایا اور فرمایا تم یہاں کتنی دیر ٹھہرے رہے انہوں نے جواب دیا میں تو ایک دن یا اس کا کچھ حصہ ٹھہرا رہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم یہاں سو برس ٹھہرے رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے رہنے کے جواب میں بتایا اور ثابت کر دیا کہ ان پر سو برس تک موت طاری رہی۔ اب شبہ پیدا ہوا کہ اگر ان کو معلوم ہوتا تو وہ سو برس کی بجائے ایک دن یا دن کا کچھ کیوں کہتے ؟ پس معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد ان کو کوئی علم و ادراک نہ رہا تھا۔

جس آسان طریقہ سے یہ شبہ بیان کیا جاتا ہے میں چاہتا ہوں کہ اسی آسان اور سہل طریقہ سے اس شبہ کو دور کر دوں تو سنیئے۔

marfat.com

سب سے پہلے میں یہ عرض کر دوں گا کہ قرآن مجید میں حضرت عزیر علیہ السلام کا ذکر نہیں آیا بلکہ فرمایا کا الذی مر علی قریة مثل اس شخص کے جو گزرا ایک بستی پر یہاں "الذی" کا لفظ آیا ہے اور "الذی" کی تفسیر میں کئی قول آئے ہیں۔ جن میں سے کوئی قول ایسا نہیں جس پر قطعیت کا حکم لگایا جا سکے قطعیت سے مراد یہ ہے کہ جس طرح قرآن کا انکار کفر ہے وہ بھی کفر ہو۔ "الذی" سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک عزیر علیہ السلام ہیں۔ لیکن قول محض مفسرین کا قول ہے پس یہاں قطعیت کا حکم نہیں آ سکتا۔ اس کے علاوہ تفاسیر میں چند اقوال ہیں جن میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ "الذی" سے مراد ایک کافر ہے (تفسیر بیضاوی) لہذا اگر ہم اس سے مراد ایک مرد کافر لیں تو اب جہاں ایک قول کافر کے بارے میں آئے وہاں عزیر علیہ السلام کو کیسے لائیں؟ کیوں کہ ایسی بات سے قطعی طور پر کسی نبی کو متعین کرنا باطل ہے لہذا تمہارا یہ قول قابل سماعت نہیں۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر الذی سے مراد عزیر علیہ السلام ہوں اور مرنے کے بعد کو کوئی علم نہ ہو تو یہ سوال پیدا ہو گا کہ جس کو کسی بات کا علم نہ ہو اس سے کسی علم کی بات کا دریافت کرنا کیسے صحیح ہے۔ جماد، پتھر اور مٹی کے اندر تو کوئی علم نہیں ہوتا اور جب وہ (معاذ اللہ) مٹی پتھر ہیں تو کیا علم کی بات ان سے پوچھنا غلط نہیں؟ شائد آپ کہیں کہ خدا کی شان یہ ہے کہ خدا کوئی کام کرے تو خدا کے کام پر کوئی سوال نہیں کر سکتا کہ اللہ نے ایسا کیوں کیا۔

میں عرض کروں گا کہ اگر آیت کا یہ مطلب لے لیا جائے تو خدا تعالی کے کمال حکمت پر دھبہ آئے گا اور اللہ تعالی کی ذات پاک ہے خدا تعالی سب پر قادر ہے اور قاہر ہے سب کو اپنی قدرت اور احاطہ میں لینے والا ہے۔ وہ جو چاہے کرے اور جو کرے گا حکمت کے تقاضے سے کرے گا وہ کسی سے مقہور نہیں ہے۔ تو جو علم و ادراک نہ رکھتا ہو اس سے علم کی بات پوچھنا حکمت کے تقاضے کے خلاف ہے۔ اور وہ بات جو حکمت کے تقاضے کے خلاف ہو اللہ تعالی سے منسوب کرنا حماقت ہے پس یہ سوال اس سے کیا جا رہا ہے جو محل ادراک ہے اور علم رکھتا ہے۔

marfat.com

یہاں دو چیزیں ہیں سائل اور مسئول عنہ۔

سائل کا سوال ہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ محل ادراک ہے یعنی ادراک والا ہے کیونکہ سوال کرنے والا حکمت کے تقاضوں سے دور نہیں وہ علیم وخبیر ہے اور اللہ تعالی کا علیم وخبیر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جس سے سوال فرمارہا ہے وہ علم اور ادراک والا ہے۔

اگر عزیر علیہ السلام کو علم وادراک نہ ہوتا تو چاہیے تھا کہ وہ خاموش ہو جاتے یا کہتے کہ میں تو مرنے کے بعد مٹی پتھر اور جماد ہو گیا تھا۔ میں تو جب بتاؤں کہ مجھے کچھ علم ہو لیکن وہ کہتے ہیں کہ میرے مولا "لبثت یوما او بعض یوم" میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرا تو پتہ چلا کہ وہ اپنے علم وادراک کا اعتراف کر رہے ہیں اور اس کے مطابق بیان کر رہے ہیں پس اللہ تعالی کا سوال "کم لبثت" (کتنی دیر ٹھہرے) حکمت کے مطابق ہے دوسرے یہ کہ اگر ان کو کوئی علم نہ ہوتا تو وہ یہ بات نہ کہتے۔ یہ دونوں باتیں دلیل ہیں کہ وہ محل ادراک ہیں۔

اب یہاں ایک شبہ پیدا ہو گیا کہ جو بات واقع میں تھی وہی بتاتے کیونکہ علم معلوم کے مطابق ہونا چاہیے لیکن یہاں ان کا علم تو معلوم کے خلاف ہے اور جو علم معلوم کے خلاف ہو وہاں تو لاعلمی پیدا ہو گئی۔

دیکھئے لوگوں نے اس حقیقت کو نہ سمجھا جتنی گفتگو میں نے کی ہے اس کا مفاد یہ ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت عزیر علیہ السلام کو محل ادراک جان کر سوال کیا اور انہوں نے اپنے علم وادراک کو مان کر جواب دیا۔ یہ دونوں باتیں ذہن میں رکھ کر یہ بات سمجھئے۔

اب اس جگہ یوما او بعض یوم کی بنا پر شبہ یہ ہے کہ اگر واقعی ان کو علم تھا تو یوماً کے بعد او جو کہا اس سے تو شک معلوم ہوتا ہے لہذا ان کو شک تھا اور صحیح مدت کا علم نہیں تھا۔

میں کہتا ہوں کہ دیکھئے اوکالذی مر علی قریة میں بھی او موجود ہے اور یہ اللہ کا کلام ہے اب بتاؤ کیا یہاں بھی 'او' شک کے لئے متعین ہوگا نہیں میں عرض کرتا ہوں کہ 'او' ہمیشہ شک کے لئے نہیں آتا۔ یہاں 'او' تاخیر کیلئے ہے یعنی 'او' 'بعض یوم' سے مراد یوم مروج نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ میں اتنی دیر ٹھہرا کہ جو مد تقلیلہ تھی اب اے مخاطب تجھ کو اختیار ہے کہ

marfat.com

اس مدت قلیلہ کو ایک دن اندازہ کرے یا ایک دن سے کم ہو اور یہ دونوں مدت قلیلہ ہیں۔ تو معنی یہ ہوئے کہ اے مولا۔ میں تو مدت قلیلہ ٹھہرا ہوں۔ اب اس کا اندازہ تو یوماً سے اگا لے یا 'او' بعض یوم سے معلوم ہوا کہ بعض مدت قلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کئی جگہ 'او' اس لحاظ سے استعمال کیا کہ وہاں مخاطب کو اختیار دیا ہے کہ اب تو اس کو اس سے اندازہ کرلے یا اس سے۔

اب آگے اللہ نے فرمایا "بل لبثت مائة عام" (بلکہ تو ٹھہرا رہا ہے سو برس تک)

اب پھر سوال پیدا ہو گیا کہ بل تو ابطال کیلئے آتا ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے بل کہہ کر عزیر علیہ السلام کے کلام کو باطل کر دیا۔ اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ قلیل مدت باطل ہے اور طویل مدت مائة عام یعنی سو برس صحیح ہے۔ پس اگر مائے عام صحیح ہے تو یومًا او بعض یوم غلط ہے۔ اور حضرت عزیر علیہ السلام نے مدت قلیلہ کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ باطل ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ان کا کلام واقعہ کے مطابق نہیں ہے۔ لہذا کذب ہوا کیونکہ کلام کا واقعہ کے مطابق ہونا صدق ہے۔ اور کلام کا واقعہ کے مطابق نہ ہونا کذب ہے۔

اب اگر یہ بات تسلیم کرلی جائے تو ان کا یہ قول باطل ہوا یعنی واقع کے مطابق نہ بتایا تو ان کا کلام سچا نہ رہا۔ لیکن نبی نہ تو قصداً جھوٹ بولتا ہے اور نہ بلا قصد جھوٹ بولتا ہے لہذا صاف معلوم ہوا کہ آیت کے معنی یہ نہیں ہیں۔ اگر یہ بات تسلیم کرلی جائے تو حضرت عزیر علیہ السلام کی طرف کذب منسوب ہو گیا۔ اور نبی جھوٹ بولتا نہیں کیونکہ وہ جھوٹا ہو تو وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ لہذا آیت کے معنی غلط کیے گئے ہیں۔

پس اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کا قادر ہے کہ وہ ایک امر کو دو واقعوں کی صورت میں ظاہر کر دے اگر حضرت عزیر علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت کریں تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ نبی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اور اگر وہ جھوٹ نہیں تو پھر معاذ اللہ خدا کا قول کا جھوٹا ہو گا۔ اور پھر زبردست مصیبت ہو گی۔ تو معلوم ہوا دونوں قول جھوٹ نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ ایک امر کو دو واقعی صورت میں نمایاں کر دے۔

marfat.com

حقیقت تو یہ ہے کہ مدت تو سو برس کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سو برس کی مدت کو عزیر علیہ السلام کیلئے اتنا چھوٹا کرکے گزارا کہ ان کیلئے وہ "یوما او بعض یوم" ہو کر گذرا پس حضرت عزیر علیہ السلام کا علم اس واقعہ کے مطابق ہے جو ان پر گذرا اور اللہ جل جلالہ کا کلام اس واقعہ اور حقیقت کے مطابق ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر گزارا لہذا اللہ تعالیٰ کا کلام بھی سچا ہے اور حضرت عزیر علیہ السلام کا کلام بھی سچا ہے۔ اس کی دلیل میں ایک واضح اور روشن بات یہ ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ بلکہ اہل ایمان صلحاء اولیاء اور شہداء کیلئے ایک وقت کی نماز سے بھی جلدی گذر جائے گا۔ قیامت میں اگر صالحین سے دریافت کیا جائے کہ تم یہاں کتنا عرصہ ٹھہرے تو وہ اپنے تجربہ اور مشاہدہ کے مطابق وقت کا اختصار بیان کریں گے۔ اور اگر کفار مشرکین سے دریافت کیا جائے تو وہ اپنا ماجرا بیان کریں گے اور ہر ایک اپنے قول و دعوی میں سچا ہوگا۔

اب بتایئے کہ جو اللہ پچاس ہزار برس کو ایک وقت کی نماز کے عرصہ میں تبدیل کر سکتا ہے۔ تو کیا وہ سو برس کے عرصہ کو ایک دن یا دن کے کچھ حصے میں تبدیل نہیں کر سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ کا کلام اس اصل واقع کے مطابق ہے۔ اور حضرت عزیر علیہ السلام کا کلام ان کے علم کے مطابق ہے۔ اب دوسری مثال سنیئے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کروائی رات کے تھوڑے حصے میں۔ (پ ۱۵)

اب اندازہ لگایئے کہ وہ تھوڑا عرصہ کتنا ہے کہ جس میں حضور ﷺ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک تشریف لے جاتے ہیں تو اسی عرصہ میں حضور نبی کریم ﷺ تمام انبیاء اکرام علیہ السلام سے مصافحہ فرماتے ہیں۔ اسی مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء علیہ السلام کو نماز پڑھائی۔ پھر حضور پر نور ﷺ کا آسمان پر تشریف لے جانا۔ ابواب سے گذرنا وہاں انبیاء علیہ السلام سے ملاقات کرنا۔ بیت المعمور ملاحظہ فرمانا۔ سدرۃ المنتہیٰ پر جبرائیل کا علیحدہ ہونا۔ پھر رفرف پر جلوہ گر ہونا۔ پھر دریائے نور میں غوطہ زن ہونا۔ اور پھر ظاہر ہونا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حجابات عظمت کو مشاہدہ فرماتے ہوئے جانا۔ کہ جہاں نہ کوئی مکان ہے، نہ زمان، پھر عرش عظیم پر جلوہ گر ہونا، عرش

marfat.com

سے اوپر جانا، اس کے بعد حضور نبی ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے قرب خاص سے مشرف ہونا۔ اور دیدار فرمانا۔ پھر نمازیں لینا پھر نمازوں کی تعداد کم کروانے کیلئے بار بار حضرت موسیٰ علیہ السلام تک جاکر اللہ تعالیٰ کے حضور جانا۔ اب آپ بتایئے۔ ان سب کاموں حضور ﷺ کیلئے کتنا عرصہ تھا۔ اور یہ کتنا وقت گذرا۔ پس حضور نبی کریم ﷺ کیلئے تو سفر معراج کتنا طویل عرصہ تھا۔ تو حضور علیہ الصلوۃ السلام اٹھارہ سال تک سیر فرماتے رہے۔ لیکن دنیا کیلئے اتنا مختصر تھا کہ جب تشریف لائے تو بستر گرم تھا۔ دروازہ کی کنڈی ہل رہی تھی اور وضو کا پانی چل رہا تھا۔

پس ثابت ہو گیا کہ خدا تعالیٰ قادر ہے کہ ایک ہی وقت کو کسی کیلئے طویل کر دے اور کسی کیلئے قلیل۔ معلوم ہو گیا کہ بل کا ابطال اس واقعہ کے مطابق تھا جو کہ علم الٰہی میں تھا۔

اب میں اس ساری بحث کا فیصلہ قرآن کریم سے عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی آیت میں ارشاد فرمایا۔

فانظر الی طعامك وشرابك لم یتسنه وانظر الی حمارك.	اب (ذرا) دیکھ اپنے کھانے اور پینے (کے سامان) کی طرف یہ باسی نہیں ہوا۔ اور دیکھ اپنے گدھے کو۔
(پ ۳)	

یعنی انگور اور انجیر کے رس کے دیکھئے کہ ویسا ہی ہے۔ اس سے بو تک نہیں آئی گدھے کے اعضاء بکھر گئے اور ہڈیاں چمک رہی ہیں۔ (تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ)

اب دیکھئے اللہ تعالیٰ نے جب سو برس کا عرصہ گذرا تو سب کیلئے سو برس گذرنا چاہتے تھے یعنی کھانے پینے کی چیزوں پر بھی اور حمار پر بھی سو برس گذرتے لیکن ہوا کیا؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ذرا اپنے کھانے اور پانی کو تو دیکھ کہ بالکل متغیر نہیں ہوئے۔ ان میں ذرا فرق نہ آیا۔ اب غور کرو جو چیز جلد خراب ہو جانے والی تھی وہ بالکل نہیں بدلی اور گدھا جو طاقتور ہوتا ہے اس کی تمام ہڈیاں منتشر پڑی ہیں۔

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عزیر علیہ السلام میں نے یہ سو برس کا عرصہ تجھ پر

marfat.com

یومًا او بعض یوم کر کے گذرا جس طرح تیرے لئے یہ عرصہ تھوڑا کیا، تیرے کھانے اور پینے کی چیزوں کیلئے بھی قلیل کر دیا۔ تاکہ تیرے کھانے اور پینے کا تازہ ہونا، تیرے یومًا او بعض یوم کی دلیل ہو جائے۔ پس تیرے دعویٰ کی دلیل تو یہ طعام اور انگوروں کا رس رکھا ہے۔ اب میرے دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ تو اپنے حمار یعنی گدھے کی طرف دیکھ سو برس میں اس کا جو حال ہونا چاہیے وہی اس کا ہے پس دونوں قول سچے ہیں۔

میں نے ایک ایک جز الگ کر کے بیان کر دیا اب کوئی کانٹا نہیں ڈال سکتا۔ یہ دھوکہ میرے ساتھ بھی ایہ (ضلع مظفر گڑھ) کے مناظرہ میں پیش آیا۔ میں نے جواب اسی طرح جامعیت کے ساتھ بیان کر دیا۔ خدا کو گواہ کر کے بتاتا ہوں کہ اس جواب کے بعد حاضرین و ناظرین پر صم بکم کا منظر طاری تھا۔

جس کو صاحب قرآن سے نسبت نہیں اس کو قرآن سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ یہ قرآن کی حقیقتیں تب کھلتی ہیں جب صاحب قرآن سے نسبت ہو۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

نوٹ: یہ تقریر بروز پیر ۹ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ بمطابق ۴ فروری ۱۹۶۳ء کو مدرسہ انوار العلوم کچہری روڈ ملتان میں بسلسلہ درس قرآن حکیم کی گئی۔ جناب محمد مختار احسن مرحوم پاکستان کے مشہور خطاط ابن کلیم کے بڑے بھائی تھے (فانی)۔

marfat.com

نمبر شمار	ضروری یادداشت (مضامین)	صفحہ نمبر

marfat.com

نمبر شمار	ضروری یادداشت (مضامین)	صفحہ نمبر

marfat.com

نمبر شمار	ضروری یادداشت (مضامین)	صفحہ نمبر

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرورِ کونین ﷺ کی بشریت و نورانیت

مصنف: محمد نعیم اللہ خاں قادری

بی ایس سی۔ بی ایڈ

ایم اے اردو۔ پنجابی۔ تاریخ

یہ کتاب جلد مکتبہ فیضان عطّار سے چھپ کر منظر عام پر آنے والی ہے

ناشر: مکتبہ فیضان عطّار

جامع مسجد عمر روڈ کاموںکے ضلع گوجرانوالہ

فون: 0435/2266

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مختصر شرح سلامِ رضا

مصنف: محمد نعیم اللہ خاں قادری
بی ایس سی۔ بی ایڈ
ایم اے اردو۔ پنجابی۔ تاریخ

یہ کتاب جلد مکتبہ فیضان عطار سے چھپ کر منظر عام پر آنے والی ہے

ناشر: مکتبہ فیضان عطار
جامع مسجد عمر روڈ کامونکے ضلع گوجرانوالہ
فون: 0435/2266

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گناہ اور ان کی سزائیں

مصنف: محمد نعیم اللہ خاں قادری

بی ایس سی۔ بی ایڈ

ایم اے اردو۔ پنجابی۔ تاریخ

یہ کتاب جلد مکتبہ فیضان عطآر سے چھپ کر منظر عام پر آنے والی ہے

ناشر: مکتبہ فیضان عطار

جامع مسجد عمر روڈ کاموںکے ضلع گوجرانوالہ

فون: 0435/2266

marfat.com

دور حاضر کے مشہور و معروف نعتیہ کلام

آج ہی طلب فرمائیں